مجتبیٰ آخر زمانی

سوانحِ حیات مشائخ سروری قادری

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین حضرت سخی

سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

مجتبیٰ آخر زمانی

سلطان محمد نجیب الرحمٰن

سلطان الفقر

مجتبیٰ آخر زمانی

سوانحِ حیات مشائخ سروری قادری

تصنیفِ لطیف

سلطان العاشقین
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

نام کتاب	مجتبیٰ آخر زمانی
تصنیفِ لطیف	سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس
ناشر	سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور
سرورق	صاحبزادی مشعل نجیب سروری قادری
بارِاوّل	جنوری 2013ء
بارِدوم	مارچ 2022ء (تصحیح، ترمیم اور اضافہ کے ساتھ)
تعداد	500

ISBN: 978-969-2220-14-9

سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سُلطان الفقر ہاؤس

4-5/A ۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Ph: 042-35436600, 0322-4722766
www.sultan-ul-ashiqeen.com
www.sultan-ul-ashiqeen.pk
www.sultan-ul-faqr-publications.com
E-mail: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

اِنتساب

مشائخ سروری قادری کے نام

جنہوں نے

جان و مال اور دنیا و عقبیٰ فروخت کر کے

وراثتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فقر پایا

اور قدمِ محمدؐ پر قائم رہ کر ساری زندگی

پل صراط پر گزاری

اور

وراثتِ محمدیہؐ فقر کو مومنین تک پہنچانے کا عظیم فریضہ سرانجام دیا

اللہ تعالیٰ

اس فقیر کو

اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فہرس

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	مقدمہ	13
2	پیش گفتار (باردوم)	22
	باب اوّل سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ	23
1	سلسلہ نسب سلطان باھُوؒ	25
2	حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد	31
3	والدین	31
4	ولادت باسعادت	37
5	آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض بچپن سے جاری ہو گیا	38
6	حصولِ علمِ ظاہری	39
7	تلاشِ حق۔ بیعت	40
8	اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقاتیں	45
9	سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر تحقیق	45
10	سوانح حیات سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	52
11	سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری بیعت کے بارے میں اختلاف	57
12	تعلیم و تلقین	65

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
67	سلطان باھُوؒ کا لقب "سلطان العارفین" اور مرتبہ "سلطان الفقر"	13
79	مصطفیٰ ثانی مجتبیٰ آخر زمانی	14
81	تصانیف	15
84	تعلیمات	16
84	اسمِ اللہ ذات	17
122	تصور اسمِ محمدؐ	18
129	مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ	19
180	فقہی مسلک اور سلسلہ فقر سلطان باھُوؒ	20
192	ازواج اور اولاد	21
195	کرامات	22
201	منتقلی امانتِ الٰہیہ اور سلسلہ سروری قادری	23
207	خلافت	24
208	حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے چند مشہور خلفا	25
214	وصال	26
217	مزارِ انور	27
220	عرس	28
221	باب دوم سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
222	سلسلہ نسب	1
223	آباؤ اجداد اور والدین	2
224	ولادت باسعادت سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ	3
225	تلاشِ حق	4
227	سفرِ حق	5
228	منتقلی امانتِ الٰہیہ۔ امانتِ فقر	6
228	احمد پور شرقیہ (ریاست بہاولپور) آمد	7
229	نواب بہاول خاں سوئم کی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے محبت اور عقیدت	8
229	سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا لقب	9
230	حلیہ اور لباس مبارک	10
231	سلسلہ فقر	11
231	فقہی مسلک	12
231	کرامات	13
235	تلاش محرمِ راز	14
236	ازواج و اولاد	15
238	وصال اور مزار مبارک	16
238	مزار مبارک کی تعمیرِ نو 2012ء	17
239	عرس مبارک	18
250	سیّد محمد عبداللہ شاہؒ کے بارے میں چند غلط روایات اور اصل حقائق	19
250	سجادہ نشینی یا جائیداد کا تنازعہ (1993ء۔1986ء)	20

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
256	**باب سوم** **سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ ہاشمی قریشی رحمتہ اللہ علیہ**	
257	ولادت باسعادت	1
257	سلسلہ نسب	2
257	ولادت کی بشارت	3
258	بچپن اور شباب	4
258	بیعت	5
260	سلسلہ چشتی میں پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت اور خلافت کی غلط روایت، اس کے خلاف قوی دلائل اور اصل حقیقت	6
264	عشقِ مرشد	7
274	مرشد کے ساتھ سفر	8
275	مرشد کا وصال	9
275	جنگل نوردی	10
276	شورکوٹ آمد اور قیام	11
278	فرمودات	12
280	پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا لقب	13
281	فقہی مسلک اور سلسلہ فقر	14
281	ازواج اور اولاد	15
281	مرشد کے مزار کی تیاری	16

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
282	خلفا	17
282	منتقلی امانتِ فقر	18
282	وصال مبارک	19
282	مزار مبارک	20
283	باب چہارم شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ	
284	سلسلہ نسب	1
285	ولادت باسعادت	2
285	حصول علمِ ظاہری اور دربار سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر قیام	3
286	دربار سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر قیام کے دوران فرائض	4
287	ملازم دفتر دا فرمایا ذات سخی سلطانی	5
288	دستِ بیعت	6
288	پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب	7
289	فقر کا مرکز	8
289	فیض اسمِ اللہ ذات	9
290	ازدواجی زندگی اور اولاد	10
290	حُسن و جمال اور لباس	11
291	ہجرت	12

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
13	منتقلی امانتِ الٰہیہ (امانتِ فقر)	291
14	کرامات	293
15	عارفانہ کلام	295
16	فقہی مسلک اور سلسلہ فقر	318
17	وصال مبارک	318
18	عرس مبارک	319
	باب پنجم سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ	320
1	سلسلہ نسب	321
2	ولادت باسعادت	322
3	پہلی نظر دیدارِ مرشد	322
4	بچپن اور شباب	322
5	ظاہری و باطنی تعلیم	322
6	بیعت	323
7	سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا لقب	326
8	فقہی مسلک اور سلسلہ فقر	327
9	عشقِ مرشد	327
10	محبوبِ مرشد	336
11	ازدواجی زندگی اور اولاد	336

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
337	ہجرت	1
337	وظائف اور روزانہ مصروفیات	2
338	تلقین وارشاد	3
338	حُسن اور صورت وسیرت	4
339	آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا	5
341	انتقالِ امانتِ فقر	6
341	کرامات	7
343	وصال مبارک	8
344	مزار مبارک	9
344	عرس پاک	10
345	باب ششم سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ	
347	ولادت باسعادت، بچپن اور تعلیم وتربیت	1
349	عشقِ مرشد	2
353	منتقلی امانتِ فقر اور مسندِ تلقین وارشاد	3
362	مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ	4
366	فیض اسم اللہ ذات	5
370	دعوتِ فقر کے لیے جدوجہد اور مساعی	6

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
382	لقب اور مرتبہ	7
383	حُسن و جمال	8
390	سلطان الفقر ششم کی شخصیت قرآن وحدیث کی روشنی میں	9
392	محاسن واخلاق	10
395	معمولات ومشاغل	11
397	فقہی،عرفانی مسلک اور سلسلہ فقر	12
401	گھوڑوں سے محبت	13
408	ازواج اور اولاد	14
411	خلفا اصغر اور صاحبِ مجاز	15
414	تلاش محرمِ راز اور منتقلی امانتِ الٰہیہ، امانتِ فقر	16
423	عارفانہ کلام	17
431	فرمودات وتعلیمات سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ	18
451	کرامات	19
468	وصال مبارک	20
469	نمازِ جنازہ	21

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
470	مزار مبارک	22
471	استفادہ	

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَ الۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ اَہۡلِ بَیۡتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

فرمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

مَنۡ سَکَتَ عَنِ الۡحَقِّ فَھُوَ شَیۡطٰنٌ اَخۡرَسٌ [1]

ترجمہ: جو حق بات کہنے سے چپ رہا وہ گونگا شیطان ہے۔

''صاحبِ لولاک'' میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ پر تحریر کروائی گئی سب سے پہلی تصنیف ہے جو ایک پیشہ ور صحافی (Professional Journalist) جناب طارق اسماعیل ساگر[2] (مرحوم) سے تین ماہ کے عرصہ میں تحریر کروائی گئی۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 26 دسمبر 2003ء کو ہوا اور صاحبِ لولاک کا بارِ اوّل 13-12 اپریل 2004ء کے میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پر شائع ہو کر العارفین پبلیکیشنز کے سٹال پر موجود تھا۔ اب تک اس کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ بارِ اوّل اپریل 2004ء، بارِ دوم 2006ء، بارِ سوم نومبر 2008ء اور بارِ چہارم مارچ 2011ء میں شائع ہوئے۔ صاحبِ لولاک پر تبصرہ سے قبل دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے:

1۔ اپریل 2000ء میں ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کی اشاعت کے آغاز سے قبل سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کی ذاتِ مبارکہ کے علاوہ مشائخ سروری قادری کے متعلق کوئی تحریر اور کتاب موجود نہ تھی۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور نے اپنی اشاعت کے فوراً بعد اس پر کام شروع کیا اور شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ، سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں روایات کو جمع کرنا شروع کیا اور یوں ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور تحریری شکل میں ان مشائخ کی سوانح حیات اور تعلیمات کو منظرِ عام پر لایا۔ ان مشائخ کی سوانحِ حیات میں بعض روایات ابتدا میں درست نہ تھیں اور انہیں وقتاً فوقتاً سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ درست کرواتے رہے۔

---

[1] عین الفقر باب ہفتم [2] طارق اسماعیل ساگر مرحوم ایک فکشن ناول نگار اور پیشہ ور صحافی تھے۔ کچھ عرصہ مختلف اخبارات میں بھی کام کیا۔ ہمارے بعد ماہنامہ مرآۃ العارفین کے ایڈیٹر بنے۔ 14 ستمبر 2021ء کو کورونا (Covid-19) سے وفات پا گئے۔ انہوں نے کبھی بھی اپنی کتب کی فہرست میں ''صاحبِ لولاک'' کو شامل نہیں کیا۔

2۔ طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نہ تو سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ بیعت تھے، نہ ہی انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اسمِ اللہ ذات حاصل کیا تھا، نہ ہی اُن کے ساتھ زندگی کا کوئی لمحہ گزارا اور نہ ہی حلقہ ارادت میں شامل رہے۔ طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) کی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے صرف ایک ملاقات ہوئی جس کا دورانیہ صرف پانچ منٹ تھا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ دستور تھا کہ 12۔13 اپریل کے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پر 13 اپریل کو محفل کے اختتام پذیر ہونے پر اپنے کمرہ میں تشریف لے جاتے تھے جہاں لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات فرماتے۔ یہ فقیر اور غلام محفل میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہی ہوتا اور جیسے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے کمرے میں تشریف لاتے تو ساتھ ہی کمرہ میں آجاتا۔ طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) 13 اپریل 2002ء کو پہلی مرتبہ رانا تجمل حسین (مرحوم) کے ہمراہ دربار شریف پر میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شرکت کے لیے تشریف لائے اور محفل میں شرکت کے بعد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے رانا تجمل حسین (مرحوم) کے ساتھ کمرے میں تشریف لائے اور پانچ منٹ ملاقات کے بعد واپس روانہ ہو گئے۔ دوسری بار 13 اپریل 2003ء کو رانا تجمل حسین (مرحوم) کے ساتھ محفل میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شرکت کے لیے آخری لمحات میں تشریف لائے اور محفل سے ہی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیے بغیر واپس روانہ ہو گئے۔ انہوں نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنا تک گوارا نہ کیا۔ اس کا اقرار وہ کتاب ''صاحبِ لولاک'' کے شروع میں ''پیش لفظ'' میں بھی کرتے ہیں کہ اُن کی صرف ایک ہی ملاقات 2002ء میں ہوئی اور لکھتے ہیں کہ اس ملاقات میں اُن پر اسمِ اللہ ذات کا سِرّ (راز) منکشف ہو گیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسم اللہ ذات کے ذکر و تصور کے بغیر اسمِ اللہ ذات کا راز منکشف ہونا ناممکن ہے۔ طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نہ تو سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور نہ ہی بغیر بیعت کے ان سے ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات حاصل کیا تو پھر ان پر اسمِ اللہ ذات کا راز کیسے منکشف ہو گیا۔ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ ان پر اسمِ اللہ ذات کا راز کھل گیا تھا تو راہِ فقر کے سالک جانتے ہیں کہ اگر اسمِ اللہ ذات کا راز کھل جائے تو عشقِ حقیقی کی آگ چین نہیں لینے دیتی لیکن طارق اسماعیل ساگر پر کیسا اسم اللہ ذات کا راز کھلا کہ عشق کی آگ نے انہیں 2002ء سے لے کر 2003ء تک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے قرب و فیض سے روکے رکھا۔ اس عرصہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ مہینے میں دو بار لاہور تشریف لاتے رہے اور لوگوں سے ملاقات فرماتے رہے لیکن طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نے ایک بار بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی زحمت گوارا نہ کی حالانکہ طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) کی رہائش لاہور میں ہی تھی۔ اگر 13 اپریل 2003ء کو تشریف لائے بھی تو ملاقات کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ ہم کیسے سمجھ جائیں کہ عشق کا سِرّ اُن پر عیاں ہو گیا تھا، راہِ فقر کے راہی اس امر سے خوب واقف ہیں۔

اب طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) کی تصنیف ''صاحبِ لولاک'' کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں جس سے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ کتاب نہ تو علم الیقین، نہ عین الیقین اور نہ ہی حق الیقین پر مبنی ہے بلکہ اس کا نوے فیصد (90%) حصہ نقل شدہ ہے۔ طارق اسماعیل ساگر نے اِس تصنیف کو ابواب کی بجائے عنوانات میں تقسیم کیا ہے اور ہم اُن کی تصنیف کے ہر باب کا اسی طرح عنوانات کے تحت ہی جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ پیش لفظ

اس میں انہوں نے کتاب کی غرضِ تصنیف پر روشنی ڈالی ہے اور کافی مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ اگر وہ یہ نہ کرتے تو شاید اُن کا ''صاحبِ لولاک'' لکھنا کسی کی سمجھ میں نہ آتا۔ جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس میں انہوں نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ سے اپنی پانچ منٹ کی ایک ملاقات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ باب اب تک شائع ہونے والے چاروں ایڈیشنوں میں شامل چلا آ رہا ہے۔

2۔ شکریہ

اس میں طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے اُن مریدین کا تذکرہ کیا ہے جن کی تحریروں اور گفتگو سے انہوں نے اپنی کتاب ''صاحبِ لولاک'' کی تیاری کے سلسلہ میں استفادہ کیا۔ بارِ اوّل (اپریل 2004ء) میں اس فقیر کا نام بھی ان ناموں میں شامل تھا جس سے انہوں نے کبھی ملاقات کا اہتمام ہی نہیں کیا تھا' حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ فقیر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے قربِ خاص میں رہا ہے اور طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) سے پہلے ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور اور مکتبہ العارفین لاہور کا انچارج رہا ہے۔ ہاں انہوں نے میری تحریروں سے ضرور استفادہ کیا جن کا تذکرہ آگے آ رہا ہے لیکن بارِ دوم، بارِ سوم اور بارِ چہارم میں اس فقیر کا نام ہی ''شکریہ'' سے خارج کر دیا گیا۔

3۔ صاحبِ لولاک

اسی باب کے نام پر کتاب کا نام ''صاحبِ لولاک'' منتخب کیا گیا ہے اور یہ باب ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے ماہ ستمبر 2000ء کے شمارہ کے صفحہ 17 تا 28 پر شائع ہونے والا مضمون ''سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیزؒ'' ہے جسے ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔ اس مضمون میں سلطان محمد عبد العزیزؒ کی بیعت کی کچھ روایات غلط شائع ہو گئی تھیں جسے بعد میں سلطان الفقر ششمؒ نے درست کروایا تھا لیکن طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نے ماہنامہ مرآۃ العارفین کے آئندہ مہینوں اور سالوں کے شمارے دیکھنے گوارا ہی نہیں کیے اور ''صاحبِ لولاک'' کے بارِ سوم تک ہو بہو وہی غلطیوں والا مضمون شائع ہوتا رہا۔ بارِ چہارم میں اس میں سے سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کا تذکرہ خارج کر دیا گیا ہے۔ یہ مضمون پہلی بار مختلف روایات اور تحقیق کے بعد اس فقیر نے ترتیب دیا تھا، معاونین میں ڈاکٹر محمد ایوب خان اور محمد ذیشان رضا شامل تھے۔ یہ مشائخ سروری قادری پر ابتدائی تحقیق تھی۔ بعد ازاں مزید تحقیق سے بہت سے حقائق اور روایات کی تصحیح ہوئی۔

4۔ شہبازِ عارفاں سلطان الاولیا سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہؒ

یہ باب ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے شمارہ فروری 2001ء کے صفحہ 10 تا 14 پر شائع ہونے والے مضمون ''شہبازِ عارفاں سلطان الاولیا

حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ'' پر مشتمل ہے۔اس مضمون کے لیے تحقیق صاحبزادہ سلطان محمد معظم علی نے کی اور ترتیب ڈاکٹر محمد ایوب نے دیا۔طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نے اس باب میں یہ مضمون ہو بہو نقل کر دیا ہے۔

5۔ تعلیماتِ باطنی کا احیا

اس باب کا کچھ حصہ اس فقیر کی کتاب ''حقیقتِ اسمِ اللہ ذات'' سے لیا گیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار اپریل 2002ء میں مکتبہ العارفین سے شائع ہوئی۔ مکتبہ العارفین سے علیحدگی کے بعد اسے شعبہ نشرواشاعت سلسلہ سروری قادری لاہور نے شائع کیا اور اب سلطان الفقر پبلیکیشنز 2005ء سے مسلسل شائع کر رہا ہے۔اس کو ایم اے شاکر راجن پور والے نے سرقہ کر کے ''چنبے دی بوٹی اسمِ اللہ ذات'' کے عنوان اور اپنے نام کے ساتھ العارفین پبلیکیشنز سے شائع کرایا تھا۔اس باب کا دوسرا حصہ سید امیر خان نیازی مرحوم ومغفور کے کتابچہ ''اصلاحی جماعت کی ضرورت کیوں'' کی ہو بہو نقل ہے۔

6۔ سلطان الفقر (ششم) کی گھوڑوں سے محبت

یہ اس فقیر کے مضمون ''حدیثِ دل'' کا ایک حصہ ہے۔ ''حدیثِ دل'' جولائی 2003ء کے ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے صفحہ 22 تا29 پر شائع ہوا جس میں ''میرے مرشد پاک کی گھوڑوں سے محبت'' کے ذیلی عنوان سے یہ حصہ صفحہ 25 تا 28 پر شائع ہوا۔اس باب میں اس حصہ کو ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔

7۔ معرفتِ الٰہی کیسے ممکن ہے

ابتدائی دو صفحات کے علاوہ تمام باب حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''کشف المحجوب'' سے نقل کیا گیا ہے۔

8۔ طریقت

مکتبہ العارفین 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور نے 2003ء میں ڈاکٹر محمد ایوب خان کا ایک رسالہ ''طریقت کیا ہے؟'' شائع کیا تھا اس باب میں اسے ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔

9۔ اسلام اور تصوف

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات کو نہ تو تصوف اور نہ ہی طریقت بلکہ فقر کا نام دیا ہے اور میرے مرشد پاک سلطان

الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنی تعلیمات کو فقر ہی فرمایا کرتے تھے۔ بہرحال یہ باب ''اسلام اور تصوف'' پیر کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ کا مقالہ ہے اور طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نے اس میں صرف ابتدائی تین لائنیں خود لکھی ہیں اور باقی تمام باب میں پیر کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ کے مقالہ کو نقل کر دیا گیا ہے۔

10۔ طریقِ تبلیغ

تصوف کی مشہورِ زمانہ کتب سے تصوف کے بارے میں معلومات پر مشتمل ہے۔

11۔ مرشد کیوں اور کیسا ہونا چاہیے؟

اگست 2002ء میں مکتبہ العارفین A/4۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور نے ڈاکٹر محمد ایوب کی کتاب ''مرشدِ کامل'' شائع کی تھی جسے اب العارفین پبلیکیشنز شائع کر رہا ہے۔ یہ باب زیادہ تر اس کتاب کے باب 3 ''مرشد کسے کہتے ہیں'' پر مشتمل ہے اور کچھ حصہ اس فقیر کے مضمون ''سلطان الفقر''[1] جو ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے شمارہ اگست 2002ء میں صفحہ 17 تا 23 پر شائع ہوا تھا، سے لیا گیا ہے اور بقیہ حصہ حضرت عبدالقادر عیسیٰ شاذلی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب 'حَقَائِق عَنِ التَّصوف' جس کا اردو ترجمہ 'تصوف کے روشن حقائق'' کے نام سے شائع ہوا ہے، سے نقل کیا گیا ہے۔[2]

12۔ اسمِ اللہ ذات

جیسا کہ باب نمبر 5 ''باطنی تعلیمات کے احیا'' کے بیان میں اس فقیر کی کتاب ''حقیقتِ اسمِ اللہ ذات'' کا ذکر ہو چکا ہے' اس باب نمبر 12 میں بھی کتاب ''حقیقتِ اسمِ اللہ ذات'' کے ایک حصے[3] کو ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔ صاحبِ لولاک کے بارِ اول (اپریل 2004ء) میں اس باب کے آخر میں اس فقیر کا نام اور کتاب کا حوالہ بھی موجود تھا جسے بارِ دوم، سوم اور چہارم سے ختم کر دیا گیا ہے البتہ عبارت موجود ہے۔ اس طرح ساگر صاحب نے ہماری تحریر کو اپنا بنالیا ہے۔ بارِ چہارم (مارچ 2011ء) میں اس باب میں صرف ایک شعر کا اضافہ اپنی طرف سے کیا ہے، وہ یہ ہے:

---

[1] یہ مضمون بعد میں اپریل 2003ء اور اگست 2003ء کے شمارہ میں بھی شائع ہوا۔ [2] مترجم محمد اکرم الازہری' سال اشاعت 2003ء ناشر مکتبہ زاویہ لاہور۔

[3] حقیقتِ اسمِ اللہ ذات کے بارِ چہارم کو اگست 2004ء میں مکتبہ العارفین A/4 ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور نے شائع کیا تھا اور اس فقیر کی کتاب ''گلدستہ ابیات و تعلیمات حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ'' کا بارِ اول اگست 2002ء اور بارِ دوم اپریل 2004ء مکتبہ العارفین A/4 ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور نے شائع کیا اور ''اسمِ اللہ ذات'' کا یہ باب اس کتاب کے بارِ دوم کے صفحہ 51 تا 70 پر بھی موجود ہے۔

جنہاں نوں تقویٰ ربّ تے انہاں نوں رزق ہمیش
پلے خرچ نئیں بنھدے پنچھی تے درویش

اور باقی باب اسی طرح ہے۔

13۔ کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا!

نصف باب سلطان احمد علی کے رسالہ ''جعلی پیر اور مرشدِ کامل'' سے ہو بہو لگا دیا گیا ہے اور باقی نصف باب طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) کا تحریر کردہ ہے جس میں کچھ مریدین کی بیان کردہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات ہیں۔

14۔ صحبتِ یار آخر شد

اس باب میں سلطان الفقر ششم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات کا ذکر ہے جو صاحبزدگان اور مریدین نے روایت کی ہیں۔یعنی پوری کتاب میں تیرھواں باب (کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا) نصف اور چودھواں باب مکمل، یوں کُل ملا کر صرف ڈیڑھ باب طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) کا اپنا تحریر کردہ ہے اور اس میں بھی ان کا کوئی اپنا چشم دید واقعہ نہیں ہے۔صاحبِ لولاک کے اس چودھویں باب کے بارِ اوّل (اپریل 2004ء) کے صفحہ 273 تا 274 پر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے خدمتگار خالد کی زبانی ایک روایت درج کی گئی تھی جو بارِ دوم، سوم اور چہارم سے خارج کر دی گئی۔ روایت سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی اس فقیر کے بارے میں ہے جو ان کے آخری لمحات میں ٹیلیفون پر ہوئی، روایت اس طرح سے ہے:

> ''آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آخری لمحات میں لاہور میں ہمارے ساتھی نجیب الرحمٰن صاحب سے ''اسم اللہ ذات'' کے متعلق پوچھا جو لاہور میں سونے کے اسمِ اللہ ذات تیار کرواتے تھے۔ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گھر سے اپنے والد مرشد کے زمانے کے دو پرانے اسمِ اللہ ذات ملے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نجیب الرحمٰن صاحب سے کہا کہ اسی طرح کے اسمِ اللہ ذات ہمارے لیے بھی تیار کروائیں۔پھر پوچھا کتنے دِن لگیں گے؟ پھر کہا جلدی پہنچاؤ ہمیں ضرورت ہے۔''

اس باب میں دوسرا اہم واقعہ سلطان محمد علی مدظلہ القدس اور سلطان محمد شریف مدظلہ القدس کی بیعتِ خلافت کا ہے جو 14۔اپریل 2003ء کو دربار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر ہوئی۔طارق اسماعیل ساگر بارِ سوم تک بضدر ہے اور یہی تحریر کرتے رہے کہ بیعت 16۔اپریل 2003ء کو ہوئی تھی۔ہم نے ماہنامہ سلطان الفقر لاہور میں کئی بار اور سید امیر خان نیازی (مرحوم) نے ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور میں ہمیشہ

بیعت کی تاریخ 14۔اپریل درج کی۔اب بارِ چہارم میں انہوں نے بھی اس باب میں بیعت کی تاریخ 14۔اپریل 2003ء درج کردی ہے۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نے اپنی کتاب کا زیادہ تر مواد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے زمانہ میں اس فقیر کی زیرِ نگرانی کام کرنے والے اداروں ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور اور مکتبہ العارفین 4/A۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور کی شائع کردہ کتب سے لیا تھا اور ''صاحبِ لولاک'' تصوف کے موضوع پر زیادہ اور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی سوانح حیات کم لگتی ہے۔نہ ہی ان کی ذاتِ مبارکہ، عادات وخصائل،فضائل ومقامات کے متعلق کچھ تفصیل بیان کی گئی ہے اور نہ ہی دینِ حنیف کے احیا کے لیے کی گئی ان کی انتھک کاوشوں پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔صرف آپؒ کی چند کرامات بیان کردینا آپؒ کے عالی شان مقام کی قطعاً وضاحت نہیں کرتا۔مزید یہ کہ آپؒ کی دینی کاوشوں کو نظر انداز کردینا آپؒ کے مشن کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے وصال کے فوراً بعد اس فقیر کو عملی طور پر اور اگست 2004ء میں باقاعدہ طور پر ماہنامہ مرآۃ العارفین اور مکتبہ العارفین سے علیحدہ کردیا گیا تھا اس لیے طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نے مجھ جیسے فقیر انسان سے ملاقات کرنا گوارا نہ کیا۔اگر وہ مجھ سے رابطہ کرتے تو میں ضرور اپنے مرشد کی شان کماحقہ طور پر بیان کرنے کی کوشش کرتا تاکہ میرے مرشد پاک پر لکھی گئی اوّلین کتاب یوں ادھوری اور بے اثر نہ رہے۔پھر طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) کی کتاب میں ان کا ایک بھی چشم دید واقعہ یا روایت شامل نہیں ہے جو اِس مقدمہ کے آغاز میں تحریر کی گئی ہماری بات کو سچ ثابت کرتی ہے کہ اُن کی اپنی زندگی میں سلطان الفقر ششمؒ سے صرف ایک ملاقات ہے اور وہ بھی صرف پانچ منٹ کی اور لوگوں کے ہجوم میں۔اس پانچ منٹ کی ملاقات میں نہ وہ میرے مرشد کی شان کو سمجھ سکے اور نہ ہی بعد میں کتاب ''صاحبِ لولاک'' میں بیان کر سکے۔حق بات تو یہ ہے کہ طارق اسماعیل ساگر کو اس عظیم ہستی کو جانے اور سمجھے بغیر اس پر قلم اُٹھانے کی جسارت ہی نہ کرنی چاہیے تھی۔انہیں شاید ''صاحبِ لولاک'' کی علمی حیثیت کا ادراک نہ تھا اس لیے شاید طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) نے اپنی تحریر کردہ ناولوں اور کتب کی فہرست میں کبھی بھی ''صاحبِ لولاک'' کو شامل نہیں کیا۔

اس فقیر نے جب اگست 2006ء میں ماہنامہ سلطان الفقر لاہور کی اشاعت کا آغاز کیا تو پہلے ہی شمارہ میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی حیات وتعلیمات کو شائع کیا۔صدقِ دِل سے نیت یہ تھی کہ طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) اُن کو 'صاحبِ لولاک'' کے آئندہ ایڈیشن میں شاملِ اشاعت کرلیں تاکہ ایک مدلل کتاب وجود میں آسکے اور عوام پر میرے مرشد پاک کی شان اور مقامِ سلطان الفقر واضح ہوسکے لیکن جب کافی عرصہ انتظار کرنے کے بعد رابطہ نہ ہوا تو فقیر نے ''مجتبیٰ آخر زمانی'' کی تصنیف کا آغاز کیا۔شروع میں خیال تھا کہ صرف اپنے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی حیات وتعلیمات قلمبند کروں لیکن دورانِ تالیف خیال آیا کہ کیوں نہ اس میں سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ سے لے کر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ تک کے تمام مشائخ سروری قادری کی سوانح حیات بھی شامل کی جائیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ تک

’’امانتِ فقر‘‘ کس طرح پہنچی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ، اپنے مرشد کریم سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مشائخ سروری قادری کی باطنی مہربانیوں سے یہ تصنیف سات سال میں مکمل ہوئی۔

’’مجتبیٰ آخر زمانی‘‘ کی تالیف کا ایک اور اہم مقصد سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی حیاتِ طیبہ پر پڑے اسرار کے پردوں کو ہٹانا اور ان کی عظمت سے عوام الناس کو روشناس کرانا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصل دینِ حنیف کو زندہ رکھنے کے لیے ان مشائخ نے انتہائی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اپنی حیات کے ہر لمحے کو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے وقف کر دیا۔ ظاہر و باطن میں انتہائی کٹھن آزمائشوں سے گزرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں انہیں امانتِ فقر کا وارث بنایا گیا اور پھر انہوں نے طالبانِ مولیٰ کی راہِ حق پر بے مثال راہنمائی کی اور آج تک کر رہے ہیں لیکن خود کو ہمیشہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھا کیونکہ ان کی طلب ’اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس‘ تک محدود ہے۔ شہرت وعزو جاہ سے یہ لوگ ہمیشہ دور رہے اس لیے آج کے دور میں انہیں کوئی نہیں جانتا سوائے طالبانِ مولیٰ کے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ’’اللہ تعالیٰ اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔ یہ لوگ اس حدیثِ قدسی کے مصداق ہوتے ہیں اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَآئِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ (ترجمہ: میرے وہ اولیا بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا)۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ’’تمام بندوں میں اللہ کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہیں جو اہلِ تقویٰ ہیں اور ’’پوشیدہ‘‘ ہیں۔ اگر وہ غائب ہوں تو انہیں کوئی تلاش نہ کرے، گواہی دیں تو پہچانے نہ جائیں۔ یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں‘‘۔ (طبرانی، حاکم)

لیکن اب وہ دور آنے کو ہے جب فقر کو عام ہونا ہے جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ’’جب گمراہی عام ہو جائے گی، باطل حق کو ڈھانپ لے گا، فرقوں اور گروہوں کی بھرمار ہوگی، ہر فرقہ خود کو حق پر اور دوسروں کو گمراہ سمجھے گا اور گمراہ فرقوں اور لوگوں کے خلاف بات کرتے ہوئے لوگ گھبرائیں گے اور علمِ باطن کا دعویٰ کرنے والے اپنے چہروں پر ولایت کا نقاب چڑھا کر درباروں اور گدیوں پر بیٹھ کر لوگوں کو لوٹ کر اپنے خزانے اور جیبیں بھر رہے ہوں گے تو اس وقت میرے مزار سے نور کے فوارے پھوٹ پڑیں گے‘‘۔ یعنی اس پُرفتن دور میں اگر اُمتِ مسلمہ کو ہدایت کی راہ نصیب ہوگی تو حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ یعنی سلسلۂ فقر کے ذریعے ہوگی۔ نور کے فواروں سے مراد ان کی تعلیماتِ فقر کی روشنی ہے جو اس دور کے لوگوں کو ظلمت سے ہدایت کی طرف لے آئے گی۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی بھی پیش گوئی ہے:

اب تیرا دور بھی آنے کو ہے اے فقرِ غیور

چنانچہ مناسب سمجھا گیا کہ سب سے پہلے سروری قادری سلسلہ کے حقیقی مشائخ کی سوانح حیات اور دینِ حنیف کے لیے کی گئی ان کی کاوشوں اور ان کی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچایا جائے تاکہ وہ ان مشائخ کی عظمت و مقامِ قربِ الٰہی کو سمجھ سکیں اور ان کی تعلیمات کے مطابق فقر کے مقام کو بھی سمجھ سکیں اور اس عظیم راہِ حق کو اختیار کرنے کی جستجو کریں۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر پہلی بار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ کے بعد کے مشائخ سروری قادری سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی ؒ، سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ ؒ، شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی ؒ، سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز ؒ اور خاص طور پر میرے مرشد کریم سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ کی حیاتِ مبارکہ اور تعلیمات پردۂ اخفا سے منظرِ عام پر لائی جارہی ہیں۔

یہ اس فقیر پر عنایت اور کرمِ خاص ہے اور سلسلہ سروری قادری کے لوگوں کے لیے ایک خاص تحفہ ہے جو اِس فقیر کی وساطت سے ظہور پذیر ہوا۔

پس ’’اللہ جسے چاہتا ہے چُن لیتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو طالبانِ مولیٰ کے لیے راہنما بنائے۔ (آمین)

فقیر
سلطان محمد نجیب الرحمٰن

لاہور
9 نومبر 2011ء۔ بارِ اول
ترمیم شدہ مقدمہ

پیش گفتار

(بارِدوم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْن

مشائخ سروری قادری کی سوانح حیات ''مجتبیٰ آخر زمانی'' جنوری 2013ء میں شائع ہوئی تو بہت مقبول ہوئی کیونکہ مشائخ سروری قادری پر پہلی کامل اور مکمل تحقیق تھی۔ مجتبیٰ آخر زمانی کا انگریزی ترجمہ The Spiritual Guides of Sarwari Qadri Order کے نام سے 2015ء میں شائع ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجتبیٰ آخر زمانی کا بارِدوم شائع ہو رہا ہے جس میں کچھ ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے:

1۔ بارِاوّل کی اشاعت کے وقت مشائخ سروری قادری کے عارفانہ کلام پر تحقیق مکمل نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی ان کو ایڈٹ کیا گیا تھا اور نہ ہی اشعار کے اوزان پر کام ہوا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مشائخ کا کلام مکمل تحقیق اور اوزان کی درستگی کے بعد ''کلام مشائخ سروری قادری'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے اس لیے بارِدوم میں مشائخ کا عارفانہ کلام ''کلام مشائخ سروری قادری'' سے شائع کیا جا رہا ہے۔

2۔ کتابت کی غلطیوں کو درست کر دیا گیا ہے اور واقعات کی صحت کو بھی درست کر دیا گیا ہے۔

3۔ حالات اور واقعات میں جو تازہ ترین پیش رفت ہو چکی ہے اس کو شامل کیا گیا ہے۔

4۔ ابواب کے آخر میں سجادہ نشین کے تذکرہ کو خارج کر دیا گیا ہے کیونکہ سجادہ نشین تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ہماری زندگی میں اس کتاب کا آخری ایڈیشن ہو اور ہمارے بعد کتاب میں کوئی ردّوبدل نہیں کر سکے گا اور پھر سجادہ نشینی کا موضوع صوفیا کی کتب کا حصہ بھی نہیں ہوتا۔

بارِدوم کی اشاعت کے ساتھ ہی بارِاوّل کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ بارِاوّل کی عبارت یا عبارت کے کسی حصہ کو نہ تو قانونی طور پر کسی عدالت میں پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ تحقیقی حوالہ یا مقالہ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اب بارِدوم کا حوالہ ہی قابلِ قبول ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عاجزانہ کاوش کو قبول فرمائے۔

مارچ 2022ء

فقیر
سلطان محمد نجیب الرحمٰن

باب اوّل

سلطان العارفین
حضرت سخی
سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

سلطان العارفین
حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

سلطان الفقر، سیّد الکونین، سلطان العارفین، برہان الواصلین، حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فقیر مالک الملکی اور مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اکملم کامل مکمل جامع ہم نور الہدیٰ مالک الملکی مراتب فقیر فی اللہ باخدا

ترجمہ: میں کامل اکمل مکمل و جامع نور الہدیٰ فقیر ہوں اور مالک الملکی فقیر فنا فی اللہ کے مرتبے پر فائز ہوں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

فقر میں ''فقیر مالک الملکی'' سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور صاحبانِ تلقین و ارشاد میں مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ سب سے آخری مرتبہ ہے اور انسانِ کامل کا یہ اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ یہ مرتبہ سب مراتب کا جامع ہے، اس کے بعد کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ عارفین کے سلطان ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ قادری کو سلسلہ سروری قادری کے نام سے منظم کیا اور اس کے لیے تا قیامت اپنی کتب کی صورت میں فکری اثاثہ مہیا کیا اور یوں حق تعالیٰ کے متلاشی طالبانِ مولیٰ کے لیے راہِ حق کو آسان سے آسان تر بنا دیا۔

فقیرِ کامل کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر حجت ہوتی ہے۔ فقیر جہاں بھی زندگی گزارتا ہے جامع صفاتِ الٰہی ہونے کی وجہ سے نورِ حق سے معاشرے کو منور کرتا ہے۔ اسی طرح فقیرِ کامل کی خانقاہ حیات بخش مرکز ہوا کرتی ہے جہاں سے لوگوں کا تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب ہوتا ہے اور علم و عرفان کی ندیاں معاشرے کو سیراب کرتی ہیں۔ انسان دنیا اور حُبِّ دنیا میں مبتلا ہو کر سینکڑوں حجابات میں غرق ہو کر حق تعالیٰ کے نور سے محروم ہو جاتا ہے۔ فقیرِ کامل کی خانقاہ اور حلقہ اُن کے زنگ آلودہ قلوب کو نورِ حق سے منور کرتا ہے اور اس طرح تزکیۂ نفس سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ طالب اور سالک کی روح کی غذا فقیرِ کامل کی صحبت اور قرب ہوا کرتی ہے۔

انسانیت کے لیے فقیر مالک الملکی اور مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات بے مثل اور بے مثال ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام زندگی سفر اور سیاحت میں رہ کر لوگوں کے دِلوں کو معرفتِ حق تعالیٰ اور عشقِ الٰہی سے زندگی بخشتے رہے۔ سفر کے دوران آپ نے جہاں بھی قیام فرمایا وہاں رشد و ہدایت کا مرکز قائم ہو گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کا سلسلہ وصال کے بعد بھی جاری چلا آ رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دربار مرکزِ تجلیاتِ الٰہی ہے۔ کتب، شاعری اور سلسلہ سروری قادری کی صورت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عظیم ورثہ چھوڑا ہے جو قیامت تک طالبانِ حق کے لیے راہنمائی کا کام کرتا رہے گا۔

سلسلہ نسب سلطان باھُوؒ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اعوان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اعوانوں کا شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے دوسرے مصنفین کی طرح یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی تصانیف کے شروع میں پیش لفظ کے طور پر اپنے متعلق صرف تعارفی سطور تحریر فرماتے ہیں اور پھر کتاب یا رسالے کی غرضِ تصنیف پر روشنی ڈالتے ہیں۔انہوں نے جہاں کہیں بھی کسی تصنیف کے پیش لفظ میں اپنا ذکر فرمایا ہے وہاں اپنے نام کے ساتھ اعوان ضرور لکھا ہے۔جیسے نور الہدیٰ کلاں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''سچ کہتا ہے مصنفِ تصنیف سروری قادری فقیر باھوؒ فنا فی ھُو ولد بازیدؒ محمد عرف اعوان ساکن قلعہ شور (اللہ تعالیٰ اسے ہر قسم کے فتنوں اور ظلم وستم محفوظ رکھے)''

اسی طرح کی عبارت تھوڑی سی ردّ وبدل کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر تصنیف کے آغاز میں ملتی ہے جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اعوان قبیلہ ہی سے تھا۔اعوان کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ اس سلسلہ میں سلطان حامد علی مصنف 'مناقبِ سلطانی' رقم طراز ہیں ''اعوان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسلِ پاک سے ہیں۔جب ساداتِ عظام نے مختلف مصیبتوں اور پریشانیوں کی وجہ سے وطن چھوڑا اور ایران اور ترکستان کے مختلف حصوں میں بود وباش اختیار کی، قبیلہ اعوان چونکہ سادات کرام کا قریبی اور نسبتی تھا اس لیے اس مصیبت اور کٹھن دور میں وہ سادات کے رفیق ومعاون بنے اس وجہ سے ان کی نسبت اعوان میں تبدیل ہوگئی یعنی سادات بنی فاطمہ کی مدد کرنے والے۔علویت اور ہاشمیت کا لقب بدل کر اعوان بن گیا۔سادات عجم میں آ کر بدستور یادِ الٰہی میں مشغول رہے لیکن قبیلہ اعوان نے جنگ وجدل اور معرکہ آرائی جاری رکھی اور ہرات پر قبضہ کرلیا اور قطب شاہ نے ہرات کے تخت پر ہی وفات پائی۔شاہ کا لقب سادات اور قریش کے ناموں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے لیکن اعوان بھی اپنے نام کے ساتھ شاہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔جب سادات خراسان سے بسبب تفرقہ، مصیبت اور پریشانی ہجرت کرکے ہندوستان میں داخل ہوئے تو قبیلہ اعوان اس سفر اور ہجرت میں ان کے رفیقِ سفر بنے اور کالا باغ کے پہاڑوں، دریائے اٹک یا دریائے سندھ کے راستے پنجاب میں داخل ہوئے۔سادات کرام حسبِ معمول دنیاوی جاہ وحشمت کو چھوڑ کر عباداتِ الٰہی میں مشغول

ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کی چنانچہ اوچ شریف میں بخاری، بھوٹ مبارک میں گیلانی، چوآ سیدن شاہ میں شیرازی اور دنداشاہ بلاول میں ہمدانی سادات خلقِ خدا کی رہبری اور فیض رسانی کا ذریعہ بنے۔ لیکن اعوان قبیلہ نے کالا باغ پر قبضہ کر کے دریائے اٹک کے مشرقی کنارہ کے راستہ سے جلد ہی ہندوؤں کے مضبوط قلعوں، ملک دھنی و پوٹھوہار، کوہ پکھڑو، وادی سون سکیسر، کوہ پتاؤ، کوہ تاواہ، کوہ کھون وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور ان علاقوں میں آباد ہو گئے۔ یہاں کے ہندوؤں نے اعوان قبیلہ کے غلبہ اور اسلام کے زور کی وجہ سے اسلام قبول کر لیا۔ آج اعوان ان علاقوں میں کثرت سے آباد ہیں۔''

احمد سعید ہمدانی لکھتے ہیں:

سلطان محمود غزنوی جب سومنات پر حملہ کرنے کے لیے ہندوستان روانہ ہوا تو اس کے ساتھ علویوں کے ایک دستے نے ہمراہی کی اجازت چاہی جس کی قیادت میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر کر رہے تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے بخوشی اجازت دے دی اور اس دستے کو ''اعوان'' کا خطاب دیا۔ بعدازاں اس قبیلے کے لوگ اسی لقب سے موسوم ہوئے۔

اعوانوں نے سومنات کی لڑائی میں بہادری کے جوہر دکھائے اور سلطان محمود غزنوی ان سے بہت خوش ہوا۔ جب لشکر واپس ہونے لگا تو میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر نے سلطان سے درخواست کی کہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ملک کے دوسرے علاقوں میں حکمران راجپوت سرداروں اور جاگیرداروں کی سرکوبی کے لیے مامور کیا جائے۔ سلطان نے یہ درخواست قبول کی۔ چنانچہ میر قطب حیدر اعوانوں کے لشکر کو لے کر موجودہ پوٹھوہار کے گردونواح اور کوہستان نمک کے علاقوں میں برسرِ اقتدار جنجوعہ اور چوہان راجپوتوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کو پسپا کر کے انہیں پہاڑوں سے نیچے دھکیل دیا اور اعوان قبائل ان پہاڑوں کی خوبصورت وادیوں پر قابض ہو کر ان میں آباد ہو گئے۔ اب یہ قطب شاہی اعوان کہلائے۔ (احوال و مقاماتِ سلطان باھُوؒ)

میر قطب شاہ

میر قطب شاہ وہی ہستی ہیں جن کی سرپرستی میں اعوان سلطان محمود غزنوی کی فوج میں شامل ہوئے اور وادی سون سکیسر اور پوٹھوہار میں قیام پذیر ہوئے۔ احمد سعید ہمدانی لکھتے ہیں ''میر قطب شاہ کا شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت امام محمد بن حنفیہؒ سے ملتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد سادات فاطمی کی حمایت میں حکمرانوں سے لڑتے ہوئے اور سادات کو اپنی حفاظت میں لیے ہوئے افغانستان چلے آئے تھے اور ہرات میں آباد ہوئے۔ بعدازاں سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں اس کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ پوٹھوہار کے علاقے میں میر قطب شاہ کی اولاد خوب پھلی پھولی اور انہوں نے شکست خوردہ راجاؤں کی بیٹیوں سے شادیاں بھی کیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔ میر قطب شاہ کے ساتھ آنے والے قبائل اور نو مسلم باشندوں کے درمیان ددھیال، ننھیال کے لحاظ سے مناکحت اور اولاد کا باہمی سلسلہ شروع ہوا تو بالآخر چونکہ ان کی معروف نسبی پہچان کے لیے میر قطب شاہ ہی مقتدر اور مشہور شخصیت تھے لہٰذا انہی سے منسوب

ہوئے۔اب بھی یہ لوگ کہیں بھی ہوں خود کو قطب شاہی اعوان ہی کہتے ہیں۔لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ جناب قطب شاہ وادی سون (انگہ[1]) میں اقامت پذیر رہے البتہ جائے قیام اور عرصہ قیام، وفات، آمد کا سن، وفات کا سن اور مزار یا قبر کے بارے میں تذکرہ نویس خاموش ہیں۔''

(احوال ومقامات سلطان باھوؒ)

سلطان حامد علیؒ نے مناقبِ سلطانی میں کالا باغ کے اعوان رئیسوں کے کتب خانہ میں کسی کتاب سے حاصل کردہ حوالہ کی رو سے حضرت سلطان باھوؒ کے خاندان کا شجرہ نسب نقل کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ بن حضرت بازید محمدؒ بن شیخ سلطان فتح محمدؒ بن شیخ اللہ دتہ بن شیخ محمد تمیم بن شیخ محمد منان بن شیخ محمد موغلا بن شیخ محمد پیدا بن شیخ محمد سگھرا بن شیخ محمد انون بن شیخ محمد سَلا بن شیخ محمد بہاری بن شیخ محمد جیمون بن شیخ محمد ہرگن بن شیخ انور شاہ بن شیخ امیر شاہ بن شیخ قطب شاہ بن حضرت امان شاہ بن حضرت سلطان حسین شاہ بن حضرت فیروز شاہ بن حضرت محمود شاہ بن حضرت شیخ فرطک شاہ بن حضرت شیخ نواب شاہ بن حضرت شیخ دراب شاہ بن حضرت ادھم شاہ بن حضرت شیخ عبیق شاہ بن حضرت شیخ سکندر شاہ بن حضرت شیخ احمد شاہؒ بن حضرت حجر شاہؒ بن حضرت امیر زبیرؓ بن اسد اللہ الغالب امام امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بن ابی طالبؓ۔ (مناقب سلطانی)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کا شجرہ نسب میر قطب شاہ تک بالکل درست اور صحیح ہے۔میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر کے بعد اعوانوں کے نسب نامہ میں اختلاف شروع ہوتے ہیں جیسا کہ قبیلہ اعوان کا ایک نسب نامہ اور بھی دستیاب ہے جو کہ کالا باغ خاندان کے ہی ایک فرد ملک شیر محمد نے اپنی کتاب ''تاریخ الاعوان'' میں درج کیا ہے۔مناقبِ سلطانی کے بیان کردہ نسب نامے اور تاریخ الاعوان کے مصنف ملک شیر محمد کے بیان کردہ نسب نامے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔سلطان حامد کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک نسب کا سلسلہ ان کے بیٹے امیر زبیرؓ کے ذریعے پہنچتا ہے جبکہ ملک شیر محمد کے نزدیک سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ان کے بیٹے محمد بن حنفیہؓ کے ذریعے پہنچتا ہے۔ملک شیر محمد ''تاریخ الاعوان'' کا شجرہ نسب ملاحظہ ہو:

میر قطب شاہ بن شاہ عطاء اللہ غازی بن شاہ طاہر بن شاہ طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ عمر غازی بن شاہ ملک آصف غازی بن شاہ بطل غازی بن عبدالمنان غازی بن محمد بن حنفیہؓ بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بن ابی طالبؓ۔

''مناقبِ سلطانی'' کے مصنف سلطان حامدؒ نے جو شجرہ نسب دیا ہے اس میں لکھا ہے کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ اٹھائیس واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند امیر زبیر رضی اللہ عنہٗ کی اولاد سے تھے اور امیر زبیر رضی اللہ عنہٗ کی والدہ کا نام میمنہ درج کیا ہے جو رستم پہلوان کی اولاد سے تھیں۔مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زبیر نام کے کسی بیٹے کا ذکر نسب کی کسی مشہور کتاب (معارف ابنِ قتیبہ، تاریخِ طبری وغیرہ) میں نہیں کیا گیا اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے کسی پوتے کا نام ''حجر شاہ'' منقول ہے۔بعض لوگوں نے اس مشکل کو یوں حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کے علم کے مطابق حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہٗ کی کنیت ابوزبیر تھی۔اس لیے صرف زبیر بھی لکھ دیا

[1] وادی سون سکیسر تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب صوبہ پنجاب

گیا۔صرف ''انیس الواعظین'' کے مصنف شیخ ابوبکر سندھی نے حضرت امیر زبیر رضی اللہ عنہٗ کا مختصراً ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں ''حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے امیر زبیر رضی اللہ عنہٗ باہر آئے۔اس وقت امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ تین بھائی موجود تھے زبیر علیؓ، طلحہ علیؓ، جعفر علیؓ، جبکہ یہ زبیر رضی اللہ عنہٗ ماں کے اکلوتے فرزند تھے۔ جب باہر آئے تو امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا!'اے بھائی! تو ماں کا دل مت جلا کیونکہ اس کا تو کوئی فرزند ہی نہیں ہے'۔ماں نے وہاں سے ہی زوردار آواز دی اور کہا 'اے حسین (رضی اللہ عنہٗ)! یہ بات مت کہو، میری جان اور میرے بیٹے کی جان آپ (رضی اللہ عنہٗ) پر قربان ہو جائے۔آپ (رضی اللہ عنہٗ) کے بغیر ہماری زندگی کس کام کی'۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے زبیر رضی اللہ عنہٗ کو سینے سے لگایا اور زاروقطار رونے لگے۔'' صاحبِ انیس الواعظین لکھتے ہیں کہ اس کے بعد زبیر رضی اللہ عنہٗ نے زوردار حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔

محمد سرور خان اعوان ان دونوں شجروں سے اختلاف کرتے ہوئے ''وادی سون سکیسر (تاریخ، تہذیب، ثقافت)'' میں لکھتے ہیں:

یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ اعوان قوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ان کا سلسلہ نسب آپؓ کے فرزند حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہٗ کی وساطت سے ملتا ہے۔بعض مؤرخین یا تذکرہ نویسوں نے ان تاریخی شواہد کو نظرانداز کرتے ہوئے محض ظن وتخمین سے کام لے کر اعوانوں کو حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہٗ کی اولاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جس سے (اعوانوں کی) قومی تاریخ پر شکوک وشبہات کے سائے پڑ گئے ہیں۔ذیل میں ان حوالہ جات کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے ثابت ہوگا کہ اعوان قوم حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ کی اولاد ہیں اور اس کے مورثِ اعلیٰ قطب شاہ بغدادی ہیں نہ کہ ملک قطب حیدر۔

1۔ مورخین کی تصریحات کے مطابق حضرت علیؓ کے صرف پانچ بیٹوں سے نسل چلی ہے باقی فرزند یا تو لاولد فوت ہوئے یا شادی سے پہلے فوت یا کسی معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔ چنانچہ کتاب روضۃ الشہداء (فارسی، مطبوعہ نول کشور) فصل 'ماتم' کے صفحہ 377 پر مرقوم ہے'از پنج پسران امیر عقب ماند حسنؓ وحسینؓ ومحمد اکبر کہ محمد بن حنفیہؒ گویند وعباسؓ شہید وعمر اطرفؓ انتہی۔''

2۔ مناقب المجوبین (فارسی، مطبوعہ محمدی) ذکر حضرت علیؓ (صفحہ 11) پر ہے''واما نسل علی المرتضیٰؓ از پنج پسران باقی ماند یعنی امام حسنؓ وحسینؓ و محمد بن حنفیہؒ ومحمد ابوالفضل عباسؓ وعمر اطرفؓ۔''

3۔ کتاب نسب الاقوام (عربی، مطبوعہ ایران) وکتاب ذکر العباس اور کتاب مراۃ الاسرار کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان پانچ فرزندوں سے نسل چلی: امام حسنؓ وحسینؓ، عباس علمدارؓ، محمد بن حنفیہؒ اور عمر اطرفؓ۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان پانچ صاحبزادوں سے اولاد چلی ہے اور کتاب التحفید کے مطابق آپ رضی اللہ عنہٗ کے پانچوں فرزندوں کی اولاد کو علوی کہا جاتا ہے تاہم دیارِ ہند میں ایک امتیاز ہے کہ حسنین کریمینؓ کی اولاد کو سیّد اور باقی فرزندوں کی اولاد کو علوی کہا جاتا ہے۔

کتاب میزان ہاشمی ومیزان قطبی وخلاصۃ الانساب کے مطابق اعوانوں کے مورثِ اعلیٰ قطب شاہ اولادِ عباسؓ بن علیؓ ہیں۔ چنانچہ کتب مذکورہ کی

اصل عبارت اس طرح ہے:

و من العلویین الاعوان و شجرتھم ھذا "عون بن علی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب ہاشم القریشی" و عون بن علی المشھور علی بن قاسم و عبدالعلی و عبدالرحمن و ابراھیم و قطب شاہ کال من البغداد مافر الی الھند و قام فصاد اولادہ اکثر ھم المشھورون بالعلویین و لبقیتم بالاعوان۔

ترجمہ: علویوں سے اعوان ہیں اور ان کا شجرہ نسب اس طرح ہے: عون بن علی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبداللہ بن عباسؓ بن علیؓ بن ابو طالبؓ ہاشم قریشی۔ عون بن علی جو علی بن قاسم، عبدالعلی، عبدالرحمٰن، ابراہیم اور قطب شاہ کے نام سے بھی معروف ہیں، بغداد کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اور ان کی اولاد نے یہاں سے ہند کا سفر کیا اور وہاں پر کچھ عرصہ قیام کیا۔ ان کی اولاد میں کچھ لوگ علوی اور کچھ اعوان مشہور ہو گئے۔ (وادی سون سکیسر۔ تاریخ، تہذیب، ثقافت)

محمد سرور خان اعوان نے اسی کتاب میں ''میزان ہاشمی'' کی فارسی عبارت کا ترجمہ بھی درج کیا ہے جس سے قطب شاہ کے حالاتِ زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے:

نام مبارک عون رحمتہ اللہ علیہ ہے اور عباسؓ بن علیؓ کی اولاد ہیں۔ ان کی زوجہ محترمہ عائشہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رحمتہ اللہ علیہا کی حقیقی بہن تھیں۔ جناب عونؒ پہلے امامیہ عقائد رکھتے تھے۔ جب ان کا بیٹا گوہر علی پیدا ہوا تو ان کے دل میں شیعہ مذہب کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ انہوں نے ماہر علما سے ان کے بارے میں کافی بحث و تمحیص کی لیکن کہیں سے تسلی نہ ہوئی پھر امامیہ عقائد کے مطابق علماءِ شیعہ سے اپنے شکوک و شبہات کو اہلِ سنت کی طرف منسوب کر کے جوابات طلب کیے لیکن ان جوابوں سے ان کی ذہنی پراگندگی اور قلبی خلجان میں اور اضافہ ہوا یہاں تک کہ 471 ھ میں ان کی زوجہ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ رحمتہ اللہ علیہا کی گود میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ جلوہ فگن ہوئے۔ ایک دن جناب عون رحمتہ اللہ علیہ اپنی اہلیہ عائشہ کے ہمراہ ان کی بہن کے گھر کسی کام کی غرض سے گئے تو ان کی نظر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے جمال پر پڑی تو ان کے دل سے امامیہ عقائد جڑ سے نکل گئے۔ اسی دن اہلِ سنت کے طریقہ پر نماز ادا کی اور ہمیشہ اسی طریقہ پر نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی غوثیت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجنے لگا اور لوگ اطراف و اکناف سے حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہونے لگے۔ جناب عون رحمتہ اللہ علیہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے لیکن اس بات کو اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وہ قطبِ مدار کے درجہ پر فائز ہوئے۔ اپنے بڑے فرزند گوہر علی کو اس راز سے آگاہ کر کے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا اور وہ بھی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد مذہب اہلِ سنت کو اعلانیہ اختیار کر لیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ جناب عون رحمتہ اللہ علیہ اور ان کا سارا خاندان شیعت عقائد سے تائب ہو کر غوث پاک رضی اللہ عنہ کا حلقہ بگوش بن چکا ہے۔ اب جناب عون رحمتہ اللہ علیہ اپنے تمام اقارب و رشتہ داروں کو ساتھ لے کر بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بعض کو بغداد میں ٹھہرنے اور بعض کو ہند کی طرف سفر کرنے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ حسبِ ارشاد

عون ؒ اپنے بیٹوں عبیداللہ اور محمد کو لے کر ہندوستان روانہ ہوئے اور کچھ لوگوں کو غوث الاعظم ؓ کی خدمت میں چھوڑا۔ عون ؒ نے چند سال ہندوستان میں قیام کر کے سلسلہ قادری کی خوب اشاعت کی۔ وہ ہند میں قطب شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے کیونکہ وہ قطب مدار کے مرتبہ پر فائز تھے۔ اسی وجہ سے حضرت غوث پاک ؓ کے مرید انہیں قطب کہتے تھے اور ہندوستانیوں نے اس کے ساتھ لفظ ''شاہ'' کا اضافہ کر دیا۔ پھر قطب شاہ حضرت غوث الاعظم ؓ کے فرمان پر واپس بغداد پہنچے اور پہنچتے ہی مرضِ اسہال میں مبتلا ہو کر صاحبِ فراش ہو گئے۔ حضرت غوث پاک ؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے یہاں تک کہ شب جمعہ 3 رمضان 506ھ[1] کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت غوث الاعظم ؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مقبرہ قریش میں مدفون ہوئے۔ تعزیتی رسومات سے فارغ ہو کر ہر کوئی اپنے کاروبار میں لگ گیا۔ اس وقت آپ کے بیٹے گوہر علی کی اولاد سے چار افراد تھے۔ گوہر علی عرف گولڑہ حضرت غوث الاعظم ؓ کے فرمان کے مطابق اپنی اولاد کے ہمراہ ہند میں اقامت پذیر ہو گئے۔ ان کی اولاد ابھی تک ہندوستان میں موجود ہے۔ (صفحہ 106-105)

محمد سرور خان اعوان مزید لکھتے ہیں:

- میزان قطبی، میزان ہاشمی اور خلاصۃ الانساب کے مطابق قطب شاہؒ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہٗ کی اولاد ہیں، بغداد میں پیدا ہوئے۔ وہاں سے ہند اور ہرات کا سفر کیا۔ واپس بغداد پہنچ کر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی اولاد آج بھی ہند میں موجود ہے۔ اس نظریے کے برعکس کچھ اعوان تذکرہ نویسوں نے محض سنی سنائی بے سروپا روایات کی بنیاد پر نظریہ قائم کرنے کی کوشش کی کہ اعوان حضرت محمد بن حنفیہؓ کی اولاد ہیں اور اعوان کا لقب انہیں سلطان محمود غزنوی نے فوجی خدمات کے صلہ میں دیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مستند تاریخی کتب سے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا بلکہ داستان گو اور قصہ گو لوگوں کی مبالغہ آمیز باتوں پر اپنے نظریے کی بنیاد رکھی۔'' (وادی سون سکیسر۔ تاریخ، تہذیب، ثقافت)[2]

ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں[3]'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ سیّد قطب شاہ بغدادی غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ کے خلیفہ ہیں اور انہوں نے براہِ راست سیّدنا غوث الاعظم ؓ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ پھر مزید تفصیل اس طرح سے تحریر فرماتے ہیں:

- حضرت سیّد عون قطب شاہ علوی بغدادی ؒ کئی ناموں سے مشہور ہیں مثلاً علی، عون، عبدالرحمٰن، عبدالعلی، ابراہیم، قطب شاہ وغیرہ۔ شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس طرح ملتا ہے: سیّد عون ؒ بن قاسم بن حمزہ ثانی بن طیار بن قاسم بن علی بن حمزہ الاکبر بن حسن بن عبداللہ مدنی بن عباس علمدارؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت قطب شاہ ؒ سنہ 419ھ (1028ء) میں تولد ہوئے اور 3 رمضان 552ھ (1161ء) میں فوت ہوئے اور مقبرہ قریش میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد عرب، ایران اور برِصغیر پاک و ہند میں کثیر تعداد میں موجود ہے۔ پاکستان میں اعوان خود کو آپ کی اولاد ظاہر کرتے ہیں۔ (صفحہ 78)

---

[1] محمد سرور خان اعوان نے قطب شاہ ؒ کا سالِ وصال 506ھ درج کیا ہے لیکن یہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ غوث الاعظم سیّدنا عبدالقادر جیلانی ؓ نے 506ھ میں ابھی مسندِ تلقین و ارشاد نہیں سنبھالی تھی جبکہ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے سالِ وصال 552ھ درج کیا ہے جو درست معلوم ہوتا ہے۔

[2] ناشر لوک ورثہ کا قومی ادارہ اسلام آباد اور الفیصل ناشران اردو بازار لاہور [3] پبلیشر سنگ میل پبلیکیشنز لاہور۔

ہم نے اعوانوں کے تمام شجروں کو درج کر دیا ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ حقائق کو سامنے لایا جائے لیکن اس بات کو بھی مدِنظر رکھیں کہ مناقبِ سلطانی حضرت سخی سلطان باھوؒ کے حالاتِ زندگی پر اولین کتاب ہے جو آپؒ کی ساتویں پشت میں سلطان حامد علیؒ نے تحریر کی اور اعوانوں کا شجرہ کالا باغ کے رئیسوں کے کتب خانہ کی کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ دوسرا شجرہ نسب ملک شیر محمد نے اپنی کتاب ''تاریخ الاعوان'' میں درج کیا ہے، ان کا تعلق بھی کالا باغ سے ہے لیکن یہ دونوں شجرے تحقیق سے خالی ہیں اور محض کتب سے نقل کر دیئے گئے ہیں البتہ محمد سرور خان اعوان کا شجرہ تحقیق سے پُر ہے اور انہوں نے اسے ثابت بھی کیا ہے۔ اہلِ تحقیق کے لیے دروازے اب بھی کھلے ہیں۔

اعوانوں کے نسب نامے میں اس الجھاؤ اور اختلاف کے باوجود جو حقائق مصدقہ اور مسلّمہ ہیں وہ یہ ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ تمام شجروں کا اختتام قطب شاہؒ پر ہوتا ہے جن کی شخصیت پر کسی کو اختلاف نہیں۔ اعوان جہاں بھی ہوں اپنا شجرہ نسب میر قطب شاہؒ سے ہی ملاتے ہیں اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد ہیں۔ لیکن جہاں تک حضرت سخی سلطان باھوؒ کا تعلق ہے وہ نسلی تفاخر کے قائل نہیں اور آپؒ نے اپنی کتاب میں کہیں بھی اعوان قوم کی برتری کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کہیں اپنی فضیلت آلِ علیؓ کے حوالے سے بیان کی ہے بلکہ آپؒ فرماتے ہیں:

- فقیری کا تعلق سیّد یا قریشی یا مشہور ہونے سے نہیں بلکہ اس کا تعلق اللہ کی معرفت سے ہے، جسے چاہے اللہ عطا فرمائے۔ (نور الہدیٰ خورد)
- فقر کسی کی سات پشتی میراث نہیں ہے۔ (عین الفقر)
- معرفت و دیدار کا یہ مرتبہ فیض و فضلِ الٰہی اور بخشش و عطائے الٰہی ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اس سے نواز دیتا ہے۔ درویشی کے ان مراتب کا تعلق حسب و نسب، شہرت یا سیّد و قریشی ہونے سے نہیں بلکہ دردِ دل، ہمت اور صدق سے ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

حضرت سخی سلطان باھوؒ کے اجداد

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے اجداد وادی سون سکیسر (تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب) کے گاؤں انگہ میں رہائش پذیر رہے اور آپؒ کے آباؤ اجداد کے مزارات اور متعلقہ مقامات کے آثار اب تک انگہ اور اس کے گرد و نواح میں موجود ہیں۔ انگہ کے قبرستان میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دادا حضرت سلطان فتح محمدؒ کا مزار ہے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان العارفینؒ کی دادی محترمہ کا مزار مبارک بھی ہے۔ اس قبرستان سے ذرا آگے درمیان میں سڑک ہے اور اس سڑک کے ساتھ ہی پرانا قبرستان ہے جہاں پر آپؒ کے نانا کی تربت مبارک موجود ہے۔

والدین

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے والدِ محترم کا اسمِ گرامی حضرت سلطان بازید محمدؒ تھا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان

باھو رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتب کے شروع میں اپنا تعارف جن الفاظ سے کراتے ہیں اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے یعنی ''تصنیف فقیر باھُوولد بازید محمد عرف اعوان''۔

حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ پیشہ ور سپاہی تھے اور شاہجہان کے لشکر میں ایک ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صالح، شریعت کے پابند اور حافظِ قرآن تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جوانی لشکر کے ساتھ بسر کی اور تمام جوانی جہاد کی نذر کر دی۔

ڈھلتی عمر میں شاہی دربار چھوڑ کر چپ چاپ واپس اپنے علاقے میں چلے آئے اور ایک رشتہ دار ہم کفو خاتون حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا سے نکاح فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا عارفہ کاملہ تھیں اور پاکیزگی اور پارسائی میں اپنے خاندان میں معروف تھیں۔ اکثر ذکر اور عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ وادی سون سکیسر کے گاؤں انگہ میں وہ جگہ اب تک معروف و محفوظ ہے جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہا ایک پہاڑی کے دامن میں چشمہ کے کنارے ذکر اسمِ اللہ ذات میں محو رہا کرتی تھیں۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں اپنی والدہ محترمہ سے عقیدت و محبت کا بارہا اظہار فرماتے ہیں ''مائی راستی صاحبہ (رحمتہ اللہ علیہا) کی روح پر اللہ تعالیٰ کی صد بار رحمت ہو کہ انہوں نے میرا نام باھُو رکھا۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

❖ راستیؒ از راستی آراستی رحمت و غفران بود بر راستیؒ

ترجمہ: حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا سچائی سے آراستہ ہیں۔ یا اللہ! تو حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا پر رحمت نازل فرما اور ان کی مغفرت فرما۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا پایہ فقر میں بہت بلند تھا اور وہ فنا فی ھُو کے مرتبہ پر تھیں۔ اپنے بچے کا نام باھُو رکھا تو اس بنا پر کہ آپ رحمتہ اللہ علیہا کو بارگاہِ حق تعالیٰ سے سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور بلند مرتبہ کی اطلاع مل چکی تھی اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہا نے حکمِ الٰہی کے تابع آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام باھُو رکھا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تربیت بی بی رحمتہ اللہ علیہا نے کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے ہی ابتدائی باطنی تربیت بھی حاصل کی۔

محک الفقر (کلاں) میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ میری والدہ کو ایسا ذکر حاصل تھا کہ آنکھوں سے خون نکلتا تھا۔ یہ حال مجھ پر بھی وارد ہوا۔ اس کو 'حضورِ حق' کہتے ہیں۔

حضرت سلطان بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ نکاح کے بعد جب اپنی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے ساتھ رہنے لگے تو ان کی پارسائی اور عبادت گزاری سے بہت متاثر ہوئے۔ اب وہ خود عمر کے اس مرحلے پر تھے جب آدمی اپنے اندر تجزیے میں مصروف ہوتا ہے کہ زندگی میں کیا کھویا، کیا پایا۔ کچھ فیضِ ازلی نے آپ کو متوجہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا ترک کر دی اور طے کیا کہ آئندہ اسبابِ دنیاداری سے الگ رہ کر وہ بھی صرف یادِ خدا میں زندگی بسر کریں گے۔ دل میں یہ قصد لے کر ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کو بتائے بغیر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور ملتان پہنچے۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فوج چھوڑ کر گئے تھے اور سلطنتِ دہلی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ مشتہر کیا جا چکا تھا اس لیے سرکاری اہلکار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں تھے۔

ملتان میں آپؒ پہچان لیے گئے اور حاکمِ ملتان کے سامنے پیش کیے گئے۔ جب ملتان کے حاکم نے حضرت بازید محمدؒ کا چہرہ مبارک، لباس، آلاتِ جنگ اور سواری کی گھوڑی (شیہن[1]) دیکھی تو آپؒ سے بہت متاثر ہوا اور آپؒ کا دو روپیہ یومیہ وظیفہ مقرر کیا۔ آپؒ ملتان میں ایک مکان کے اندر تنہائی میں یادِ الٰہی میں مشغول ہوگئے اور بالآخر ولی اللہ اور بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندے ہوئے۔

''پس جس شخص کو ہادی مطلق ظاہری وسیلہ (یعنی سبب) کے بغیر خود فیض وفضل سے اپنے قرب کی طرف کھینچ لے اسے مجاہدات کی کیا ضرورت ہے اور وہاں دیر ہی کیا ہے۔ اس راہ میں عقل کا گھوڑا لنگڑا ہے۔ یہ فضلِ الٰہی ہے جسے چاہے عنایت کردے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضلِ عظیم ہے۔'' (فرمانِ غوث الاعظمؓ)[2]

آپؒ کے ملتان میں قیام کے دوران حاکمِ ملتان اور راجہ مروٹ کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ چونکہ آپؒ تنہا ملازم تھے اس لیے اس خدمت کے لیے آپؒ کو کسی نے یاد نہیں کیا۔ آپؒ خود بخود گھوڑی پر ضروری اسباب باندھ کر اور ہتھیار لگا کر ملتان کے حاکم کی خدمت میں پہنچے اور کارِ خدمت کی درخواست کی۔ حاکم نے پوچھا ''آپ لشکر میں کس برادری کے جتھہ میں شریک ہو کر جنگ کریں گے؟'' عرض کیا ''چونکہ میں اکیلا تنخواہ کھاتا رہا ہوں اب جو کچھ مجھ سے ہوگا اکیلا ہی خدمت کروں گا'' آپؒ کی یہ بات سن کر دربار کے تمام امرا مسکرا دیئے۔ حاکم نے کہا ''کوئی مضائقہ نہیں جس طرح یہ مرد کہے اسی طرح کرنا چاہیے۔'' پھر آپؒ نے عرض کی ''ایک شخص راستہ کا واقف اور ایک تصویر راجہ مروٹ کی عنایت ہو۔'' چنانچہ دونوں چیزیں مہیا کر دی گئیں۔ آپؒ سلام کر کے روانہ ہوئے اور جب قلعہ مروٹ کے قریب پہنچے تو ساتھی کو رخصت کیا اور خود شہر کی راہ لی۔ ایک ہی چھلانگ میں آپؒ کی گھوڑی قلعہ کی فصیل پار کر گئی۔ قدرت دیکھیے کہ آپؒ سیدھے راجہ مروٹ کی کچہری میں جا ٹھہرے اور سب درباریوں کی موجودگی میں راجہ کا سر کاٹ کر قربوس سے لٹکے ہوئے توبڑہ میں رکھ لیا۔ اس اچانک افتاد سے تمام درباریوں پر حالتِ سکتہ طاری ہوگئی اور کسی کو آپؒ کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے تاکہ آپؒ فرار نہ ہو سکیں لیکن آپؒ کی شیہن گھوڑی پھر ایک ہی چھلانگ میں قلعے کی فصیل پھلانگ گئی۔

حضرت بازید محمدؒ جب ملتان کے حاکم کے دربار میں راجہ مروٹ کا سر اکیلے لے کر داخل ہوئے تو آپؒ کی یہ کرامت دیکھ کر حاکم حیران رہ گیا۔ آپؒ کے اس کارنامے کی شہرت جب دہلی کے دربار تک پہنچی تو پہچان لیے گئے اور شاہجہان نے آپؒ کو واپس بلوایا۔ آپؒ نے معذرت کی اور کہا کہ باقی عمر یادِ خدا میں بسر کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا ان کی سابقہ خدمات کے پیشِ نظر یہ درخواست نہ صرف منظور ہوئی بلکہ شورکوٹ کی جاگیر بھی انہیں عطا ہوئی جس کا رقبہ 25 ہزار ایکڑ زمین پر مشتمل تھا۔ آپؒ نے اپنی اہلیہ کے ساتھ انگہ کو چھوڑ کر شورکوٹ میں رہائش اختیار کر لی۔ تاریخ میں حضرت بازید محمدؒ اور حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے درست سنِ وفات کا تذکرہ نہیں ملتا۔ مناقبِ سلطانی سے بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ حضرت بازید محمدؒ کا انتقال سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے بچپن میں ہی ہوگیا

---

[1] گھوڑوں کی نسل [2] مناقب سلطانی

تھا۔لیکن مائی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا اس وقت بھی زندہ تھیں جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی عمر مبارک 40 سال تھی۔ [1]

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے والدین کے مزار مبارک شورکوٹ شہر میں ہیں اور مزارات مائی باپ حضرت سخی سلطان باھوؒ کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے والدین کے مزارات، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہی ہیں لیکن مناقبِ سلطانی میں ایک سہو کی وجہ سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی والدہ محترمہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے مزار کی جگہ کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔صاحب مناقبِ سلطانی کے نزدیک بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کا مزار مبارک ملتان میں ہے نہ کہ شورکوٹ میں۔ سلطان حامد تحریر کرتے ہیں ''جناب (سلطان باھوؒ) کے والد بزرگوار کا مزار قصبہ شورکوٹ میں ہے جو آنخضرت کی جائے پیدائش ہے۔قصبہ مذکورہ کے شمال مغربی گوشہ میں قریشی صاحبان کی مسجد کے صحن میں شیخ طلحہ قریشی کی قبر کے پاس مزار اور خانقاہ ہے۔ جناب کی والدہ ماجدہ کے مزار کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہیں مسجد میں جو دو مزار ہیں آنخضرت کے والدین کے مزار مبارک ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ ملتان کے گردونواح میں لطف آباد کے قریب بی بی پور کے سادات عظام کے قبرستان میں ہے جو کہ رانواں کلاں نامی گاؤں میں ہے جو سلطنتِ دہلی کی طرف سے آنخضرت کے والد کو بطور جاگیر ملا تھا اور بود و باش بی بی پور مذکورہ میں نیک لوگوں، شریفوں اور سادات عظام کے پڑوس میں اختیار کی تھی وہیں وفات پائی اور سادات شریف کے مقبروں کے پاس جگہ پائی۔'' (مناقب سلطانی۔باب اوّل۔فصل دوم)

''تذکرہ اولیائے جھنگ'' کے مصنف بلال زبیری بھی صاحب مناقبِ سلطانی سے متفق نظر آتے ہیں، لکھتے ہیں:

اس پاک خاتون (بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا) کا انتقال شاہ جہان کے آخری سالِ حکومت 1068ھ میں ہوا۔آپ کا جسد قبرستان بیبیاں ملتان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

جب تذکرہ اولیائے جھنگ کے پہلے، دوسرے اور تیسرے ایڈیشن میں اس عبارت کی اشاعت پر بہت زیادہ تنقید اور اعتراضات ہوئے تو بلال زبیری صاحب نے چوتھے ایڈیشن میں اِن اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

''حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باھوؒ کی والدہ محترمہ کے مزار کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا۔میری تالیف میں اُن کا مدفن قبرستان بیبیاں ملتان میں مذکور ہے مگر بعض بزرگوں نے اسے غلط بتایا ہے۔ان کی خدمت میں دست بستہ

---

[1] مصنف ''تذکرہ اولیائے جھنگ'' نے حضرت بازید محمدؒ کی عمر ساٹھ سال بیان کی ہے اور ولادت کا سال 997ھ اور سالِ وصال 1056ھ درج فرمایا ہے۔اس حساب سے آپؒ کے وصال کے وقت حضرت سلطان باھوؒ کی عمر مبارک 17 سال بنتی ہے یہ کچھ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ 17 سال کی عمر بچپن کی نہیں شباب کی ہوتی ہے جبکہ روایت کے مطابق آپؒ کا وصال سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

مصنف ''تذکرہ اولیائے جھنگ'' نے حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کا سنِ وصال 1068ھ درج فرمایا ہے یہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا اس وقت زندہ تھیں جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ ظاہری دستِ بیعت کے لیے دہلی تشریف لے گئے تھے اور اس وقت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک تقریباً 40 سال تھی اور سن ہجری اس وقت 1078 تھا۔

گذارش ہے کہ مزار کے متعلق واضح ترین سند کوئی نہیں ہے صرف کتاب مناقبِ سلطانی سے ہی مزار کے مقام کا تعین ہوسکتا ہے۔ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے حالات کے تحت متذکرہ صدر کتاب کا پورا حوالہ موجود ہے جس سے غلط فہمی کا ازالہ ہوسکتا ہے۔'' (صفحہ 10۔اشاعت چہارم)

اب ہم تحقیق کے مطابق اس اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صاحبِ مناقبِ سلطانی نے بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے مزار مبارک کی جگہ ملتان میں کیوں تحریر کی۔ پہلے وہ منطقی دلائل تحریر کیے جاتے ہیں جو ہر صاحبِ تصنیف نے اپنی تصنیف میں اس لیے تحریر کیے ہیں کہ ثابت کیا جاسکے کہ آپؒ کے والدین پاک کے مزارات وہی ہیں جو شورکوٹ میں ''مزارات مائی باپ'' کے نام سے مشہور و معروف ہیں نہ کہ ملتان میں ہیں:

1۔ سلطان حامدؒ مناقبِ سلطانی میں ہی تحریر کرتے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ کے والد کا انتقال تو بچپن میں ہی ہوگیا تھا لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا اس وقت بھی حیات تھیں جب سلطان باھُوؒ کی عمر 40 سال تھی یعنی 1078ھ تک سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی والدہ محترمہ بقیدِ حیات تھیں اور یہ اورنگ زیب کا دورِ حکومت ہے نہ کہ شاہ جہان کا۔ پھر آپؒ جب سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلویؒ کی بیعت کے لیے دہلی تشریف لے گئے تو آپؒ کی والدہ محترمہ اس وقت بھی زندہ تھیں اور شورکوٹ میں ہی قیام پذیر تھیں۔

2۔ کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے کہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا انگہ سے شورکوٹ منتقل ہونے کے بعد سے لے کر اپنے شوہر کی حیات میں یا وصال کے بعد شورکوٹ سے باہر تشریف لے گئی ہوں۔

3۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے والد نے شورکوٹ میں ایک وسیع جاگیر چھوڑی تھی۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ تو اس طرف توجہ نہیں دیتے تھے اِس لیے تمام جاگیر کی دیکھ بھال بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کی ہی ذمہ داری تھی۔ اس ذمہ داری کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہا کو کبھی شورکوٹ سے باہر نکلنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔

4۔ والدہ محترمہ کے وصال کے وقت سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ چالیس سال یا اس سے زائد عمر کے تھے اور بوقتِ وصال حیات بھی تھے اور موجود بھی تھے۔ انہوں نے یقیناً اپنی والدہ محترمہ کو اپنے آبائی شہر اور اپنے والد محترم کے پہلو میں ہی دفن کیا ہوگا نہ کہ کسی دور دراز علاقہ میں لے گئے ہوں گے۔

مندرجہ بالا تمام دلائل یہ حقانیت ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ والدہ محترمہ سلطان باھُوؒ کا مزار مبارک شورکوٹ میں ہی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قبرستان بیبیاں جو اَب ملتان شہر کے ریلوے سٹیشن کے جنوب میں واقع ہے اور بی بی پاک دامن یا پاک مائی کے قبرستان کے نام سے مشہور ہے اس میں ''بی بی راستی'' کا فیروزی رنگ کی کاشی کی خوبصورت اینٹوں کا تعمیر شدہ قدیم مزار مبارک موجود ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی والدہ محترمہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا شورکوٹ میں مدفون ہیں تو

یہ بی بی راستی کون ہیں جو یہاں مدفون ہیں؟

تحقیق کے مطابق حضرت بی بی راستی[1] رحمتہ اللہ علیہا جو یہاں مدفون ہیں وہ فرغانہ کی شہزادی تھیں اور اپنے والد سلطان جمال الدین محمد الفرغانی کے ہمراہ سہروردی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آئی تھیں۔ سلطان جمال الدین محمد الفرغانی نے حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی اور اُن کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ اُن کی صاحبزادی شہزادی بی بی راستی کی شادی حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت صدر الدین عارف رحمتہ اللہ علیہ سے کر دی اور عصمت مآب اور پاک دامن کا لقب عطا فرمایا۔ آپؒ پاک مائی بی بی پاک دامن کے لقب سے مشہور ہوئیں اور انہی بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے بطن مبارک سے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ شہزادی بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کا وصال 695ھ میں ہوا اور قبرستان بیبیاں میں دفن ہوئیں۔

ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' میں اُن بی بی راستیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت رکن الدین ابوالفتح عظیم المرتبت پیرِ طریقت تھے......... حضرت صدر الدین عارفؒ کے فرزند اور حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے پوتے تھے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی راستی تھا جو زہد و تقویٰ کی وجہ سے اپنے وقت کی رابعہ بصری کہلاتی تھیں۔ انہوں نے اپنے سسر حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ سے روحانی و باطنی تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ قرآنِ مجید کی تلاوت سے انہیں خاص شغف تھا۔ روزانہ کلامِ مجید ختم کرتی تھیں۔ (فصل پنجم۔ صفحہ 389)

قبرستان بیبیاں (قبرستان بی بی پاک دامن یا پاک مائی) میں مدفون بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی بہو، حضرت صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ اور حضرت رکن الدین ابوالفتح رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

یہ سہو صاحبِ 'مناقبِ سلطانی' سلطان حامدؒ صاحب سے کیونکر ہوا؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ مناقبِ سلطانی کی تصنیف کے دوران سلطان حامد ملتان تشریف لے گئے تھے اور بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے مزار پر حاضری دی تھی جس کا ذکر انہوں نے مناقبِ سلطانی میں بھی فرمایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نام کی مماثلت کی وجہ سے اُن سے یہ سہو ہو گیا ہو۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کے مستند سوانح نگار اس پر متفق ہیں کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے والد اور والدہ محترمہ کے مزارات وہی ہیں جو شور کوٹ میں ''مزارات مائی باپ'' کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

---

[1] سیّد نجم الحسن فضلی نے اشراف عرب میں بی بی راستی الملقب بی بی پاک دامن رحمتہ اللہ علیہا زوجہ صدر الدین عارفؒ کا شجرہ نسب یوں درج فرمایا ہے: بی بی راستی الملقب بی بی پاک دامن بنت شیخ جمال الدین محمد الفرغانی بن سلطان عبدالرحیم احمد بن سلطان عبدالخالق محمود بن سلطان عبدالرزاق خالد بن سلطان عبداللطیف عمر بن سلطان عبدالحمید قاسم بن سلطان عبدالصمد یحییٰ بن سلطان عبدالقادر زکریا بن عبدالرؤف تاج الدین علی بن عبدالستار محمود بن عبدالغنی محمود بن عبدالرحیم زین العابدین بن ابوالنور علی بن ابوالقاسم محمد بن عبداللہؓ بن حضرت عثمان غنیؓ۔

ولادت باسعادت

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ یکم جمادی الثانی 1039ھ (17 جنوری 1630ء) بروز جمعرات بوقتِ فجر شاہجہان کے عہدِ حکومت میں قصبہ شورکوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ صاحبِ مناقبِ سلطانی کے بیان کے مطابق حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا جب انگہ (وادی سون سکیسر) سے شورکوٹ پہنچیں تو اُمید سے تھیں اور انہیں الہاماً و کشفاً معلوم ہو چکا تھا کہ یہ بچہ عارفین کا سلطان ہوگا اور اس کی ولادت وادی چناب میں ہوگی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا چونکہ پیدا ہونے والے بچے کے مقام سے آگاہ تھیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہا کو نام بھی بتا دیا گیا تھا اس لیے بحکم خداوندی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا نام 'باھُوؒ' رکھا گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

✤ نام باھُوؒ مادر باھُوؒ نہاد زانکہ باھُوؒ دائمی با ھُو نہاد

ترجمہ: باھُوؒ کی ماں نے نام باھُوؒ رکھا کیونکہ باھُوؒ ہمیشہ ھُو کے ساتھ رہا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ سے قبل تاریخ میں کسی بھی شخص کا نام باھو نہیں ہے۔ سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ اسمِ ھُو کے عین مظہر ہیں اور اپنی تمام کتب میں ہر جگہ اپنے آپ کو فقیر باھُوؒ فنافی ھُو کہہ کر ذکر فرماتے ہیں اور جابجا اپنی فنا اور بقا اسمِ ھُو میں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اگر بائے بشریت حائل نبودے باھُوؒ عین یاھُو است

ترجمہ: اگر بشریت کی با درمیان میں حائل نہ ہو تو باھُو عین یاھُو ہے۔

صاحبِ مناقبِ سلطانی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کا پورا نام ''سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ'' لکھتے ہیں اور آج کل کچھ مصنفین آپ رحمتہ اللہ علیہ کا نام محمد باھُو رحمتہ اللہ علیہ یا سلطان محمد باھُو رحمتہ اللہ علیہ بھی لکھ رہے ہیں حالانکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تمام تصانیف میں اپنا نام ''باھُو'' تحریر فرمایا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ باھُو کی والدہ نے اس کا نام باھُو (رحمتہ اللہ علیہ) اِس لیے رکھا کہ وہ ہر لحظہ ھُو کے ساتھ رہتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

✤ صد آفرین ہو باھُو (رحمتہ اللہ علیہ) کی والدہ پر۔ باھُو (رحمتہ اللہ علیہ) جو بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کا بیٹا ہے ذکرِ یاھُو میں مسرور رہتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

جہاں تک ''سلطان'' کے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نام کا حصہ ہونے کا تعلق ہے تو انسانِ کامل کے بارے میں شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''انسانِ کامل سے مراد قطبِ زماں ہے اور وہ اپنے وقت کا 'سلطان' ہے۔'' (شرح فصوص الحکم والایقان)

میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے ''ذکرِ ھُو سلطان الاذکار ہے اور جو ھُو میں فنا ہو کر فنافی ھُو ہو جائے وہی 'سلطان' ہے۔'' حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ تو سلطانوں (عارفین) کے سلطان ہیں یعنی سلطان العارفین ہیں اور مرتبہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا

سلطان الفقر ہے اس لیے 'سلطان' آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نام کا حصہ بن گیا۔ بعد میں بعض مصنفین اور محققین نے عقیدت کے طور پر 'محمد' آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔عوام الناس آپ رحمتہ اللہ علیہ کو 'حق باھُوؒ' کے نام سے پکارتے ہیں۔رسالہ روحی شریف میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ اَلْمُلَقَّبُ مِنَ الْحَقِّ بِالْحَقِّ

ترجمہ: حق کی طرف سے اُسے (باھُوؒ کو) یہ لقب ملا ہے کہ وہ (باھُوؒ) حق کے ساتھ ہے۔

یعنی بارگاہِ حق تعالیٰ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو 'حق باھُوؒ' کا لقب عطا ہوا ہے۔اسی نسبت سے عوام الناس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ 'حق باھُوؒ' کے نام سے مشہور ہو گئے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فیض بچپن سے جاری ہو گیا

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھوں میں بچپن سے ہی ازلی نور چمک رہا تھا اور پیشانی نورِ حق سے منور تھی۔ یہ نورِ ازل زمانہ شیر خواری میں ہی اپنے جوہر دکھانے لگا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ عبادت یا ذکر و تصورِ اسمِ اللّٰہ ذات میں محو ہوتیں تو اس یقین کے ساتھ کہ یہ معصوم بچہ ان کی عبادت میں حارج نہیں ہوگا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی محبوبِ سبحانی سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرح رمضان المبارک کے دنوں میں دودھ نہیں پیتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت بچپن میں ہی اتنی پُرکشش تھی کہ جس پر نظر ڈالتے اس کی زندگی کو ہی بدل دیتے اور وہ خود بخود بغیر کسی ترغیب اور تبلیغ کے کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں آجاتا۔ یہ ایک عجیب و غریب صورتحال تھی جس سے غیر مسلم حد درجہ خائف ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے باہمی صلاح مشورے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت بازید محمد رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ جب بھی آپ کا بچہ اکیلا یا کسی کے ساتھ گھر سے باہر نکلے تو براہِ مہربانی منادی فرما دیا کریں تاکہ ہم خود کو اس بچے کی نظر سے دور رکھ سکیں۔ پھر شورکوٹ کی فضائیں عجیب منظر دیکھتیں کہ جب بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے باہر نکلنے کا اعلان ہوتا تو غیر مسلم اپنے گھروں، دکانوں اور فصلوں میں چھپ جاتے لیکن جس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر پڑ جاتی وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ کرامت آخر عمر تک جاری رہی کہ جس ہندو پر بھی حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی نظر پڑی وہ مسلمان ہو گیا۔ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت بہت ناساز ہو گئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے برہمن طبیب سے علاج کے لیے رابطہ کیا گیا۔ برہمن طبیب نے جواب دیا میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں ان کی نگاہ کے سامنے گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ ان کا قارورہ (وہ برتن جس میں پیشاب ڈال کر حکیم مرض کی تشخیص کرتے ہیں) یہاں بھیج دو۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کا قارورہ اس طبیب کے ہاں پہنچایا گیا تو طبیب اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صاحبِ مناقبِ سلطانی نے قارورہ کا ذکر کیا ہے لیکن سینہ بہ سینہ روایات کے مطابق اور میرے مرشد پاک حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ قارورہ کی بجائے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کرتا بھجوایا گیا تھا۔

اوائل عمری میں ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ وارداتِ غیبی اور فتوحاتِ لاریبی میں مستغرق رہتے۔ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک راستہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ ہندو

سنیاسیوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ ان میں سے ایک نے بطور حقارت پاؤں کی ٹھوکر سے آپؒ کو اٹھا کر کہا ''ہمیں راستہ بتاؤ'' آپؒ نے اٹھتے ہی فرمایا'' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' سنیاسیوں کا یہ گروہ آپؒ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی کلمہ طیبہ کی ایک ضرب اور ایک نگاہ سے کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ اس گروہ کا بعد میں اولیا اللہ میں شمار ہوا۔

حصولِ علمِ ظاہری

حضرت سخی سلطان باھوؒ نے کسی قسم کا کتابی اور ظاہری علم حاصل نہیں کیا۔ آپؒ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

- حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور میرے پاس علم ظاہر نہ تھا۔ ہمیں علم حضوری عطا کیا گیا ہے جس کی واردات وفتوحات سے ظاہر اور باطن میں اتنا وسیع علم نصیب ہوا جس کو لکھنے کے لیے کئی کتابیں درکار ہیں۔

آپؒ فرماتے ہیں:

- گرچہ نیست ما را علمِ ظاہر   ز علمِ باطنی جاں گشتہ طاہر

ترجمہ: اگرچہ ظاہری علم میں نے حاصل نہیں کیا تاہم علمِ باطن حاصل کر کے میں پاک وطاہر ہوگیا اس لئے جملہ علوم میرے جسم میں سما گئے۔

- ہمیں مکاشفات اور تجلیاتِ انوارِ ذاتی کے سبب علمِ ظاہری کے حصول کا موقع نہیں ملا اور نہ ہی ہمیں ظاہری ورد و وظائف کی فرصت ملی ہے۔

اس قدر استغراق کے باوجود آپؒ شریعتِ محمدیؐ اور سنتِ نبویؐ پر اس قدر ثابت قدم رہے کہ زندگی بھر آپؒ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- باھُوؒ این مراتب از شریعت یافتہ   پیشوائے خود شریعت ساختہ

ترجمہ: باھُوؒ نے یہ مراتب شریعت کی پیروی سے پائے اور اس نے شریعت کو ہی اپنا پیشوا بنایا۔ (کلید التوحید کلاں)

تلاشِ حق - بیعت

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ مادرزاد ولی تھے اور پھر علومِ باطنی کے حصول کے لئے والدہ محترمہ کا سایہ ہی کافی تھا کیونکہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا عارفہ کاملہ تھیں۔ آپؒ فرماتے ہیں ''میں تیس (30) سال تک مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہا لیکن مجھے اپنے پائے کا مرشد نہیں مل سکا۔''

ایک دن دیدارِ الٰہی میں مستغرق آپؒ شورکوٹ کے نواح میں گھوم رہے تھے کہ اچانک ایک صاحبِ نور، صاحبِ حشمت اور بارعب سوار نمودار ہوا جس نے اپنائیت سے پکڑ کر آپؒ کو قریب کیا اور بڑے دلنشین انداز میں آگاہ کیا کہ میں علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ آپؒ نے مولا علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو قریب تھا کہ خود کو آپؓ پر نثار کر دیتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپؒ پر توجہ مرکوز کی اور فرمایا ''فرزند آج تم رسول اللہ ﷺ کے دربار میں طلب کیے گئے ہو۔''

پھر جیسے وقت تھم گیا ہر شے ساکت ہوگئی اور آپؒ نے ایک لمحے میں خود کو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پایا۔ اس وقت اس بارگاہِ عالیہ میں حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور تمام اہلِ بیتؓ حاضر تھے۔ آپؒ کو دیکھتے ہی پہلے حضرت صدیق اکبرؓ نے مجلس سے اٹھ کر آپؒ سے ملاقات کی اور توجہ فرما کر رخصت ہوئے۔ بعد ازاں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ بھی توجہ کے بعد مجلس سے رخصت ہو گئے تو مجلس میں صرف اہلِ بیتؓ اور رسولِ مقبول ﷺ ہی رہ گئے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمائیں گے لیکن بظاہر خاموش تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں دستِ مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا ''میرے ہاتھ پکڑو'' اور مجھے دونوں ہاتھوں سے بیعت فرمایا۔

آپؒ فرماتے ہیں ''جب آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب نہ رہا۔ چنانچہ اوّل و آخر یکساں ہو گیا۔ جب آنحضرت ﷺ سے تلقین سے مشرف ہوا تو خاتونِ جنت سیّدۃ النسا حضرت فاطمۃ زہراؓ نے مجھے فرمایا 'تو میرا فرزند ہے'۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے قدم چومے اور اپنے گلے میں ان کی غلامی کا حلقہ

پہنا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا 'مخلوقِ خدا کو خالقِ کائنات کی جانب بلاؤ اور انہیں تلقین و ہدایت کرو۔ تمہارا درجہ دن بدن بلکہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہوگا اور ابدالآباد تک ایسا ہوتا رہے گا کیونکہ یہ حکمِ سروری وسرمدی ہے۔'' بعدازاں آپ ؒ کو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غوث الاعظم محبوبِ سبحانی پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ کے سپرد فرمایا۔ حضرت دستگیر ؓ نے آپ ؒ کو باطنی فیض سے مالا مال کرنے کے بعد خلقت کو تلقین وارشاد کا حکم دیا۔ آپ ؒ فرماتے ہیں ''جب فقر کے شاہسوار نے مجھ پر کرم کی نگاہ ڈالی تو ازل سے ابد تک کا تمام راستہ میں نے طے کرلیا۔''

آپ ؒ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''جو کچھ میں نے دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور اس ظاہری بدن کے ساتھ دیکھا اور مشرف ہوا۔''

رسالہ روحی شریف میں آپ ؒ فرماتے ہیں:

- دست بیعت کرد مارا مصطفیؐ   خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰؐ
  شد اجازت باھُوؒ را از مصطفیؐ   خلق را تلقین بکن بہر خدا

ترجمہ: مجھے مصطفیٰ ﷺ نے دستِ بیعت فرمایا، حضرت مجتبیٰ ﷺ نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے۔ فقیر باھُوؒ کو مصطفیٰ ﷺ سے یہ اجازت ملی ہے کہ خلقتِ خدا کو محض اللہ کی خاطر تلقین کروں۔

'عقلِ بیدار' میں آپ ؒ فرماتے ہیں:

- خواندہ فرزند من زان فاطمہؓ   معرفتِ فقر است برمن خاتمہ

ترجمہ: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے اس لیے معرفتِ فقر کی مجھ پر انتہا ہوگئی۔

اس باطنی مہربانی کے بعد جب آپ ؒ واپس گھر پہنچے تو والدہ محترمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا آپ رحمتہ اللہ علیہا کے گوش گزار کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا نے سارا ماجرا سن کر فرمایا ''اب تمہیں کسی مرشد کامل سے ظاہری دستِ بیعت کرلینی چاہیے۔'' ''بیعت تو میں کرچکا ہوں'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا ''اویسی طریقہ کے مطابق مجھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے براہِ راست فیضان حاصل ہوا ہے، سیّدنا غوث الاعظم ؓ نے مجھے باطنی فیض سے مالا مال کیا ہے اور تلقین وارشاد کی اجازت بھی عطا فرمائی ہے۔'' لیکن آپ ؒ کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ یہ باطنی بیعت ہے راہِ فقر میں ظاہری بیعت ضروری ہے اور اس کیلئے مرشدِ کامل تلاش کرو۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ ہی میری مرشد ہیں۔'' آپ ؒ کی والدہ محترمہ نے جواب دیا ''بیٹا عورتوں کو بیعت اور تلقین کرنے کا حکم نہیں کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے بیعت و تلقین نہیں کی۔'' حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا ''کہاں تلاش کروں؟'' فرمایا! ''روئے زمین پر ڈھونڈو'' اور اشارہ مشرق کی طرف فرمایا۔ یوں آپ ؒ مرشدِ کامل کی تلاش میں ایک بار پھر گھر سے نکل پڑے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تجسس کی مسافت کے راستوں کو طے کرتے مختلف درویشوں اور فقیروں سے

ملے لیکن کوئی بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طلب پوری نہ کر پا رہا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لاتعداد فقرا سے گڑھ بغداد (میاں چنوں ضلع خانیوال) راوی کے کنارے ایک گاؤں میں رہائش پذیر شاہ حبیب اللہ قادریؒ[1] کا شہرہ سنا تو ان سے ملاقات کی خواہش دل میں پیدا ہوئی۔ چنانچہ حضرت شاہ حبیب اللہ قادریؒ سے ملاقات کیلئے آپ گڑھ بغداد تشریف لے گئے۔ جیسے ہی خانقاہ میں داخل ہوئے تو دیکھا خانقاہ درویشوں، فقیروں اور خدام سے پُر ہے۔ لوگ جوق در جوق ایک جانب آگ پر رکھی پانی سے بھری دیگ میں ہاتھ ڈالتے جاتے ہیں اور مرادیں پاتے جاتے ہیں۔ آپؒ نے خاموشی سے یہ منظر دیکھا اور چپ چاپ ایک طرف بیٹھ گئے۔ دفعتاً شاہ حبیب اللہ قادریؒ کی نظر آپؒ پر پڑی تو انہوں نے حضرت سلطان باھوؒ سے کہا ''تیری ظاہری حالت سے تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تو طویل مسافت طے کر کے یہاں تک پہنچا ہے پھر اب خاموش اور علیحدہ کیوں بیٹھا ہے؟ اُٹھ تو بھی دیگ میں ہاتھ ڈال کر اپنی مراد پا۔'' فقر کے شہسوار حضرت سلطان باھوؒ نے خاموشی سے ان کی بات سنی اور ادب سے بولے ''مجھے کشف و کرامت کے یہ کھلونے متاثر نہیں کرتے اور نہ میری مراد ایسی ہے جو اس طرح بر آئے۔'' حضرت شاہ حبیب اللہ قادریؒ نے چونک کر آپؒ پر نظر ڈالی اور کہا ''بے شک تمہاری مراد اور طلب بلند تر ہے لیکن تو یہ بھی جانتا ہے کہ بلند آرزو کی تکمیل کیلئے کٹھن مراحل طے کرنا پڑتے ہیں۔'' حضرت سلطان باھوؒ نے جواب دیا ''بے شک! اور میں نے یہ طویل مسافت بے سبب طے نہیں کی، آپ حکم دیجیے۔'' شاہ حبیب اللہؒ کچھ دیر آپؒ کے چہرہ مبارک پر نظریں جمائے آپؒ کو دیکھتے رہے پھر بولے ''اچھا فی الحال تو حوض میں پانی بھر۔'' یہ کہہ کر انہوں نے ایک خادم کو بلایا جس نے ایک مشکیزہ لا کر آپؒ کے حوالے کر دیا۔ حضرت سلطان باھوؒ نے وہ مشکیزہ اٹھایا، اسے پانی سے بھرا اور لے جا کر حوض میں ڈالا، حوض ایک ہی مشکیزہ پانی سے لبالب بھر گیا۔ شاہ حبیب اللہؒ سمیت تمام حاضرین نے حیرت سے آپؒ کو دیکھا۔ پھر شاہ حبیب اللہؒ حضرت سخی سلطان باھوؒ سے مخاطب ہوئے:

''کیا تو آزمائش کیلئے خود کو آمادہ پاتا ہے؟'' آپؒ نے فوراً آمادگی ظاہر کی۔ شاہ حبیب اللہؒ نے پوچھا ''تیرے پاس کوئی دنیاوی مال

---

[1] شاہ حبیب اللہ قادریؒ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے تھے اور شاہجہان کے دور میں ہندوستان تشریف لا کر سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ سرّ الحبیب کے مطابق شاہ حبیب اللہ قادریؒ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے: شاہ حبیب اللہ قادریؒ بن سیّد فتح اللہ بن سیّد عبدالغنی بن عطا اللہ بن جہاں عالم بن احمد ابدال الحق بن اسحاق بن حضرت محبوب گنج اسرار بن محمد بن سلطان رحمٰن بن حضرت تاج الدین بن حضرت سیّد موسیٰ بن سیّد اسمٰعیل بن شہاب الدین بن حضرت محی الدین داؤد بن ابونصر موسیٰ بن سیّد عبدالرزاق بن سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔

سیّد حبیب اللہ قادریؒ کے بارے میں بیلی (Beale) نے Oriental Biographical Dictionary میں لکھا ہے کہ اس نام کے دو اشخاص ملتے ہیں ایک آگرہ کے شاعر اور دوسرے عربی کتاب بحرالمنطق کے مصنف۔ Beale کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔ ہندوستانی مصنفین کی کتب ''آثار دہلی''، ''راہنمائے مزاراتِ دہلی'' اور ''تاریخ مشائخ قادریہ جلد سوم'' کے مطابق سیّد حبیب اللہ قادریؒ دہلی میں سلسلہ قادریہ کے ایک مشہور بزرگ کا نام بھی تھا۔ 14 شوال 1068ھ (1656ء) میں ان کا وصال ہوا۔ کٹرہ عاقل شاہ جو کہ کٹرہ گل شاہ (دہلی) کے نام سے مشہور ہے، میں مدفون ہوئے اور وہیں ان کا مزار ہے۔ ''راہنمائے مزاراتِ دہلی'' کے مصنف کے مطابق ان سیّد حبیب اللہ قادریؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور آپؒ کے پیر و مرشد کا نام سیّد شاہ عبداللطیف قادری لاہوری ہے۔ لاہور میں رہ کر ہی آپؒ نے اپنے پیر و مرشد سے روحانی فیض حاصل کیا اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ 14 شوال المکرم کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عرس ہوتا ہے آپ کا مزار کٹرہ گل شاہ بازار سیتارام دہلی 6 میں ہے۔ البتہ یہ سیّد حبیب اللہ قادریؒ وہ نہیں ہیں جن سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی ملاقات ہوئی تھی۔ ان سیّد حبیب اللہ قادریؒ کا ذکر اوپر تفصیل سے ہو چکا ہے اور ان کا مزار دریائے راوی کے کنارے گڑھ بغداد عبدالحکیم میاں چنوں ضلع خانیوال پاکستان میں ہے۔

واسباب بھی ہے؟'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ برجستہ بولے ''درویش اور دنیاوی مال کا آپس میں کیا تعلق؟ ایک میان میں دو تلواریں کیسے رکھی جا سکتی ہیں۔ تو ایک دل میں دو محبتیں جمع کرنا چاہتا ہے۔''

یہ سن کر حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فوراً گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ گھر جا کر انہوں نے تمام مال اکٹھا کیا اور باہر پھینک دیا حتیٰ کہ پنگوڑے میں سوئے ہوئے اپنے شیر خوار بچے کی انگلی سے سونے کی انگوٹھی بھی اتار کر باہر اچھال دی۔ اگلی صبح طویل مسافت طے کر کے گڑھ بغداد پہنچے اور سیدھے شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے پیش ہو گئے۔ شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں دیکھتے ہی اُٹھ کر ان کا استقبال کیا اور بولے ''بے شک تو نے دنیاوی مال سے تو نجات حاصل کر لی مگر ابھی عورتوں سے آزادی حاصل نہیں کر پائے۔ دونوں میں سے کس کا حق ادا کرنے کا ارادہ ہے؟ خدا کا یا بیویوں کا؟''

یہ سننا تھا کہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کچھ کہے اور کچھ آرام کیے بغیر ایک بار پھر طویل سفر کیلئے تیار ہو گئے۔ ایک بار پھر گھر جا پہنچے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ الہاماً جانتی تھیں کہ آج بیٹا کس غرض سے گھر واپس آیا ہے مگر انجان بنتے ہوئے بولیں ''کیوں باھُو بیٹے اب کیسے آنا ہوا؟'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نرمی سے سر جھکا کر مقصد بیان کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے قریب بٹھایا اور آہستگی سے مخاطب ہوئیں ''اے بیٹا باھُو! تمہاری بیویوں کے جو حقوق تم پر ہیں آج سے تم ان سے آزاد ہو اور تمہارے جو حقوق بیویوں کے ذمے ہیں وہ بدستور قائم رہیں گے۔ اگر تم حقیقی معرفت کے حصول میں کامیاب ہو گئے تو بہتر ہے لیکن محض بیویوں کے حقوق پورے کرنے کی خاطر گھر آنے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا اب طلاق کا خیال بھی دل میں نہ لانا۔''

والدہ محترمہ کی یہ قابلِ قبول تجویز سن کر آپ رحمتہ اللہ علیہ پُرسکون اور مطمئن انداز میں دوبارہ شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جا پہنچے۔ شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا پُرتپاک استقبال کیا اور نظر سے ان پر توجہ کی پھر پوچھا ''اے باھُو! مطمئن بھی ہو؟ کچھ مشاہدہ بھی کیا؟'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ادب سے سر جھکا کر کہا ''شیخ جو کچھ آج مجھ پر منکشف ہوا اس سے تو میں پنگوڑے میں ہی آشنا ہو گیا تھا، میری تمنا اس سے زیادہ کی ہے۔'' شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے جواب تو نہ دیا البتہ بیٹھے بیٹھے ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی خوب سمجھتے تھے کہ اس عمل کا مقصد امتحان ہی ہے۔ چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی جھٹ ان کے تعاقب میں پہنچے اور ایک کھیت میں ضعیف کاشتکار کی شکل میں شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کو محنت مشقت کرتے پایا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نزدیک جا کر فرمایا ''ضعیفی اور یہ مشقت! آپ آرام کریں میں کام کرتا ہوں۔'' شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے اصل روپ میں آئے اور ہنس کر انہیں ساتھ لیا اور آگے بڑھے مگر چند قدم چلنے کے بعد پھر غائب ہو گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ان کا تعاقب نہ چھوڑا اور اب کی مرتبہ انہیں ایک آبادی میں ایک بوڑھے برہمن پنڈت کی شکل میں لوگوں کو تلک لگاتے پایا۔ سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ مسکرا کر نوجوان کی شکل میں ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے ''بابا میرا ماتھا تو خالی ہے۔ کیا یہ میرے بھاگ میں نہیں کہ میرے ماتھے پر بھی آپ تلک لگائیں؟'' دوسرے لمحے شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ پھر اپنی اصلی شکل میں حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ گئے مگر تیسری مرتبہ پھر وہی عمل کیا یعنی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے لیکن حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کہاں پیچھا

چھوڑنے والے تھے۔ ان کے پیچھے لپکے اور ایک مسجد میں انہیں جا ڈھونڈا جہاں شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ ایک معمر امام مسجد کے روپ میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ چنانچہ سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ بھی جھٹ ایک بچے کے روپ میں قاعدہ پکڑے ان کے سامنے جا بیٹھے اور ایک حرف پر انگلی رکھتے ہوئے معصومیت سے پوچھنے لگے ''بابا یہ کیا ہے؟'' اس بار شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے آب دیدہ ہو کر حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کو گلے سے لگا لیا اور کہنے لگے ''بس باھو بہت ہو چکا'' لیکن سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی حالت نہ بدلی۔ آپ بدستور اسی حرف پر انگلی جمائے پوچھنے لگے ''بابا بتاؤ یہ کیا ہے؟'' شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ بیچارگی سے بولے ''باھُو میں تجھے کیا بتاؤں یہ تو میرے بس کا کام نہیں۔ تمہارا نصیب حضرت شیخ عبدالرحمٰن جیلانی قادری کے پاس ہے جو دہلی میں ہیں۔''

ایک اور روایت کے مطابق غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کو باطنی تربیت کی تکمیل کے بعد سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی دستِ بیعت کا حکم دیا۔ سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ حکم ملتے ہی فوراً دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی آپ رحمتہ اللہ علیہ دہلی سے دور ہی تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور آگے بڑھ کر حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں عزت سے چھونے کے بعد عرض کیا کہ اس کو شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری نے ان کے استقبال کیلئے روانہ کیا ہے۔ 29 ذیقعد 1078ھ (11 مئی 1668ء) بروز جمعتہ المبارک آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے، وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ پس آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مرشد کامل سے اپنا ازلی نصیبہ اسمِ اللہ ذات کی صورت میں ایک قدم میں ہی ایک دم میں پا لیا۔ جو چاہتے تھے مل گیا اور اسی وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کو رخصت کیا گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ الستی فیض سے مستفیض، نعمت سے پُر اور فیض رسانی کے جذبات سے لبریز تھے۔ ہر خاص و عام پر توجہ کرنے لگے۔ خلقِ خدا کیلئے آپ نے فیض عام کر دیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اردگرد خلقت کا اس قدر ہجوم ہو گیا کہ راستے بند ہو گئے، شہر میں شور مچ گیا۔ حتیٰ کہ یہ معاملہ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بلایا گیا۔ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ نے جواب طلبی فرمائی ''ہم نے تجھے یہ خاص نعمت عنایت کی اور تو نے عام کر دی۔'' عرض کیا ''یا پیر و مرشد! جب بڑھیا عورت روٹی پکانے کا توا بازار سے خریدتی ہے تو اسے ٹھونک بجا کر دیکھتی ہے کہ کیسا کام دے گا، آیا درست ہے یا نہیں اور جب ایک لڑکا لکڑی کی کمان خریدتا ہے تو اسے کھینچ کر دیکھتا ہے کہ اس میں لچک کافی ہے کہ نہیں۔ پس آپ سے جو نعمتِ عظمیٰ حاصل کی میں نے بھی اس نعمت کی آزمائش کی کہ مجھے آپ سے کس قدر نعمت حاصل ہوئی ہے۔ پس حضرت سیّد المرسلین احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور سے مجھے حکم ہوا ہے کہ خلقِ خدا کو تلقین کروں اور فیض کو عام کروں۔ انشاء اللہ قیامت تک یہ نعمت ترقی پر ہو گی۔'' حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ یہ دلیل سن کر مسکرا اُٹھے اور کہنے لگے ''باھو! میں تجھے منع نہیں کرتا مگر اس کا خیال رکھا کر کہ ہر شخص اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔'' اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ اورنگ زیب ارکانِ حکومت سمیت جمعہ کی نماز کی ادائیگی میں مشغول تھا۔ مسجد میں اس قدر بھیڑ تھی کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی اس لئے حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ سب سے پیچھے جہاں جوتیاں رکھتے ہیں، کھڑے ہو گئے۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے توجہ کی تو تمام مسجد میں شور اور وجد برپا ہو گیا۔ یہاں تک کہ صرف تین آدمی اورنگ زیب، قاضی اور کوتوال جذبہ کی تاثیر اور نگاہ کے

اثر سے محجوب رہے۔ جیسے ہی حضرت سلطان باھوؒ نے توجہ منقطع کی اور مجمع اپنی حالت میں واپس آیا تو وہ تینوں حضرت سخی سلطان باھوؒ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے ''ہمیں کیوں نعمت سے محروم رکھا گیا؟'' آپؒ نے فرمایا ''ہم نے توجہ یکساں کی تھی۔ تم پر اس واسطے اثر نہیں ہوا کہ تمہارے دل سخت تھے۔'' انہوں نے دست بستہ ہو کر فیض کیلئے التجا کی تو آپؒ نے فرمایا ''اس کیلئے یہ شرائط ہیں کہ تم اور تمہاری اولاد، ہماری اولاد اور پس ماندگان کیلئے دنیاوی مال و متاع سے مروّت نہ کریں اور ہمارے مکان اور گھر نہ آئیں تا کہ تمہارے دنیاوی امور کے سبب ہمارے عیال اور اولاد میں دنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں۔''

آپؒ نے اورنگ زیب سے یہ اقرار لیکر اس پر توجہ کی اور خاص فیض تک پہنچایا۔ بعد ازاں جب وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا تو اورنگ زیب نے آپؒ سے یادگار کیلئے التجا کی تو آپؒ نے وہیں کھڑے کھڑے کتاب ''اورنگ شاہی'' تصنیف فرمائی جسے شاہی محرروں نے اسی وقت تحریر کر لیا۔

اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقاتیں

حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی اورنگ زیب عالمگیر سے یہ تیسری ملاقات تھی جو 1078ھ میں سلطان العارفینؒ کی ظاہری دستِ بیعت کے بعد دہلی کی جامع مسجد میں ہوئی۔

تذکرہ اولیائے جھنگ اور تاریخِ جھنگ کے مصنف کے مطابق اس سے قبل حضرت سخی سلطان باھوؒ کی دو دفعہ گڑھ مہاراجہ میں شہزادہ اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقات ہوئی۔ پہلی ملاقات تقریباً 1059ھ میں ہوئی جب شہزادہ عالمگیر قندھار کی جنگ سے لوٹ چکا تھا اور شاہجہان نے ملتان، سندھ، بھکر اور سیوستان[1] کی حکومت شہزادہ اورنگ زیب عالمگیر کے حوالے کی ہوئی تھی۔ دوسری ملاقات تقریباً 1062ھ میں ہوئی جب شہزادہ عالمگیر قندھار فتح کرنے کے لیے گیا تو واپسی پر دریائے چناب سے گزرا۔ یہ دونوں ملاقاتیں شہزادہ عالم گیر کی تخت نشینی سے قبل شاہجہان کے دورِ حکومت میں ہوئیں۔ یہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی عمر مبارک کے وہ ایام ہیں جب آپؒ تلاشِ حق کے لیے سیر و سیاحت اور دعوتِ قبور میں مصروف رہا کرتے تھے۔

سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلویؒ کی سوانح حیات پر تحقیق

سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلویؒ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے ظاہری مرشد ہیں۔ آپ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ کی اولاد پاک میں سے ہیں۔ آپؒ کی ذات پر اسرار کے وہی پردے پڑے ہوئے ہیں جو سروری قادری مشائخ کا خاصہ ہیں یعنی

[1] موجودہ سیہون شریف (سندھ)

دنیا سے مخفی اور پوشیدہ رہنا۔ صاحبِ مناقب سلطانی کے مطابق ''سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ سلطنتِ دہلی میں منصب دار تھے اور شاہی خزانہ کے امانت دار اور کلید دار تھے جس کے باعث محفوظ اور مناسب عمارت کے ساتھ کئی مسلح پہرہ داروں کا انتظام آپؒ کو حاصل تھا۔ آپؒ جب مریدین سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے تو چہرہ مبارک پر ایک نقاب ڈال لیتے تھے کیونکہ آپؒ کے چہرہ مبارک پر جو جلال و جمالِ الٰہی کے انوار تاباں تھے لوگ اِن کو دیکھنے کی تاب نہ رکھتے تھے۔ گویا آپؒ فقر کے ساتھ ساتھ اعلیٰ دنیاوی منصب پر بھی فائز تھے۔''

مناقبِ سلطانی کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل اُلجھنیں جنم لیتی ہیں:

1۔ چونکہ سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ فقر کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اس لیے ادنیٰ و اعلیٰ طالبانِ مولیٰ فقر کی نعمت کے لیے آپؒ تک پہنچتے ہوں گے اور آپؒ کی صحبتِ عالیہ سے بھی مستفید ہوتے ہوں گے۔ ہندوستانی مصنفین کے مطابق لاکھوں لوگوں نے آپؒ سے فیض پایا۔ اگر آپؒ اعلیٰ شاہی منصب پر فائز ہوتے تو ایسا ممکن نہ ہو پاتا کیونکہ پھر آپؒ اپنے اس دنیاوی منصب کے فرائض کی ادائیگی میں زیادہ مصروف رہتے۔ پھر شاہی منصب دار کی حیثیت سے آپؒ کا تذکرہ کسی مؤرخ نے نہیں کیا۔ ہندوستانی مصنفین نے بھی آپؒ کا تذکرہ صرف آپؒ کے مزار کے ضمن میں کیا ہے جو صرف چند سطروں پر مشتمل ہے۔ اگر آپؒ اعلیٰ دنیوی منصب پر فائز تھے اور شاہی خزانہ کے انچارج و نگران تھے تو شاہی خاندان کے ہر فرد اور دربار کے ہر ملازم کا آپؒ سے واسطہ رہتا ہو گا۔ شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں درجنوں مؤرخین تاریخ کا ایک ایک لمحہ قلمبند کرنے پر مامور تھے لیکن کسی نے بھی آپؒ کا تذکرہ نہیں کیا جو عجیب سی بات محسوس ہوتی ہے۔

2۔ جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ آپؒ سے ملاقات کے بعد دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور سب پر نگاہ فرمائی، سب پر اس کا اثر ہوا لیکن اورنگ زیب عالمگیر اور کوتوال پر نہیں ہوا جس پر اورنگ زیب عالمگیر نے فیض کی درخواست کی اور آپؒ نے ''رسالہ اورنگ شاہی'' تصنیف فرمایا۔ کیا اِس ملاقات میں اورنگ زیب عالمگیر نے سلطان باھوؒ سے یہ سوال نہیں کیا ہو گا کہ آپؒ دہلی کیسے تشریف لائے؟ اور جواب میں آپؒ نے سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ فرمایا ہو گا، اگر سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ شاہی ملازم ہوتے تو اورنگ زیب عالمگیر فوراً سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ کو پہچان جاتا اور پھر سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلویؒ سے مسلسل ملاقات رکھتا اور آپؒ کو اپنے مشیروں میں شامل کرتا۔

3۔ چہرے پر نقاب ڈالنا سروری قادری مشائخ کی خصوصیت نہیں ہے۔ اس طرح سے انسان زیادہ مشہور اور معروف ہوتا ہے اور اس کی شہرت جلد پھیلتی ہے جبکہ سروری قادری شیخ گمنامی اور خمول کو پسند کرتا ہے اور حکمرانوں سے دور بھاگتا ہے اور عوام میں رہتا ہے۔

4۔ آپؒ کا مزار مبارک پرانی دہلی میں لاہوری دروازہ سے کافی فاصلے پر باہر واقع ہے اور ساتھ ہی قدیم مسجد شاہ عبدالرحمٰن بھی ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپؒ قلعہ کے اندر نہیں بلکہ باہر عوام الناس میں رہے اور عوام الناس ہی آپؒ سے فیض یاب ہوتے رہے۔

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں ثابت یہی ہوتا ہے کہ صاحبِ مناقبِ سلطانی نے تحقیق نہیں کی اور نہ ہی اس غرض سے دہلی کا سفر کیا۔ جو روایت

خاندان میں کسی سے سنی درج کر دی۔ 1934ء میں سیّد تجمل شاہ نقوی اچوی کی کتاب ''باغِ سادات'' شائع ہوئی۔ 1947ء میں بارِ سوم شائع ہوا۔ اب یہ کتاب نایاب ہے، اس کتاب کا بارِ اوّل تو 1934ء ہی میں شائع ہوا کیونکہ ''شریف التواریخ'' جو 1934ء میں شائع ہوئی تھی، میں اِس کتاب کا حوالہ موجود ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 61 پر سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اس طرح درج کیا گیا ہے:

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

سیّد عبدالرزاق جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

ابو صالح نصر

سیّد یٰسین

سیّد احمد شاہ

سیّد عبدالقادر

سیّد عبداللطیف

سیّد عبدالرحمٰن عرف بھولو شاہ مدفن دہلی، پیشوا سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ

یہ شجرہ نسب آگے اس طرح چلتا ہے:

پیر حبیب شاہ

پیر رجب شاہ

عبداللہ

محمد شاہ

پیر اللہ بخش

پیر کریم شاہ

حضور شاہ

نور شاہ

زمان شاہ[1]

---

[1] ان کا مزار موضع تنگ عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں ہے۔ مزار ویران اور بے آباد ہے کوئی سجادہ نشین اور مجاور موجود نہیں ہے اور نہ ہی مقامی لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔ زمان شاہ صاحب کے تین فرزند تھے (۱) غلام شاہ (۲) دولت شاہ (۳) نادر شاہ۔ باغِ سادات کے بارِ سوم 1947ء میں دیئے گئے اِن تینوں بیٹوں کے شجروں کے مطابق ان کی بارہ پشتیں گزر چکی تھیں اور ظفر وال، ننکانہ صاحب، لیہ اور اس کے گرد و نواح میں آباد تھیں۔

اس نسب نامہ پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی ؒ کا لقب کبھی بھی بھولو شاہ نہیں رہا۔ بھولو شاہ ؒ دہلی میں 1200ھ میں ایک اور قادری بزرگ گزرے ہیں جن کا مزار سیّد عبدالرحمٰن دہلوی ؒ کے مزار سے دو یا تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور ان کا تذکرہ ہندوستان کی موجودہ اور قدیم کتب میں ملتا ہے۔ ان کو تمام مصنفین نے بھولو شاہ ؒ مگر غلام یحییٰ انجم نے تاریخ مشائخ قادریہ (جلد سوم) میں شاہ بہلن ؒ عرف بھولو شاہ لکھا ہے۔ بھولو شاہ ؒ ایک مجذوب قادری بزرگ تھے اور پنجاب سے ہجرت کر کے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ سلسلہ قادریہ میں آپ عبدالحمید کے مرید و خلیفہ تھے۔ ''واقعات دارالحکومت دہلی'' (جلد دوم) میں ہے:

☼ بھولو شاہ ؒ کا مزار 1201ھ :- کابلی دروازہ تو اب نہیں رہا مگر اس کی جگہ سب کو معلوم ہے، اسی کے پاس آپ ؒ کا مزار ہے۔ آپ سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے۔ 1201ھ میں انتقال کیا، مست روز الست تاریخ وفات ہے۔ آپ ؒ کے مزار کے برابر ہی آپ ؒ کے خاص مرید شاہ محمد حفیظ صاحب کا مزار ہے جن کے برابر ان کے صاحبزادے شاہ غلام محمد مدفون ہیں۔ 19 محرم کو بھولو شاہ صاحب ؒ کا عرس ہوتا ہے۔ (صفحہ 473)

محمد عالم شاہ فریدی کی کتاب ''مزاراتِ اولیا دہلی'' اوّلین کتاب ہے جو 1927ء میں دہلی کے مزارات کے بارے میں شائع ہوئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 1930 میں طبع ہوا۔ 1947ء میں مصنف اور پبلیشر پاکستان ہجرت کر آئے۔ 2006ء میں ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی نے اضافہ و تصحیح کے ساتھ اسے دوبارہ دہلی سے شائع کیا ہے۔ اس میں درج ہے:

☼ بھولو شاہ ؒ 1789ء نزد کابلی دروازہ پرانی دہلی :- آپ ؒ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ قادریہ رزاقیہ میں شاہ عبدالحمید ؒ کے خلیفہ ہیں اور مولانا فخر الدین چشتی و شاہ نانو کے صحبت یافتہ ہیں۔ آپ ؒ مجذوب سالک تھے۔ آپ ؒ نے 20 محرم 1204ھ بمطابق 1789 کو بعہد شاہ عالم ثانی انتقال فرمایا۔ آپ ؒ کا مزار کابلی دروازہ کے باہر ہے۔ (صفحہ 158-157)

''راہنمائے مزاراتِ دہلی'' میں ہے:

☼ آپ (حضرت بھولو شاہ ؒ) سلسلہ قادریہ رزاقیہ میں حضرت شاہ عبدالحمید ؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ ؒ کا اصلی وطن پنجاب تھا اور حضرت شیخ نانو و حضرت شاہ فخر الدین رحمتہ اللہ علیہم کے صحبت یافتہ تھے۔ 20 محرم 1204ھ میں وفات پائی۔ آپ ؒ کا مزار مٹھائی پل پر داہنی طرف نیچے اتر کر ریلوے لائن کے پاس ہے (لاہوری گیٹ 4- پرانی دہلی 6)، قریب میں مسجد بنی ہوئی ہے۔ حضرت شاہ حفیظ الرحمٰن ؒ حضرت شاہ بھولو ؒ کے خاص مریدوں میں تھے۔ آپ ؒ نے اکبر شاہ ثانی کے دورِ حکومت میں 30 ذیقعد 1236ھ میں وفات پائی اور اپنے مرشد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ حضرت شاہ غلام محمد آپ ؒ کے فرزند اور خلیفہ تھے، ان کا مزار اپنے مرشد والد کی پائنتی کی طرف ہے۔ (صفحہ 286-284)

غلام یحییٰ انجم ''تاریخ مشائخ قادریہ'' (جلد سوم) میں رقمطراز ہیں:

☼ حضرت شاہ بہلن عرف بھولو شاہ ؒ :- آپ کا تعلق سلسلہ قادریہ رزاقیہ سے ہے۔ اس سلسلہ میں آپ ؒ شاہ عبدالحمید ؒ کے مرید و

خلیفہ تھے۔مولانا فخر الدین چشتی ؒ سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔آپؒ کی کیفیت مجذوب سالک کی سی تھی۔19 محرم 1204ھ (1789ء) کو وصال ہوا۔مست روزِالست تاریخ سنہ وفات ہے۔دہلی میں کابلی دروازہ سے متصل ’’تکیہ بھولوشاہ‘‘ میں دفن ہوئے۔مزارِمقدس پر موسم بہار میں بسنت کا میلہ بڑی دھوم دھام سے آپؒ کے عقیدت مند مناتے ہیں۔(صفحہ 291)

ان تمام تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب باغِ سادات نے سیّدعبدالرحمٰن دہلوی جیلانی ؒ کا جو شجرہ نسب بھولوشاہ کے نام سے درج کیا ہے وہ سیّدعبدالرحمٰن دہلوی ؒ کا نہیں بلکہ بھولوشاہ ؒ کا ہے جن کا تعلق پنجاب سے تھا۔آپؒ پنجاب سے ہجرت کر کے دہلی تشریف لے گئے اور شاہ عبدالحمید ؒ سے قادریہ سلسلہ کا فیض حاصل کیا۔آپؒ کی اولاد پنجاب میں ہی رہی اس لیے آپؒ کے خلیفہ شاہ محمد حفیظ صاحب اور اس کے بعد اُن کے صاحبزادے شاہ غلام محمد صاحب سجادہ نشین ہوئے جن کے مزارات حضرت بھولوشاہ صاحب ؒ کے ساتھ ہی ہیں۔سیّدعبدالرحمٰن جیلانی دہلوی ؒ کا مزار مبارک ان کے مزار سے تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر لاہوری گیٹ صدر بازار ریلوے سٹیشن ریلوے کالونی مسلم وقف بورڈ کوارٹرز پرانی دہلی 6 میں واقع ہے۔

ہندوستانی کتب میں سیّدعبدالرحمٰن جیلانی دہلوی ؒ کا تذکرہ

’’مزاراتِ اولیا دہلی‘‘ میں ہے:

- آپؒ بڑے مستند اولیا میں سے ہیں۔قادریہ خاندان میں سیّدعبدالجلیل ؒ کے مرید وخلیفہ ہیں اور سلطان باھوؒ پنجاب کے مشہور بزرگ کے پیرومرشد ہیں۔صاحبِ تصرف وکرامات تھے۔آپؒ کا مزار ریلوے سٹیشن صدر بازار کے مسافر خانہ کے پیچھے ایک احاطہ میں ہے۔آپؒ کا انتقال آخر زمانہ شاہجہان یا شروع زمانہ عالمگیر میں ہوا، سنِ وفات معلوم نہیں۔(طبع اوّل 1927ء) [1]

’’راہنمائے مقاماتِ مقدس دارالحکومت دہلی‘‘ میں درگاہ سیّدعبدالرحمٰن دہلوی جیلانی ؒ کے بارے میں درج ہے:

- یہ درگاہ متصل صدر سٹیشن دہلی ہے۔آپؒ اولادِ سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔اعظم اولیا اللہ ہوئے ہیں۔سلطان باھوؒ جو بڑے اولیا اللہ پنجاب میں مشہور ہیں آپؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔یہ آپؒ کا تصرفِ ولایت ہے کہ گورنمنٹ نے آپؒ کی درگاہ کو سڑک اور ریل سے بچایا بلکہ اس کا احاطہ بہت پختہ ریختہ کا اور جنگلہ آہنی اور درگاہ شریف میں جانے کا راستہ بنوا دیا ہے۔(طبع دہلی 1914ء)

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ’’تاریخ مشائخ قادریہ‘‘ (جلد سوم) میں تحریر کرتے ہیں:

- حضرت سیّدنا شیخ عبدالرحمٰن گیلانی ؒ کا شمار دہلی کے اہم مشائخ میں ہوتا ہے۔آپؒ کا نسبی رشتہ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے۔تقویٰ، تدین اور زہد وریاضت میں ممتاز تھے، کشف وکرامات میں آپؒ کا پایہ بہت بلند تھا۔حضرت سیّدعبدالرحمٰن گیلانی ؒ کو سلسلہ قادریہ کی دولت سیّدعبدالجلیل ؒ سے حاصل ہوئی تھی اس سلسلہ میں آپؒ انہی کے مرید وخلیفہ تھے۔دہلی اور اس کے

[1] اس کتاب کے بعد شائع ہونے والی کتب میں آپؒ کے حالاتِ زندگی اسی طرح نقل در نقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔

اطراف ونواح میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے سلسلہ قادریہ کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ بے شمار بندگانِ خدا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہوئے اور کتنوں کو اجازت وخلافت کا منصب عطا ہوا۔ مشہور بزرگ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلیفہ تھے۔ (طبع دہلی 2006ء)

''راہنمائے مزارات دہلی'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے ضمن میں تذکرہ ہے:

حضرت عبدالرحمٰن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے مشہور بزرگ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تصرف وکرامات اور خاندانِ قادریہ کے مستند بزرگ تھے۔ (طبع دہلی 2007ء)

بیلی (Beale) نے اورینٹل بائیوگرافیکل ڈکشنری (Oriental Biographical Dictionary) میں تحریر کیا ہے کہ سیّد عبدالرحمٰن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں جو عبدالعزیز نقشبندی کے فرزند تھے اور جن کی بیٹی کی شادی داراشکوہ کے بیٹے سلیمان شکوہ سے ہوئی۔

ڈاکٹر راما کرشنا کا بھی یہی موقف ہے لیکن یہ بات قیاس لگتی ہے کیونکہ ایک تو سیّد عبدالرحمٰن جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نسبی جیلانی سادات ہیں اور دوسرے آپ سلسلہ فقر میں پشت ہا پشت سے قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اُن کے والد نقشبندی سلسلہ سے ہوں۔ یہ بات بھی حتمی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی ہند تشریف لائے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد نہیں آئے تھے۔ بیلی (Beale) کی اس رائے کو کسی نے بھی مستند نہیں سمجھا اور نہ ہی یہ سلسلہ سروری قادری یا قادری سلسلہ میں کوئی اہمیت رکھتی ہے۔ قدیم اور جدید مصنفین میں سے کسی نے اس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہندوستانی اور پاکستانی مصنفین کی تمام تحقیق ہم نے واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی مصنفین وہی درج کرتے چلے آرہے ہیں جو 1914ء میں آثارِ دہلی یا 1927ء میں مزاراتِ اولیاء دہلی میں شائع ہو چکا ہے اور پاکستانی مصنف وہی درج کرتے چلے آرہے ہیں جو مناقبِ سلطانی میں شائع ہو چکا ہے۔ تحقیق کرنا تو دور کی بات ہے کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک تک جانے کی کوشش تک نہیں کی۔

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حقائق سے پردہ اُٹھانے کے لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ مزید تحقیق کی جاتی تاکہ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی درست سوانح حیات مرتب کی جا سکے۔ اس سلسلہ میں سب سے مشکل کام ہندوستان آنے جانے اور وہاں تحقیق کرنے کا تھا۔ نومبر 2008ء میں فقیر نے محمد اسد خان سروری قادری سے اس سلسلے میں ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے ایک دوست محمد عامر الیاس ہیں جن کی لاہور میں آٹو ورکشاپ ہے، اُن کی شادی پرانی دہلی میں ہوئی ہے اور اُن کے برادرِ نسبتی مجیب الرحمٰن اکثر پاکستان آتے جاتے رہتے ہیں اگر ان کے ذریعے کوشش کی جائے تو شاید کوئی حل نکل آئے۔ مجیب الرحمٰن سے محمد اسد خان نے فون پر بات کی تو انہوں نے حامی بھر لی۔ سب سے پہلا مرحلہ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک کی تلاش کا تھا کیونکہ دہلی اب بہت پھیل چکا ہے۔ پہلے تو مجیب الرحمٰن نے دہلی کے مزارات کے متعلق کچھ کتب بھجوائیں اور انہیں مزار کا محلِ وقوع سمجھایا گیا لیکن اس کے باوجود دربار کی تلاش میں دو ماہ کا عرصہ لگ گیا۔

مزار مبارک کا پتہ چلا تو معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں تو داخلہ مشکل ہے۔غیر مسلک کے لوگ آباد ہیں اور 1947ء سے قبضہ گروپ دربار اور اس سے ملحقہ زمین پر قبضہ در قبضہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ پھر وہ اپنی والدہ کو ساتھ لے کر گئے اور مزار مبارک سے ملحقہ مسجد شاہ عبدالرحمٰن میں چلے گئے۔ وہاں اُن کی ملاقات سُنّی سیّد سلیم الزماں ہاشمی ولد حافظ قاری سیّد احسان اللہ ہاشمی ولد حکیم سیّد عبدالرحمٰن ہاشمی سے ہوئی جو کہ مسجد شاہ عبدالرحمٰن کی امامت اور دربار کی دیکھ بھال اور خدمت رضا کارانہ طور پر سرانجام دیتے تھے۔تفصیلاً مدعا اُن کے گوش گزار کیا گیا اور موبائل پر محمد اسد خان کی بات بھی کروائی گئی۔ انہوں نے یہ گلہ کیا کہ کوئی یہاں آ کر حالات کی تحقیق نہیں کرتا اور لوگ گھروں میں بیٹھ کر پرانی کتابیں دیکھ کر کتابیں لکھ دیتے ہیں۔ اُن کو تازہ ترین کتاب ''راہنمائے مزاراتِ دہلی'' دکھائی گئی جو 2007ء میں طبع ہوئی تھی تو انہوں نے بتایا کہ کتاب میں سیّد عبدالرحمٰن دہلوی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی تربت مبارک کی جو تصویر دی گئی ہے وہ چالیس سال پرانی ہے۔ خیر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی خاندانی یاداشتیں اور کاغذات جو عربی یا فارسی میں ہیں، تلاش کریں گے اور پھر کچھ تحریر کر کے دے سکیں گے۔اسی دوران ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔انہوں نے موبائل پر تو محمد اسد خان کو سب کچھ بتا دیا تھا لیکن ابھی انہوں نے کچھ بھی تحریر کرنا شروع نہیں کیا تھا کہ 2009ء میں اُن پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور اُن کے جسم کے دائیں حصہ نے کام کرنا بند کر دیا۔ اس دوران اُن کا علاج وغیرہ ہوتا رہا اور ہم لوگ اُن کے تندرست ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ 2010ء کے اوائل میں انہوں نے مجیب الرحمٰن کو کہا کہ لگتا ہے میرا آخری وقت ہے میں نے جو کچھ تم لوگوں کو بتایا ہے خود لکھ لو۔ مجیب الرحمٰن کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اردو نہیں لکھ سکتے تھے صرف ہندی لکھ سکتے تھے۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ تمام معلومات کو اردو میں کمپوز کروالیا جائے۔ مجیب الرحمٰن نے تمام معلومات کو ہندی میں لکھا اور فروری 2010ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں پر تمام معلومات کو اردو میں ٹائپ کروایا گیا اور سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے لیے خصوصی طور پر تیار کروائی گئی چادر جس پر اسمِ اللہ ذات کندہ تھا، ان کے حوالہ کی گئی۔ مجیب الرحمٰن 21 فروری 2010ء کو یہ دونوں اشیا لے کر انڈیا چلے گئے اور 23 فروری 2010ء کو سیّد سلیم الزمان ہاشمی کے پاس پہنچے۔ سیّد سلیم الزمان ہاشمی صاحب کو بڑی مشکل سے مزار تک لایا گیا۔انہوں نے اپنے دستِ مبارک سے بڑی مشکل اور تکلیف سے دستخط / نام لکھ کر یہ نسخہ اس وصیت کے ساتھ مجیب الرحمٰن کے حوالہ کیا کہ تحقیق کے لیے جو طلب کرے دے دینا۔25 فروری 2010ء کو سیّد سلیم الزمان ہاشمی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ مجیب الرحمٰن نے نسخہ میں یہ لکھا ہے کہ شاید آخری دو دِن وہ یہ نسخہ میرے حوالہ کرنے کے لیے ہی زندہ تھے۔ 13 مئی 2010ء کو مجیب الرحمٰن لاہور تشریف لائے اور سیّد سلیم الزمان ہاشمی صاحب کا دستخط شدہ نسخہ گواہان کی موجودگی میں محمد اسد خان صاحب کے حوالے کیا اور اس نسخہ پر ہی وہ تمام حالات و واقعات جو اس نسخہ کو ترتیب دینے کے دوران پیش آئے تھے گواہان کے سامنے ہندی میں قلمبند کیے جن پر مجیب الرحمٰن نے تصدیق کے طور پر دستخط کیے اور اُن کی راہنمائی میں ہندی کی اس عبارت کا اردو ترجمہ بھی قلمبند کیا گیا۔ اب یہ نسخہ محمد اسد خان سروری قادری صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اس نسخہ کے مطابق سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات درج کی جا رہی ہے۔

سوانحِ حیات سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ نسب

سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اس طرح حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے:

سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی بن سیّد عبد القادر بن سیّد شرف الدین بن سیّد احمد بن سیّد علاؤ الدین ثانی بن سیّد شہاب الدین ثانی بن سیّد شرف الدین قاسم بن سیّد محی الدین یحییٰ بن سیّد بدر الدین حسین بن علاؤ الدین بن شمس الدین بن سیف الدین یحییٰ بن ظہیر الدین مسعود بن ابی نصر محمد بن ابو صالح نصر بن سیّدنا عبد الرزاق جیلانی رحمتہ اللہ علیہ بن غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔[1]

ولادت سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

سیّد عبد الرحمٰن جیلانی رحمتہ اللہ علیہ شام کے شہر حماہ میں 1024ھ (1615ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد سیّد عبد القادر رحمتہ اللہ علیہ درویش منش انسان اور ولی کامل تھے، ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد سے ہی حاصل کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ 35 سال کی عمر میں حماہ سے بغداد تشریف لائے اور جدِ امجد غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر معتکف ہوگئے۔ تین سال تک آپ رحمتہ اللہ علیہ مزار شریف پر معتکف رہے۔ تین سال بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کو غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی جانب سے باطنی حکم ملا کہ ہندوستان میں سیّد عبد الجلیل رحمتہ اللہ علیہ کے پاس چلے جاؤ۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ 38 سال کی عمر میں شاہ جہان کے دورِ حکومت میں 13 ذیقعد 1062ھ (15 اکتوبر 1652ء) بروز منگل براستہ ایران اور افغانستان ہندوستان تشریف لائے اور سیّد عبد الجلیل رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر 10 ذوالحجہ 1062ھ (10 نومبر 1652ء) کو بیعت ہوئے جو برہان پور انڈیا، عادل پور سندھ یا دریائے سندھ کے کنارے کسی جگہ پر مقیم تھے، درست معلوم نہیں ہے۔ سیّد عبد الجلیل رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر آپ 9 صفر 1063ھ (8 جنوری 1653ء) بروز بدھ دہلی تشریف لائے اور اب جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے، وہاں اپنا مکان اور خانقاہ تعمیر کرائی اور اردگرد کی زمین خرید کر سالکین کے لیے حجرے بنوائے اور ایک مسجد تعمیر کروائی جو اب بھی مسجد شاہ عبد الرحمٰن کے نام سے موجود ہے۔ موجودہ صدر سٹیشن پرانی دہلی اور مسلم وقف بورڈ کوارٹرز آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زمین پر بنائے گئے ہیں۔

---

[1] اس شجرہ نسب کی تصدیق سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے شجرہ نسب سے ہو جاتی ہے جو سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلویؒ کے پڑپوتے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخِ کامل ہیں جن کا تذکرہ باب دوم میں ہے۔

تلقین وارشاد

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے خمول وگمنامی کی زندگی گزاری۔ شہرت سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سخت نفرت تھی۔ کبھی شاہی دربار اور درباری حکام سے ملاقات کے لیے نہیں گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ صاحبِ تصرف قادری فقیر تھے۔ دہلی اور اس کے گردونواح میں لاکھوں لوگوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے فیض پایا اور لاکھوں لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ قائم مقام فقیر تھے یعنی وہ فقیر جو ایک ہی جگہ مقیم رہ کر فیض تقسیم کرتا ہے۔ اس بات کے کوئی شواہد نہیں ہیں کہ دہلی آمد کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کبھی دہلی سے باہر تشریف لے گئے ہوں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دہلی آمد کے دو مقاصد تھے، ایک تو سلسلہ کو ظاہری طور پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ کرنا تھا کیونکہ اس سلسلہ نے قیامت تک جاری رہنا تھا اور سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ سے اسے عروج حاصل ہونا تھا۔ دوسرے اورنگ زیب عالمگیر کی باطنی امداد کرنا تھا تا کہ اورنگ زیب عالمگیر کو برسرِ اقتدار لا کر شریعتِ محمدیؐ کو زندہ اور قائم کیا جا سکے۔ عالمگیر کو فتوحات دلانے اور اس دور میں رائج بدعات کو ختم کرنے کے پیچھے آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی کی باطنی قوت کارفرما تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد یہ فریضہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر نے مغلیہ خاندان کی سب سے بڑی سلطنت قائم کی اور شریعتِ محمدیؐ کو زندہ وقائم کیا۔

حسن وجمال

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا رنگ گندمی، قد میانہ اور آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر اتنا نور ہوتا تھا کہ طالبانِ مولیٰ کے لیے زیادہ دیر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر نگاہیں جمائے رکھنا ممکن نہ تھا۔

ازواج واولاد

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے 6 جمادی الثانی 1065ھ (12۔ اپریل 1655ء) بروز سوموار دہلی میں جیلانی سادات میں سیّدہ زاہدہ خاتون سے نکاح فرمایا۔ 1070ھ (1660ء) میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں پہلے فرزند سیّد تاج العارفین کی ولادت ہوئی جن کا 1075ھ (1665ء) میں مرضِ اسہال سے وصال ہوگیا۔ 1082ھ (1671ء) میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں دوسرے فرزند سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ[1] کی ولادت

---

[1] آپ رحمتہ اللہ علیہ اوائل عمری میں ہی حجاز تشریف لے گئے اور مدینہ شریف میں مستقل سکونت اختیار کی۔ سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ مدینہ سے ہند تشریف لائے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سے امانتِ الٰہیہ حاصل کی اور ریاست بہاول پور کے شہر احمد پور شرقیہ میں سکونت اختیار کی۔ سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک احمد پور شرقیہ میں مرجع خلائق ہے۔ ان کے حالاتِ زندگی باب دوم میں مطالعہ فرمائیں۔

ہوئی۔ سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کے وصال کے بعد آپؒ کی زوجہ محترمہ سیّدہ زاہدہ خاتون رحمتہ اللہ علیہا 10 سال حیات رہیں، اُن کا وصال 1098ھ (1687ء) میں ہوا۔

سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ کا سلسلہ فقر

سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ کا سلسلہ فقر حضرت غوث الاعظمؓ تک اس طرح پہنچتا ہے:

آپ مرید تھے سیّد عبدالجلیلؒ کے، وہ مرید تھے سیّد عبدالبقاؒ کے، وہ مرید تھے سیّد عبدالستارؒ کے، وہ مرید تھے سیّد عبدالفتاحؒ کے، وہ مرید تھے سیّد نجم الدین برہان پوروالے کے، وہ مرید تھے سیّد محمد صادق یحییٰ جیلانیؒ کے، وہ مرید تھے سیّد عبدالجبار بن ابوصالح نصر کے، وہ مرید تھے سیّد عبدالرزاق جیلانیؒ کے اور وہ مرید تھے سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کے۔

خلفا

سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ کے خلیفہ اکبر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ ہیں۔ خلفا اصغر میں شاہ حبیب اللہ قادریؒ ہیں اور دوسرے خلیفہ اصغر سیّد محمد صدیقؒ ہیں جو پہلے سجادہ نشین ہوئے اور لاولد فوت ہوئے۔

وصال مبارک

دورِ عالمگیری میں 21 رمضان المبارک 1088ھ (16 نومبر 1677ء) شبِ جمعہ وصال فرمایا اور اپنے حجرہ میں مدفون ہوئے۔

عرس مبارک

آپؒ کا عرس مبارک 21 رمضان المبارک کو ایک عرصہ تک بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوتا رہا ہے اور اب بھی عقیدت مند ہر سال 21 رمضان المبارک کو آپؒ کا عرس مبارک مناتے ہیں۔

مزار مبارک

آپؒ جس حجرہ میں رہائش پذیر تھے وصال کے بعد آپؒ کو وہیں دفن کیا گیا۔ آپؒ کے خلیفہ سیّد محمد صدیق دربار کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے لیکن دورِ عالمگیری میں ہی وہ لاولد فوت ہو گئے۔ اُن کا کب وصال ہوا اور تربت مبارک کہاں ہے کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ برطانوی

دورِ حکومت میں جب اس علاقہ سے سڑک اور ریل کی پٹری گزاری گئی اور صدر ریلوے سٹیشن بنایا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کو محفوظ بنانے کے لیے پٹری کا رخ بدلا گیا اور ایک احاطہ بنا کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار کو اس نظام سے علیحدہ رکھا گیا۔

1947ء میں تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والے آہستہ آہستہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زمین پر مسلم وقف بورڈ کے عملہ کی ملی بھگت سے قابض ہوتے چلے گئے۔ یوں تو اُن کی دست برد سے کوئی بھی مزار اور خانقاہ محفوظ نہ رہی لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے اردگرد کی وسیع زمین بھی اُن لوگوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ اب ایک مختصر کمرہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اور اس کے ساتھ مسجد شاہ عبدالرحمٰن موجود ہے باقی تمام زمین ناجائز قابضین کے قبضہ میں جا چکی ہے۔ مزار سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تمام زمین پر اور دیگر مزارات اور مسلم املاک پر یہ لوگ کس طرح قابض ہوئے اس کا تذکرہ ہندوستانی کتب ہی سے کرتے ہیں۔

حضرت فریدالدین شاہ بلند شہر یو۔پی انڈیا ''راہنمائے مزاراتِ دہلی'' میں تحریر کرتے ہیں:

افسوس ہے کہ تقسیمِ وطن کے مضر اثرات سے عبادت گاہوں، خانقاہوں کا تقدس بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ مسلمان کثیر تعداد میں پاکستان چلے گئے۔ ہزاروں درگاہوں اور موقوفہ جائیدادوں پر غاصبانہ قبضے ہو گئے اور اُن کی شکل وصورت بھی تبدیل کر دی گئی۔ رفتہ رفتہ ان کی صحیح تاریخ اور نام ونشان کو بھی اہلِ دنیا نے فراموش کر دیا۔ (راہنمائے مزاراتِ دہلی، طبع 2007ء صفحہ 7)

ڈاکٹر محمد حفیظ الرحمٰن صدیقی ''مزاراتِ اولیا دہلی'' میں بیان کرتے ہیں:

1947ء کے بعد دہلی میں جو افراتفری مچی تو زیادہ تر مسلمان پاکستان چلے گئے اور دہلی پر پاکستان سے آئے ہوئے پناہ گزینوں کا قبضہ ہو گیا۔ مسلمانوں کے مذہبی مقامات کا بہت برا حال ہوا اور اُن کا کوئی پُرسانِ حال نہ رہا۔ درگاہ قدم شریف، درگاہ شاہِ مرداں اور چراغِ دہلی اور قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کی فصیل پر پاکستان سے آئے ہوئے پناہ گزینوں نے قبضہ کر لیا۔ کسی طرح سے حکومت نے ان درگاہوں کے خاص مقام کو خالی کروایا، باقی پوری فصیل پر آج بھی اُن ہی کا قبضہ ہے۔ باقی درگاہوں پر خود مسلمانوں نے قبضہ کر کے اپنے گھر بنا لیے ہیں۔ ان درگاہوں کی چار دیواریاں جو بہت وسیع تھیں اور اُن میں بھی بڑے بڑے اولیا کرام دفن تھے ان سبھی مزاروں پر لوگوں نے قبضہ کر کے گھر، مکان اور دکانیں بنا لی ہیں۔ آج بھی شیخ صلاح الدین رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ جو ساوتری نگر، شیخ سرائے میں ہے اس میں دکان چل رہی ہے۔ اسی جگہ ان کے خاندان کے ایک بزرگ کی درگاہ میں بڑھئی کا کام چل رہا ہے۔ درگاہ شیخ سلیمان دہلوی رحمتہ اللہ علیہ جو ظفر محل سے پورب نند وفروٹ والے کے مکان کے سامنے ہے، اس میں دکان کھول دی گئی ہے اور قبر کا تعویز اکھاڑ دیا گیا ہے۔ اس کے قریب دو اور مزاروں پر گنبد تعمیر ہیں جو کسی ہندو کے قبضہ میں ہیں اور رہائش کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کے چاروں طرف آرام فرما رہے صوفیا کرام کے مزاروں پر مکان تعمیر ہو گئے ہیں۔

ان مزاروں اور درگاہوں کی اپنی الگ الگ چار دیواری اور وسیع زمین تھی جو قبرستان کے طور پر استعمال کے لیے تھی۔ ان ساری زمینوں پر

حکومت نے قبضہ کرلیا اور دہلی کے زیادہ تر مزاروں اور قبرستان کی زمینوں پر ڈی۔ڈی۔اے[1] کا قبضہ ہے اور کچھ پر ایم۔سی۔ڈی[2] نے قبضہ جما رکھا ہے اور باقی پر بڑے بڑے سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ اوبرائے ہوٹل (دہلی کا مشہور ہوٹل)، دہلی پبلک سکول یہ سب قبرستان کی زمین پر واقع ہیں۔ سیّد محمود نجار کیلوکھری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کی زمین جو قبرستان کے استعمال کے لیے وقف تھی وہاں مزارات ختم کیے جا رہے ہیں جبکہ یہ وقف بورڈ[3] کی نگرانی میں ہے۔ افسوس اب وقف بورڈ کی نگرانی میں بھی مزارات اور ان کی زمینیں محفوظ نہیں ہیں۔ (مزاراتِ اولیا دہلی، طبع دہلی 2006ء)

اسی کتاب میں خواجہ سیّد اسلام الدین نظامی سجادہ نشین و امام خلجی مسجد دربار حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ تحریر فرماتے ہیں:

دہلی کی زیادہ تر پرانی آبادی پاکستان چلی گئی اور دہلی کی درگاہوں، مزاروں اور دیگر مسلم عمارتوں پر پاکستان سے آئے ہوئے مہاجرین کا قبضہ ہو گیا۔ بعد میں ان میں سے کچھ مقامات کو مولانا ابوالکلام آزاد نے خالی کرایا۔ اس دوران زیادہ تر مزارات کے کتبے توڑ دیئے گئے جس کی وجہ سے اِن بزرگوں کے مزاروں کو پہچاننا دشوار ہو گیا۔ بہت سارے مزاروں پر قبضہ کرکے مکان بھی بنا لیے گئے۔ (مزاراتِ اولیا دہلی)

اِن عبارات سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ تقسیمِ برصغیر کے بعد ہندوستان میں مزارات کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ مسلمانوں کی چھوڑی ہوئی زمینوں کی حفاظت کے لیے مسلم وقف بورڈ قائم کیا گیا جس پر مسلمانوں کے اس مذہبی طبقہ کا قبضہ تھا جس کا سیاسی تسلط اور غلبہ ہندوستان میں کانگرس کے اتحادی ہونے کی وجہ سے قائم تھا۔ یہ لوگ اپنے فکری اور اعتقادی نقطہ نگاہ کے لحاظ سے تصوف و روحانیت سے نہ صرف نابلد تھے بلکہ ذہنی طور پر اس کے مخالف بھی تھے۔ انہوں نے اپنوں میں درگاہوں اور مزارات کی زمینیں ریوڑیوں کی طرح تقسیم کیں اور یوں یہ طبقہ مسلم ورثہ کی تباہی کا باعث بنا۔ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے ملحقہ بھی وسیع زمین تھی جہاں ناجائز قابضین نے اپنے مکانات کی تعمیرات شروع کر دیں۔ یوں یہ پورا علاقہ ''مسلم وقف بورڈ کوارٹرز دہلی نمبر 6'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اب آپؒ کا ایک چھوٹا سا مزار اور ملحقہ مسجد شاہ عبدالرحمٰن ہے۔ باقی تمام زمین اِن قابضین کے قبضہ میں جا چکی ہے۔ اب مزار کی جگہ پر قبضہ کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ مزار اب بھی مسلم وقف بورڈ کی تحویل میں ہے اور مزار کی نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ سیّد سلیم الزمان ہاشمی خود مخطوطہ میں لکھتے ہیں:

یہ خادمِ سادات سیّد سلیم الزمان ہاشمی ولد حافظ قاری سیّد احسان اللہ ہاشمی جو کہ دربار سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ کے گرد و نواح میں رہائش پذیر ہے، اب تو یہ آثم اکیلا ہی فتنہ گروں کے درمیان اس دربار کی حفاظت پر مامور ہے، کمزور اور ناتواں عمر کے اس حصہ میں فتنوں میں گھرا ہوا ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد اس علاقہ پر فتنہ گروں اور قبضہ گروپوں نے قبضہ کر لیا ہے اور ان کے ڈر کی وجہ سے کوئی یہاں نہیں آتا اور پھر کوئی سجادہ نشین بھی نہیں ہے جو لوگوں کو معلومات مہیا کر سکے۔ دربار پر فتنہ پرور قبضہ کرنے اور اسے ختم کرنے کی عرصہ سے کوشش کر رہے ہیں اور دربار کی کافی زمین پر قابض ہو چکے ہیں لیکن اللہ کے خاص فضل و کرم سے کسی کی نگرانی اور سجادگی نہ ہونے کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دربار محفوظ ہے۔

مزار کا پتہ: پرانی دہلی 6۔ لاہوری دروازہ سے مشرق کی جانب نزد صدر ریلوے سٹیشن ریلوے کالونی مسلم وقف بورڈ کوارٹرز دہلی 6۔

---

[1] Delhi Development Authority [2] Municipal Corporation of Delhi [3] مسلم وقف بورڈ کو مسلمانوں کی مذہبی املاک، درگاہوں، مزارات، مساجد، قبرستانوں و دیگر املاک کی حفاظت اور انتظام کے لیے قائم کیا گیا تھا لیکن یہ بورڈ خود بہت بڑا مافیا بن گیا اور اس کی زیرِ نگرانی مسلمانوں کی نشانیاں، مزارات، مساجد کی وقف جائیدادوں اور قبرستانوں تک پر قبضہ کرایا گیا اور انہیں مسمار کرایا گیا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی ظاہری بیعت کے بارے میں اختلاف

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی حیاتِ مبارکہ پر تحقیق کرنے والوں میں سب سے زیادہ اختلاف آپؒ کے سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کے دستِ مبارک پر ظاہری بیعت کے معاملہ پر پایا جاتا ہے۔ اس معاملہ میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آپؒ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بیعت فرمایا اور آپ کو غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانیؓ کے سپرد فرمایا۔ انہوں نے آپؒ کی تربیت فرمائی اور آپؒ نے اپنی کتب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کو ہی ''شیخِ ما'' فرمایا ہے، اس بات کا تذکرہ ہم بھی پچھلے صفحات میں کر چکے ہیں۔ دوسری دلیل یہ لوگ یہ لاتے ہیں کہ سلطان باھوؒ نے خود اپنی کسی کتاب میں بھی اس ظاہری بیعت کا تذکرہ نہیں کیا اور آپؒ سے یہ بات بعید از قیاس ہے کہ آپؒ کسی سے فیض حاصل کریں اور اُس کا تذکرہ بھی نہ کریں۔ یہ دلیل تصوف میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ ایسی بہت سی اور مثالیں بھی موجود ہیں جیسے کہ شاہ حبیب اللہ قادریؒ نے بھی اپنی کتاب سرّ الحبیب میں کہیں بھی اپنے مرشد سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانیؓ نے بھی اپنی کسی کتاب میں اپنے مرشد حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی کا ذکر نہیں فرمایا۔ سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی ظاہری بیعت کا ذکر ''مناقبِ سلطانی'' میں شجرۂ طریقت کے ساتھ مذکور ہے اور چونکہ حضرت سلطان باھوؒ کی حیات پر یہ اوّلین تصنیف ہے اس لیے اس پر یقین کرنا چاہیے اور اختلاف تو تب کیا جائے جب کوئی دوسری وجہ یا ثبوت موجود ہو۔ اب ہم اس سلسلہ میں اختلافات کا ذکر کرتے ہیں۔

1۔ سب سے زیادہ حیرانگی ہمیں نور محمد کلاچوی پر ہے کہ وہ محض محقق نہیں تھے اور ان کے مطابق انہیں براہِ راست فیض حضرت سلطان باھوؒ سے ملا اور اُن کے بقول وہ حضرت سلطان باھوؒ کے روحانی وارث ہیں۔ اس سلسلہ میں اپنی کتب میں بہت سی روحانی ملاقاتوں کا ذکر بھی کرتے ہیں اور کسی کتاب میں اپنی ظاہری بیعت کا ذکر نہیں کرتے لیکن اُن کے صاحبزادے عبدالحمید سروری قادری ''حیاتِ سروری'' میں نور محمد کلاچوی کی ظاہری بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابتدا میں آپ (نور محمد کلاچوی) نے سلطان العارفینؒ کے سجادہ نشین سوم حضرت صالح محمدؒ سے بیعت کی۔ ابھی آپ کم سن ہی تھے کہ آپ کے والد صاحب آپ کو دربار شریف لے گئے اور اپنے پیر و مرشد حضرت صالح محمدؒ کے حضور پیش کر کے بیعت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت صالح محمدؒ نے بڑی شفقت سے آپ کو بیعت کیا۔ اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد جب آپ کالج چھوڑ کر درویش کی صورت میں دربار پر قیام پذیر ہوئے تو حضرت صالح محمدؒ وفات پا چکے تھے اور حضرت نور محمدؒ صاحب سجادہ نشین تھے۔ حضرت نور محمدؒ صاحب اکثر دورے پر دامان کے علاقے میں آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ موضع ڈُدی تشریف لائے۔۔۔۔۔۔ نور محمد صاحب کلاچی سے زیارت کے لیے اپنے والد صاحب کے ہمراہ ڈُدی گئے اور وہیں آپ سے بیعت کی تجدید کر لی۔'' (صفحہ 56)

اب اگر نور محمد کلاچوی کو براہِ راست فیضِ اویسی طریقہ سے سلطان العارفین سلطان باھوؒ سے مل گیا تھا تو اُن کو ظاہری بیعت، وہ بھی ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

نور محمد کلاچوی مخزن الاسرار میں سلطان العارفین سلطان باھوؒ کی ظاہری بیعت کے متعلق لکھتے ہیں:

''حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ العزیز کی ظاہری بیعت کا کہیں سراغ نہیں ملتا اور ٹھیک پتہ معلوم نہیں ہوتا۔'' (مخزن الاسرار صفحہ 259-260)

لیکن نور محمد کلاچوی مرحوم ہی اپنی کتاب ''انوارِ سلطانی پنجابی شرح اشعارِ سلطانی'' میں صفحہ 8 پر سلسلہ سروری قادری کا جو شجرہ طریقت درج کرتے ہیں اس میں حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مبارک نام سے پہلے ''پیر رحمٰن'' (سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ) کا نام موجود ہے۔ یعنی دوسری کتاب میں خود اپنی ہی بات کو ردّ کر رہے ہیں۔

اسی طرح نور محمد کلاچوی کے صاحبزادے عبدالحمید سروری قادری (جو اُن کے جانشین بھی ہیں) نے حیاتِ سروری کے صفحہ 132، 133 اور 219 پر جو شجرہ طریقت قادریہ سروریہ دیا ہے اس میں بھی سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کا نام ''پیر رحمٰن'' کے نام سے موجود ہے۔ راہِ سلوک کے مسافر جانتے ہیں کہ شجرہ طریقت بیعت کرتے وقت مرشد پڑھتا ہے۔ اب نور محمد کلاچوی کی بات کو اُن کے جانشین فرزند ہی ردّ کر رہے ہیں۔

2۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی جن کا تعلق خانوادہ سلطان باھوؒ سے ہے ''دیوانِ باھُوؒ'' میں سلطان باھوؒ کو ظاہری مرشد سے بے نیاز فرماتے ہیں اور ''شرح ابیاتِ باھُوؒ'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان باھوؒ کے شیخ وہی تھے جن کو آپؒ نے اپنی کتب میں جابجا ''شیخِ ما'' لکھا ہے یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ، لیکن اپنی کتاب مرآتِ سلطانی (باھُوؒ نامہ کامل) میں اپنی اس بات سے مراجعت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

شاہ حبیب اللہ قادریؒ نے فرمایا ''اے فقیر! تو جو کچھ چاہتا ہے میرے پاس نہیں۔ البتہ میرے مرشد کے پاس دہلی چلے جاؤ جن کا نام پیر سیّد عبدالرحمٰن گیلانیؒ ہے۔'' حضرت سلطان العارفینؒ جب دہلی پہنچے تو سیّد السادات حضرت پیر عبدالرحمٰن دہلویؒ کو اپنا منتظر پایا، انہوں نے سلطان العارفینؒ کو فوراً ہی فیضِ ازلی عطا فرما دیا۔ (صفحہ 114)

ڈاکٹر سلطان الطاف علی اسی کتاب کے صفحہ نمبر 120 اور 121 پر سلسلہ قادریہ کے جو شجرہ ہائے طریقت درج کرتے ہیں اُن میں سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کے نام مبارک سے پہلے سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کا نام لکھتے ہیں۔ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپؒ نے ظاہری بیعت سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کے دستِ مبارک پر کی تھی۔

3۔ اس سلسلہ میں سب سے سخت موقف احمد سعید ہمدانی کا ہے۔ انہوں نے ''شیخِ ما حضرت سلطان العارفینؒ کے مرشد'' کے عنوان سے اپنی کتاب ''سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ (حیات و تعلیمات)'' میں تفصیلی بحث کی ہے۔ اس بحث سے پہلے مناقبِ سلطانی کی عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

دریائے راوی کے کنارے واقع گڑھ بغداد میں ایک شیخ حضرت شاہ حبیب اللہ قادریؒ مشہور تھے۔ اُن کی خدمت میں آپؒ

حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے مختلف انداز سے حضرت سلطان العارفین ؒ کو آزمانے کی کوشش کی مگر ہر بار حضرت سلطان العارفین ؒ کو قوت وہمت میں خود سے بڑھ کر پایا۔ آخر کو آپ ؒ سے درخواست کی کہ میرے شیخ حضرت پیر سیّد عبدالرحمٰن قادری دہلوی (ؒ) کی خدمت میں تشریف لے جائیے۔ صاحبِ مناقب سلطانی کے بیان کے مطابق دہلی کے اس سفر میں بھکر کے ایک درویش سلطان حمید آپ ؒ کے ساتھ تھے۔ وہ آپ ؒ کے خلیفہ بھی تھے۔ آپ ؒ حضرت پیر عبدالرحمٰن قادری ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پیر صاحب آپ ؒ کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔۔۔ پس آپ ؒ نے مرشدِ کامل سے اپنا ازلی نصیبہ ایک قدم سے ایک ہی دم میں پالیا۔ جو چاہتے تھے مل گیا۔

پھر احمد سعید ہمدانی صاحبِ مناقبِ سلطانی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مناقبِ سلطانی" کے مصنف نے انہی عبدالرحمٰن قادری ؒ کو حضرت سلطان العارفین ؒ کا ظاہری مرشد مانا ہے اور ایک شجرۂ طریقت بھی نقل کر دیا ہے۔ مگر مذکورہ واقعہ بیان کرنے سے قبل انہوں نے حضرت سلطان باھو ؒ کا ایک کشف بھی لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلطان العارفینؒ کو سب مطلوبہ فیض اویسی طور پر مل چکا تھا اور بارگاہِ نبوی ﷺ سے بوسیلہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ خلقِ خدا کو ہدایت دینے کا حکم صادر ہو چکا تھا۔ کشف کا یہ واقعہ مصنف مناقبِ سلطانی حضرت سلطان حامد صاحب نے اپنے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ سنا ہے۔ یہ کشف عین بیداری میں ہوا۔ آپ ؒ ایک دن شورکوٹ کے آس پاس کہیں کھڑے تھے کہ اچانک ایک صاحبِ نور، صاحبِ حشمت اور بارعب سوار نمودار ہوا۔ جس نے آپ ؒ کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے بٹھا لیا۔۔۔۔ یہ حضرت امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے۔۔۔۔۔ (بعد ازاں جو کچھ پیش آیا اس کی تفصیل گذشتہ سطور میں نقل کی جا چکی ہے۔) رسول کریم ﷺ کی مجلس میں حاضری اور صحابۂ کبار اور اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی برکت سے مملو ہو کر آپ ؒ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سپرد کیا گیا۔ "رسالہ روحی شریف" میں حضرت سلطان العارفین ؒ جب ارواحِ سلطان الفقر کا ذکر کرتے ہیں تو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ کے بارے میں فرماتے ہیں "یکے روحِ شیخ ما، حقیقۃُ الحق، نورِ مطلق، مشہود علی الحق، حضرت محبوبِ سبحانی" (ایک روح ہمارے شیخ، حقیقۃُ الحق، نورِ مطلق، مشہود علی الحق حضرت محبوبِ سبحانی ہیں)۔ اب اگر اس کشف کے بیان اور پیر عبدالرحمٰن قادری ؒ کی ملاقات کی روایت کا موازنہ کیا جائے تو تضاد ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب اس "فتحِ کبیر" کے بعد حضرت سلطان العارفین ؒ پر تجلیاتِ ذاتی وارد ہونے لگیں اور خود ارواحِ جلیلہ نے آپ ؒ کو رشد و ہدایت کی اجازت سے سرفراز کر دیا تھا پھر کسی پیر سے "ازلی نصیبہ" پالینے کا کیا سوال ہے؟ آپ تو خود ہی شروع سے مرشدِ کامل کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔

اس کے بعد احمد سعید ہمدانی مزید لکھتے ہیں:

مناقبِ سلطانی میں یہ بھی لکھا ہے "چونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ مادر زاد ولی تھے اس لیے روزِ پیدائش سے ہی صاحبِ اسرار تھے۔" نیز آپؒ خود فرماتے ہیں "مجھے انوارِ ذات کی تجلیات کے مکاشفات کے سبب ظاہری علم اور ورد وظیفہ کے لیے فرصت نہیں، میں ہر

وقت وحدانیت میں مستغرق اور سیر فی الذات میں رہتا ہوں۔'' اگر ظاہری علم یا وِرد وظیفہ کی فرصت و ضرورت نہ تھی تو پھر ظاہری مرشد کی ضرورت سے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ اسی طرح بے نیاز تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہمارے تہذیبی زوال کے دور میں مختلف حلقوں اور شعبوں کے متاخرین کے ہاں صرف ظاہری نظام کے قواعد کا التزام اور اس کی غیر ضروری تاکید ہی باقی رہ گئی تھی، اسی طرح طریقت میں بھی روایت کی ظاہری صورت کی اہمیت کچھ زیادہ ہی بڑھا دی گئی تھی۔ شاعری میں اگر کوئی کسی کو اپنا استاد ظاہر نہیں کر سکتا تھا تو اس کو بے اُستاد ہونے کا طعنہ دیا جاتا تھا، اسی طرح طریقت میں جو اپنے تئیں کسی پیر سے منسلک ظاہر نہ کر سکتا تھا وہ بے پیر کہلاتا تھا۔ جہاں تک حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کا تعلق ہے، انہوں نے تو اس کی ہرگز پرواہ نہیں کی اور اپنے رسائل و کتب میں کسی حبیب اللہ شاہ اور پیر سیّد عبدالرحمٰن قادری کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس کے برعکس اپنے اویسی فیض اور مذکورہ کشف کا اکثر ذکر کیا ہے مگر شاید بعد میں آنے والوں نے ضروری سمجھا کہ اس دور کے مخصوص تہذیبی پسِ منظر میں اپنے جدِامجد کو کسی نہ کسی روایتی شجرۂ طریقت سے منسلک دیکھیں اور دکھائیں۔ یوں ظاہری مرشد کا حوالہ اُن کے نزدیک لازمی ٹھہرا۔ (صفحہ 50-46)

4۔ ممتاز بلوچ ''ھُو دے بیت'' میں لکھتے ہیں:

⌘ حضرت عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ہوراں دے ہتھیں آپ رحمتہ اللہ علیہ دی بیعت دا تذکرہ محض قیاسی اے جیہدا حقیقت نال کوئی تعلق نہیں بن دا تے نہ ای اجیہا کوئی تعلق نظر آندا اے۔ (صفحہ 61)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت کا تذکرہ محض قیاس آرائی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق بنتا ہوا نظر نہیں آتا اور نہ ہی ایسا ممکن دکھائی دیتا ہے۔

ممتاز بلوچ صاحب ایک تو صرف محقق ہیں اس لیے ان کی کتاب میں فقر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ علم کی حد تک ہے۔ پھر اس عبارت کے سلسلہ میں بھی انہوں نے نور محمد کلاچوی، سلطان الطاف علی اور احمد سعید ہمدانی کی اُن تحریروں کا سہارا لیا ہے جن میں وہ لوگ اس ظاہری بیعت کے مخالف نظر آتے ہیں۔

مولوی محمد دین گجراتی نے سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ پر ایک رسالہ 1927ء میں طبع کرایا تھا۔ شدید کوشش اور تلاش کے باوجود نہ مل سکا لیکن اس کی عبارت جس کی تلاش تھی وہ احمد سعید ہمدانی کی کتاب ''سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ (حیات و تعلیمات)'' کے صفحہ 49 پر مل گئی۔ وہیں سے ہو بہو نقل کر رہے ہیں اور یہی عبارت ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے جس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

⌘ مولوی محمد دین گجراتی نے پیر عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے تعلق کو محض ''بشارت'' دینے کی حد تک مانا ہے۔ انہوں نے روایت کی ہے ''پیر عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور حجرے کے اندر لے گئے اور فرمایا ''تُو تو مالا مال فیضانِ توحیدی سے ہے اور تیرے ہاتھ پر ہاتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے اور حضرت پیرانِ پیر دستگیر رضی اللہ عنہٗ کا تو تربیت یافتہ ہے۔'' پس حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بشارت پا کر بازارِ دہلی میں تشریف لا کر بازاریوں پر توجہ فرمائی۔ پس دکاندار، خاص و عام کو ایک عالم جذب کا ظہور میں

آیا۔

میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ جو صاحبِ مسمّٰی اسم ذات مرشد، امانتِ الٰہیہ، خلافتِ الٰہیہ کے حامل اور سلطان الفقر کے مرتبہ پر فائز ہیں اور اُن کا تعلق بھی خانوادہ سلطان باھوؒ سے ہے، فرمایا کرتے تھے:

''سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلویؒ کے دستِ مبارک پر ظاہری بیعت فقر کی ضروریات کی تکمیل تھی۔ پس آپؒ ایک دن حاضر ہوئے، بیعت کی اور واپس آگئے۔'' آپؒ کا فرمانا تھا کہ فقر میں ظاہری بیعت ضروری ہے کیونکہ اگر سلطان باھُوؒ سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کے دستِ مبارک پر ظاہری بیعت نہ کرتے تو سلسلہ سروری قادری کی کڑی جو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ سے سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ تک پہنچتی ہے، وہ ٹوٹ جاتی اور آپؒ مرشد اتصال نہ رہتے۔ سلطان محمد اصغر علیؒ نے حوالہ دیا کہ سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کو تمام فیض اور خزانہ فقر چالیس سال تک دربار حضرت سلطان باھوؒ پر قیام کے دوران مل گیا پھر جب علومِ باطنی میں آپؒ کی تکمیل ہوگئی تو آپؒ کو حکم ہوا کہ ظاہری بیعت جا کر پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحبؒ کے ہاتھ پر کرو۔ سلطان محمد اصغر علیؒ فرمایا کرتے تھے ''اسی طرح میرے مرشد سلطان محمد عبدالعزیزؒ بغداد جا کر حضور غوث پاکؓ کی آل کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتے تھے۔ پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی صاحبؒ نے سلطان باھُوؒ کی بارگاہ میں باطنی عرض بھی کی کہ حضور یہ آپ کی آل ہیں اور آپ ہی اِن کو بیعت فرمائیں لیکن سلطان العارفینؒ نے سلطان محمد عبدالعزیزؒ کو سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کی ظاہری بیعت کا حکم دیا۔ فقر میں ظاہری بیعت اور مرشد ضروری ہے۔'' میرے مرشد سلطان محمد اصغر علیؒ جو سلسلہ شریف بیعت کرتے وقت پڑھا کرتے تھے وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع ہو کر سیّدنا غوث الاعظمؓ تک پہنچتا ہے پھر کڑی در کڑی حضرت سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ تک پہنچتا ہے پھر وہاں سے آگے چلتا ہوا اُن کے مرشد سلطان محمد عبدالعزیزؒ تک پہنچتا ہے۔ اس میں سلطان باھوؒ سے پہلے سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کا نام آتا ہے اور یہ فقیر بھی وہی سلسلہ پڑھتا ہے۔ صرف دو اشعار کا اضافہ کیا ہے جو میرے مرشد کے بارے میں ہیں۔

ہندوستان سے شائع ہونے والی تمام کتب آثارِ دہلی، راہنمائے مزاراتِ دہلی، مشائخ قادریہ، مزاراتِ اولیا دہلی اور بہت سی کتب میں جہاں سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کا تذکرہ آیا ہے اس میں بھی یہ فقرہ موجود ہے کہ آپ (سیّد عبدالرحمٰن دہلوی)ؒ پنجاب کے مشہور صوفی حضرت سلطان باھُوؒ کے مرشد ہیں۔

جن لوگوں نے حضرت سلطان العارفینؒ کی ظاہری بیعت سے اختلاف کیا ہے یہ اُن کی تحقیق ہے جو انہوں نے اپنے علم اور موجود کتب سے کی لیکن ہماری تحقیق کا مقصد اُن کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اُن کے کام کو مزید آگے بڑھانا ہے۔ اس سلسلہ میں اتنا عرض ہے کہ محقق صرف تحقیق ہی کر سکتا ہے اور اس میں غلطی کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا۔ اصل بات راہِ فقر میں عملی طور پر کسی مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی کی راہبری میں تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ذریعہ فقر کے سفر کو طے کرنا ہے۔ اصل حقیقت سفر کی تکمیل کے بعد سمجھ میں آتی ہیں جو صرف ظاہری علم سے نہیں آسکتی۔ یہ فقیر اپنی ایک مثال پیش کرتا ہے کہ جب یہ فقیر 1998ء میں بیعت ہوا تو عین الفقر کا پہلا صفحہ پڑھا تو کچھ اور سمجھ آیا لیکن جیسے

جیسے وقت گزرتا گیا یہ ایک صفحہ ہی نئے سے نئے معارف وا کرتا چلا گیا، باقی کتب کا تذکرہ تو چھوڑیں۔ اسی لیے حضرت سلطان باھُوؒ نے اسی صفحہ پر فرمایا ہے''یہ کتاب مبتدی اور منتہی دونوں کے لیے کامل راہبر ہے۔'' لہٰذا عقل اور علم اس راہ میں لنگڑا گھوڑا ہے۔ اگر صرف علم ہی راہِ فقر میں راز عطا کر دیا کرتا تو مرشد اور فقر کی ضرورت ہی نہیں تھی، پھر ظاہری علم اور شریعت ہی کافی ہوتے۔

لیکن پھر بھی ان محققین کی بات علم کی حد تک درست ہے کیونکہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- سروری قادری اسے کہتے ہیں جسے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیعت فرماتے ہیں۔ اس کے وجود سے بدخلقی کی خو بو ختم ہو جاتی ہے اور اُسے شرعِ محمدیؐ کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- ایک اس (اعلیٰ) مرتبے کے سروری قادری ہوتے ہیں جنہیں خاتم النبیین رسولِ ربّ العالمین، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی مہربانی سے نواز کر باطن میں حضرت محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ العزیز کے سپرد کر دیں اور حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہٗ بھی اُسے اس طرح نوازتے ہیں کہ اُسے ایک لمحہ بھی خود سے جدا ہونے نہیں دیتے۔ (محک الفقر کلاں)

جنہوں نے ظاہری بیعت کو رد کیا ہے انہوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے اویسی سلسلہ یا طریقہ کا سہارا لیا ہے۔ اویسی سلسلہ یا طریقہ موجود ہے اور ہم اس سے انکار نہیں کرتے۔ اویسی طریقہ وہ ہے جس میں فیض براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی ولی کامل جو وصال پا چکا ہو، سے ملتا ہے۔ اس میں تین طریقے ہیں:

1۔ جن عظیم ہستیوں کو تلقین و ارشاد کی مسند پر فائز کیا جاتا ہے اُن کے لیے اویسی طریقہ سے براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض حاصل کرنے کے باوجود ظاہری بیعت ضروری ہے کیونکہ ان کا مرشد اتصال ہونا ضروری ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ پیرانِ پیر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ جن کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، جن کو معراج کے دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت فرمایا، مادر زاد ولی ہیں اور جن کی مہربانی اور کرم کے بغیر کوئی فقر کی خوشبو تک کو نہیں پا سکتا، جن کو اویسی طریقہ سے سب کچھ عطا ہو چکا تھا جیسا کہ 'ہمعات' میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں''حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد اولیا کرام اور اصحابِ طریقت کا سلسلہ چلتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہِ جذب کو باحسن طے کر کے نسبتِ اویسی کی اصل کی طرف رجوع کیا اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کی ذاتِ گرامی ہے۔'' یعنی سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ نے سب کچھ اویسی نسبت سے حاصل کیا اور سلطان العارفینؒ ان ہی کو اپنا مرشد مانتے ہیں اور ''شیخِ ما'' فرماتے ہیں۔ اگر سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کو سب کچھ اویسی طریقہ سے مل چکا تھا تو انہیں پھر ظاہری بیعت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کی حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومیؒ سے ظاہری بیعت مستند روایات کے ساتھ کتب سیر و تصوف میں منقول ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہٗ کی بیعت اس طرح ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہٗ اپنے مرشد حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومیؒ کی بارگاہ میں گئے، انہوں نے آپ رضی اللہ عنہٗ کو کھانا کھلایا، خرقہ پہنایا اور بس۔ اسی دن سے آپ رضی اللہ عنہٗ نے تلقین و ارشاد کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی ظاہری بیعت بھی اسی طرح ہے اور

مولوی محمد دین گجراتی کی عبارت سے ہماری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ آپؒ اپنے ظاہری مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی اور تمام فیض یک دم پالیا کیونکہ فقر کی تمام منازل تو آپؒ اویسی طریقہ سے طے کر چکے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ تلقین وارشاد کی مسند کے لیے ظاہری بیعت ہونا کیوں ضروری ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ فقر میں سلاسل کا ایک نظام قائم کیا گیا ہے جو درجہ بدرجہ حضورِ اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ ہر مرشد کامل کو ''شیخِ اتصال'' ہونا چاہیے یعنی حضورِ اکرم ﷺ تک شجرۂ طریقت پہنچنے تک سلسلے کا کہیں ''انقطاع'' نہیں ہونا چاہیے اور شجرۂ طریقت بابِ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے گزر کر مدینۃ العلم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سلسلہ پہنچنے تک درمیان سے کوئی کڑی ٹوٹنے نہ پائے ورنہ بڑے بڑے فتنوں کے وقوع پذیر ہونے کا خدشہ ہے۔ اگر لوگ جھوٹے نبی اور جعلی مہدی ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں تو کوئی گمراہ کسی گدی پر بیٹھ کر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اُسے براہِ راست فیض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی ولی سے مل گیا ہے اور اسے ظاہری بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا کہے تو وہ گمراہ ہے اور اُسے جوتے مارو۔ آج کل گلی گلی جو جعلی پیر پھیلے ہوئے ہیں اُن سب کا کہنا ہے کہ اُن کو براہِ راست فیض ملا ہوا ہے اور ظاہری بیعت سے انکاری ہیں اور کچھ جدی اور پیدائشی پیر ہونے کے دعویدار ہیں۔ سیّدنا غوث الاعظمؓ اور سلطان العارفینؒ کی ظاہری بیعت رسماً اسی نسبت سے ہے۔ تلقین وارشاد کی مسند پر فائز ہونے کے لیے ان کی ظاہری بیعت ضروری تھی کیونکہ انہوں نے تلقین وارشاد کے فرائض ادا کرنے تھے اور ایک زمانے کو فیض پہنچانا تھا اور آپؒ کے سلسلہ نے تا قیامت قائم رہنا ہے۔ دوسری وجہ آپؒ کی ظاہری بیعت کی یہ ہے کہ مستقبل میں کوئی گمراہ آپؒ جیسی ہستیوں کو مثال بنا کر اویسی طریقہ کا سہارا لے کر مسندِ تلقین وارشاد پر نہ بیٹھ جائے۔ سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ فرماتے ہیں ''وہ مشائخ اہلِ سنت جن کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ بابِ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے علم کے منبع (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) تک پہنچتا ہے، لوگوں کو حکمت سے اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔'' (سرّ الاسرار فصل 5) اس عبارت سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ صاحبِ تلقین وارشاد ہونے کے لیے ''مرشدِ اتصال'' ہونا ضروری ہے۔

روحانی سلاسل میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سلسلہ کے شیخ کو اپنی زندگی میں ایسا شخص نہیں ملتا جسے سلسلہ منتقل کیا جا سکے اس لیے سلسلہ کو منتقل کیے بغیر ہی اس کا وصال ہو جاتا ہے۔ بعد از وصال وہ اپنے مزار سے سلسلہ منتقل کرتا ہے اس طرح سلسلہ میں کوئی انقطاع یا تعطل نہیں ہوتا اور سلسلہ جہاں سے رُکا ہوتا ہے وہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ تصوف یا طریقت میں ایسی دو مثالیں اہم ہیں، ایک سلسلہ نقشبندیہ میں اور دوسری سلسلہ سروری قادری میں۔ سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ اپنے مرشد حضرت بایزید بسطامیؒ کے وصال کے ستاسی سال بعد پیدا ہوئے اور بلوغت کے بعد بیس سال حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزار مبارک پر ریاضت کے بعد اُن کو سلسلہ منتقل ہوا اور یوں سلسلہ نقشبندیہ دوبارہ جاری ہوا۔ سلسلہ سروری قادری میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ 1102ھ میں سلسلہ منتقل کیے بغیر ہی وصال فرما گئے۔ اُن کے وصال کے چوراسی سال بعد سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ وہ بارہ سال تک روضہ رسولؐ پر معتکف رہے، سیّدنا غوث الاعظمؓ سے تربیت کے بعد 1241ھ میں مزار سلطان العارفین حضرت سخی

سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے، امانتِ الٰہیہ اور سلسلہ سروری قادری کی امانت حاصل کی اور سلسلہ سروری قادری جہاں رُکا تھا وہیں سے دوبارہ شروع ہو گیا۔

2۔ دوسرا اویسی طریقہ وہ ہے جس میں طالب سے تلقین وارشاد کا کام نہیں لیا جاتا بلکہ صرف دین کا کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے۔ اس کی مثال علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جن کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اویسی طریقہ سے فیض ملا حالانکہ اوائل عمری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ قادری سلسلہ میں ظاہری بیعت بھی کر چکے تھے لیکن اپنے کلام میں کہیں بھی ظاہری مرشد کا ذکر نہیں کرتے بلکہ مولانا رومؒ کو ہی اپنا مرشد قرار دیتے ہیں۔

3۔ تیسرا اویسی طریقہ وہ ہے جس کے تحت ابتدائے حال میں کسی طالب کی راہِ حق میں تربیت کی جاتی ہے۔ اس طالب کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یہ ضروری نہیں۔ پھر ظاہری مرشد کی بارگاہ میں مکمل تربیت کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔

امید ہے اس تحریر سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری بیعت کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں دور ہو گئی ہوں گی۔ اگر میری تحریر سے کسی کی دل آزاری ہوئی ہے تو معافی چاہتا ہوں لیکن کسی کی دل آزاری سے زیادہ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے کسی بھی پہلو یا گوشہ کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے۔

تلقین وارشاد

دستِ بیعت کے بعد دہلی سے واپس تشریف لا کر حضرت سخی سلطان باھوؒ نے رشد و ہدایت کا آغاز فرمایا۔اس روز سے آپؒ پر ذاتِ الٰہی کے جذبات وانوار اس طرح متجلی ہونا شروع ہوئے کہ سینکڑوں لوگوں کو ایک ہی نگاہ سے ایک ہی قدم میں واصل باللہ کر دیتے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے رسمی پیر یا سجادہ نشین شیخ کے مقابلے میں آزاد فقیر کی تعریف یہ کی ہے ''آزاد فقیر مصلحتوں اور آداب ورسوم کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔آزاد فقیر ایک تو کسی جگہ کا پابند ہو کر رہنے پر مجبور نہیں ہوتا دوسرے اس کا فیض ہر حال اور ہر صورت جاری رہتا ہے۔عام طور پر وہ سیر و سفر میں رہتے ہوئے فقر کی نعمت لوگوں کے گھروں اور دروازوں پر لٹاتا پھرتا ہے۔''

حضرت سخی سلطان باھوؒ بھی لوگوں کو معرفت اور فقر کی تعلیم و تلقین کیلئے ہمیشہ سفر میں رہے اور ساری عمر گھوم پھر کر محبت اور معرفتِ الٰہی کا خزانہ بانٹتے پھرے۔یہ سب کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں:

نفس را رسوا کنم بہر از خدا بر ہر درے قدمے زنم بہر از خدا

ترجمہ: میں اپنے نفس کو رضائے الٰہی کی خاطر رسوا کرتا ہوں اور ہر در پر اللہ کی خاطر قدم رکھتا ہوں۔(نور الہدیٰ کلاں)

تلقینِ رشد و ہدایت کے لیے آپؒ نے زیادہ تر سفر وادی سون سکیسر، ملتان، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان، سندھ اور بلوچستان کی طرف کیے۔آپؒ کا تذکرہ کسی کتاب، مجموعہ یا ملفوظات میں اس لیے نہیں ملتا کہ آپؒ اس زمانہ کے تہذیب و ثقافت اور علوم کے مراکز سے دور رہے اور آپؒ کی ملاقات کسی صاحبِ تصنیف سے بھی نہیں ہوئی۔دہلی جانے کا ذکر بھی ایک بار ہی ملتا ہے۔آپؒ دیہاتوں کے سیدھے سادے لوگوں میں اسمِ اللہ ذات کا خزانہ لٹاتے رہے اور پھر انہی دیہاتی لوگوں نے آپؒ کے کام کو آگے بڑھایا۔

سفر میں اکثر ایسا ہوتا کہ آپؒ کسی پر نگاہ فرماتے اور اسے خدا رسیدہ بنا دیتے۔آپؒ کے والد حضرت بازید محمدؒ کو شہنشاہ شاہ جہان کی طرف سے ایک بہت بڑی جاگیر ملی ہوئی تھی جس میں ایک اینٹوں کا قلعہ اور کئی آباد کنویں بھی تھے۔گو خاصی وسیع جاگیر تھی اور ہمہ وقت انتظام اور نگرانی کی متقاضی تھی لیکن حضرت سلطان باھوؒ کا یہ معمول تھا کہ جب جذبہ نے غلبہ کیا گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔مصنف 'مناقبِ سلطانی' لکھتے ہیں کہ آپؒ نے عمر بھر کسی دنیاوی تعلق یا شغل سے دستِ مبارک کو آلودہ نہ فرمایا۔ہاں دو دفعہ بیل لیکر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا اور کھیتی باڑی کی لیکن دونوں مرتبہ عشقِ الٰہی کے جذبات کے سبب آپؒ نے بیلوں کو جُتے جتائے کنویں پر چھوڑا اور خود تجلیات اور

مکاشفاتِ دیدار میں مست ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی سیر کو نکل گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ تھے اور مرشدِ کامل نور الہدیٰ سالک (طالبِ اللہ) کو تعلیم، توجہ اور تلقین کے ذریعے عین العیان کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے ذکر، فکر اور وِرد و وظائف کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی شہر شہر قریہ قریہ گھوم پھر کر طالبانِ مولیٰ کو تلاش کرنے اور انہیں واصل باللہ کرنے میں گزری۔ خلقِ خدا کو تلقین کی یہ ذمہ داری آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ نبویؐ سے عطا ہوئی تھی۔

سلطان باھُوؒ کا لقب
’’سلطان العارفین‘‘ اور مرتبہ ’’سلطان الفقر‘‘

تمام دنیا خصوصاً فقرا اور اولیا میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ’’سلطان العارفین‘‘ کے لقب سے مشہور ہیں۔

لقب ’’سلطان العارفین‘‘ کے دعویدار

حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ جب دنیا میں لقب سلطان العارفین سے مشہور و معروف ہوگئے تو تمام دنیا، خاص طور پر پاک و ہند جموں کشمیر میں کچھ جعلی پیروں نے اور کچھ اولیا کے مریدوں اور پیروکاروں نے اپنے پیروں کے نام کے ساتھ ’’سلطان العارفین‘‘ کے لقب کا استعمال شروع کر دیا۔ یہ بات اچھی طرح جان لی جائے کہ ’’سلطان العارفین‘‘ کا لقب پوری دنیا میں صرف حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے لیے مخصوص ہے، وہی اس لقب کے صحیح حقدار اور اس سے حقیقتاً اور اصلاً ملقب ہیں، باقی سب ان کی نقالی کرتے ہیں۔

فقر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ ’’سلطان الفقر‘‘ پر فائز ہیں۔ مرتبہ سلطان الفقر کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ’رسالہ روحی شریف‘ میں فرماتے ہیں:

❖ بدان کہ چوں نورِ احدی از حجلہءِ تنہائیِ وحدت بر مظاہر کثرت ارادہ فرمود، حسنِ خود را جلوہ بصفائی گرم بازاری نمود۔ بر شمعِ جمال پروانہءِ کونین بسوزید و نقابِ میمِ احمدی پوشیدہ صورتِ احمدی گرفت و از کثرتِ جذبات و ارادات، ہفت بار بر خود بجنبید و از اں ہفت ارواحِ فقرا باصفا، فنافی اللہ، بقاباللہ محوِ خیالِ ذات، ہمہ مغز بے پوست، پیش از آفرینش آدم علیہ السلام ہفتاد ہزار سال غرقِ بحرِ جمال بر شجرِ مرآۃ الیقین پیدا شدند۔ بجز ذاتِ حق از ازل تا ابد چیزے ندیدند و ماسویٰ اللہ گاہے نشنیدند، بحریمِ کبریا دائم بحرالوصالِ لازوال، گاہے جسدِ نوری پوشیدہ بہ تقدیس وتنزیہہ می کوشیدند و گاہے قطرہ در بحر و گاہے بحر در قطرہ، و ردائے فیضِ عطا ’’اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰہ‘‘ بر ایشان۔ پس بحیاتِ ابدی و تاجِ عزِ سرمدی ’’اَلْفَقْرُ لَا يُحْتَاجُ اِلٰى رَبِّهٖ وَلَا اِلٰى غَيْرِهٖ‘‘ معزز و مکرم، از آفرینشِ آدم علیہ السلام و قیامِ قیامت ہیچ آگاہی ندارند و قدمِ ایشاں بر سرِ جملہ اولیا وغوث و قطب۔ اگر آنہا را خدا خوانی بجاوَ اگر بندۂ خدا دانی روا۔ عَلِمَ مَنْ عَلِمَ، مقامِ ایشان حریمِ ذاتِ کبریا و از حق ماسویٰ الحق چیزے ناطلبیدند و بدنیائے دنی و نعیمِ اُخروی، حور و قصورِ بہشت، بکرشمہءِ نظر ندیدند و از اں یک لمعہ کہ موسیٰ علیہ السلام در سراسیمگی رفتہ و طور در ہم شکستہ، در ہر لمحہ و طرفۃ العین ہفتاد ہزار بار لمعاتِ جذباتِ انوارِ ذات بر ایشاں وارد و دم نہ زدند و آہے نہ کشیدند وَهَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ می گفتند۔ و ایشاں سلطان

الفقر وسیّد الکونین اند۔

ترجمہ: جان لے جب نورِ احدی نے وحدت کے گوشۂ تنہائی سے نکل کر کائنات (کثرت) میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی تجلّی کی گرم بازاری سے (تمام عالموں کو) رونق بخشی، اس کے حسنِ بے مثال اور شمعِ جمال پر دونوں جہان پروانہ وار جل اٹھے اور میم احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی اختیار کی۔ پھر جذبات اور ارادات کی کثرت سے سات بار جنبش فرمائی جس سے سات ارواحِ فقرا باصفا فنافی اللہ بقاباللہ تصورِ ذات میں محو، تمام مغز بے پوست حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال پہلے، اللہ تعالیٰ کے جمال کے سمندر میں غرق آئینہ یقین کے شجر پر رونما ہوئیں۔ انہوں نے ازل سے ابد تک ذاتِ حق کے سوا کسی چیز کی طرف نہ دیکھا اور نہ غیرِ حق کو کبھی سنا۔ وہ حریمِ کبریا میں ہمیشہ وصال کا ایسا سمندر بن کر رہیں جسے کوئی زوال نہیں۔ کبھی نوری جسم کے ساتھ تقدیس وتنزیہہ میں کوشاں رہیں اور کبھی قطرہ سمندر میں اور کبھی سمندر قطرہ میں، اور اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰه[1] کے فیض کی چادر ان پر ہے۔ پس انہیں ابدی زندگی حاصل ہے اور وہ اَلْفَقْرُ لَا يُحْتَاجُ اِلٰى رَبِّهٖ وَلَا اِلٰى غَيْرِهٖ[2] کی جاودانی عزت کے تاج سے معزز ومکرم ہیں۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور قیامِ قیامت کی کچھ خبر نہیں۔ ان کا قدم تمام اولیا اللہ، غوث وقطب کے سر پر ہے۔ اگر انہیں خدا کہا جائے تو بجا ہے اور اگر بندۂ خدا سمجھا جائے تو بھی روا ہے۔ اس راز کو جس نے جانا اس نے پہچانا۔ اُن کا مقام حریمِ ذاتِ کبریا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ نہ مانگا، حقیر دنیا اور آخرت کی نعمتوں، حور وقصور اور بہشت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور جس ایک تجلّی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سراسیمہ ہو گئے اور کوہِ طور پھٹ گیا تھا، ہر لمحہ، ہر پل جذباتِ انوارِ ذات کی ویسی تجلیات ستر ہزار باران پر وارد ہوتی ہیں لیکن وہ نہ دم مارتے ہیں اور نہ آہیں بھرتے ہیں بلکہ مزید تجلیات کا تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ وہ سلطان الفقر (فقر کے بادشاہ) اور دونوں جہانوں کے سردار ہیں۔

یہ مبارک ارواح سات ہیں۔ اِن کے ناموں کا انکشاف کرتے ہوئے حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

- یکے روحِ خاتونِ قیامت (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا)۔ یکے روحِ خواجہ حسن بصری (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ)۔ یکے روحِ شیخِ ما، حقیقت الحق، نورِ مُطلَق، مشہود علی الحق، حضرت سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی محبوبِ سبحانی (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) ویکے روحِ سلطانِ انوار، سِرّ السّرمد حضرت پیر عبدالرزاق فرزندِ حضرت پیر دستگیر (قدس سرّہٗ العزیز) ویکے روح چشمہ ءِ چشمانِ ھاھُویّت، سِرّ اَسرارِ ذاتِ یاھُو، فنافی ھُو فقیر باھُو (قَدَّسَ اللّٰهُ سِرُّهٗ) ودوروحِ دیگر اولیا۔ بحرمتِ یمنِ ایشاں قیامِ دارین۔ تا آنکہ آں دوروح از آشیانہ ءِ وحدت بر مظاہرِ کثرت نخواہند پرید، قیامِ قیامت نخواہد شد۔ سراسر نظرِ ایشاں نورِ وحدت وکیمیائے عزّت بہر کس پرتوءِ عنقائے ایشاں اُفتاد، نورِ مطلق ساختند، احتیاجے بریاضت وورد اورادِ ظاہری طالبان رانہ پرداختند۔ (رسالہ روحی شریف)

ترجمہ: ان میں ایک خاتونِ قیامت (فاطمۃ الزہرا) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح مبارک ہے۔ ایک حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

---

[1] جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے۔ [2] فقر نہ تو اپنے ربّ کا محتاج ہے نہ ہی اس کے غیر کا۔

روح مبارک ہے۔ایک ہمارے شیخ، حقیقتِ حق، نورِ مطلق، مشہود علی الحق حضرت سیّد محی الدین عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہٗ العزیز کی روح مبارک ہے۔ اور ایک سلطانِ انوار سرّ السرمد حضرت پیر عبد الرزاق فرزندِ حضرت پیر دستگیر (قدس سرّہٗ العزیز) کی روح مبارک ہے۔ ایک ھاھویت کی آنکھوں کا چشمہ سرّ اسرار ذات یاھوفنا فی ھوفقیر باھوؒ (قدس سرّہٗ العزیز) کی روح مبارک ہے اور دو ارواح دیگر اولیا کی ہیں۔ اِن ارواحِ مقدسہ کی برکت وحرمت سے ہی دونوں جہان قائم ہیں۔ جب تک یہ دونوں ارواح وحدت کے آشیانہ سے نکل کر عالمِ کثرت میں نہیں آئیں گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔ان کی نظر سراسر نورِ وحدت اور کیمیائے عزت ہے۔جس طالب پر ان کی نگاہ پڑ جاتی ہے وہ مشاہدۂ ذاتِ حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے گویا اس کا سارا وجود مطلق نور بن گیا ہو۔انہیں طالبوں کو ظاہری ورد وظائف اور چلہ کشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔

حقیقتِ سلطان الفقر

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ سلطان الفقر کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

- جناب سرورِ کائنات ﷺ نے معراج کی رات حق تعالیٰ کے حضور میں سلطان الفقر سے ملاقات کی اور اس سے بغل گیر ہو کر سر سے پاؤں تک روبرو ہو کر فقر سے لپٹ گئے تب آنحضرت ﷺ کا وجود فقر میں بدل گیا۔(جامع الاسرار)
- جب سرورِ کائنات ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو پہلے براق پر سوار ہوئے اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دونوں جہان اور اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق کو ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ کر کے دکھایا لیکن آنحضرت ﷺ نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ترجمہ: ''آپ ﷺ کی آنکھ (دیدارِ الٰہی سے) نہ پھری اور نہ ہی (مقررہ) حد سے بڑھی۔'' یہ حالت ہر اعلیٰ اور ادنیٰ مقامات پر رہی اسی لیے حق تعالیٰ کے حضور قابَ قوسین کے مقام پر پہنچے اور دو کے مابین پیاز کے چھلکے کا سا پردہ رہ گیا۔ جب حبیب عین بعین ہوئے تو آواز آئی ''اے میرے حبیب (ﷺ) جب میں نے دونوں جہان تجھ پر قربان کر دیئے اور دونوں جہان اور اٹھارہ ہزار عالم کا نظارہ آپ کو کرا دیا تو ان میں کیا چیز آپ کو پسند آئی جو آپ کو عطا کی جائے۔'' آنحضرت ﷺ نے عرض کی! ''اللہ تعالیٰ مجھے فقر عطا کیا جائے کیونکہ فقر کے برابر کسی کو قربِ الٰہی اور مقامِ فنا فی اللہ حاصل نہیں ہے اور ایسا قرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔'' یہی فقر سلطان الفقر ہے۔ جو شخص ظاہر و باطن میں اس فقر کو دیکھتا ہے وہ صاحبِ اختیار ہو جاتا ہے اور مرتبہ محمدی ﷺ اس پر غالب آجاتا ہے۔(جامع الاسرار)
- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے محمد (ﷺ)! میں نے سلطان الفقر کا مرتبہ آپ کو عطا کیا ہے اور آپ کے فقرا کو بھی اور آپ کے اہلِ بیتؓ کو بھی اور آپ کے متقی اور صالح اُمتیوں کو بھی۔'' آنحضرت ﷺ نے عرض کیا کہ ہزار ہزار شکر ہے۔(جامع الاسرار)

سلطان الفقر کی عظمت

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ سلطان الفقر کی عظمت اور شان بیان کرتے ہوئے اپنی فارسی تصانیف میں فرماتے ہیں:

- نورِ سلطان الفقر آفتاب سے بھی روشن تر ہے اور اس کی خوشبو مشک، گلاب اور عنبر سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔ جو سلطان الفقر کو خواب میں دیکھ لے وہ لا یحتاج فقیر بن جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے باطن میں دستِ بیعت فرما کر تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔ میرا یہ قول میرے حال کے عین مطابق ہے۔ (کلید التوحید کلاں)
- ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی ہوتا ہے جو سلطان الفقر کی لازوال معرفت حاصل کرتا ہے اور عین جمالِ حق کے وصال سے فقر کی انتہا تک پہنچ کر فقر کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو فقر کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں لیکن ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی فقر کی تمامیت تک پہنچتا ہے۔ آخر فقر کسے کہتے ہیں اور فقر کیا ہے؟ فقر ایک نور ہے کہ جس کا نام سلطان الفقر ہے اور وہ اللہ کی نگاہ اور اس کی بارگاہ میں ہمیشہ منظور ہوتا ہے۔ (امیر الکونین)
- حضرت خضر علیہ السلام کی مجلس اُسے نصیب ہوتی ہے جس کی باطنی خضر سے ملاقات ہو جائے، باطنی خضر ''سلطان الفقر'' کو کہتے ہیں۔ جس کی ملاقات باطنی خضر سے ہو جائے اُسے علمِ ظاہری بھول جاتا ہے کیونکہ اس کے باطن کو علمِ باطن، نورِ معرفت اور توحیدِ الٰہی کی تجلیات اس قدر معمور کر دیتی ہیں کہ وہ ہر وقت قرب و وصال کی حضوری میں غرق رہتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- فقر کے مراتب سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جو فقر تک پہنچا ہو اور جس نے فقر کی لذت چکھی ہو اور فقر اختیار کیا ہو اور ''سلطان الفقر'' کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ (اسرارِ قادری)
- پس دیو سلیمانی و بادشاہ نفس اور شیطان کو فنا فی اللہ کے زندان میں ڈالنا اور اس کے گلے میں قرآن، نص و حدیث، تفسیر، معرفتِ الٰہی اور روشن ضمیری کی زنجیر ڈالنا اور ہمیشہ کے لیے قید کرنا سلطان الفقر عارفین کا کام ہے۔ (کلید التوحید کلاں)
- جو یہ چاہتا ہو کہ وہ دریائے وحدانیتِ الٰہی تک پہنچ جائے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے دائمی طور پر مشرف و حاضر رہے اور سلطان الفقر سے ملاقات کرے کیونکہ صورتِ سلطان الفقر نورِ حق ہے اور سلطان الفقر فنا فی اللہ ہوتے ہیں جو ہمیشہ قربِ خدا میں اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں رہتے ہیں، (تو وہ جان لے کہ) آدمی کے وجود پر کم و بیش تین کروڑ تین لاکھ بال ہیں اور ہر بال کے اندر شیطان کا گھر ہے جو کہ خواہشات سے پُر ہے اور اس کی اساس دنیا ہے جو ہر خواہش کو پروان چڑھاتی ہے اور لذتِ دنیا سے پانی کی مثل سیراب کرتی ہے۔ لہٰذا جو سب سے پہلے دل میں سے حبِ دنیا کو باہر نہیں نکالتا وہ ہرگز اللہ کا قرب نہیں پا سکتا نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچ سکتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

- جو مقامِ ترک و توکل، تسلیم و رضا، تجرید و تفرید، توحید، فنا و بقا اور صفا کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے وہ مراقبہ و خواب میں مجلسِ انبیا و اولیا یا مجلسِ سلطان الفقر میں حاضر رہتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)
- فنا فی اللہ فقر کا انتہائی مقام ہے جو نہ تو عقل اور چالاکی سے ہاتھ آتا ہے اور نہ ذکر، فکر اور مراقبہ سے مگر مرشد کامل چاہے تو طالب کو کبھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں، کبھی مقامِ فنا فی اللہ کی حضوری میں اور کبھی ''سلطان الفقر'' فنا فی اللہ کی صحبت میں لے جاتا ہے۔ جس شخص کے لیے یہ تینوں مراتب ایک ہو جائیں وہ فقر کی تمامیت کو پہنچ جاتا ہے۔ (عقلِ بیدار)
- جب طالب مراتبِ رضا و قضا سے گزر کر وحدتِ لقا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو قربِ حضور سے ایک صورتِ نور پیدا ہوتی ہے جو نور سے روشن تر اور بہشت و بہار کی ہر نعمت سے زیادہ حسین ہوتی ہے۔ معرفت و مشاہدۂ دیدار میں محو اور محبتِ الٰہی میں سوختہ اس صورت کا نام ''سلطان الفقر'' ہے۔ یہ صورت عاشقِ ہوشیار کے سامنے ظاہر ہوتی ہے اور اس سے بغل گیر ہو جاتی ہے جس سے وہ سر سے قدم تک لا یحتاج ہو جاتا ہے اور اس کے وجود میں دنیا و عقبیٰ کا کوئی غم باقی نہیں رہتا۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- آدمی اس وقت تک مراتبِ فقر تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ باطن میں سرِّ الٰہی کی صورتِ خاص ''سلطان الفقر'' اُسے اپنے ساتھ بغل گیر کر کے زیارت اور تعلیم و تلقین سے مشرف نہیں کر لیتی۔ چاہے کوئی ریاضت کے پتھر سے سر ہی کیوں نہ پھوڑتا پھرے، جب تک ''سلطان الفقر'' کی طرف سے اشارہ نہیں ہوگا وہ فقر کی خوشبو تک بھی نہیں پہنچ سکے گا کہ ''سلطان الفقر'' کی وہ باطنی صورت ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتی ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- سلطان الفقر کی مجلس توحیدِ باری تعالیٰ کا ایک دریا ہے۔ جو طالب اس دریا کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے وہ صاحب کنار (باوصال) ہو جاتا ہے۔ (محکم الفقرا)
- (معراج کی رات جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچے تو وہاں صورتِ فقر کا مشاہدہ کیا اور مراتبِ ''سلطان الفقر'' کی لذت سے لطف اندوز ہوئے، فقر نورِ الٰہی سے باطن کو معمور فرمایا اور قاب قوسین کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال سے مشرف ہو کر ذاتِ حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ (محک الفقر کلاں)
- فقیرِ محمدی استقامت و مضبوطی سے فقر فنا فی اللہ میں قدم رکھتا ہے کہ اس کے سر پر فقر کا نام ہے اور فقر کے سر پر اللہ کا نام ہے یعنی فقر اسمِ اللہ سے فقیر بنتے ہیں اور اسمِ اللہ ہی سے شہباز بنتے ہیں۔ راہِ فقر میں اگر کوئی ثابت قدم رہتا ہے تو وہ صاحبِ رازِ حقیقی بن جاتا ہے۔ اگر کوئی فقر اور اسمِ اللہ سے برگشتہ ہو جاتا ہے اور ہمت و استقامت کو چھوڑ کر دنیا و اہلِ دنیا کی طرف مراجعت کرتا ہے (لوٹ جاتا ہے) تو وہ مرتبہ شہبازی فقر و راز سے منہ موڑتا ہے۔ وہ گویا چیل ہے جس کی نظر مردار پر اٹکی ہوئی ہے اس لیے وہ دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہے۔ اس کا دِل دنیا سے سیر نہیں ہوتا، اُس کی آنکھوں میں دنیا کی بھوک بھری رہتی ہے۔ وہ فقرِ حقیقی اور ''سلطان الفقر تحقیقی'' (سلطان الفقر کی حقیقت) تک نہیں پہنچ سکتا، وہ طالبِ دنیا بلکہ زندیق ہے۔ (محک الفقر کلاں)

- جان لے کہ سلطان الفقر کی ابتدا غیر مخلوق نورِ ایمان ہے اور انتہا غیر مخلوق نورِ ذاتِ رحمٰن ہے۔ (قرب دیدار)
- جو آدمی باطن میں سلطان الفقر کے چہرے کی زیارت کر لیتا ہے وہ لایحتاج ہو کر صاحبِ لفظ ہو جاتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- جاننا چاہیے کہ معرفتِ فقر کے مختلف مراتب کے لیے انبیا، صحابہؓ اور اولیا اللہ میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی لیکن ماسویٰ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی بھی فقر کی تمامیت کو نہیں پہنچا اور کسی نے سلطان الفقر کی انتہا پر قدم نہیں رکھا مگر شاہ محی الدین غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بحکمِ الٰہی اور بہ اجازت سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقر کے ابتدائی اور انتہائی مراتب اور مرتبۂ سلطان الفقر کو اپنے عمل، قبض اور تصرف میں لائے۔ (توفیق الہدایت)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس سلسلہ میں سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ رسالہ روحی شریف میں دنیا کے تمام اولیا کرام میں سے صرف سات اولیائے کرام کو سلطان الفقر اور سیّد الکونین کے جلیل القدر لقب سے یاد کیا گیا ہے اور ان میں صحابہ کرامؓ، آئمہ و مجتہدین اور دیگر اولیائے مقربین میں سے کسی کو بھی شامل نہیں کیا گیا۔

پہلے اس مسئلہ کو منطق اور دلائل سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ظاہری دنیا میں مختلف فنون اور کمالات ہیں، ایک ہنر اور کمال کا دوسرے ہنر اور کمال سے کوئی مقابلہ نہیں مثلاً کوئی معاشیات اور اکاؤنٹنگ میں ماہر ہے تو کوئی فزکس، کیمسٹری یا بیالوجی میں یدِ طولیٰ رکھتا ہے۔ کسی کو کرکٹ اور کسی کو ہاکی میں کمال حاصل ہے تو کوئی صحافت، خوش نویسی اور دوسرے شعبوں میں ماہر ہے۔ یعنی ہر فن میں خاص صاحبِ کمال انسان ہوتے ہیں اور ہر انسان کے لئے ایک خاص فن ہوتا ہے۔ سو مختلف فنون میں ماہر لوگوں کی آپس میں نہ تو کوئی نسبت قائم کی جا سکتی ہے اور نہ ہی مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں ڈاکٹر اور کھلاڑی میں سے کون بہتر ہے۔

اسی طرح باطنی دنیا کے مراتب، کمالات اور فنون کے مختلف شعبے اور قسمیں ہیں جیسے کہ بعض اولیا صدق میں، بعض عدل و محاسبہ نفس میں، بعض حیا میں، بعض زُہد میں، بعض ترک میں، بعض ریاضت میں، بعض صبر میں، بعض شکر میں، بعض جُود و سخا میں اعلیٰ مراتب کے حامل ہوئے۔ اسی طرح انبیا علیہم السلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زاہد البشر، حضرت داؤد علیہ السلام عبد البشر اور حضرت ایوب علیہ السلام اصبر البشر ہوئے یعنی ہر نبی کسی خاص باطنی صفت اور مرتبہ میں صاحبِ کمال ہوا ہے۔

''فقر'' بھی ایک خاص باطنی مرتبہ اور کمال ہے۔ اس کے مقابلہ میں باطن میں نہ کوئی کمال ہے اور نہ مرتبہ اور یہ خزانہ تمام انبیا کرامؑ میں سے بدرجہ اُتمّ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا جس میں نہ کوئی نبی اور نہ کوئی رسول آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمسر اور برابر ہو سکتا ہے۔ اسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فخر فرمایا ہے اور فقر کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیا اور مرسلین کے درمیان سربلند اور ممتاز ہیں۔ مقامِ غور بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی کمال پر فخر نہیں فرمایا یعنی نہ شجاعت پر، نہ

سخاوت پر، نہ تقویٰ وصبر پر، نہ ترک وتوکل پر اور نہ فصاحت وبلاغت پر لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''فقر'' پر فخر کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فقر ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اصل ترکہ اور ورثہ ہے۔ غرض باطن میں صدق ووفا، عدل ومحاسبہ نفس، حیا، صحابیت، امامت، شہادت، فقہ، اجتہاد، ولایت، غوثیت، قطبیت، صدیقیت، تقویٰ، زہد، صبر، شکر، تسلیم، رضا، خوف، رجا، جودوکرم، علم، شجاعت اور شفقت وغیرہ کے بے شمار الگ الگ منصب اور مراتب ہیں لیکن فقر ان سب سے اعلیٰ اور افضل مرتبہ ہے۔

اب آتے ہیں اعتراضات کی طرف۔ اس فقیر کو اپنی زندگی میں کچھ بے بصیرت لوگوں سے ''مرتبہ سلطان الفقر'' پر جن اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ان سات ہستیوں میں بابِ فقر، امام الفقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو سلاسل قادری، چشتی اور سہروردی کے امام ہیں اور یہ سلاسل ان ہی کے وسیلہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتے ہیں، کا نام شامل نہیں ہے۔ کیا اُن کو وراثتِ فقر منتقل نہیں ہوئی؟

(2) کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یارِ غار، امامِ صدیقین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جن سے سلسلہ نقشبندیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے، کو فقر منتقل نہیں ہوا؟

(3) کیا دیگر دو خلفائے راشدین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو فقر منتقل نہیں ہوا؟

(4) کیا امامینِ پاک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ورثہ فقر نہیں ملا؟

(5) کیا صحابہ کرامؓ جو تمام امت کا سب سے اعلیٰ ترین طبقہ ہے، کو فقر نہیں ملا؟

(6) کیا تمام مجتہدین اور امت میں دوسرے اولیا کرام کو فقر نہیں ملا؟

ان تمام اعتراضات کا جواب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ خود اپنی تصانیف میں فرما چکے ہیں۔ ہم انہی حوالہ جات کو یہاں پیش کر رہے ہیں۔

فقر اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''پیر چار ہیں۔''

- صدیقؓ صدق و عدل عمرؓ و پُر حیا عثمانؓ بود　　گوئی فقرش از پیغمبرؐ شاہِ مرداںؓ می ربود

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ صاحبِ صدق ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ صاحب عدل ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پُر حیا ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ شاہِ مرداں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فقر حاصل کیا ہے۔ (عین الفقر، محک الفقر کلاں)

- چار پیروں کو شناخت کرلو کہ اوّل صدیقوں کے پیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ، دوم عادلوں کے پیر حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہٗ،

تیسرے اہلِ حیا کے پیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ اور فقرا کے پیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (جامع الاسرار)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس بیت میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور متاع یعنی فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منتقل ہوئی۔ آپؓ بابِ فقر ہیں اور ورثۂ فقر کو منتقل کرنے والے ہیں اس لیے یہ اعتراض قابلِ توجہ نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو صدق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو عدل اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حیا کے اعلیٰ ترین مراتب نصیب ہوئے۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالبِ مولیٰ کو صدق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرح، عدل اور محاسبہ نفس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرح، شرم و حیا میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور فقر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح ہونا چاہیے۔ یہ چاروں مراتب یکساں نہ ہوں تو فقر کا کامل مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو 'چار پیر' فرمایا ہے کیونکہ چاروں کی 'توجہ' سے باطن میں فقر کی تکمیل ہوتی ہے لیکن 'بابِ فقر' حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے بیعت کے واقعہ سے اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ ان 'چار پیروں' کی 'توجہ' سے کیا مراد ہے۔

☸ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپؒ (سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ) شورکوٹ کے گردونواح میں کھڑے تھے کہ اچانک ایک صاحبِ نور، صاحبِ حشمت اور بارعب گھڑ سوار نمودار ہوا جس نے آپؒ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو پیچھے بٹھا لیا۔ آپؒ ڈرے، کانپے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ گھڑ سوار نے پہلے 'توجہ' کی اور بعد ازاں فرمایا کہ میں علی ابنِ ابی طالبؓ ہوں۔ پھر آپؒ نے عرض کی کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ فرمایا ''حسب الارشاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور پرنور میں لیے جاتا ہوں۔'' اسی وقت لے جا کر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر کر دیا۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مجلسِ اہلِ بیتؓ میں حاضر تھے۔ حضرت سلطان باھُوؒ کو دیکھتے ہی سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مجلسِ منور سے اٹھ کر آپؒ سے ملاقات کی اور 'توجہ' فرما کر مجلس سے رخصت ہوئے۔ بعد ازاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ باری باری اٹھے اور 'توجہ' اور ملاقات کے بعد مجلس شریف سے رخصت ہو گئے تو مجلس شریف میں صرف اہلِ بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام رہ گئے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں کہ مجھے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چہرہ مبارک سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمائیں گے کیونکہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ میرے پہلے وسیلہ اور اکمل ہادی تھے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دونوں دستِ مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا ''میرے ہاتھ پکڑو'' اور مجھے دونوں ہاتھوں سے بیعت اور تلقین فرمایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ایک مرتبہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب نہ رہا۔ چنانچہ اوّل و آخر یکساں ہو گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تلقین سے مشرف ہوا تو خاتونِ جنت سیّدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے فرمایا ''تو میرا فرزند ہے۔'' میں نے

امامین پاک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم مبارک چومے اور اپنے گلے میں ان کی غلامی کا حلقہ پہنا۔ (مناقبِ سلطانی)

اس فقیر کے خیال میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہ اعتراض کہ خلفائے راشدین کا ذکر مرتبہ سلطان الفقر میں نہیں ہے، دور ہو جانا چاہیے اور یہ بات بھی سمجھ میں آجانی چاہیے کہ ان چار پیروں کی توجہ کے بغیر فقر کامل نہیں ہوتا۔

فقر اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے وصل اور وصال کے دو طریقے اور راستے ہیں۔ ایک نبوت کا طریقہ اور راستہ ہے، اس طریق سے اصلی طور پر واصل اور موصل محض انبیا علیہم السلام ہیں اور یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ختم ہوا۔ دوسرا طریقہ ولایت کا ہے، اس طریق والے واسطے (وسیلہ) کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے واصل اور موصل ہوتے ہیں۔ یہ گروہ اقطاب، اوتاد، ابدال، نجبا اور عام اولیا پر مشتمل ہے۔ اس طریقے کا راستہ اور وسیلہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ منصب عالی آپ کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہے۔ اس مقام میں خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قدم مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر پر ہے اور حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اس مقام پر سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شامل اور مشترک ہیں۔"[1]

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

- حضرت علی کرم اللہ وجہہ شاہِ مرداں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فقر حاصل کیا ہے۔ (عین الفقر۔ محک الفقر کلاں)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔ (جامع الاسرار)
- فقرا کے پیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (جامع الاسرار)

حدیث پاک اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا کا اہلِ علم اس طرح ترجمہ کرتے ہیں "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ" لیکن حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کو اس مفہوم میں بیان فرماتے ہیں "میں فقر کا شہر (مرکز) ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ (باب)۔" اس لیے فقرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو 'بابِ فقر' کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔

سیّدہ کائنات حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں تو پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ وہ سلطان الفقر ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف 'جامع الاسرار' میں فرماتے ہیں:

- حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا فقر کی پلی ہوئی تھیں اور انہیں فقر حاصل تھا۔ جو شخص فقر تک پہنچتا ہے ان ہی کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔

[1] مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب 123 بنام نور محمد تہاری

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرا فخر ہے) میں کمال امامین پاک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کو نصیب ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ (محک الفقر کلاں)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فقر کے مرتبہ کمال فنا فی اللہ بقا باللہ کے مقام پر یہ چاروں ہستیاں یکتا اور متحد ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جب تک ان چاروں ہستیوں کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں طالبِ مولیٰ بھی یکتا نہیں ہو جاتا فقر کی خوشبو تک کو نہیں پا سکتا۔

فقر اور اصحابِ کِبار رضی اللہ عنہم

کیا تمام اصحابِ کِبار رضی اللہ عنہم کو فقر کی نعمت ملی؟ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- یاد رہے اصحابِ کِبار رضی اللہ عنہم کے بعد (الفاظ ''اصحابِ کبار رضی اللہ عنہم کے بعد'' پر غور فرمائیں اس کا مطلب ہے اصحابِ کبار رضی اللہ عنہم کو فقر کی نعمت ملی) فقر کی نعمت و دولت دو حضرات نے پائی، ایک غوثِ اعظم محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ اور دوسرے حضرت امام ابوحنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ جو ایک تارکِ دنیا صوفی تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ستر سال تک نہ کوئی نماز قضا کی نہ روزہ۔ ایسا ہی کمال (اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ میں) صالحہ و ساجدہ ولیہ حضرت بی بی رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو نصیب ہوا۔ (محک الفقر کلاں)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اصحابِ کِبار رضی اللہ عنہم نے مراتب بہ مراتب فقر کی نعمت پائی اور ان کے بعد غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ، حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو یہ نعمت نصیب ہوئی۔ لہٰذا یہ اعتراض کہ اصحابِ کِبار رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کسی ولی یا مجتہد کو فقر ملا یا نہیں، حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی اس تحریر سے دور ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی ایک اور تحریر حاضر ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا عقیدہ کلید التوحید کلاں میں یوں بیان فرمایا ہے:

- جان لو کہ ان چھ مراتب تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا اور اگر کوئی پہنچنے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا، ساحر اور کافر ہوتا ہے جو استدراج کا شکار ہو کر مرتد ہو جاتا ہے۔ وہ خاص الخاص چھ مراتب یہ ہیں:

اوّل مرتبہ یہ کہ آیاتِ قرآن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی پر نازل نہیں ہوئیں۔

دوم مرتبہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی پر وحی نازل نہیں ہوتی کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

سوم مرتبہ یہ کہ مراتبِ معرفت (کی انتہا) تک سوائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نہیں پہنچا (اور نہ پہنچ سکتا ہے)۔

چہارم مرتبہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ مقامِ قابَ قوسین پر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کسی کو ظاہری جسم سے معراج ہو سکتی ہے اور نہ ہی

کسی کو ظاہری آنکھوں سے دیدارِ الٰہی ہو سکتا ہے۔

پنجم مرتبہ یہ کہ کوئی شخص بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ، اصحابِ صفہ، اصحابِ بدر اور اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

ششم مرتبہ یہ کہ علم روایت میں چار مجتہد مذہب (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) ہیں، ان چاروں مجتہد امامین کے مرتبہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور یہ چاروں مذہب برحق ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

مندرجہ بالا چھ مراتب جو حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں ان پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ایک مرتبہ صاف اور واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور خاص طور پر اصحابِ کبارؓ کے مرتبہ کی جو وضاحت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی ہے اس کے بعد تو کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

معترضین کے مرتبہ سلطان الفقر پر جو چھ اعتراضات درج کیے گئے تھے اُن اعتراضات کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف سے ہی دور کر دیا گیا ہے۔

بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی فضیلت فقر کی وجہ سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کی اصل وراثت فقرِ محمدیؐ حاصل کی اور اسی وراثت کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد آلِ نبیؐ ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلی سلطان الفقر ہوئیں تاکہ دنیا کو آپؓ کی فضیلت معلوم ہو سکے ورنہ آپؓ نے تلقین وارشاد کا فریضہ تو سرانجام نہیں دینا تھا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ہیں ہی بابِ فقر کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ورثۂ فقر امت کو آپ کرم اللہ وجہہ کے وسیلہ سے منتقل ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ورثۂ فقر دوسرے سلطان الفقر حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ کو منتقل ہونا اس حقانیت کو ثابت کرتا ہے کہ ورثۂ فقر موروثی نہیں ہے ورنہ امامین پاک حسنین کریمین رضی اللہ عنہم فقر کے کمال پر ہیں اور سلطان الفقر دوم حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ اور سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ امامین پاک کی غلامی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

المختصر فقر کی یہ نعمتِ عظمیٰ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں سلطان الفقر کا مرتبہ عالی جناب خاتونِ جنت سیدۃ النسا حضرت فاطمتہ الزہراؓ کو عطا ہوا اور بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خرقہ فقر پہنایا گیا اور آپ کرم اللہ وجہہ سے ہی فقر امت کو منتقل ہوا۔ ان کے بعد حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرامؓ نے فقر پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں سے چھ اور ایسی ہستیوں کا انتخاب کیا گیا جن کو بعض پر فضیلت عطا کی گئی اور ان کو فقر میں ایک خاص مرتبہ 'سلطان الفقر' کا تاج پہنایا گیا۔ ان کی نشانی حضرت سخی سلطان باھوؒ نے یہ بیان فرمائی ہے:

- ان کی نظر سراسر نورِ وحدت اور کیمیائے عزت ہے۔ جس طالب پر ان کی نگاہ پڑ جاتی ہے وہ مشاہدۂ ذاتِ حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے گویا اس کا سارا وجود مطلق نور بن گیا ہو۔ انہیں طالبوں کو ظاہری ورد و وظائف اور چلہ کشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔ (رسالہ

روحی شریف)

یعنی یہ طالبانِ مولیٰ کو ورد وظائف، چلہ کشی اور مشقت میں نہیں ڈالتے بلکہ ان کی نظر ہی نور ہے، جس پر پڑ جاتی ہے وہ بھی نور بن جاتا ہے۔ اس فقیر کو یہ طویل بحث اس لیے کرنا پڑی کہ فقیر کو ان سوالات سے اکثر واسطہ پڑتا رہا ہے اور لوگوں کے ذہن میں یہ سوالات جنم لیتے رہتے ہیں خاص طور پر وہ جن کا تعلق طبقہ ظاہر سے ہے۔ امید ہے اس بحث سے بہت سے شکوک وشبہات رفع ہو گئے ہوں گے۔ لیکن ایک بات ذہن میں رہے کہ فقر کے مختارِ کل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور فقر ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اصل وراثت ہے اور اہلِ بیتؓ اس وراثت کے وارث اور اس کو منتقل کرنے والے ہیں۔

رسالہ روحی شریف میں حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے جن سات سلطان الفقر اور سیّد الکونین اَرواح کا ذکر فرمایا ہے اِن میں سے پانچ کے ناموں کا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انکشاف فرما دیا تھا جو دنیا میں جلوہ گر ہو کر اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے رحمت اور فیض کا موجب بنیں۔ ان پانچ ارواح کے حالاتِ زندگی اور مناقب پر بہت سی کتب اور رسائل تصنیف ہو چکے ہیں اور وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ لیکن مستقبل میں آنے والی دو ارواح کے ناموں کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پردۂ اخفا میں رکھا تھا۔ ان میں سے ایک روح اور ہستی دنیا میں ظاہر ہو چکی ہے جس کی غلامی اور زیارت کا شرف اس زمانہ کے لوگوں کو حاصل ہوا۔ ان کا نام سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ اُن کی سوانح حیات اور تعلیمات کے لیے ہماری تصنیف "مجتبیٰ آخر زمانی" کے باب ششم یا "سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ حیات و تعلیمات" کا مطالعہ فرمائیں۔

مصطفیٰ ثانی مجتبیٰ آخر زمانی

جس طرح غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ نے دورانِ وعظ بحکمِ خداوندی یہ اعلان فرمایا: قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ (میرا یہ قدم تمام اولیا اللہ کی گردن پر ہے) اسی طرح سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا ہے:

- تا آنکہ از لطفِ ازلی سرفرازیٔ عینِ عنایت حق الحق حاصل شدہ واز حضور فائض النور اکرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکمِ ارشادِ خلق شدہ، چہ مسلم، چہ کافر، چہ بانصیب، چہ بےنصیب، چہ زندہ وچہ مردہ۔ بزبانِ گوہر فشاں مصطفیٰ ثانی ومجتبیٰ آخر زمانی فرمودہ۔ (رسالہ روحی شریف)

ترجمہ: جب سے لطفِ ازلی کے باعث حقیقتِ حق کی عین نوازش سے سربلندی حاصل ہوئی ہے اور حضور فائض النور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام خلقت، کیا مسلم، کیا کافر، کیا بانصیب، کیا بےنصیب، کیا زندہ، کیا مردہ سب کو ہدایت کرنے کا حکم ملا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زبانِ گوہر فشاں سے (مجھے) مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔

مصطفیٰ اور مجتبیٰ: دونوں کے لغوی معانی چنا ہوا، انتخاب کیا ہوا، پسندیدہ اور برگزیدہ کے ہیں لیکن یہ دونوں القاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے خاص ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سلطان باھوؒ کو مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ آخری زمانہ میں جب گمراہی عام ہوگی تو آپؒ کی تعلیمات روشنی کا مینار ہوں گی اور آپؒ کی تعلیمات کو لے کر کھڑا ہونے والا کوئی فرد لوگوں کی ہدایت کا موجب بنے گا اور اس کو آپؒ کی روحانی راہنمائی حاصل ہوگی کیونکہ آپؒ کا تو وصال ہوئے تین سو بتیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ آپؒ کا یہ ارشاد بھی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آیا ہے ’’جب گمراہی عام ہو جائے گی، باطل حق کو ڈھانپ لے گا، فرقوں اور گروہوں کی بھرمار ہوگی، ہر فرقہ خود کو حق پر اور دوسروں کو گمراہ سمجھے گا اور گمراہ فرقوں اور گروہوں کے خلاف بات کرتے ہوئے لوگ گھبرائیں گے اور علمِ باطن کا دعویٰ کرنے والے اپنے چہروں پر ولایت کا نقاب چڑھا کر درباروں اور گدیوں پر بیٹھ کر لوگوں کو لوٹ کر اپنے خزانے اور جیبیں بھر رہے ہوں گے تو اس وقت میرے مزار سے نور کے فوارے پھوٹ پڑیں گے۔‘‘

اس قول سے بھی یہی مراد ہے کہ گمراہی کے دور میں آپؒ کا کوئی غلام آپ کی روحانی راہنمائی میں آپؒ کی روحانی تعلیماتِ حق کو لے

کر کھڑا ہوگا، گمراہی کو ختم کرے گا، دینِ حق کا بول بالا کرے گا اور دینِ حنیف پھر سے زندہ ہو جائے گا۔

سلطان باھوؒ نے پنجابی ابیات کے ذیل کے مصرعوں میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

چڑھ چناں تے کر رُشنائی، ذکر کریندے تارے ھُو
گلیاں دے وِچ پھرن نمانے، لعلاندے ونجارے ھُو

مفہوم: اے میرے فقر کے چاند! تو جلد طلوع ہو اور اپنی نگاہِ کامل سے اس دنیا کو جو ظلمت و تاریکی میں ڈوب چکی ہے، نورِ الٰہی سے منوّر کر دے۔ طالبانِ مولیٰ حق تعالیٰ کی طلب میں اس گمراہ دور میں بھٹک رہے ہیں اور تیرے جیسے ہادی کا انتظار کر رہے ہیں۔ تیرے منتظر یہ طالبانِ مولیٰ جو معرفتِ الٰہی کے غواص اور جوہر شناس ہیں، در بدر تیری تلاش اور جستجو میں پھر رہے ہیں۔ یعنی حق کی تلاش میں کسی راہنما کی پیروی کرتے ہیں تو کچھ عرصہ بعد ہی وہ دھوکہ باز اور جعل ساز نکل آتا ہے یعنی ہے تو لومڑی لیکن شیر کی کھال پہن کر نقلی شیر بنا ہوا ہے اس لیے ہر شخص تیرے جیسے ہادی اور راہنما کا انتظار کر رہا ہے جو اُمت کی کشتی کو پار لگا دے۔

چڑھ چناں تے کر رُشنائی، تارے ذِکر کریندے تیرا ھُو
تیرے جیہے چن کئی سے چڑھدے، سانوں سجناں باجھ ہنیرا ھُو
جِتھے چَن اساڈا چڑھدا، اُوتھے قدر نہیں کُجھ تیرا ھُو

مفہوم: اے فقر کے چاند (انسانِ کامل، فقیرِ کامل)! تو جلد طلوع (ظاہر) ہو کر اس ظلمت کدہ کو اللہ کے نور سے منوّر کر دے۔ طالبانِ مولیٰ اور مومنین تیرا ہی انتظار کر رہے ہیں۔ سینکڑوں مصنوعی چاند تیرا روپ دھار کر طلوع ہو چکے ہیں اور اُمت کو دھوکہ دے چکے ہیں لیکن تیرے بغیر اے محبوب! دنیا ظلمت کدہ ہے۔ جہاں ہمارا چاند (محبوب) طلوع ہوگا وہاں دوسرے (مصنوعی) چاندوں کی روشنی جو اصل میں ظلمت ہے، ختم ہو جائے گی اور یہ جو دھوکہ باز راہنما بن کر اُمت کو دھوکہ دے رہے ہیں، بھاگ جائیں گے۔

دوسری شرح اِن القاب کی یہ ہے کہ آپؒ کے دربارِ پاک سے لاکھوں لوگ فیض حاصل کر چکے ہیں اور آپؒ کے دربار سے ہر لمحہ فیضِ فقر جاری ہے۔

تصانیف

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے ظاہری علم حاصل نہیں کیا اس کے باوجود آپؒ کی تصانیف کی تعداد 140 ہے۔ ابیاتِ باھوؒ جو کہ پنجابی میں ہے، کے علاوہ تمام تصانیف فارسی میں ہیں۔

'شرح ابیاتِ باھوؒ' اور 'مرآتِ سلطانی (باھو نامہ کامل)' کے مؤلف ڈاکٹر سلطان الطاف علی جن کا تعلق خانوادہ سلطان باھوؒ سے ہے، نے دونوں کتب میں یہ عبارت تحریر کی ہے کہ اُن کو حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا کسی کتاب کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوا۔ صرف خلفا اور درویشوں کے نسخہ جات ہی ملے ہیں۔ یہی بات حضرت سخی سلطان باھوؒ کی کتب کے مترجم سید امیر خان نیازی نے آپؒ کی کتاب اسرار القادری کا ترجمہ کرتے ہوئے پیش لفظ میں لکھی ہے۔ لکھتے ہیں ''ایک مترجم کی حیثیت سے میرے لیے سب سے بڑی پریشانی یہی ہے کہ قلمی نسخہ جات میسّر نہیں ہو پاتے تاکہ تقابلی جائزے کے بعد صحیح فارسی متن اخذ کر کے ترجمے کا صحیح حق ادا کیا جا سکے۔ اگر سلطان باھوؒ کے اپنے ہاتھ مبارک کا لکھا ہوا ایک بھی نسخہ مل جائے تو باقیوں کی ضرورت ترجمے کے لیے نہیں رہتی۔ بدقسمتی سے کسی ایک کتاب کا نسخہ بھی آپؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود نہیں۔ وہ بھی اس طرح ضائع ہو گئے کہ خلفائے عظام نے انہیں عام کرنے کی بجائے اپنے صندوقوں میں محفوظ کر دیا۔'' (صفحہ 40)

قارئین آپ پچھلے صفحات میں حضرت سخی سلطان باھوؒ کا یہ فرمان پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے اور محمد عربی ﷺ نے ظاہری علم حاصل نہیں کیا یعنی آپؒ بھی حضورِ اکرم ﷺ کی طرح اُمّی تھے اور لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ جس طرح حضورِ اکرم ﷺ کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی کوئی آیت، حدیث یا تحریر دستیاب نہیں ہے اسی طرح حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دستِ مبارک کی بھی کوئی تحریر دستیاب نہیں ہو سکتی۔ آپؒ جو کچھ مکاشفاتِ الٰہیہ سے بیان فرماتے درویش یا خلفا اسے قلم بند کر لیتے تھے اور وہی نسخہ جات دستیاب ہیں۔ اس لیے اگر سلطان الطاف علی یا صاحبِ مناقبِ سلطانی یا کسی دوسرے کو حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا کسی کتاب کا کوئی نسخہ

نہیں ملا تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ جن کتب کے تراجم ہوئے ہیں اُن کے نسخہ جات خانوادہ سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے ورثہ سے ہی مترجمین تک پہنچے ہیں پھر اکثر مترجمین نے ایک ہی کتاب کے مختلف نسخہ جات کا تقابل کر کے ہی اُن کا ترجمہ کیا ہے اس لیے تقریباً دستیاب تمام تراجم میں تعلیمات کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

حضرت سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ نے ''مناقبِ سلطانی'' میں کتب کی جو فہرست دی ہے وہ بہت کم ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''مناقبِ سلطانی'' کی تصنیف کے وقت ہی اکثر و بیشتر کتب زمانہ کی دست برد کی نذر ہو چکی تھیں یا اُن کے پاس موجود نہ تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے علوم اور کتب کی اشاعت کیلئے کوئی ادارہ قائم نہ ہو سکا جس کی وجہ سے ان کتب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت ممکن نہ ہو سکی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کی اشاعت کے سلسلہ میں جتنی بھی کوششیں ہوئیں وہ انفرادی تھیں۔ ان کتب کے لمبا عرصہ تک پردۂ اخفا میں رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ یہ ''کیمیائے گنج'' نااہلوں سے دور رکھنا چاہتے ہوں یا پھر ان کے ظاہر ہونے کا ایک خاص وقت اور زمانہ مقرر ہو۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آخری زمانہ کی ہدایت کیلئے مصطفی ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی کا لقب عطا فرمایا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کتب علمِ لدنّی کا شاہکار ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فرمان مبارک ہے کہ جس کو کوئی مرشد کامل اکمل نہ ملتا ہو وہ میری کتب کو وسیلہ بنائے۔ رسالہ روحی شریف میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اگر کوئی ولیٔ واصل عالمِ روحانی (کے مراتبِ سلوک) یا عالمِ قدس (ملکوت) کے مراتب میں رجعت کھا کر اپنے مقام سے گر جائے تو اس پاک کتاب کو وسیلہ بنا لے تو یہ اس کے لیے مرشد کامل ہے۔ اگر وہ اسے وسیلہ نہ بنائے تو اسے قسم ہے، اگر ہم اُسے اس کے درجہ تک نہ پہنچائیں تو ہمیں قسم ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ اعلان آپ کی ہر کتاب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف کی عبارت بہت سادہ اور سلیس ہے جسے عام اور معمولی تعلیم یافتہ آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف کی عبارت میں ایسی روانی اور تاثیر ہے جو دورانِ مطالعہ قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ ان کتب کو اگر باادب اور باوضو پڑھا جائے تو فیض کا ایک سمندر کتب سے قاری کے اندر منتقل ہوتا ہے۔ اگر قاری صدقِ دل سے مطالعہ جاری رکھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی روحانی وارث سروری قادری مرشد تک راہنمائی ہو جاتی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں ضرورت کے مطابق آیاتِ قرآنی، احادیثِ مبارکہ اور احادیثِ قدسی کا استعمال فرمایا ہے۔ ان کتب میں جہاں کہیں بھی عبارت میں ان کا ذکر ہے وہاں سے اگر ان کو نکال دیا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس جگہ آیاتِ قرآنی یا احادیث کو درج نہ کیا جاتا تو مطلب مکمل بیان نہ ہو پاتا۔ حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ عبارت میں اشعار کا برمحل اور خوبصورت استعمال کرتے ہیں جس سے عبارت کا اثر دوچند ہو جاتا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی جو کتب بازار میں تراجم کی صورت میں دستیاب ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ ابیاتِ سلطان باھُو (پنجابی) ۲۔ دیوانِ باھُو (فارسی) ۳۔ عین الفقر ۴۔ مجالستہ النبیؐ ۵۔ کلید التوحید (کلاں) ۶۔ کلید التوحید (خورد)

۷۔شمس العارفین ۸۔امیر الکونین ۹۔تیغِ برہنہ ۱۰۔رسالہ روحی شریف ۱۱۔گنج الاسرار ۱۲۔محک الفقر (خورد) ۱۳۔محک الفقر (کلاں) ۱۴۔اسرارِقادری ۱۵۔اورنگ شاہی ۱۶۔جامع الاسرار ۱۷۔عقلِ بیدار ۱۸۔فضل اللقا (خورد) ۱۹۔فضل اللقا (کلاں) ۲۰۔مفتاح العارفین ۲۱۔نورالہدیٰ (خورد) ۲۲۔نورالہدیٰ (کلاں) ۲۳۔توفیقِ ہدایت ۲۴۔قربِ دیدار ۲۵۔عین العارفین ۲۶۔کلیدِ جنت ۲۷۔محکم الفقرا ۲۸۔سُلطانُ الوَھم ۲۹۔دیدار بخش (خورد) ۳۰۔دیدار بخش (کلاں) ۳۱۔کشف الاسرار ۳۲۔محبت الاسرار ۳۳۔طرفتہ العین۔حجتُ الاسرار (یہ کتاب دوناموں سے معروف ہے) ۳۴۔تلمیذ الرحمٰن ۳۵۔سیف الرحمٰن ۳۶۔گنجِ دین۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''گنجِ دین'' کے قلمی نسخہ کی عکسی نقل ہمارے پاس موجود تھی۔یہ کتاب ٹبہ پیراں ضلع جھنگ سے حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ لعل شاہ ہمدانی کے خاندان سے مئی 1988ء میں دریافت ہوئی جسے حضرت گل شاہ خلف رشید حضرت قبلہ پیر سیّد محمد حسین شاہ ہمدانی کی فرمائش پر تحریر کیا گیا۔سن کتابت 17 ذیقعد 1383ھ ہے۔اس کا اوّلین ترجمہ خانوادہ سلطان باھُوؒ کے ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے مع فارسی متن 2020ء میں شائع کیا اور دوسرا اُردو ترجمہ احسن علی سروری قادری اور انگلش ترجمہ محترمہ عنبرین مغیث صاحبہ نے کیا ہے۔

شمس العارفین دراصل سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کلید التوحید (کلاں)، قربِ دیدار، مجموعۃ الفضل، عقلِ بیدار، جامع الاسرار، نورالہدیٰ اور فضل اللقا سے منتخب شدہ اسباق پر مشتمل ہے جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب دی تھی۔اب سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کے نام سے مشہور ہے۔

مناقبِ سلطانی اور شمس العارفین سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چند ایسی تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں جو اب تک نایاب ہیں (۱) مجموعۃ الفضل (۲) عین النجا (۳) مفتاح العاشقین (۴) قطب الاقطاب (۵) شمس العاشقین (۶) دیوانِ باھُو کبیر و صغیر۔ایک ہی دیوانِ باھُو (فارسی) دستیاب ہے جو یا تو کبیر ہے یا صغیر۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی واحد کتاب جو پنجابی شاعری پر مشتمل ہے ابیاتِ باھُو کے نام سے مشہور اور دستیاب ہے۔

تعلیمات

حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اپنی تعلیمات کو نہ تو تصوف اور نہ ہی طریقت بلکہ ''فقر'' کا نام دیا ہے اور راہِ فقر اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ راہِ فقر میں صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ سروری قادری کی راہبری اور راہنمائی بہت ضروری ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ مرشد بھی وہ جو پہلے دِن ہی طالبِ مولیٰ کو سنہری حروف سے اسم اللہ ذات لکھ کر دے اور اس کے ذکر و تصور اور مشق مرقومِ وجودیہ کا حکم دے۔ مرشد کی توجہ، کرم اور ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات یا تصورِ اسمِ محمدؐ سے طالب پر باطن میں دو اعلیٰ ترین مقامات دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کھلتے ہیں۔ باطن میں ان سے اعلیٰ کوئی اور مقامات نہیں۔ یہ مقامات صرف اُن کو نصیب ہوتے ہیں جو اخلاص اور استقامت سے مرشد کی اتباع اور رضا کے مطابق راہِ فقر میں اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔

1۔ اسمِ اللہ ذات

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اپنی کتب میں علم تصورِ اسمِ اللہ ذات کے اسرار و رموز کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپؒ نے اپنی کتب میں بعض مقامات پر تصورِ اسمِ اللہ ذات کو علمِ اکسیر اور تصورِ توفیق کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات تمام باطنی علوم کا معدن و مخزن ہے۔ اس سے باطن میں دو اعلیٰ ترین مقامات دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل ہوتے ہیں جو کسی دوسرے ذکر فکر سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ باطن میں ان سے اعلیٰ اور کوئی مقام نہیں۔

اسمِ اللہ ''اسمِ ذات'' ہے اور ذاتِ سبحانی کے لیے خاص الخاص ہے۔ علمائے راسخین کا قول ہے کہ یہ اسمِ مبارک نہ تو مصدر ہے اور نہ مشتق یعنی یہ لفظ نہ تو کسی سے بنا ہے نہ ہی اس سے کوئی لفظ بنتا ہے اور نہ اس اسمِ پاک کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے اسما مبارک کا کسی دوسری جگہ مجازاً اطلاق کیا جاتا ہے۔ گویا یہ اسمِ پاک کسی بھی قسم کے اشتراک اور اطلاق سے پاک، منزّہ و مبرّا ہے۔ اللہ پاک کی طرح اسمِ اللہ بھی احد، واحد اور لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔

یہ اللہ کا ذاتی نام ہے جس کے وِرد سے بندے کا اپنے ربّ سے خصوصی تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ اسم پاک قرآنِ پاک میں چار ہزار مرتبہ آیا ہے۔ عارف باللہ فقرا کے نزدیک یہی اسم اعظم ہے۔ یہ نام تمام جامع صفات کا مجموعہ ہے کہ بندہ جب اللہ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اس میں تمام اسمائے صفات بھی آ جاتے ہیں گویا وہ ایک نام لے کر اسے محض ایک نام سے نہیں معناً تمام اسمائے صفات کے ساتھ پکار لیتا ہے۔ یہی اس اسم کی خصوصیت ہے جو کسی اور اسم میں نہیں ہے۔ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اس نکتہ کی وضاحت بہت خوبصورت الفاظ میں کی ہے:

بے شک جب تُو نے اللہ تعالیٰ کو صفتِ رحمت کے ساتھ پکارا یعنی رحمٰن یا رحیم کہا تو اس صورت میں تُو نے صفتِ رحمت کا ذکر کیا صفتِ قہر کا نہیں، یونہی صفتِ علم کے ساتھ 'یا علیم' کہہ کر پکارا تو صرف صفتِ علم کا ذکر کیا صفتِ قدرت کا نہیں لیکن جب تُو نے اللہ کہا تو گویا تمام صفات کے ساتھ اسے پکار لیا کیونکہ الٰہ ہوتا ہی وہ ہے جو تمام صفات سے متصف ہو۔ (تفسیر کبیر۔ جلد 1۔ ص 85)

کسی چیز کی پہچان اور اس سے رابطے کا ذریعہ اس کا نام ہوتا ہے۔ نام بھی دو قسم کے ہوتے ہیں: ا۔ ذاتی ۲۔ صفاتی۔

ایک شخص جس کا نام نوید ہے اگر اس نے حکمت کا علم سیکھ رکھا ہے تو وہ حکیم نوید کہلائے گا، اگر اس نے قرآنِ مجید حفظ کر رکھا ہے تو وہ حافظ نوید کہلائے گا اور اسی طرح اگر اس نے حج کر رکھا ہے تو حاجی نوید کہلائے گا۔ غرض جتنی صفات سے وہ متصف ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی صفاتی نام اس کے اصل نام نوید کے ساتھ لگتے چلے جائیں گے۔ اس صورت میں نوید اس کا ذاتی نام ہے اور حکیم، حافظ، حاجی وغیرہ اس کے صفاتی نام ہیں کیونکہ یہ نام بعد میں اس کے اصل نام کے ساتھ اس وقت لگے جب وہ ان صفات سے متصف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ صفاتی نام صرف کسی ایک صفت کے ذکر اذکار کا جامع ہوتا ہے جبکہ ذاتی نام تمام صفاتی ناموں کا جامع ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ ہے اور کریم، رحیم، غفور، غفار جیسے باقی تمام نام صفاتی ہیں اور یہ سب صفاتی نام اسم اللہ ذات میں جمع ہیں۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کو اُس کے ذاتی نام اللہ سے یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی جملہ صفات سے یاد کرتا ہے۔

انسان کے اندر اسمِ اللہ ذات اور اسمائے صفات کی استعداد روزِ ازل سے فطری طور پر موجود ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذِکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

◆ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۝ (سورۃ البقرہ۔ 31)

ترجمہ: آدم علیہ السلام کو تمام اسما کا علم عطا کیا گیا۔

اور اس طرح تمام اسما کا یہ علم حضرت آدم علیہ السلام سے اولادِ آدم میں منتقل ہوا۔ لہٰذا انسان جس اسم اور جس صفت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اپنے اندر اُسی اسم اور اُسی صفت کی استعداد کو بالفعل جاری کرتا ہے، اسی کو اپنے اندر نمودار کرتا ہے اور اسی کا نور اس کے دل میں چمکتا ہے مثلاً بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اسم رحمٰن سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی صفتِ رحمٰن کی تجلّی فرماتا ہے اور اسمِ رحمٰن کا نور ذاکر کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو صفتِ رحمانیہ تمام کائنات میں جاری و نافذ ہے اور جس کی وجہ سے تمام مخلوق کے درمیان رحم و شفقت قائم ہے، وہ بندہ اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیہ سے متصف ہو کر تمام معاملات و اعمال میں اسمِ رحمٰن کا مظہر بن

جاتا ہے۔اسی طرح بندہ جب اللہ تعالیٰ کے اسم سمیع یا اسم بصیر کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ سمیع و بصیر سے اپنی استعداد کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔اسے ظاہری حواس کی سماعت و بصارت کے علاوہ باطنی حواس کی سماعت و بصارت بھی حاصل ہوجاتی ہے جن سے وہ اَن سُنی باتیں بذریعہ الہام سنتا ہے اور اَن دیکھے باطنی مقامات اور غیبی روحانی واقعات دیکھتا ہے۔اسی طرح تمام صفات کو قیاس کرلیا جائے۔لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی نام یعنی اسمِ اللہ ذات سے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات (جو اسکی تمام صفات و اسما کی جامع ہے) سے اس کی طرف تجلّی فرماتا ہے جس سے ذاکر اللہ تعالیٰ کے ذاتی اَنوار کا اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور ذاکر کا وجود اللہ تعالیٰ کے ذاتی اَنوار (جو تمام صفات کے جامع ہیں) سے منور ہوجاتا ہے۔

اسمِ اللہ ذات اپنے مسمّٰی ہی کی طرح یکتا، بے مثل اور اپنی حیرت انگیز معنویت و کمال کی وجہ سے ایک منفرد اسم ہے۔اس اسم کی لفظی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے حروف کو بتدریج علیحدہ کر دیا جائے تو پھر بھی اس کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور ہر صورت میں اسمِ اللہ ذات ہی رہتا ہے۔اسم اللہ کا پہلا حرف 'ا' ہٹادیں تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اللہ کے لئے'' اور یہ بھی اسم ذات ہے۔قرآنِ مجید میں ہے:

✦ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (سورۃ البقرہ۔284)

ترجمہ: اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اگر اس اسم پاک کا پہلا 'ل' ہٹادیں تو لَہٗ رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اس کے لئے'' اور یہ بھی اسم ذات ہے۔جیسے ارشادِ ربانی ہے:

✦ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ ز وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورۃ التغابن۔1)

ترجمہ: اسی کے لیے بادشاہت اور حمد وستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اگر دوسرا 'ل' بھی ہٹادیں تو ھُو رہ جاتا ہے جو اسم ضمیر ہے اور اس کے معنی ہیں ''وہ''۔یہ بھی اسم ذات ہے جیسے کہ قرآنِ مجید میں ہے:

✦ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ O (سورۃ الحشر۔22)

ترجمہ: وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر ھُو (ذاتِ حق تعالیٰ)۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسم اللہ، لِلّٰہ، لَہٗ اور ھُو کے متعلق فرماتے ہیں:

✤ جسے بھی تقویٰ نصیب ہوا اسم اللہ ذات ہی سے ہوا۔اسم اللہ ذات سے چار اسم ظاہر ہوتے ہیں: اوّل اسم اللہ جس کا ذکر بہت ہی افضل ہے۔جب اسم اللہ سے ''ا'' جدا کیا جائے تو یہ اسم لِلّٰہ بن جاتا ہے اور اسم لِلّٰہ کا ذکر فیضِ الٰہی ہے۔جب اسم لِلّٰہ کا پہلا ''ل'' جدا کیا جائے تو یہ اسم لَہٗ بن جاتا ہے اور اسم لَہٗ کا ذکر عطائے الٰہی ہے۔جب دوسرا ''ل'' بھی جدا کر دیا جائے تو یہ ''ھُو'' بن جاتا ہے اور اسمِ ھُو کا ذکر عنایتِ الٰہی ہے۔چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ترجمہ: نہیں کوئی معبود سوائے ھُو (ذاتِ حق تعالیٰ) کے۔(سورۃ البقرہ۔255) اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔(محک الفقر کلاں)

✤ اسم اللہ کے چار حروف ہیں 'ا ل ل ہ'۔ جب 'ا' الگ کرلیا جاتا ہے تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے اور جب پہلا 'ل' الگ کرلیا جائے تو لَہٗ رہ جاتا

ہے اور جب دوسرا ''ل'' جدا کیا جاتا ہے تو ھُو رہ جاتا ہے۔ پس یہ چاروں اَللّٰہ ، لِلّٰہ، لَہٗ اور ھُو اسمِ اعظم یعنی اسمِ اللہ ذات ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُو (سورۃ البقرہ۔255)

ترجمہ: وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

- اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (سورۃ البقرہ۔257)

ترجمہ: اللہ (اسم اللہ ذات) مومنوں کا دوست ہے جو انہیں ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

- لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا (سورۃ مزمل۔9)

ترجمہ: ھُو کے سوا کوئی معبود نہیں پس ھُو کو ہی اپنا مددگار بناؤ۔ (عین الفقر)

ذاتِ باری تعالیٰ کی طرح اس کا اسم بھی نور ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ النور۔35)

ترجمہ: اللہ (اسم اللہ ذات) آسمانوں اور زمین کا نُور ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

- فِیْ کُلِّ شَیْءٍ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَآئِہٖ تَعَالٰی وَاِسْمُ کُلِّ شَیْءٍ مِنْ اِسْمِہٖ

ترجمہ: ہر شے کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسما میں سے ایک اِسم ہے اور ہر چیز کے اِسم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے اسم (اسم اللہ) سے ہے۔

لیکن ہر چیز کا اِسم الگ ہے اور ذات الگ ہے مگر اللہ تعالیٰ چونکہ وحدہٗ لاشریک ہے اس لیے وہ اسم اور ذات میں بھی واحد اور احد ہے یعنی اس کا اسم اس کی ذات سے الگ نہیں بلکہ اسم و ذات ایک ہی ہے۔ اس کو منصور حلاج نے یوں بیان کیا ہے:

- جو یہ کہتا ہے کہ میں نے اس (اللہ تعالیٰ) کو اسم (اسم ذات) سے پہچانا ہے تو یاد رکھ اسم 'مسمّٰی' سے علیحدہ نہیں ہے کیونکہ وہ مخلوق نہیں ہے۔ (طواسین)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اسم اللہ کیا ہے؟ عین اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو بے چون و بے چگون اور بے مثل و بے شبہ ہے۔ (عین الفقر)

اللہ تعالیٰ نے جب عالمِ احدیت سے عالمِ کثرت کی طرف ظہور فرمایا تو اپنی پہچان ''اسم اللہ ذات'' کے ذریعے کروائی۔ حدیثِ قدسی ہے:

- کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

پوشیدہ خزانہ سے مراد یہ ہے کہ ذاتِ الٰہی اپنے اسما و صفات سمیت پوشیدہ و مخفی تھی۔ پھر ''ذات'' کے اندر پہچانے جانے کا جذبہ پیدا ہوا جس کی

طرف بظاہر فَاَحْبَبْتُ کے سادہ سے لفظ کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے یعنی ''تو میں نے چاہا'' مگر یہ چاہت اس شدت کے ساتھ ظہور میں آئی کہ صوفیا کرام نے اِسے عشق سے تعبیر کیا ہے۔ محبت میں اگر شدت پیدا ہو جائے تو وہ ''عشق'' بن جاتی ہے۔ یہ جذبۂ عشق ہی تھا جس سے انسان کی تخلیق ہوئی، یہ کائنات وجود میں آئی اور انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی پہچان اور معرفت کا حصول ٹھہرا جیسا کہ اس نے فرمایا ''میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا''۔

سلطان العارفین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- جان لے! جب اللہ تعالیٰ نے (خود کو ظاہر کرنا) چاہا تو اپنے آپ سے اسمِ اللّٰہ ذات کو جدا کیا جس سے نورِ محمدی ظاہر ہوا۔ اور جب آئینہ قدرت میں اپنی ہی توحید کو نورِ محمدی کی صورت میں دیکھا تو اپنی ہی صورت پر مائل، مشتاق، عاشق اور فریفتہ ہو گیا اور اپنی ہی بارگاہ سے ربّ الارباب حبیب اللہ کا خطاب پایا۔ اور پھر اس نورِ محمد سے اٹھارہ ہزار عالم کی تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ (عین الفقر)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

- اسی نور سے کُل مخلوقات نے ظہور پایا اور یہی نور تمام مخلوقات کا رزق بنا۔ (مجالسۃ النبیؐ)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو اسمِ اللّٰہ ذات کی صورت میں ظاہر فرمایا جس سے نورِ محمدی کی تخلیق فرمائی پھر نورِ محمدی سے تمام مخلوقات کی ارواح کو پیدا کیا گیا اور انسانی ارواح کا رزق اسمِ اللّٰہ ذات کا نور ہے۔ اللہ کے بندے جب اللہ کا دیدار، معرفت اور وصال چاہتے ہیں تو یہ دیدار، وصال اور معرفت صرف اسمِ اللّٰہ ذات کی صورت میں ممکن ہے کیونکہ اسمِ اللّٰہ کی صورت میں ذات کے اظہار سے پہلے اللہ کی صورت اور ماہیت کو سمجھنا اور پہچاننا کسی انسان کے لیے سوائے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ممکن نہیں کیونکہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی اللہ کی اس صورت کا دیدار اور قرب حاصل کرنے والے ہیں۔ اللہ کی معرفت، دیدار اور وصال کے لیے راہِ فقر اختیار کر کے اسمِ اللّٰہ ذات کا تصور اور ذکر ضروری ہے۔ جب ذکر و تصور اسمِ اللّٰہ ذات سے ارواح کو ان کا رزق مل جاتا ہے تو ان کو وہ قوت و بصیرت حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتی ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے خود کو نورِ محمدی کی صورت میں ظاہر کیا اور اپنے ہی آئینۂ قدرت میں خود کو صورتِ محمدی میں دیکھا تو اپنے اس رُوپ پر خود ہی عاشق اور فریفتہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہی عشق نورِ محمدی کا جوہرِ خاص بنا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''امرِ کُن'' فرما کر نورِ محمد سے تمام عالم کی کل مخلوقات کی ارواح کو پیدا فرمایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

- اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ کُلُّ خَلَائِقِ مِّنْ نُّوْرِیْ

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ مبارک سے جب تمام ارواح کو پیدا کیا گیا تو عشقِ الٰہی کا جوہرِ خاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے

ارواحِ انسانی کے حصے میں بھی آیا۔ جب اپنے حسن و جمال کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو اپنے روبروصف آرا فرمایا تو خود کو اسمِ اللہ ذات کی صورت میں ہی جلوہ گر فرمایا۔ تمام ارواح اللہ تعالیٰ کے حسنِ بے مثال و لامحدود کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور حسنِ مُطلق کی حمد اور ذکر میں محو ہو گئیں۔ یہی حمد اور ذکرِ اسمِ اللہ ذات کا نور اور دیدارِ الٰہی جملہ ارواح کا رزق بنا اور وہ اسی رزق پر پلنے لگیں۔ اظہارِ جمال کے بعد عہدِ الست لیا اور مزید شفقت و مہربانی یہ فرمائی کہ اس کے متعلق قرآن میں بیان بھی فرما دیا تا کہ مخلوق اپنے خالق سے اپنے وعدہ کو یاد کر کے توحید پر قائم رہے اور اس کی مکمل پہچان و معرفت حاصل کر لے۔ فرمایا:

◆ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ (سورۃ الاعراف۔172)

ترجمہ: کیا میں تمہارا ربّ (پالنے والا) نہیں ہوں؟ (یعنی کیا تم میرے حسن و جمال کے جلووں، دیدار اور میرے ذکر پر پل نہیں رہے ہو؟)

اس وقت تمام ارواح کی آنکھیں نورِ اسمِ اللہ ذات سے منور اور مدہوش تھیں اور ہر کدورت و آلائش سے پاک تھیں اس لیے سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا:

◆ قَالُوۡا بَلٰی (سورۃ الاعراف۔172)

ترجمہ: کہا، ہاں کیوں نہیں! (تُو ہی ہمارا پالنے والا ہے)۔

یعنی ہاں! اے ہمارے ربّ! ہم تیرے حسن و جمال کے جلووں، تیرے دیدار اور تیرے ذکر پر نہیں پل رہے ہیں تو اور کس پر پل رہے ہیں؟

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے صوفیا کرام روح کی حقیقت ثابت کرتے ہوئے اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟'' تو سب ارواح نے بیک زبان جواب دیا ''ہاں یا اللہ! تُو ہی ہمارا ربّ ہے۔'' قابلِ غور بات یہ ہے کہ کسی بھی سوال کا جواب دینے کے لیے سننے، سوچنے، سمجھنے اور بولنے کے حواس کا ہونا ضروری ہے لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روح میں یہ تمام حواس موجود ہیں اور اس کا ایک مکمل وجود ہے۔ قرآنِ پاک میں بارہا باطنی حواس کا ذکر ہے، فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

◆ وَ لَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَہَنَّمَ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ۫ۖ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ بِہَا ۫ وَ لَہُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِہَا ۫ وَ لَہُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ (سورۃ الاعراف۔179)

ترجمہ: بے شک ہم نے کثرت سے ایسے جن اور انسان پیدا کیے ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس قلب (بمعنی روح) ہے لیکن یہ لوگ قلب کی تحقیق نہیں کرتے، ان کے پاس (روح کی) آنکھیں تو ہیں لیکن یہ ان آنکھوں سے دیکھتے نہیں، (روح کے) کان تو ہیں لیکن یہ لوگ ان کانوں سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپائے حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں کہ یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

◆ صُمٌّۢ بُکۡمٌ عُمۡیٌ فَہُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ (سورۃ البقرہ۔18)

ترجمہ: (باطنی طور پر) گونگے، بہرے اور اندھے ہیں یہ ہرگز راہِ راست پر نہیں آئیں گے۔

ان آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ظاہری بصارت، گویائی اور سماعت کے علاوہ بھی انسان کے پاس ایسے حواس موجود ہیں جن کا تعلق اس کے باطن یعنی روح سے ہے اور جن سے غافل رہنا انسان کو گمراہوں بلکہ حیوانوں میں شامل کر دیتا ہے۔ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب — آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (بالِ جبریل)

اس سوال و جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے عشق کی نہایت بھاری امانت اُٹھانے کی مشقت اپنی مخلوق پر ڈالنی چاہی اور فرمایا ''کون ہے جو میرے عشق کی امانت کا بار اُٹھائے گا؟ کون میرا عاشق بنتا ہے؟'' ارواحِ انسانی کے سوا سب مخلوقات کی ارواح نے اس بارِ امانت کو اُٹھانے سے اپنی عاجزی ظاہر کر دی کیونکہ عشقِ الٰہی کی امانت کوئی معمولی امانت نہیں ہے، اس میں تو جان سے جانا پڑتا ہے۔ صرف انسان ہی تھا جو عشقِ الٰہی کی آگ میں کود گیا۔ اس واقعہ کو قرآنِ مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (سورۃ الاحزاب۔72)

ترجمہ: ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اُٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اُٹھا لیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔

صوفیا کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ امانت اسمِ اللہ ذات ہے۔

جس طرح عالمِ خلق میں کسی بھی چیز کو پہچاننے کے لیے دو نوروں کی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ کا نور یعنی بینائی اور دوسری روشنی، اگر ان دونوں میں سے ایک ختم ہو جائے تو انسان کسی چیز کو نہیں پہچان سکتا، اندھا ہو جائے یا گھپ اندھیرا ہو دونوں صورتوں میں پہچان حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عالمِ ارواح میں دو نور موجود تھے، ایک نور روح کی آنکھ کا جو پہلے ثابت کیا گیا ہے اور دوسرا نور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمِ اللہ کا نور ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ النور۔35)

ترجمہ: اللہ (اسمِ اللہ ذات) نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (سورۃ البقرہ۔257)

ترجمہ: اللہ (اسمِ اللہ ذات) مومنوں کا دوست ہے جو انہیں ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

یعنی انسان نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمِ اللہ کے نور میں اس کا دیدار کیا تھا اور یہی نور بطورِ امانت انسان کے باطن میں پاک پردوں میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا جس کے بارے میں قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے:

◆ اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ (سورۃ الروم۔8)

ترجمہ: کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے۔

◆ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (سورۃ الذّٰریٰت۔21)

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔

◆ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (سورۃ ق۔16)

ترجمہ: اور ہم تو شہ رگ سے بھی قریب ہیں۔

◆ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ (سورۃ المجادلہ۔22)

ترجمہ: ان کے قلوب (باطن) میں ایمان لکھا۔

❂ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا یَنْظُرُ اِلٰٓی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ (مسلم)

ترجمہ: بیشک اللہ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے اعمال کو بلکہ وہ تمہاری نیتوں اور قلوب کو دیکھتا ہے۔

❂ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بخاری 6953)

ترجمہ: عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

❂ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی (الحدیث)

ترجمہ: مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

ایسی بے شمار آیات واحادیث موجود ہیں جن میں قلب و باطن کی طرف بندہ کی توجہ دلائی گئی ہے۔ اسی قلب و باطن میں ایمان ٹھہرایا گیا ہے، یہی تخیل وتصور کا مرکز ہے اور شیطان لعین بھی اسی میں وسوسے ڈالتا ہے۔

◆ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (سورۃ الناس۔5)

ترجمہ: وہ لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

الختصر جب انسان نے اللہ تعالیٰ کے روبرو سرِمحفل اس کے عشق کا دم بھر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ہجر وفراق کی بھٹی میں ڈال کر اس کے جذبۂ عشق کی صداقت کو پرکھنا چاہا اور انسان کو عنصری جسم دے کر اِس دنیا کے دارالامتحان میں لا کھڑا کیا۔ اسے اَحْسَنِ تَقْوِیْم سے اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ میں اُتارا اور اس کی فطرتِ نورانی میں نارِ شیطانی، خواہشاتِ نفسانی اور کدورت وآلائشِ دنیا فانی ملا دی۔ ارواح کی طاقتِ ایفا، اخلاصِ وعدہَ بَلٰی اور قوتِ اقرارِ عبودیت کی پوری پوری پرکھ اور آزمائش کرنے کے لیے ان ارواح کو بہشتِ قرب ووصال اور جنتِ حضور سے نکال کر نفس اور شیطان کے ہاتھوں میں اس کی ڈوریں دے دیں اور اسے دنیا کے کمرۂ امتحان میں لا کھڑا کیا۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کُنْ فَیَکُوْن جدوں فرمایا، اَساں وِی کولے ہاسے ھُو
ہکے ذات ربّ دِی آہی، ہکے جگ وِچ ڈھنڈیاسے ھُو
ہکے لامکان مکان اساڈا، ہکے آن بُتاں وِچ پھاسے ھُو
نفس پلیت پلیتی کیتی باھُوؒ، کوئی اصل پلیت تاں ناسے ھُو

مفہوم: جب اللہ تعالیٰ نے ''کُن'' کہہ کر کائنات کو تخلیق فرمایا تو ہم بھی ساتھ ہی موجود تھے۔ ایک وہ وقت تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے سامنے موجود تھی اور ایک یہ وقت ہے کہ ہم لباسِ بشر میں قید اُس ذات کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ ''لامکاں'' میں ہمارا بسیرا تھا اور اب عنصری اجسام میں قید ہیں۔ ہماری ارواح کو نفس نے آلودہ اور ناپاک کر دیا ہے ورنہ ہم اصل میں تو ایسے نہیں ہیں۔

انسان جب دنیا کے دارالامتحان میں اُترا تو اسے بالکل نئے اور اجنبی ماحول کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی اصل پر ایک پردہ ڈال دیا ہے جو اسے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اس پردے کو اس چیز کا ظاہر اور اس کی اصل کو اس چیز کا باطن کہا جاتا ہے۔ مثلاً بادام کو لے لیجیے، اس کی اصل (یعنی مغز) پر ایک سخت غلاف چڑھا دیا گیا جو اس کا ظاہر ہے۔ یہ ظاہر اس کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی طرح مالٹے اور کیلے کی اصل پر ایک غلاف چڑھا ہوا ہے جس کا مادہ (material) اس کی اصل کے مادہ سے مختلف ہے۔ یہ غلاف ان کی اصل کی حفاظت اور پہچان کا ذریعہ ہے۔ اگر دنیاوی زندگی میں چیزوں کی اصل پر یہ حفاظتی پردے نہ ہوں تو چیزیں ضائع و برباد ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح انسانی روح سے بھی یہی معاملہ کیا گیا ہے کہ اسے دنیا کے مادی سفلی جہان کا مادی عنصری سفلی جسم دے دیا گیا ہے جو اس کے لطیف روحانی جسم کے لیے بمنزلہ پوست، چھلکے یا ''لباس'' کے ہے اور اس مادی دنیا میں اس کے رہنے سہنے، چلنے پھرنے اور کام کرنے کے لیے سواری کا کام دیتا ہے اور اس سواری کی باگ ڈور انسان کے لطیف روحانی جسم کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس پر تین شکاری (نفس، شیطان اور دنیا) چھوڑ دیئے گئے ہیں جو اس کو گھیر کر اس سے اللہ تعالیٰ کی امانت ضائع کرانے کے درپے ہیں۔ اگر انسان اپنی سواری (ظاہری عنصری حیوانی جسم) کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھ کر اسے قابو میں رکھتا ہے تو بلاشبہ صراطِ مستقیم پر رہے گا اور اپنے مقصدِ حیات کو پا لے گا۔ اس کے برعکس اگر شیطان، نفس اور دنیا جیسے دشمنوں نے اس پر غلبہ پا کر سواری کی باگ ڈور اس سے چھین لی تو وہ اس امتحان میں یقیناً ناکام ہو جائے گا اور ہمیشہ کی ذلت سے دوچار ہوگا۔

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انسان کا ظاہر اس کی صورت اور جسد (جسم) ہے اور انسان کا باطن اس کی روح ہے۔ جسد اور ہے اور روح اور ہے۔ حالانکہ متکلم انسان واحد ہے۔۔۔۔۔ انسان کے جسد کی پرورش کی جائے اور شجرۂ روح کو پانی نہ ملے تو روح کا پودا خشک ہو جائے گا اور جسم کا درخت تازہ اور فربہ ہو جائے گا۔ صفاتِ حیوانیت غالب آ جائیں گی اور صفاتِ روح مغلوب ہو جائیں گی۔ اسی طرح جب روح کی پرورش (ذکر و تصور اسم اللہ ذات سے) کی جاتی ہے تو صفاتِ روح صفاتِ بشریت پر غالب آ جاتی ہیں۔ (شرح فصوص الحکم والایقان)

دینِ قیّم دراصل روح کے جسم پر غالب آنے کا نام ہے۔ (ایضاً)

گویا اس دنیا میں انسان دو جسموں کا مجموعہ ہے، ایک مادی عنصری جسم ہے جس کی پیدائش انسانی نطفے سے ہے اور یہ عالمِ خلق کی چیز ہے۔ دوسرا لطیف رُوحانی جسم ہے جسے روح کہا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عالمِ امر کی چیز ہے۔ ہر دو جسموں کا میلان اور رجحان اپنی اصل کی طرف رہتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ (حدیث)

ترجمہ: ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔

مادی حیوانی جسم کی بناوٹ وترکیب چونکہ مادی دنیا کی اشیا اور مادی عناصر (ٹھوس، مائع، گیس) سے ہے اس لیے اس کا میلان ورجحان دنیا اور مادی غذاؤں کی طرف رہتا ہے جو کہ عام حیوانات کا خاصہ ہے۔ ان سب مادی سفلی غذا کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں دَآبَّةٍ کہہ کر پکارا ہے اور اس حیوانی جسم کے رزق کے متعلق فرمایا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (سورۃ ھود۔6)

ترجمہ: اور نہیں ہے زمین میں کوئی حیوان مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

حیوانی جسم کا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی مقرر فرما دیا ہے اور عام حالات میں اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی چاہے اس کے لیے جتنی بھی کوشش اور جتن کر لیے جائیں، جتنے بھی مکروفریب اور حیلے کر لیے جائیں یہ رزق نہیں بڑھتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے ریا خرچ کرنے سے یہ روزی دس گنا سے ستر گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اس روزی کی ترسیل کا انتظام بھی مکمل ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ یہ رزق بندے کو اس طرح تلاش کر کے پہنچتا ہے جس طرح کہ موت۔ جب تک بندہ اپنے حصے کی روزی اس دنیا میں وصول نہیں کر لیتا اسے موت نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس روزی کی ترسیل کے دو راستے رکھے ہیں۔ ایک راستہ توکل کا ہے اور دوسرا راستہ مشقت کا ہے۔ جو شخص روزی کے بکھیڑوں اور تفکرات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طلب اور جستجو میں یہ سوچ کر لگ جاتا ہے کہ روزی تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ جیسے اور جس طرح چاہے گا پہنچاتا رہے گا، مجھے اس کے لیے سرگردانی کی ضرورت نہیں ہے تو ایسا شخص متوکل ہے۔ لیکن جس شخص کا ایمان کمزور ہے وہ اللہ پر بھروسہ اور توکل نہیں کرتا اور اس کی نظر مسبب کی بجائے اسباب پر لگی رہتی ہے۔ ایسے شخص کے لیے فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ (سورۃ العنکبوت۔60)

ترجمہ: اور غور کرو کہ جانور اپنی روزی اپنے ساتھ ساتھ اُٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ انہیں روزی دیتا ہے اور تمہیں بھی دینے والا ہے (یعنی تم اللہ پر توکل کیوں نہیں کرتے؟)

جو شخص مشقت کی راہ سے روزی وصول کرتا ہے اس کے لیے مشقت کی کروڑوں قسمیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ جس قسم کی مشقت کی طرف رجوع کرے گا اسی طرف سے روزی بھیج دی جائے گی۔ کھیتی باڑی کرے، ملازمت کرے، تجارت کرے یا دستی مزدوری کرے اسے ہر

قسم کے انتخاب کی آزادی ہے۔ پھر مشقت کے بھی دو راستے ہیں، ایک حرام کا راستہ اور دوسرا حلال کا۔ اگر حلال کی طرف رجوع کرے گا تو حلال کے تمام ذرائع و اسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے اور اگر حرام کی طرف رجوع کرے گا تو حرام کے تمام ذرائع اور اسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے، اس طرح اس کی اپنی پسند کے ذرائع سے اسے روزی پہنچا دی جاتی ہے۔ مشقت کی راہ بہر حال اچھی نہیں ہے کہ اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- رزقِ حلال پر حساب ہے اور رزقِ حرام پر عذاب ہے۔ (عین الفقر)

حالانکہ انسان کو اس کے حیوانی جسم کی روزی سے بے غم کر دیا گیا ہے لیکن افسوس کہ انسان اتنا بدعقیدہ ہو گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ضمانت پر بھی اعتماد نہیں ہے اور رات دن اپنے زورِ بازو کے سہارے اپنے مقدر کیے ہوئے رزق میں اضافہ کرنے پر تلا رہتا ہے جو قطعاً ناممکن ہے۔

دوسری طرف انسان کا لطیف روحانی جسم چونکہ اللہ تعالیٰ کے عالم اَمر کی چیز ہے اس لیے اس کا طبعی میلان اور رجحان اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت، قرب اور وصال کی طرف رہتا ہے۔ اس کی روزی (رزق) ذکر و تصورِ اسمِ **اللّٰہ** ذات ہے جس کی طرف قرآن و حدیث میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ صرف قیل و قال، ظاہری تقلید اور ظاہری اشغال سے نہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو سکتی ہے اور نہ ہی ظاہری کتابی علم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت و رسالت اور انکی مخصوص روحانی قوت یا معجزات کا پتہ لگ سکتا ہے، نہ ہی وحی اور معراج کی کنہ اور حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی لیے تو ظاہری علما دنیا میں دیدارِ الٰہی، نبیؐ کے علمِ غیب، معراج اور معجزات کی حقیقت اور دیگر مسائل کے بارے میں تمام عمر جھگڑتے رہتے ہیں۔ ان تمام حقائق اور باطنی رموز سے پردہ اُٹھانے کے لیے سب سے بہترین اور آسان راستہ ذکر و تصورِ اسمِ **اللّٰہ** ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدہ، وصالِ الٰہی اور دیدار کا راستہ بغیر ذکر و تصورِ اسمِ **اللّٰہ** ذات ہرگز نہیں کھلتا۔ اسمِ **اللّٰہ** ذات ہی تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور حیاتِ روح کا باعث ہے۔

ذکر اسمِ اللّٰہ ذات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد۔28)

ترجمہ: بیشک ذکرِ **اللّٰہ** (ذکر اسم اللہ ذات) سے ہی قلب (روح) کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر اسم **اللّٰہ** ذات روح کا رزق ہے۔ جس طرح جسم کو غذا مل جائے تو اسے سکون آ جاتا ہے اسی طرح روح کو ذکر اسم **اللّٰہ** ذات کا نور مل جائے تو اسے سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کوئی بھی عبادت فرض کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنین پر ذکرِ **اللّٰہ** فرض کیا تاکہ وہ بیدار روح کے ساتھ دیگر فرض عبادات ادا کریں حتیٰ کہ پہلی وحی میں بھی اسمِ **اللّٰہ** کے ذکر کا حکم ہے:

◆ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ (سورۃ العلق۔01)

ترجمہ: پڑھ اپنے ربّ کے نام (اسمِ اللہ) سے جس نے خلق کو پیدا کیا۔

اسمِ **اللہ** کا ذکر ہی انسان کی فلاح، ہدایت اور مغفرت کا ذریعہ ہے۔

◆ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ الجمعہ۔10)

ترجمہ: اور کثرت سے اسمِ **اللہ** کا ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

◆ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ (سورۃ الاحزاب۔41)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو اور کثرت کے ساتھ ذکر کرو۔

◆ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (سورۃ الاحزاب۔35)

ترجمہ: کثرت سے اسمِ **اللہ** کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

◆ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (سورۃ البقرہ۔152)

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

◆ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (سورۃ آلِ عمران۔101)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ (یعنی اسمِ اللہ ذات) کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے پس تحقیق وہ صراطِ مستقیم پر ہدایت پا جاتا ہے۔

◆ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (سورۃ البقرہ۔238)

ترجمہ: اپنی نمازوں (یعنی پنجگانہ نمازوں) کی حفاظت کرو اور خاص طور پر وسطی نماز (قلبی ذکرِ اللہ) کی۔

اسمِ **اللہ** کا ذکر ایسا عمل ہے جو انسان کے دل میں نورِ ایمان پیدا کرتا ہے۔ اس لیے ذکرِ **اللہ** سے غافل انسان کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

◆ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (سورۃ الزمر۔22)

ترجمہ: جس شخص کا سینہ اللہ (اسمِ اللہ ذات کے ذکر) نے اسلام کے لیے کھول دیا وہ شخص اپنے ربّ کی طرف سے نور اور روشنی میں آ گیا۔ (اس کے برعکس) ہلاکت و بربادی ہے اس شخص کے لیے جس کا دل اتنا سخت ہے کہ ذکرِ **اللہ** میں نہیں لگتا۔ وہ صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

ذکرِ **اللہ** سے غافل انسان کو گمراہ اس لیے قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ شیطان کی پیروی کرتا ہے اس لیے کہ شیطان ہی ہے جو ذکرِ **اللہ** سے روکتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

◆ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ

الصَّلٰوۃِ (سورۃ المائدہ۔91)

ترجمہ: بے شک شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب و جوئے کے ذریعہ تم کو ایک دوسرے کا دشمن بنائے اور تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا کر دے اور تمہیں ذکرِ اسمِ **اللّٰہ** اور نماز سے روکے۔

ذکرِ **اللّٰہ** سے غافل انسان کو خسارے کی وعید سنائی گئی ہے اور اس شخص کی پیروی سے منع کیا گیا ہے بلکہ اس سے کنارہ کشی کا بھی حکم دیا گیا ہے:

◆ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۃ المنافقون۔9)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال اور اولادیں تم کو ذکرِ **اللّٰہ** سے غافل نہ کر دیں، جو لوگ ایسا کریں وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

◆ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا O (سورۃ الکہف۔28)

ترجمہ: اور اس کا کہا ہرگز نہ مانیں جس کے دِل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے وہ تو خواہشاتِ نفس کا غلام ہے اور اس کا کام ہی حد سے پھلانگنا ہے۔

◆ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا O ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ ۙ وَھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اھْتَدٰی O (سورۃ النجم 30-29)

ترجمہ: پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس شخص سے کنارہ کشی اختیار فرما لیں جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اور محض دنیا کی زندگی کو ہی اپنا مقصود بنایا۔ یہی اس نادان کے علم کی پہنچ ہے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ربّ راستہ بھٹکنے والوں اور سیدھا راستہ چلنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں ذکرِ اللہ کو سب سے افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔

❂ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا ''کون سا بندہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن افضل اور بلند مرتبہ ہوگا؟'' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ذکرِ **اللّٰہ** کثرت سے کرنے والے مرد اور عورتیں۔'' عرض کیا گیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا ان کا درجہ اس شخص سے بھی بڑھا ہوا ہے جو راہِ خدا میں جہاد کرے؟'' حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ہاں! اگر کوئی اپنی تلوار کفار و مشرکین پر چلائے یہاں تک کہ اُس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خود خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی ذکرِ **اللّٰہ** کرنے والا اس سے مرتبہ میں افضل ہے۔'' (احمد، ترمذی 3376)

❂ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا ''کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے اور تمہارے درجوں کو بلند کرنے والی اور سونے

چاندی کو (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور اس بات سے بھی کہ جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو اور وہ تم کو قتل کریں۔'' صحابہؓ نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ضرور ارشاد فرمائیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ کا ذکر۔'' (ترمذی شریف 3377)

- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ سے کسی نے پوچھا کہ مرتبے میں سب سے بڑا عمل کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ''کیا تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا؟ اللہ فرماتا ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ [1] (کوئی بھی چیز ذکر اللہ سے افضل نہیں)۔''

- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص ذِکر اللہ کرتا ہے اور جو شخص نہیں کرتا اس کی مثال (بالترتیب) زندہ اور مردہ کی سی ہے۔'' (مسلم، بخاری 6407)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

- اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَةٌ وَكُلُّ نَفْسٍ يَّخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَهُوَ مَيِّتٌ

ترجمہ: سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس ذکرِ اللہ کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے۔

- سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو دَم غافل سو دَم کافر، سانوں مُرشد ایہہ پڑھایا ھُو
سُنیا سُخن گیاں کُھل اکھیں، اساں چِت مولا وَل لایا ھُو
کیتی جان حوالے ربّ دے، اساں ایسا عشق کمایا ھُو
مرن توں اَگے مر گئے باھُوؒ، تاں مطلب نوں پایا ھُو

مفہوم: ہمیں مرشد نے یہ سبق پڑھایا ہے کہ جو سانس بھی اسمِ اللہ ذات کے تصور اور ذکر کے بغیر نکلتا ہے وہ کافر ہے۔ جب سے ہم نے یہ ارشاد سنا ہے اپنا دل اس طرف ہی لگا لیا ہے۔ ہم نے عشق کا ایسا سودا کیا ہے کہ اپنی جان اور زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سپرد کر دیا ہے اور اپنی مرضی ومنشا سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ وصالِ الٰہی تو اُن کو نصیب ہوتا ہے جو مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

- طَلَبُ الْخَيْرِ طَلَبُ اللّٰهِ وَذِكْرُ الْخَيْرِ ذِكْرُ اللّٰهِ

ترجمہ: بہترین طلب اللہ تعالیٰ کی طلب ہے اور بہترین ذکر اللہ (یعنی اسمِ اللہ ذات) کا ذکر ہے۔

اس لیے ذکرِ اللہ کی تاکید اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمائی ہے۔

قلبی ذکرِ اللہ کی اس دائمی نماز کی غرض وغایت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:

- لِكُلِّ شَيْءٍ مُصْقِلَةٌ وَمُصْقِلَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى

---

[1] سورۃ العنکبوت۔45

ترجمہ: ہر چیز کے لیے صیقل (صفائی کرنے والی چیز) ہے اور دِل کی صیقل اسمِ **اللہ** کا ذکر ہے۔

گویا دل کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے ذکرِ **اللہ** کو فرض کیا گیا ہے کیونکہ دل ہی وہ آئینہ ہے جس میں دیدارِ الٰہی کے جلوے ہویدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر وقت ذکر و تصور اسم **اللہ** ذات میں مشغول رہ کر اپنے دِلوں کو روشن رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ قَالُوْا بَلٰی کا وعدہ ایفا ہو سکے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ اس حدیثِ مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

دل کر صیقل شیشے وانگوں باھُوؒ، دور تھیون گل پردے ھُو

مفہوم: اپنے دِل کو ذکر و تصور اسم **اللہ** ذات سے آئینہ کی طرح پاک وصاف کر لے تو تیرے تمام حجابات دور ہو جائیں گے کیونکہ دل کا آئینہ جتنا صاف ہوتا ہے اس میں محبوب (اللہ) کا عکس اتنا ہی واضح نظر آتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

- مَا صَدَقَةٌ اَفْضَلُ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: کوئی صدقہ ذکرِ **اللہ** سے افضل نہیں۔

- عَلَامَةُ حُبِّ اللّٰهِ ذِكْرُهٗ وَ عَلَامَةُ بُغْضِ اللّٰهِ عَدَمُ ذِكْرِهٖ

ترجمہ: اللہ سے محبت کی علامت ذکرِ **اللہ** ہے اور اللہ سے بغض کی علامت عدم ذکرِ **اللہ** ہے۔

- اَفْضَلُ الذِّكْرِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: سب سے بہتر ذکر **اللہ** کا ذکر ہے۔

احادیثِ قدسی ہیں:

- اِذَا رَأَيْتَ عَبْدِيْ لَا يَذْكُرُنِيْ فَاَنَا اَحْجَبَهٗ عَنْ ذٰلِكَ

ترجمہ: جب تُو دیکھے کہ میرا بندہ میرے ذکر سے غافل ہو گیا ہے تو میں اسے محجوب کر دیتا ہوں۔

- اَنَا مَعَ عَبْدِيْ اِذَا ذَكَرَنِيْ وَ تَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ (مشکوٰۃ 2285)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ اپنے ہونٹوں سے میرا ذکر کرتا ہے۔

- اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَ اَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِيْ فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَ اِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٌ مِّنْهُمْ (بخاری شریف 7405)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق پیش آتا ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ جب وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں۔

مندرجہ بالا آیات، احادیثِ قدسی اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ ذکرِ اللہ سے بڑھ کر کوئی عبادت افضل نہیں ہے لیکن وہ کون سا ذکر ہے جس سے انسان کو اپنی پہچان نصیب ہوتی ہے اور اپنی پہچان کے نصیب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیثِ پاک ہے:

❁ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو یعنی خود کو پہچان لیا اس نے درحقیقت اپنے ربّ کو پہچان لیا۔

ایک ذکرِ نفسی (لسانی) ہے جو زبان سے کیا جاتا ہے، اس میں تلاوتِ کلامِ پاک، کلمہ پاک، درود پاک اور وہ تمام اذکار شامل ہیں جو زبان سے کیے جاتے ہیں۔ زبانی ذکر سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن قلب یا باطن کے قفل کو کھولنے والا ذکر، ذکرِ پاس انفاس (سانسوں سے اسمِ اللہ ذات کا ذکر) ہے جسے ذکرِ خفی اور سلطان الاذکار کہا جاتا ہے۔ انسانی وجود میں 'سانس' ہی وہ شے ہے جو روح سے براہِ راست جڑی ہوئی ہے۔ جیسے ہی روح انسانی وجود میں داخل ہوتی ہے سانس چلنے لگتی ہے اور جیسے ہی روح جسم سے نکل جاتی ہے سانس رُک جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سانسوں سے کیا جانے والا ذکرِ اللہ روح کو براہِ راست قوت اور نورِ بصیرت عطا کرتا ہے جس سے وہ اللہ کا قرب اور دیدار حاصل کرتی ہے۔ صرف اسی طریقہ سے ذکر اپنے حقیقی مقام یعنی روح پر مرکوز ہو کر اسے بیدار کرتا ہے۔ کوئی دوسرا ذکر نہ روح کو بیدار کرتا ہے نہ اسے قوت و نور مہیا کرتا ہے لہٰذا ذاکر اپنے حقیقی مقصد یعنی قرب و دیدارِ حق تعالیٰ کو پانے میں ناکام رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں سانسوں کے ساتھ ذکر کا حکم فرمایا ہے:

✦ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف۔205)

ترجمہ: اور صبح و شام ذکر کرو اپنے ربّ کا، سانسوں کے ذریعہ، بغیر آواز نکالے خوف اور عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو۔

✦ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف۔55)

ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر کرو عاجزی سے اور خفیہ طریقے سے، بے شک حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

خفیہ طریقے سے ذکر کرنے سے مراد سانسوں کے ساتھ بغیر آواز نکالے ذکرِ خفی کرنا ہے۔

نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے اور تمام مسلمانوں پر فرض ہے لیکن ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ''حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی'' اور ''نماز مومن کی معراج ہے''۔ نماز کا ظاہر الفاظ کا مجموعہ ہے جسے مخصوص آداب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لیکن نماز کا باطن دیدارِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے جس کے حصول کے بعد ہی ایک مسلمان 'مومن' اور اس کی نماز معراج بنتی ہے اور یہ مرتبہ صرف ذکرِ خفی سے حاصل ہوتا ہے۔ نماز بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

✦ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (سورۃ طٰہٰ۔14)

ترجمہ: اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

نماز پر ہی اکتفا نہیں کرنا بلکہ ہر لمحہ ذکرِ اللّٰہ کرتے رہنا ہے:

◆ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ (سورۃ النساء۔103)

ترجمہ: پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں کے بل لیٹے ذکرِ اللّٰہ کرو۔

اس آیت مبارکہ میں کروٹوں کے بل لیٹنے سے مراد سونا ہے یعنی سوتے ہوئے بھی ذکرِ اللّٰہ کرنا ہے اور سوتے ہوئے صرف ذکرِ پاس انفاس (ذکرِ خفی) ہی ہوسکتا ہے کیونکہ سانس کسی لمحہ بھی بند نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی عبادت فرض کی تو اس کی ایک معلوم حد متعین کر دی لیکن اس ذکر کی کوئی حد نہیں یعنی کھڑے، بیٹھے، لیٹے، دِن، رات، خشکی و تری، سفر و حضر، غنا و فقر، صحت و بیماری، پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر اللہ کے نام کا ذکر ضروری ہے۔

ذکر کس طرح کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:

◆ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (سورۃ الکہف۔24)

ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر (اس قدر محویت سے) کرو کہ خود کو بھی فراموش کر دو۔

یعنی اتنی محویت سے ذکر کرنا ہے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے۔

کس کا ذکر کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:

◆ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا O (سورۃ مزمل۔8)

ترجمہ: اور اپنے ربّ کے نام (اسم اللہ) کا ذکر کرو اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

◆ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی O (سورۃ الاعلیٰ۔1)

ترجمہ: اپنے ربّ کے نام (اسم اللہ) کی تسبیح بیان کرو جو سب سے اعلیٰ ہے۔

◆ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ O (سورۃ حاقتہ۔52، سورۃ واقعہ۔96 اور 74)

ترجمہ: اپنے ربِّ عظیم کے نام (اسم اللہ) کی تسبیح بیان کرو۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ اسم اللّٰہ ذات کی شان اور اس کے ذکر کے فوائد و ثمرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ بندے اور مولیٰ کے درمیان وسیلہ اسمِ اللّٰہ ہے۔ تمام اولیا، غوث، قطب اور اہلِ اللہ کو ذکر، فکر، الہام مذکور، استغراقِ توحید، مراقبہ اور کشف و کرامات کے سب مراتب اسمِ اللّٰہ کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ذکرِ اسمِ اللّٰہ سے اس قدر علمِ لدنّی کھلتا ہے کہ کوئی دوسرا علم پڑھنے کی حاجت نہیں رہتی۔

❖ ہر کرا باسم اللّٰہ شد قرار ہر چہ باشد غیر اللّٰہ زان فرار

ترجمہ: جسے اسمِ اللہ ذات کے ساتھ قرار نصیب ہو جاتا ہے وہ ہر غیر اللہ سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔ (عین الفقر)

- فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی عبادت کے ثواب سے بہتر ہے کیونکہ مسائلِ فقہ سیکھنا اسلام کی بنیاد ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو کر ذکر اللہ کے ساتھ لیا گیا ایک سانس ہزار مسائلِ فقہ سیکھنے کے ثواب سے افضل ہے۔ (عین الفقر)

- جب فقیر ذکرِ اللہ میں مشغول اور غرق ہوتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ کاش میں زمین ہوتا اور یہ فقیر مجھ پر بیٹھ کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا۔ زمین کہتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں ذکرِ اللہ کی حلاوت پا رہی ہوں۔ جب ذکرِ اللہ بندہ کے ہر بال، رگ و پوست، مغز، سانس، قلب، روح اور سرّ میں جاری ہو جاتا ہے اور بندے کے تمام اعضا اسمِ اللہ پکارتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَبَّیْكَ عَبْدِیْ۔ یہ فرمان سن کر فرشتے رشک کرنے لگتے ہیں کہ ہم نے تمام عمر تسبیح اور رکوع و سجود میں گزار دی مگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے کبھی لبیک نہیں فرمایا۔ کاش کہ ہم بھی عبد ہوتے۔ پس اے بندے خود کو پہچان تاکہ تو خواص میں شامل ہو جائے۔ (عین الفقر)

- جب طالبِ مولیٰ کے وجود میں اسمِ اللہ ذات تاثیر کرتا ہے تو اس پر معرفت کا رنگ چڑھ جاتا ہے جس کی بدولت وہ کمال کو پہنچ جاتا ہے، اس کے وجود سے دوئی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اپنی مراد حاصل کر لیتا ہے۔ جب وہ اپنے دل کی طرف چشمِ عیاں سے نظر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کے سر سے پاؤں تک ہر بال پر اسمِ اللہ نقش ہے اور اس کے تمام وجود پر اسمِ اللہ لکھا ہے۔ اس کے ہر بال، گوشت پوست، ہڈیوں، رگوں، مغز اور دل کو زبان مل گئی ہے (جن سے وہ ذکرِ اللہ کر رہے ہیں)۔ وہ در و دیوار، بازار اور درختوں پر جس طرف بھی دیکھتا ہے اسے اسمِ اللہ کا نقش ہی نظر آتا ہے۔ وہ جو کچھ سنتا یا بولتا ہے اسمِ اللہ سے ہی سنتا اور بولتا ہے۔ (شمس العارفین)

- جان لے کہ جب روحِ اعظم وجود میں داخل ہوئی تو آغاز ہی میں اُس نے کہا ''یا اللہ'' اور اُس پر قیامت تک کی ہر چیز منکشف ہو گئی لیکن اسمِ اللہ کی انتہا تک اب بھی کوئی نہیں پہنچ پایا۔ ہر علم، ہر صحیفہ، ہر الہام اور تمام کتابیں مثلاً توریت، انجیل، زبور اور فرقان یعنی قرآنِ مجید سب اسمِ اللہ کی شرح ہیں۔ تمام انبیا و اصفیا و اولیا نے ظاہر و باطن کا جو علم بھی حاصل کیا اسمِ اللہ کی ماہیت کو جاننے کے لیے حاصل کیا اور انہیں مراتبِ فنا فی اللہ تک رسائی، معرفتِ الوہیت و ہویت اسمِ اللہ ہی سے نصیب ہوئی۔ اسمِ اللہ اور اُس کی الوہیت کے علم سے فائق تر وہ کون سا علم ہے کہ جس کی خاطر تُو اسمِ اللہ سے روگردانی کرتا ہے؟ تُو اُسے پڑھتا ہے اور اسمِ اللہ کو چھوڑتا ہے اور اسمِ اللہ کو اپنا پیشوا نہیں بناتا اسی وجہ سے تُو مردہ و سیاہ دِل ہو کر ذلت و خواری میں گرفتار ہے۔

- آنچہ خوانی ز اسمِ اللہ خوان — اسمِ اللہ با تو ماند جاودان

ترجمہ: تُو جو کچھ پڑھنا چاہتا ہے اسمِ اللہ سے پڑھ کہ اسمِ اللہ ہی نے تیرے ساتھ ہمیشہ رہنا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

- جب روزِ محشر لوگوں کی نیکی اور بدی کا حساب ہو گا تو جس کے دل پر اسمِ اللہ نقش ہو گا یا جس نے ایک مرتبہ بھی سچے دل سے اسمِ اللہ کا ذکر کیا ہو گا، اگر اس کے گناہ آسمانوں اور زمینوں کے چودہ طبقات کے برابر بھی ہوئے تو اسمِ اللہ کی برکت سے ترازو کا نیکیوں والا پلڑہ وزنی ہو جائے گا۔ یہ دیکھ کر فرشتے پکاریں گے کہ اے اللہ! اس شخص کی کونسی نیکی کی وجہ سے ترازو کا پلڑہ بھاری ہو گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ بندہ

میرا طالب ہے اور یہ ہمیشہ اسمِ اللہ میں غرق رہتا تھا۔ اے فرشتو! تم اہلِ حجاب ہو کیونکہ تم عبادتِ حق اور اسمِ اللہ کی حقیقت سے ناواقف ہو۔ میں ان کے ساتھ ہوں (جو ذکرِ اسمِ اللہ کرتے ہیں) اور وہ میرے ساتھ ہیں جبکہ تم (اسمِ اللہ سے) بیگانے ہو۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (عین الفقر)

تصورِ اسمِ اللہ ذات

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق محض اس غرض سے کی کہ اُس کی پہچان ہو، اس کے جلال و جمال کے جلوے آشکار ہوں اور اس کے حسن و جمال پر مر مٹنے والا کوئی عاشق ہو۔ سو انسان کی پیدائش کی اصل غرض و غایت اللہ کی معرفت اور پہچان ٹھہری۔ کسی چیز کی پہچان کا سب سے اعلیٰ اور عمدہ ذریعہ آنکھ اور بصارت ہے۔ ''دیکھنے'' سے کسی بھی چیز کی پوری پوری پہچان ہو جایا کرتی ہے۔ دیگر حواس اور اعضا شناخت کے کمزور اور ناقص آلے ہیں اس لیے آنکھ سے کیا جانے والا اسمِ اللہ ذات کا تصور اور سانسوں سے کیا جانے والا ذکر ہی ذریعۂ معرفت اور وسیلۂ دیدارِ پروردگار ہے۔

تصور کے لغوی معنی خیال، دھیان، تفکر اور مراقبہ کے ہیں۔ تصور سے اسمِ اللہ ذات کو اپنے دل پر نقش کرنے سے یہ انسان کی باطنی شخصیت (روح) پر اثر انداز ہو کر اسے بیدار کرتا ہے اور جب سالک کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے تو اسے نورِ بصیرت حاصل ہو جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور مشاہدے میں محو ہو جاتا ہے۔ ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر پاکیزہ لوگ انعام یافتہ کہلائے کیونکہ تصورِ اسمِ اللہ ذات ہی سے انسان کا سینہ اسلام کی روشنی سے صحیح طور پر منور ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جس نے ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے روگردانی کی وہ نفسِ امّارہ اور شیطان کے پھندوں میں پھنس گیا اور آخر کار گمراہ ہوا۔ دراصل نفس کا مرنا ہی دل کی حیات ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- وہ کونسا علم ہے اور کہاں سے حاصل ہوتا ہے جس سے بغیر ریاضت کے یکبارگی نفس سے نجات حاصل ہو جاتی ہے؟ تصورِ اسمِ اللہ ذات وہ علمِ ہدایت ہے جس کی توفیق، تحقیق اور تصرف جسے عنایت ہو جاتا ہے وہ ایک ہی لمحہ میں توحید میں غرق ہو کر دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات ایسا عمل ہے جو عامل کو کامل بنا دیتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- اعمالِ ظاہر سے آدمی کا دل ہرگز پاک نہیں ہوتا، نہ ہی اس میں سے نفاق نکلتا ہے اور نہ ہی دل کی سیاہی اور زنگار دور ہوتا ہے جب تک دل کو آتشِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق سے جلایا نہ جائے اور نہ ہی اس ذکرِ خاص کے بغیر اخلاص پیدا ہوتا ہے کیونکہ ذکر کے بغیر دل ہرگز زندہ نہیں ہوتا اور نفس ہرگز نہیں مرتا اگرچہ تمام عمر قرآنِ پاک کی تلاوت کی جائے یا فقہ کے مسائل پڑھے جائیں یا زہد و ریاضت کی کثرت سے کمر کبڑی ہو جائے یا سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے، دِل اسی طرح سیاہ رہتا ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور کی مشق کے بغیر (زہد و ریاضت کا) کوئی فائدہ نہیں چاہے سر کو ریاضت کرتے کرتے پتھر سے پھوڑ لیا جائے۔ (شمس العارفین)
- تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق کرنے والا بے مشقت معشوق اور بے محنت محبوب (بننے) کے طریق کا حامل ہوتا ہے۔ یہ مراتب بہت

پسندیدہ ہیں جو اسم اللہ ذات کا تصور کرنے والے کو روشن ضمیر بنا دیتے ہیں اور وہ تمام قلوب کا محبوب ہو جاتا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات سے اُسے تصرف حاصل ہوتا ہے جسے وہ اللہ کے فضل اور رحمت کی بدولت مخلوق کو فیض بخشنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ تصور اسم اللہ ذات کی مشق دِل کو اس طرح زندہ کر دیتی ہے جس طرح بارانِ رحمت کے قطرے خشک گھاس اور خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور زمین سے سبزہ اُگ آتا ہے۔ تصورِ اسم اللہ ذات صاحبِ تصور کے لیے زندگی بھر شیطان اور اس کے چیلوں کے شر سے حصار بن جاتا ہے۔ (شمس العارفین)

❖ تصورِ اسم اللہ ذات کی مشق سے حاصل ہونے والے علم کے ذریعے تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح وسرّ ہوتا ہے۔ جو ان مراتب کو پالے اس کا قالب (وجود) قلب کا لباس پہن لیتا ہے، قلب روح کا لباس پہن لیتا ہے اور روح سرّ کا لباس پہن لیتی ہے۔ جب یہ چاروں ایک ہو جاتے ہیں تو اوصافِ ذمیمہ اس کے وجود سے نکل جاتے ہیں۔ ظاہری حواسِ خمسہ بند ہو جاتے اور باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ علم دل پر کھلتا ہے جس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

✦ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (سورۃ الحجر۔29)

ترجمہ: اور میں نے اس کے اندر اپنی روح پھونکی۔

جیسے ہی روحِ اعظم حضرت آدمؑ کے وجودِ معظم میں داخل ہوئی تو اس روحِ اعظم نے وجود میں کہا یَا اَللّٰہُ۔ اللہ کا نام لیتے ہی بندے اور ربّ کے درمیان سے قیامت تک کے لیے حجاب اُٹھ گئے تاہم ابھی تک کوئی بھی اسم اللہ ذات کی حقیقت کی انتہا تک نہیں پہنچ پایا۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا نفس اس کے تابع رہے اگرچہ وہ طرح طرح کے کھانے کھائے اور اطلس کے شاہانہ لباس پہنے، حوادثِ دنیا سے وہ امن پالے، معصیتِ شیطان سے نجات پائے اور خناس، خرطوم، وسوسہ اور خطرات نابود اور خاکستر ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ تصورِ اسم اللہ ذات کی مشق کرے اور اسے دل پر نقش کرے۔ بے شک اس کا دل غنی ہو جائے گا اور وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضوری پائے گا۔ (کلید التوحید کلاں)

تصورِ اسم اللہ ذات سے نفسِ امارہ قتل ہو جاتا ہے اور دل زندہ ہو جاتا ہے جس سے حضوریٔ قلب (دل کی توجہ) حاصل ہوتی ہے۔ جسے حضوریٔ قلب حاصل ہو اس کی ہر عبادت مقبول ہوتی ہے اور جسے حضوریٔ قلب حاصل نہ ہو اس کی ہر عبادت ریا کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

❂ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ

ترجمہ: حضوریٔ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

جس دل کے اندر اسم اللہ ذات کا نوری نقش قائم ہو جائے وہ دِل قلبِ سلیم کہلاتا ہے اور قلبِ سلیم ہی قیامت کے روز کام آئے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

◆ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ○ (سورۃ الشعراء۔88,89)

ترجمہ: قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ جب نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد کام آئے گی بلکہ وہاں کامیابی اس کی ہوگی جس نے قلبِ سلیم پیش کیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مقصدِ حیات یعنی معرفتِ حق تعالیٰ کے لیے، روح کی ترقی و بالیدگی کے لیے، قلبِ سلیم کے حصول کے لیے، اطمینانِ قلب کے لیے، اپنے اندر نورِ بصیرت کی تکمیل کے لیے، رضائے الٰہی اور معراج کے لیے اسمِ اَللّٰہُ ذات کی طلب کرنا اور پھر اس کا ذکر اور تصور کرنا ہر مومن اور مسلمان کے لیے لازم ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی راستہ ہے اور نہ کوئی منزل۔ جب انسان ذکر اور تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات سے اعراض کرتا ہے تو اس کے وجود پر نفس اور شیطان قبضہ جما لیتے ہیں اور دل و دماغ کو اپنے قبضے اور تصرف میں لے کر سارے وجود پر اس طرح چھا جاتے ہیں جس طرح اکاس بیل (عشق پیچاں کی بیل) پورے درخت کو گھیر لیتی ہے۔ اسی طرح انسان کے رگ و ریشے اور نس نس میں شیطان دھنس جاتا ہے اور اسے حق نظر نہیں آتا کیونکہ اس کی باطنی روزی (روح کی غذا) تنگ ہو جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی (سورۃ طٰہٰ۔124)

ترجمہ: جس شخص نے میرے ذکر سے اعراض کیا پس اس کی (باطنی یعنی روح کی) روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔

یعنی جسے اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی وہ روحانی طور پر اندھا رہتا ہے اسی لیے اسے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوگی اور اسے اندھا کر کے اُٹھایا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی (سورۃ بنی اسرائیل۔72)

ترجمہ: اور جو اس دنیا میں (باطنی طور پر) اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

ذکر اور تصور کا کیا تعلق ہے؟

ذکر اور تصور کا باہمی رشتہ ایک تانے بانے کی مانند ہے اور ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا دماغ ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے، کسی نہ کسی چیز کے خیال میں محو رہتا ہے، ایک لمحہ بھی خالی نہیں رہ سکتا۔ یہ ذکر کی قسم ہے۔ جن چیزوں کے متعلق ہمارا دماغ سوچتا ہے ان کی شکلیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں، اگر بیوی بچوں کے متعلق سوچتا ہے تو وہ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور گھر کے بارے میں سوچتا ہے تو گھر سامنے آجاتا ہے، اِسے ''تصور'' کہتے ہیں۔ ذکر و تصور کا یہ سلسلہ مسلسل اور لگاتار جاری رہتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا، دنیا کے لوگوں اور دنیا کی اشیا سے ہماری محبت اور رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہی تعلق اور لگاؤ ذکر اور تصور ہے۔ صوفیا کرامؒ ذکر اور تصور کے اس دنیاوی رُخ کو رُوحانی رُخ کی طرف موڑ کر واصل باللہ ہونے کا طریقہ ذِکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی صورت میں بتاتے ہیں۔ سورۃ مزمل کی

آیت وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًاO (ترجمہ: اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور پانی کی بہتات سے پژمُردہ فصل پانی ہی سے ہری بھری ہو جاتی ہے اسی طرح ذکر کو ذکر اور تصور کو تصور کاٹتا ہے۔ ضرورت صرف ذِکر اور تصور کے رُخ کو بدلنے کی ہے۔ اگر ہم دنیا اور اس کی فانی اشیا اور اشکال کی بجائے اسمِ اللہ ذات کا ذِکر اور تصور کریں تو ہمارا اس دنیا اور اس کی اشیا سے لگاؤ اور محبت ٹوٹ کر اللہ سے عشق و محبت پیدا ہو جاتا ہے اور ہمارے قلب میں پوشیدہ امانتِ حق تعالیٰ ظاہر ہو جاتی ہے۔

تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر ذکرِ اسمِ اللہ ذات بھی کامل نہیں ہوتا اور نہ ہی اتنا فائدہ مند ثابت ہوتا ہے جتنا کہ تصور کے ساتھ۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- ذاکروں کا ذکر اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ ذکر کی کلید حاصل نہ کر لیں۔ ذکر کی کلید اسمِ اللہ ذات کا تصور ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور سے اس حد تک ذکر جاری ہو جاتا ہے کہ اسے شمار نہیں کیا جا سکتا اور جسم پر جس قدر بال ہیں، تمام علیحدہ علیحدہ اس طرح ذکرِ اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں کہ سر سے قدم تک وجود کے تمام اعضا، گوشت، پوست، رگوں، مغز اور ہڈیاں جوش سے ذکرِ اللہ میں محو ہو جاتے ہیں۔ یہ صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے مراتب ہیں کہ ان کے مغز اور پوست میں اللہ ہی ہوتا ہے۔ (شمس العارفین)

معلوم ہوا کہ ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس سے ہٹانے کے لیے شیطان نے قسم کھا رکھی ہے اور ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات سے روکنے کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ جملہ تعلیماتِ قرآنی، احادیثِ مبارکہ اور اولیا کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات تمام اعمالِ صالحہ کا مرکز و محور ہے اور تمام اعمالِ صالحہ کا خلاصہ اور مغز ہے۔ ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے ذاکر کے اوصافِ ذمیمہ، اوصافِ حمیدہ میں بدل جاتے ہیں۔ اس کا اخلاق پاکیزہ ہو جاتا ہے اور وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب و وِصال اور مشاہدۂ حق کے قابل ہو جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے انوار میں جذب کر کے باطن میں اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ اس طرح وہ واصل باللہ، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مرتبہ پا جاتا ہے۔

اسمِ اللہ ذات اور صحابہ کرامؓ و فقرا کاملینؒ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ

- میں نے اپنے ربّ کو نُورِ ربّ (اسمِ ذات) سے دیکھا۔ (سرّ الاسرار)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ مرآۃ العارفین میں فرماتے ہیں:

جو کچھ تمام کتاب (قرآن) میں تفصیلاً بیان کیا ہے اس کو سورہ فاتحہ میں درج (پوشیدہ) کیا اور جو فاتحہ میں (تفصیلاً) ہے وہ بسم اللہ میں (پوشیدہ) ہے اور جو بسم اللہ میں (تفصیلاً) ہے وہ اس کی باء میں پوشیدہ ہے اور جو کچھ با میں ہے اسے (باکے) نقطہ میں پوشیدہ اور مبہم کیا۔ اور جب اجمال (مختصر لیکن جامع اور مکمل حالت) کی تفصیل (عالموں میں) ظاہر ہوئی تو (حقیقتِ محمدیہ کے) اس تفصیلاً اظہار کے اعتبار سے اس (حقیقتِ محمدیہ) کا نام مرتبۂ تفصیل بالکتاب المبین رکھا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ جس کو اُمّ الام کہتے ہیں، دو قسم پر منقسم ہے جس میں سے ایک قسم ذات کے متعلق ہے اور وہ 'بِسۡمِ' ہے اور دوسری قسم صفات کے متعلق ہے وہ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے اور جو اِن دونوں کے درمیان ہے وہ ان دو قسموں کا جامع اور ان دونوں کے مقابل ہے اور یہ دونوں قسمیں اس کے بیچ جامع ہیں اور وہ اللّٰہ ہے۔

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے کسی خدا رسیدہ سے اُن کا نام پوچھا تو فرمایا ''ھُو''۔ پھر سوال کیا کہ کھاتے پیتے کیا ہیں؟ انہوں نے پھر جواب میں ''ھُو'' عرض کیا۔ جب ہر سوال کے جواب میں یہی کہتے رہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا ''ھُو سے مراد کیا اللہ ہے؟'' یہ سنتے ہی وہ بزرگ چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیا، باب نمبر 30)

پیرانِ پیر دستگیر سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ

آپ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

- جب ایک بار دل سے کہا جائے 'اللّٰہ' پھر دل میں کوئی غیر باقی نہ رہے۔
- جب کسی کے دل میں اسم اللّٰہ ذات آجاتا ہے تو اس سے دو چیزیں پیدا ہوتی ہیں ایک نار اور دوسری نور، نار سے تمام غیر اللہ تصورات و مادی محبتیں جل جاتی ہیں اور نور سے دل منور آئینہ بن جاتا ہے۔ (الفتح الربانی)
- بُری صفات سے نجات کا ذریعہ یہ ہے کہ آئینۂ دِل کو ظاہر و باطن میں مصقل توحید (ذکر و تصور اسم اللہ ذات) و علم و عمل و شدید مجاہدہ سے صاف کیا جائے حتیٰ کہ نورِ توحید (نورِ اسم اللہ ذات) و صفاتِ الٰہیہ سے دل زندہ ہو جائے اور اس میں وطنِ اصلی کی یاد تازہ ہو جائے اور وطنِ حقیقی کی طرف مراجعت کا شوق پیدا ہو۔ (سرّ الاسرار۔ فصل نمبر 10)
- سیّدنا غوث پاک رضی اللہ عنہٗ ملفوظاتِ غوثیہ میں ایک روایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ ملک شام کی مسجد میں بھوک کی حالت میں پہنچے اور اپنے نفس سے کہا کہ کاش میں اسمِ اعظم جانتا ہوتا۔ دفعتاً دو شخص آسمان کی طرف سے اُترے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پس ایک

نے دوسرے سے کہا ''تیری خواہش اسم اعظم جان لینے کی ہے؟'' دوسرے نے کہا ہاں! اس نے جواب دیا کہ تو **اللہ** کہہ یہی اسم اعظم ہے۔ وہ بزرگ کہتے ہیں ''میں نے دل میں کہا کہ اللہ کا ذکر تو میں کرتا ہوں مگر اسم اعظم کی جو خاصیت ہے وہ ظاہر نہیں ہوتی''۔ اس آدمی نے جواب دیا ''یہ بات نہیں ہمارا مطلب یہ ہے کہ '**اللہ**' اس طرح سے کہو کہ دل میں کوئی دوسرا نہ ہو۔'' (الفتح الربانی۔ملفوظاتِ غوثیہ)

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ جس شخص نے اپنی ذات کو اُس کے اسم (اسمِ اللہ ذات) سے معلوم نہ کیا وہ اُس کا مکلّف نہ رہا اور اس کے حکم سے خارج ہو کر منکرین میں شامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو ثابت قدم رکھا اور انہوں نے اس کے اسم (اسمِ اللہ ذات) کو اپنا امام بنا لیا اور اس کے اور اپنے درمیان تعلق کو مضبوط کر لیا تو وہ ساجدین میں سے ہو گئے۔ (فتوحاتِ مکیہ۔جلد اوّل)
- **اللہ** اسمِ ذات ہے جو جمیع اسما و صفات ہے۔ (فصوص الحکم۔باب فصِ ادریسیہ)
- 'ھُوْ' عارفین کا آخری اور اعلیٰ ترین ذکر ہے۔ (فتوحاتِ مکیہ۔جلد دوم، باب پنجم)

سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ

سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب انسانِ کامل میں فرماتے ہیں:

- حق سبحانہٗ تعالیٰ کی شناخت (پہچان) کی سوائے اسما و صفات کی راہ کے اور کوئی راہ نہیں ہے اور تمام اسما و صفات اسمِ **اللہ** کی تحت میں ہیں۔ ثابت ہوا کہ اسمِ **اللہ** کے سوا اللہ تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے اسمِ **اللہ** کو انسان کے لیے آئینہ بنایا ہے (تاکہ وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو دیکھے)۔
- اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسمِ **اللہ** کو اُن کمالات کا ہیولیٰ بنایا ہے جو معنی الٰہیہ کی صورتیں ہیں اور جمیع تجلیاتِ الٰہی جو اس کے نفس کے لیے اس کے نفس میں ہوتی ہیں وہ سب اسمِ **اللہ** کے زیرِ احاطہ ہیں اور اس کے پیچھے بجز ظلمتِ محض کے جو بطون[1] الذات فی الذات کے نام سے موسوم ہے اور کچھ نہیں ہے اور یہ اسمِ **اللہ** اس ظلمت کا نور ہے جس سے حق اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اسمِ **اللہ** کا ذاکر اپنی ذات سے بے خبر اور اپنے ربّ کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔ وہ احکامِ الٰہیہ پر سختی سے کاربند ہوتا ہے اور دل میں

---

[1] باطن کی جمع

اس کے مشاہدہ میں مشغول رہتا ہے حتیٰ کہ مشاہدہ کے انوار و تجلیات اس کی بشری صفات کو جلا کر رکھ دیتے ہیں۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سولہ سال تک لگاتار اسمِ اللہ ذات دِل پر نقش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک روز اس کوشش میں اتنے وارفتہ ہوئے کہ جنگل کی طرف نکل گئے وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت خضرؑ نے پوچھا ''اے بہاؤ الدین! کیا کر رہے ہو؟'' جواب دیا ''دل روشن نہیں ہو رہا اس لیے بے حد پریشان ہوں۔'' انہوں نے جواب دیا ''تصورِ اسمِ اللہ ذات کیا کرو۔'' عرض کی ''سولہ سال سے اسی کوشش میں ہوں مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔'' حضرت خضرؑ نے فرمایا ''جاؤ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے مزار پر حاضر ہو کر التجا کرو کام بن جائے گا۔'' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مزارِ غوث الاعظمؓ پر حاضر ہو کر التجا کی:

- یا دستگیرِ عالم دستم مرا بگیر   دستم چناں بگیر کہ گویندت دستگیر

ترجمہ: اے جہان بھر کی دستگیری کرنے والے! میری بھی دستگیری فرمائیں اور اس شان سے دستگیری فرمائیں جس کی بنا پر آپؓ کو دستگیر کہا جاتا ہے۔

اس پر سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک سے باہر نکال کر اسمِ اللہ ذات کی شکل میں ان کے سامنے لائے اور فرمایا:

- اے نقشبندِ عالم نقشم را بہ بند   نقشم چناں بہ بند کہ گویندت نقشبند

ترجمہ: اے نقشبندِ عالم! میرے والا نقش (اسم اللہ ذات) جما اور ایسا جما کہ رہتی دنیا تک لوگ تجھ کو نقشبند کے نام سے یاد کریں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت بہاؤ الدین نقشبندؒ کے دل پر اسم اللہ ذات نقش ہو گیا۔

حضرت شیخ فقیر اللہ رحمتہ اللہ علیہ

ایک دفعہ شیخ فقیر اللہ رحمتہ اللہ علیہ اسم اللہ ذات کے ذکر میں مشغول تھے، دیکھا کہ پاس چند فرشتے بیٹھے تسبیح و تقدیس میں محو ہیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان فرشتوں سے فرمایا ''تھوڑا قریب آجاؤ اور میرے ساتھ ذکر میں شریک ہو جاؤ۔'' فرشتوں نے کہا ''ہم آپ کے قریب آنے اور اس ذکر میں شامل ہونے کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتے'' (یعنی ذکرِ اسم اللہ ذات صرف انسان کا شرف ہے)۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کا اصل نام خورشید عالم تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ چوبیس سال روہی میں چلّہ کے بعد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے خورشید عالم رحمتہ اللہ علیہ پر باطنی مہربانی فرمائی اور ان کے

قلب مبارک پر اسمِ اللّٰہ ذات لکھ دیا جس سے آپ رحمتہ اللہ علیہ پر تمام حقائق منکشف ہو گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس عظیم مہربانی پر اپنے آپ کو غلام فرید (یعنی بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کا غلام) کہلوانا شروع کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ننگے پیر کوٹ مٹھن شریف سے پاک پتن حضرت بابا فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر جایا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ جملہ ملفوظاتِ فریدیؒ میں مرقوم ہے ''وہ مومن ہرگز نہیں جس کا ایک سانس بھی اسم اللّٰہ ذات کے ذکر کے بغیر جائے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- الف ہِکو ہم، بس وے میاں جی ہور کہانی مول نہ بھائی
  الف گِدھم دل کھس وے میاں جی ب تے ت دی گل نہ کائی
  الف کیتم بے وس وے میاں جی

ترجمہ: ایک اسم اللّٰہ ذات ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ ہمیں کسی اور وِرد و وظائف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسم اللّٰہ ذات نے ہمارا دل منور کر دیا ہے۔ اب اسم اللّٰہ ذات پوری طرح ہم پر حاوی ہو چکا ہے اور ہمیں حقیقت سے آگاہی حاصل ہو گئی ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

- یار فریدا یار سنجانن کیتے ایہہ نسخہ ہِک ٹِک اے

ترجمہ: یار (اللہ تعالیٰ) کو پہچاننے کے لیے یہ نسخہ (اسم اللہ ذات) قیمتی اور مجرب ہے۔

حضرت سیّد ابو العباس رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سیّد ابو العباس رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اے سالک! تجھے اسم اللّٰہ ذات کا ذکر کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسم تمام اسما کا سلطان ہے۔ اسکی ابتدا علم اور انتہا نور ہے۔

شیخ احمد بن عجیبہ رحمتہ اللہ علیہ

- اسم اللّٰہ سلطان الاوراد اور سلطان الاسما ہے اور یہ اسم اعظم ہے۔ ذاکر جب اس کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو یہ ذکر اس کے گوشت میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کے انوار و تجلیات ذاکر کے کلیات و جزئیات میں سرایت کر جاتے ہیں۔ یہ ذکر زبان سے دل کی طرف، دِل سے روح کی طرف اور رُوح سے سِرّ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس وقت زبان ساکت و صامت ہو جاتی ہے اور ذاکر کو وِصال اور مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔
- بندہ اُس وقت ہی مقامِ رضا تک رسائی حاصل کرتا ہے جب وہ سلوک کے ابتدائی تین مراحل کو عبور کر لے: 1۔ وہ اسم جلالت (اسم اللہ ذات) کے ذکر میں مستغرق ہو۔ یہ تب ممکن ہے جب مرشدِ کامل سے ذکر کی اجازت ہو۔ 2۔ ذاکرین کی صحبت حاصل ہو۔ 3۔ شریعتِ

محمدیہ پرکاربند ہو۔

حضرت امام ابوقشیری رحمتہ اللہ علیہ

اسمِ اللہ کا ذکر ولایت کا منشور، وصال کا منارہ، راہِ سلوک پر چلنے کی علامت اور منزل تک پہنچنے کی دلیل ہے۔ ذکرِ اسمِ اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ تمام خصائلِ حمیدہ جو ذکر کی طرف ہی راجع ہیں، تمام کا منبع ذکرِ اللہ ہی ہے۔

حضرت ابنِ قیم الجوزیہ رحمتہ اللہ علیہ

بلاشبہ وریب چاندی وتانبے کی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اس کی صفائی اسم اللہ سے ممکن ہے۔ ذکرِ الٰہی دل کو چمکتے ہوئے آئینہ کی مانند کر دیتا ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جہنم میں داخل ہونے کا سبب ذکرِ اللہ سے غفلت ہے اور عذابِ جہنم سے چھٹکارا ذکرِ اللہ سے ہی ممکن ہے۔ جب قلب ذکرِ اللہ سے غافل ہوتا ہے تو دنیا اور اس کی خواہشات کی طرف متوجہ ہو کر حرص وہوا میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر ایک طمع سے دوسری طمع کی طرف اور ایک ہوس سے دوسری ہوس کی جانب منتقل ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ تاریکیوں میں گھر جاتا ہے۔ جب اس دل پر اللہ کے ذکر اور معرفت کا دروازہ کھلتا ہے تو ان تمام آفات اور مصائب سے چھٹکارا حاصل کر کے اسے ربّ تعالیٰ کی معرفت کا شعور حاصل ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

ایک طویل عرصہ تک علم وفضیلت کے حصول اور چلہ کشی وریاضت کے بعد جب پیر سیّد مہر علی شاہؒ کو مرشد کامل سے اسمِ اللہ ذات ملا تو اس نے تمام تر ترتیب کو یکسر بدل کر رکھ دیا اور آپؒ بے ساختہ پکار اُٹھے:

سب لِکھیا پڑھیا بُھلا رہیاں ہکو نام سجن دا گا رہیاں
لُوں لُوں تے ساہواں نال دل لگڑا بے پرواواں نال

ترجمہ: جب سے ہمیں ذکر اور تصور کے لیے اسمِ اللہ ذات ملا ہے ہم نے تمام علوم کو فراموش کر دیا ہے کیونکہ اب ہمارا ہر سانس اور جسم کا ریشہ ریشہ اسمِ اللہ ذات کا ذکر کر رہا ہے اور ہمارا رشتہ اس بے نیاز ذات سے قائم ہو چکا ہے۔

حضرت بُلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ

ل اللہ دل رَتا میرا مینوں ب دی خبر نہ کائی
ب پڑھیاں کُجھ سمجھ نہ آوے ل دی لذت آئی
بلھیا قول ل دے پورے جیہڑے دل دی کرن صفائی

ترجمہ: اسمِ **اللہ** ذات نے ہمارا دل اتنا روشن کر دیا ہے کہ ہمیں دوسرے کسی وظیفہ کی خبر نہیں کیونکہ کسی وظیفہ سے ہمیں وہ حاصل نہیں ہوا جو اسمِ **اللہ** ذات پڑھنے سے حاصل ہوا ہے۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ یہ اسمِ **اللہ** ذات ہی ہے جو دل کو صیقل کر کے اُسے اللہ تعالیٰ کے جلوہ سے منور اور روشن کر دیتا ہے۔ یہ حقیقت کسی اور وظیفہ سے حاصل نہیں ہوتی۔

آپؒ مزید فرماتے ہیں:

کیوں پڑھنا ایں گڈ کتاباں دی سر چاناں ایں پنڈ عذاباں دی
ہن ہوئی آ شکل جلاداں دی ایہہ پینڈا مشکل بھارا اے
اک الف پڑھو چھٹکارا اے

ترجمہ: کیوں تم نے کتابوں کے ڈھیر اکٹھے کر رکھے ہیں۔ معرفت کے بغیر حاصل ہونے والے علم نے تمہارا دل جلادوں کی طرح سخت کر دیا ہے جو تمہارے چہرے سے بھی عیاں ہے۔ جتنا علم حاصل کرتے جاؤ گے اتنے ہی حجابات بڑھتے جائیں گے اور روزِ جزا علم کے مطابق اپنے عمل کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ بڑی مشکل منزل ہے، اس سے نجات اور چھٹکارے کا ذریعہ صرف ذکرِ اسمِ **اللہ** ذات ہے۔

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں معرفت وطریقت کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ شدتِ شوق سے بارگاہِ مرشد میں اسمِ اللہ ذات کی طلب میں عرض کرتے ہیں:

نویس 'اللہ' بر لوحِ دلِ من کہ ہم خود را ہم او را فاش بینم (ارمغانِ حجاز)

ترجمہ: میرے دل کی لوح پر اسمِ **اللہ** ذات لکھ اور مجھے بھی اور میرے اندر چھپے ہوئے حق تعالیٰ کے بھید کو بھی مجھ پر آشکار کر دے۔

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بُو میں خرد کھوئی گئی ہے چار سُو میں
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی اماں ملے شاید **اللہ ھُو** میں (بالِ جبریل)

میری نوائے شوق سے شور حریمِ ''ذات'' میں غلغلہ ہائے اَلاماں بُت کدۂ ''صفات'' میں (بالِ جبریل)

- مٹا دیا میرے ساقی نے عالمِ مَن و تُو — پلا کے مجھ کو مئے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُـو (بال جبریل)
- شوق مری لَے میں ہے شوق مری نَے میں ہے — نغمۂ اللہ ھُو میرے رَگ و پے میں ہے (بال جبریل)
- بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جُو بیٹھے — سنتے ہیں جام بکف نغمۂ کوکو بیٹھے
  دُور ہنگامۂ گلزار سے یک سُو بیٹھے — تیرے دیوانے بھی ہیں منتظرِ ھُو بیٹھے (بانگ درا)

موجودہ دَور کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- کہن ہنگامہ ہائے آرزو سَرد — کہ ہے مردِ مسلماں کا لہو سَرد
  بُتوں کو میری لادینی مبارک — کہ ہے آج آتشِ اللہ ھُـو سَرد (ارمغانِ حجاز)

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں:

- گفت آں شعرے کہ آتش اندروست — اصلِ او از گرمی اللہ ھُـو ست (جاوید نامہ)

ترجمہ: (رومی رحمتہ اللہ علیہ نے) مجھ سے کہا کہ وہ شعر جس کے اندر (عشق کی) آگ ہے اس کی بنیاد اللہ ھُو کی آتشِ عشق ہے۔

- می نگنجد آں کہ گفت اللہ ھُـو — در حدودِ ایں نظامِ چار سُو (جاوید نامہ)

ترجمہ: جو ذکر اللہ ھُو کرتا ہے وہ زمان و مکان (Time and Space) کی حدود میں نہیں سماتا۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں اقبالؒ فرماتے ہیں:

- تا غزالیؒ درس اللہ ھُـو گرفت — ذکر و فکر از دودمانِ او گرفت (جاوید نامہ)

ترجمہ: جب امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سے ''اللہ ھُو'' کی تلقین حاصل کر لی تو وہ کامل ہو گئے یعنی ظاہری علوم کے بعد باطنی علم بھی حاصل کر لیا۔

اقبالؒ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ ھُو تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا ہے:

- آمد از پیراہن او بوئے او — داد مارا نعرہ اللہ ھُـو (مثنوی)

ترجمہ: مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لباس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو آئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں نعرہ (ذکر) اللہ ھُو دیا۔

ذکرِ ھُو اسم اللہ ذات کا آخری مقام ہے۔ اس کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- منم کہ طوافِ حرم کردہ ام بتے بہ کنار — منم کہ پیش بتاں نعرہ ہائے ھُـو زدہ ام (پیامِ مشرق)

ترجمہ: میں وہ ہوں جس نے (خواہشاتِ نفس و دنیا کا) بُت دِل میں رکھ کر کعبہ کا طواف کیا اور وہ بھی میں ہی ہوں جس نے بتوں (ظاہری مذہبی راہنماؤں) کے سامنے ھُو کا نعرہ لگایا ہے یعنی اندھوں کے سامنے ھُو کے راز کو کھولا ہے۔

ہر کہ پیمان با ھُو الموجود بست گردنش از بند ہر معبود رست (رموزِ بیخودی)

ترجمہ: جس نے حاضر و موجود ھُو کے ساتھ پیمان باندھ لیا (یعنی ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو گیا) وہ زندہ جاوید ہو گیا اور اس کی گردن ہر غلامی سے آزاد ہو گئی۔

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ

فرق است ز آبِ خضر کہ ظلمات جائے است تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر است

ترجمہ: آبِ خضر جس کا مقام ظلمات ہے اور ہمارے پانی میں بہت فرق ہے۔ یہاں 'ہمارے پانی' سے مراد اسمِ اللہ ہے جس کا منبع خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ آبِ خضر سے بہتر ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تُو وہ ذکر کر کہ وہ مالک ظاہر ہو کر آئے۔ ایسا ذکر نہیں جو زبان سے ہو کیونکہ زبانی ذکر عارضی ذکر کے سوا کچھ نہیں مگر 'ذکرِ روحی' درویشوں کا ہُنر ہے۔

میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ

اوّل حمد ثنا الٰہی جو مالک ہر ہر دا اس دا نام چتارن والا کسے میدان نہ ہردا

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے حمد و ثنا جو تمام جہانوں کا مالک اور ربّ العالمین ہے۔ اس کے نام (اسم اللہ) کا ذکر کرنے والے کو ظاہر و باطن کے کسی میدان میں کبھی شکست نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہ کبھی ناکام ہوتا ہے۔

حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے چالیس سال کی طویل ترین ریاضت کے بعد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے اسمِ اللہ ذات حاصل کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ب بس بھائی بے دس ناہیں، مینوں پیر دی تس بے وس کیتا
اللہ بس سکھایا جناب مینوں، باقی غیر معلوم ہوس کیتا
سرمہ پیر دے پیراں دی خاک پائی، مصحف خاص مزار دا مس کیتا
سلطان محمد بہادر شاہؒ جد اکھ تیز ہوئی، دیدار خدا دا بس کیتا

مفہوم: ہمارے مرشد کامل اکمل کے عشق نے ہمیں اپنے بس میں کر لیا ہے کیونکہ ہمارے مرشد نے ہمیں اسمِ اللہ ذات تلقین کیا ہے اور غیر اللہ کو ہمارے دل سے نکال دیا ہے۔ جب اسمِ اللہ ذات کے ذکر اور تصور سے ہمیں نورِ بصیرت حاصل ہوا تو تب ہمیں دیدارِ الٰہی نصیب ہوا۔ یہ نعمت حاصل کر کے ہم نے مرشد کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا اور اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دے دیا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ہر تصنیف اسمِ اللہ ذات کی شرح و تفسیر ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے اَسرار و رموز کو جتنا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کھول کر اپنی تصنیفات میں بیان فرمایا ہے اس سے پہلے کوئی بھی نہ کر سکا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- الف بس است اگر فہم ایں اداست ترا — خیال خواندن چندیں کتب چراست ترا

ترجمہ: تجھے اس قدر کتب پڑھنے کا خیال کیوں رہتا ہے؟ اگر تو سمجھے تو تیرے لیے محض علم الف (اسمِ اللہ ذات) ہی کافی ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

- اسمِ اللہ راہبر است در ہر مقام — از اسمِ اللہ یافتند فقرش تمام

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات طالبانِ مولیٰ کی ہر مقام پر راہنمائی کرتا ہے اور اسمِ اللہ ذات سے ہی وہ کامل فقر کے مراتب پر پہنچتے ہیں۔ (محک الفقر کلاں)

- اسمِ اللہ ذوق بخشد باوصال — بے زبانے سخن گوید قیل و قال

ترجمہ: اسمِ اللہ کے تصور سے صاحبِ تصور کو ذوقِ الٰہی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ ہر وقت وصالِ حق میں مسرور ہو کر ذاتِ حق سے بے زبان گفتگو کرتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

- آں روز یاد کن کہ یارے تُو کس نہ باشد — جز عمل و ایمان دیگرے ہمراہِ تُو کس نہ باشد
  اللہ بس ترا شد خطے کش بر سویٰ اللہ — باھُوؒ! بہ ازیں نہ باشد یک بار گفتن اللہ

ترجمہ: اس دِن کو یاد کر جب تیرا کوئی دوست نہیں ہوگا اور عمل و ایمان کے سوا تیرے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔ اے باھُوؒ! ایک بار ذکرِ اللہ کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں۔ اسمِ اللہ تیرے لیے کافی ہے، اسمِ اللہ کے سوا ہر چیز پر خطِ تنسیخ کھینچ دے (یعنی اسمِ اللہ کے سوا ہر چیز کو ترک کر دے)۔ (محک الفقر کلاں)

- اسمِ اللہ بس گرانست بس عظیم — ایں حقیقت یافتہ نبیؐ کریم

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات نہایت گراں اور بیش قیمت دولت ہے اور اس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

- اسمِ اللہ ہمچو در دِل آفتاب — ظلمت از انوارِ او گردد خراب

نامِ اللّٰہ گشت آسان بر زبان   کنہ اللّٰہ مشکل است سِرّ نہاں

ترجمہ: جب دل میں اسمِ اللّٰہ کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے دل کی ساری ظلمت مٹ جاتی ہے۔ محض زبان سے اسمِ اللّٰہ کا ذکر کر لینا بہت آسان ہے مگر اسمِ اللّٰہ کی کنہ اور سِرّ نہانی تک پہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❖ جو بھی اسمِ اللّٰہ کا ذکر کرتا اور اسے یاد رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اسمِ اللّٰہ ذات کو پڑھنے اور اس کا ذکر کرنے سے (ذاکر پر) علمِ لدنّی کھل جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

✦ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (سورۃ البقرہ۔31)

ترجمہ: اور ہم نے آدم کو کُل اسما کا علم عطا کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

✦ مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ (سورۃ الانعام۔121)

ترجمہ: جس چیز پر اسمِ اللّٰہ نہیں پڑھا جاتا بے شک وہ چیز فاسق ہے۔

جان لے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسمِ اللّٰہ کی برکت سے عرش و کرسی اور لوح و قلم سے بالاتر قَابَ قَوْسَیْنِ کے مقام پر پہنچے جہاں اللہ اور ان کے درمیان کوئی حجاب نہ تھا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے کیونکہ اسمِ اللّٰہ دونوں جہانوں کی چابی ہے۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا بغیر کسی ستون کے قائم رہنا بھی اسمِ اللّٰہ کی ہی برکت سے ممکن ہے۔ تمام پیغمبروں کو پیغمبری اسمِ اللّٰہ کی بدولت ملی اور اسمِ اللّٰہ کی ہی برکت سے انہیں کفار سے نجات اور ان پر فتح حاصل ہوئی کیونکہ انہوں نے کہا اَللّٰہُ مُعِیْنٌ (اللہ ہی ہمارا مددگار ہے)۔ (عین الفقر)

❖ قرآنِ پاک میں اسمِ اللّٰہ چار ہزار مرتبہ آیا ہے۔ اسمِ اللّٰہ کی برکت سے سارا قرآن بھی اسمِ اللّٰہ ہے۔ مرشد کامل اکمل وہ ہے جو اسمِ اللّٰہ اور اسمِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ جانتا ہو اور اس کے علاوہ (اللہ کے قرب و دیدار تک پہنچنے کی) دوسری کوئی راہ نہ جانتا ہو اور صادق طالب مولیٰ وہ ہے جو اللہ کے سوا کوئی اور طلب نہ رکھے کیونکہ اس ذاتِ پاک کے بغیر پاکی اور بلندی ممکن نہیں۔

✤ دادہ خود سپہر بستاند   اسمِ اللّٰہ جاودان ماند

ترجمہ: آسمان (کائنات) اسی کا بنایا ہوا ہے، وہ جب چاہے گا اسے سمیٹ لے گا مگر اسمِ اللّٰہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ (عین الفقر)

❖ بعض طالبوں کو تصورِ اسمِ اللّٰہ ذات سے محبت و معرفت اور مشاہدۂ انوار مراقبے میں حاصل ہوتا ہے اور وہ انوارِ الٰہی میں غرق ہو کر عین بعین دیدارِ الٰہی کرتے ہیں۔ ایسے مراقبے میں آنکھیں تو بند ہوتی ہیں لیکن قلب خونِ جگر نوشی کی حالت میں ہوتا ہے اور عین بعین ذات کو دیکھتا ہے۔ ایسے صحیح صاحبِ مراقبہ کو چاہیے کہ مراقبے سے ہرگز سر نہ اُٹھائے کیونکہ اس کا مراقبہ اسے محرمِ اسرارِ پروردگار بناتا ہے اور اسے یقین و اعتبار کے مراتب تک پہنچاتا ہے۔ بعض کو تصورِ اسمِ اللّٰہ ذات سے معرفت و محبت کا مشاہدہ اور باعیان معراج نصیب ہو جاتی ہے جس سے وہ لاھوت لامکان میں ساکن ہو کر سب کچھ عین دیکھتے ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ علمِ قرآن، علمِ حیُّ القیوم، علمِ نص وحدیث، علمِ لوحِ محفوظ، عرش سے لیکر فرش تک اور ماہ سے ماہی تک تمام علمِ غیب، علمِ سرِّ اسرارِ پروردگار، نفسانی وروحانی وقلبی احکامِ ربی، اٹھارہ ہزار عالم کی کل وجز مخلوقات کے درمیان جاری اللہ کے تمام حکم وحکمتیں، علمِ توریت، علمِ انجیل، علمِ زبور، علمِ فرقان اور چاروں اسمِ اعظم (اللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ھُو) اسمِ اللّٰہ ذات کی طے میں ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اللہ پاک کو پانے کا راستہ اسمِ اللّٰہ ذات کے ذکر اور تصور میں ہی بتاتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ آخر اصل اور کامل راہ کونسی ہے جو ایک ہی لمحے میں لازوال مراتبِ حضوری تک پہنچا کر وصالِ الٰہی سے بہرہ ور کر دیتی ہے اور جس میں کوئی رجعت لاحق نہیں ہوتی۔ ذکر وفکر، مراقبہ ومکاشفہ، صوم وصلوٰۃ، ورد ووظائف، حج وزکوٰۃ، تلاوت وعلم سب میں رجعت کا خطرہ ہے۔ ہر وہ عمل جو ماسویٰ اللہ کسی اور نیت سے کیا جائے طالب کے لیے باعثِ رجعت ہے۔ لیکن تصور وتوفیقِ حاضراتِ اسمِ اللّٰہ ذات سے حاصل ہونے والے مراتب رجعت سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دیتے ہیں اور طالب تصورِ اسمِ اللّٰہ، تفکر فنا فی اللہ، تصرف بقا باللہ اور مرشد کامل کی توجہ سے حضوری کے لازوال مراتب کو پالیتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ تصورِ اسمِ اللّٰہ ذات سے دل میں انوارِ الٰہی پیدا ہوتے ہیں جن سے سرتا قدم سارا وجود نور سے منور ہو جاتا ہے۔ یہ مراتب اہلِ تصور مشرفِ دیدار کے ہیں۔ ذکر وفکر اور ورد ووظائف سے رجوعاتِ خلق ہوتی ہے جس سے نفس کا حجاب موٹا ہوتا ہے اور وسوسے اور وہمات متشکل ہو کر تجلیات برساتے ہیں جس سے ایک مجلس دکھائی دیتی ہے اور احمق لوگ اسے حضوری ووصال سمجھ بیٹھتے ہیں۔ باخبر ہو جا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے:

⊕ كُلُّ اِنَآءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ

ترجمہ: برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

پس اس حدیث کی روشنی میں خود کو پہچان لے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ فقیر کے مغز وپوست میں اسمِ اللّٰہ ذات کا ذکر جاری ہو جاتا ہے اور یہ ذکر اس کی ہڈیوں میں، اس کی آنکھوں میں اور اس کے چمڑے میں بھی جاری ہو جاتا ہے۔ پس قلبی ذاکر کا تمام بدن اسمِ اللّٰہ ذات بن جاتا ہے اور اس میں اسمِ اللّٰہ ذات جاری ہو جاتا ہے.......... ایسے فقیر کا وجود قدرتِ الٰہی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ (محبت الاسرار)

❖ جو فقیر فقر کے مرتبۂ سلطان الوھم تک مکمل رسائی حاصل کر لیتا ہے اس پر قربِ اللہ سے تمام علوم نازل ہوتے ہیں۔ قدرتِ الٰہی کے مرسل سے اس پر ہزار ہا ہزار بلکہ بے شمار پیغامات علمِ لدنّی اور وارداتِ غیبی کی صورت میں وارد ہوتے ہیں۔ اسمِ اللّٰہ ذات کے تصور سے عارف باللہ ایک لحظہ میں ہزار ہا بلکہ لاکھوں کروڑوں مقامات طے کر لیتا ہے۔ (قربِ دیدار)

❖ سن! معرفتِ الٰہی، قربِ توحید اور مشاہدۂ حضوری کا سلک سلوک یہ ہے کہ جب طالبِ مولیٰ اسمِ اللّٰہ ذات کے ساتھ کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو اپنے تصور اور تصرف میں لاتا ہے تو اسمِ اللّٰہ ذات اور کلمہ طیب کے ہر حرف سے نور کی تجلیات نکلتی ہیں جو اہلِ تصور کو لامکان میں مجلسِ محمدی ﷺ کی حضوری میں پہنچا دیتی ہیں۔ لامکان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مدِّنظر رہتا ہے جہاں وحدانیت کے سمندر میں طرح طرح کی موجیں ''وَحْدَہٗ وَحْدَہٗ'' کے نعرے بلند کرتی رہتی ہیں۔ جو نورِ توحیدِ الٰہی کے سمندر کے کنارے تک پہنچ جاتا اور اسے دیکھ لیتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ پیغمبر ﷺ اپنے دستِ مبارک سے جن سالکوں کی گردن پکڑ کر وحدت کے اس سمندر میں غوطہ دیتے ہیں وہ غواصِ توحید ہو جاتے ہیں اور مرتبہ فنا فی اللہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ وحدت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کے بعد بعض سالک تو مجذوب ہو جاتے ہیں اور بعض مجذوب سالک اہلِ توحید ذات ہو جاتے ہیں۔ مراتبِ ذات اہلِ درجات سے پوشیدہ ہیں۔ جو بے مثل نورِ توحید کے سمندر میں غرق ہو جائے وہ لامکان میں پہنچ جاتا ہے۔ لامکان غیر مخلوق ہے اور اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جا سکتی۔ اس مقام کا نام لامکان اس لیے ہے کیونکہ وہاں نہ دنیا کی گندگی کی بو ہے اور نہ ہی نفس کی ناپسندیدہ خواہشات کی گنجائش ہے۔ یہ بندگی میں دائمی غرق ہونے کا مقام ہے۔ لامکان میں شیطان کے داخلے کا کوئی امکان نہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

◆ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (سورۃ البقرہ۔115)

ترجمہ: پس تم جدھر بھی دیکھو گے تمہیں اللہ کا چہرہ ہی نظر آئے گا۔

لامکان میں تم جدھر بھی دیکھو گے تمہیں ہر طرف توحید کا نور ہی نظر آئے گا۔ یہ مراتب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رفاقت، شریعت اور کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ لامکان کی یہ راہ تحقیق کی راہ ہے۔ اس میں شک کرنے والا زندیق ہے۔ (شمس العارفین)

✤ جان لو کہ احوال کے ساتھ کیا جانے والا ذکر اسمِ اللّٰہ ذات اور مشق مرقومِ وجودیہ وجود کو حیات عطا کرتے ہیں، دنیا و آخرت میں نجات کا باعث بنتے ہیں اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری عطا کرتے ہیں۔ اسمِ اللّٰہ ذات کی تاثیر سے ذاکر کا وجود اور ظاہر و باطن آیاتِ قرآن و حدیث کے موافق پاک ہو جاتے ہیں کہ ذاکر کی زبان اللہ کی تلوار ہے اور ذاکر اس فرمان کے مطابق ہوتا ہے:

❂ اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ

ترجمہ: مفلس اللہ کی امان میں ہے۔

ایسا ذاکر گنجِ الٰہی ہوتا ہے اور اس کا راز اللہ کا راز ہوتا ہے کیونکہ وہ شرک، کفر، بدعت اور خواہشات سے پاک ہوتا ہے۔ ذاکر کی آنکھ حق کا دیدار کرنے والی ہوتی ہے اور وہ باطل اور بے دین اہلِ دنیا سے بیزار ہوتا ہے۔ ذاکر کا سینہ علمِ معرفتِ توحید سے پُر ہوتا ہے اور وہ ریا اور تقلید سے پاک ہوتا ہے۔ ذاکر کا ہاتھ صفتِ کریم کا حامل ہوتا ہے، اس کے قدم شریعت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوتے ہیں اور وہ امر معروف کے ذریعے نفس کے خلاف جہاد کے لیے کمر بستہ رہتا ہے۔ ذاکر کے لیے بس اللہ ہی کافی ہوتا ہے اس لیے اس کے وجود میں ہوس اور خواہشات باقی نہیں رہتیں۔ ذاکر کا وجود تصور اسمِ اللّٰہ ذات کے ذریعے اصل تک پہنچ چکا ہوتا ہے اس لیے وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ معرفتِ الٰہی، تجلیاتِ نورِ ذات،

مشاہدۂ حضوری اور وصال کا راز ہوتا ہے۔ ذاکر کے ساتوں اندام ذکرِ اللّٰہ کی بدولت اسمِ اللّٰہ ذات میں غرق ہو کر مکمل نور ہو چکے ہوتے ہیں جس کی بدولت وہ ہمیشہ اللہ کی نظر اور حضوری میں ہوتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ جان لے کہ جب قلب جنبش کرتا ہے تو صاحبِ قلب تصور اسمِ اللّٰہ ذات سے اپنے قلب پر اسمِ اللّٰہ ذات کے منقش نقش کو واضح طور پر دیکھتا ہے۔ اسمِ اللّٰہ ذات کے ہر حرف سے سورج کی طرح نور کے شعلے نکلتے ہیں جو اس کے قلب کے اردگرد کو روشن اور درخشاں کر دیتے ہیں اور اس کا قلب سر سے پاؤں تک نورِ ذات کی تجلیات میں گھر جاتا ہے۔ اس کے قلب کی زبان یَااَللّٰہُ، یَااَللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا ذکر کرتی ہے۔ اس کا قلب جتنی مرتبہ اسمِ اللّٰہ کے ساتھ کلمہ طیب کا ذکر کرتا ہے ہر مرتبہ اسے ستر ہزار ختم قرآن کا ثواب بلکہ اس سے بھی زیادہ بے حد و بے شمار ثواب ملتا ہے۔ ایسا صاحبِ قلب ذاکر جب اسمِ اللّٰہ ذات کے تصور میں آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرتا ہے اور استغراق کے ساتھ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ تجلیاتِ ذات کے نور میں غرق ہو کر حضوریٔ ربوبیت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پس اللہ کے حکم اور اسمِ اللّٰہ ذات کے نور کی عظمت و برکت اور کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے اس کے اسی (80) سال کے گناہ کراماً کاتبین کے دفاتر سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔ یہ پوشیدہ اور بے ریا عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ قبول و منظور ہے کیونکہ اللہ کی نظر ہمیشہ دِل پر ہوتی ہے۔ (شمس العارفین)

❖ جان لے کہ جب صاحبِ تصور اسمِ اللّٰہ ذات، اسمِ اللّٰہ ذات کے حروف میں غرق ہوتا ہے تو اسے اسمِ اللّٰہ ذات کا ہر حرف زمین و آسمان کے ساتوں طبقات، عرش و کرسی، لوح و قلم بلکہ دونوں جہانوں سے وسیع نظر آتا ہے۔ پس جو کوئی اس وسیع مقام میں آ جاتا ہے اسے معرفتِ توحید مطلق حاصل ہو جاتی ہے اور وہ تجرید و تفرید کے مقامات سے گزر کر فنا فی اللہ بقا باللہ ہو جاتا ہے۔ جو کوئی اسمِ ذات کے ان حروف میں سے کسی ایک حرف کا بھی محرم ہو جاتا ہے وہ اہلِ ذات ہو جاتا ہے، اس کا وجود مطلق پاک ہو جاتا ہے۔ پس جو کوئی اسمِ اللّٰہ ذات پاک کے حروف میں محو ہو جائے اسے قیامت کے دن حساب کتاب کا کیا خطرہ؟ (شمس العارفین)

❖ جو اسمِ اللّٰہ کی معرفت کا محرم ہو جاتا ہے، دنیا اور آخرت کی ہر چیز اس پر منکشف ہو جاتی ہے اور وہ معروف عارف بن جاتا ہے۔ ظاہر میں وہ مخلوق کے نزدیک حقیر اور خوار ہوتا ہے لیکن باطن میں وہ ہوشیار ہوتا ہے۔ وہ مقربِ پروردگار ہوتا ہے اور تمام انبیا، اولیا اور اہلِ بہشت کی ارواح اس کی مشتاق ہوتی ہیں۔ ایسے عارف کو اسمِ اللّٰہ ذات کے حروف کا عارف باللہ کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عارف کی نشست و برخاست اور جو کام بھی وہ کرتا ہے سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت سے ہوتا ہے۔ ان کا کوئی بھی دینی و دنیاوی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

❖ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ

ترجمہ: حکیم کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اس کا ہر حال، ہر قال، ہر عمل اور ہر فعل معرفت و وصالِ الٰہی کی بنا پر ہوتا ہے کیونکہ ان سب کی بنیاد تصور اسمِ اللّٰہ ذات پر ہے۔ (شمس العارفین)

❖ جس قدر کسی کا علمِ کُلی بڑھتا ہے اُسی قدر اُس کی عقلِ کُلی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی راہبر عقلِ کُل ہو جاتی ہے اُس کے ہر عضو میں اسمِ اللّٰہ کی برکت سے شوقِ توحید، طلبِ مولیٰ، صفائی دِل، معرفتِ الٰہی، کشف الاسرار، حیرت، خوف و رجا، ترک و توکل اور جملہ صفاتِ الٰہیہ جمع ہو جاتی ہیں اور وہ ہر گناہِ ناشائستہ سے تائب ہو کر طاعت و امانِ الٰہی اور تصورِ اسمِ اللّٰہ میں غرق ہو جاتا ہے۔ خاص الخاص استغراق یہ ہے کہ بندہ جب تصورِ اسمِ اللّٰہ میں غرق ہوتا ہے تو اُس کی روح پُر فتوح جسے روح القرح فیض اللہ کہتے ہیں، جثہ، نورِ اللّٰہ کی صورت میں چشمۂ ذکرِ نورِ اللّٰہ سے نکل کر اسمِ اللّٰہ کی اُس نوری قندیل میں آجاتی ہے جو وحدتِ الٰہی کے نور سے پُر اتنی وسیع ہے کہ شش جہات (چھ سمتیں) اُس کا احاطہ نہیں کر سکتیں کہ اُس کی سمائی کسی مکان میں نہیں، نہ اُس کا کوئی نشان ہے اور نہ ہی اُس کی صورت کا کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جو آدمی اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے مطلق صاحبِ استغراق ہو جاتا ہے۔ اُس کے اِس مرتبے کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ط اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ (ترجمہ: مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ بے شک اولیا اللہ مرتے نہیں) کا مرتبہ کہتے ہیں۔ اِس مقام پر ولی اللہ فقیر کے لیے موت و حیات برابر ہو جاتی ہے۔ وہ اس لیے کہ اُس کا جسم تو زیرِ خاک ہوتا ہے لیکن اُس کی روح عرش سے اوپر نورِ اللہ کی قندیل میں مشاہدۂ نورِ اللہ میں غرق ہوتی ہے۔ جس روز قیامت قائم ہوگی تمام اہلِ استغراق جثہ، قبور میں آکر کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا وِرد کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہونگے، اُن پر دیدارِ الٰہی کی مستی اِس قدر غالب ہوگی کہ وہ اپنے سَر عرش پر مارتے ہوں گے۔ یہ ہے کمالِ شوق و معرفت، تصور و تصرف اسمِ اللّٰہ برحق۔ ایسے ہی فقیر کو صاحبِ گنج فقیر کہتے ہیں یعنی وہ فقیر کہ جسے اسمِ اللّٰہ کی برکت سے بلا رنج معرفتِ وصال حاصل ہو۔ (محک الفقر کلاں)

سلطان الاذکار ھُو

ھُو سلطان الاذکار ہے جس کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ باھُو در ھُو گم شدہ فی اللہ فنا ‌ ‌ ‌ نام باھُوؒ متصل شد با خدا

ترجمہ: باھُوؒ ھُو میں گم ہو کر فنا فی اللہ ہو گیا اور باھُوؒ کا نام اللہ کے ساتھ متصل ہو گیا۔

❖ باھُوؒ با ھُو فنا، با ھُو بقا شد ‌ ‌ ‌ کہ اوّل آخر رازِ ھُو بقا شد

ترجمہ: باھُوؒ، ھُو میں فنا ہو کر ھُو کے ساتھ بقا پا گیا کیونکہ اوّل آخر ھُو کا راز اُسے مل گیا۔

❖ باھُوؒ در ھُو گم شدہ باھُوؒ نہ ماند ‌ ‌ ‌ باھُوؒ از ھُو یافتہ 'یاھُو' بخواند

ترجمہ: ھُو میں گم ہونے کے بعد باھُوؒ باقی نہ رہا۔ باھُوؒ نے 'یاھُو' کا ذکر ھُو سے پایا۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ ہر کہ ذکرِ 'ھُو' ز باھُوؒ یافتہ ‌ ‌ ‌ بشنود 'یاھُو' از کبوتر فاختہ

ترجمہ: جس نے بھی باھُوؒ سے ذکرِ ھُو حاصل کیا اسے کبوتر و فاختہ کی آواز میں بھی یاھُو کی صدا آتی ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ باھُو در ھُو گم شدہ، گمنام را کہ یافتہ؟ ‌ ‌ ‌ ہم صحبتم با مصطفیٰؐ در نور فی اللہ ساختہ

ترجمہ: باھُوؒ ھُو میں گم ہو گیا ہے، ایسے گمنام کو کیسے ڈھونڈا جا سکتا ہے؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں رہتا ہوں اس لیے نورِ الٰہی میں غرق ہو کر نور ہی بن گیا ہوں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

از قبرِ باھُوؒ ھُو برآید حق بنام ذاکران را انتہا ''ھُو'' شد تمام

ترجمہ: باھُوؒ کی قبر سے 'ھُو' کی صدا بلند ہوتی رہتی ہے جو نامِ حق ہے۔ ھُو ذاکروں کا انتہائی ذکر ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

باھُوؒ در ھُو گم شدہ باھُوؒ نماند نُورِ باھُوؒ روز و شب یاھُو بخواند

ترجمہ: باھُوؒ جب 'ھُو' میں گم ہو گیا تو اس کی اپنی ہستی باقی نہ رہی۔ اب وہ نوری صورت اختیار کر کے صبح و شام یاھُو کا ورد کرتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

باھُوؒ از میانِ ھُو چشم می بیند خدا درمیانِ ھُو ببین وحدت لقا

ترجمہ: باھُوؒ چشمِ ھُو سے دیدارِ الٰہی کرتا ہے۔ اے طالب تو بھی باصفا ہو کر مقامِ وحدت پر پہنچ اور چشمِ ھُو سے دیدار کر۔ (نور الہدیٰ کلاں)

باھُوؒ مرا ھُو یار شد ایں بختِ من بیدار شد
با ہمنشین دِلدار شد در عشقِ اُو پروانہ ام
از جان خود بیگانہ ام

ترجمہ: اے باھُوؒ! ھُو میرا یار بن گیا ہے اور میرے بخت جاگ گئے ہیں کہ میں اپنے دلدار کے عشق میں پروانہ وار جل کر اور خود سے بیگانہ ہو کر اس کا ہمنشین ہو چکا ہوں۔ (عین الفقر)

نماندہ پردہ باھُوؒ گشت یاھُو کہ ذِکرش روز و شب یاھُو گفت باھُوؒ

ترجمہ: باھُوؒ کے سامنے کوئی پردہ باقی نہ رہا اور باھُوؒ یاھُو ہو گیا کیونکہ باھُو صبح شام ذکرِ یاھُو کرتا ہے۔ (عین الفقر)

کسے بس ذکر گوید ھُو ہویدا وجودش می شود زاں نور پیدا

ترجمہ: جس شخص کے وجود میں ذکرِ ھُو جاری ہو جاتا ہے اُس کا وجود نورِ ذات میں ڈھل جاتا ہے۔

اسمِ اعظم انتہا با ھُو بود وردِ باھُوؒ روز و شب یاھُو بود

ترجمہ: اسمِ اعظم انتہا یعنی ھُو تک لے جاتا ہے اسی لیے باھُوؒ دن رات یاھُو کا ورد کرتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

باھُوؒ را ھُو بُرد با آورد برد ہر کہ با آن عین بیند او نمرد

ترجمہ: باھُوؒ کو 'ھُو' اپنے ساتھ لے گیا اور 'با' یہیں رہ گیا۔ جو اس کا ساتھ اختیار کر کے عین ذات کو دیکھ لیتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔ (عین الفقر)

اسمِ یاھُو گشت باھُوؒ راہ بر پیشوائے شد محمدؐ معتبر

ترجمہ: اسمِ یاھُو نے باھُوؒ کا راہبر اور پیشوا بن کر اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معتبر حضوری سے مشرف کر دیا ہے۔

ابتدا ھُو انتہا ھُو ہر کہ با ھُو می رسد عارفِ عرفان شود ہر کہ با ھُو 'ھُو' شود

ترجمہ: ابتدا بھی ھُو ہے اور انتہا بھی ھُو ہے۔ جو کوئی ھُو تک پہنچ جاتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے اور ھُو میں فنا ہو کر 'ھُو' بن جاتا ہے۔

❖ مُلک و مِلک بیک ھُو زدہ ناچیز کنیم — ما کہ در قلزمِ توحید نہنگ آمدہ ایم

ترجمہ: ہم نے اسمِ ھُو کی ایک ہی ضرب سے ملک وملکیت کو نیست و نابود کر دیا ہے کہ ہم قلزمِ توحید کے مگر مچھ ہیں۔

ا۔ باھُوؒ بہ یک نقطہ یاھُو می شود — وردِ باھُوؒ روز و شب یاھُو بود

۲۔ اسمِ ھُو سیف است باھُوؒ بر زبان — قتل کن ایں نفس کافر ہر زمان

ترجمہ: (ا) باھُوؒ ایک ہی نقطے کے اضافے سے یاھُو بن جاتا ہے لہٰذا باھُوؒ رات دن یاھُو کے ذکر میں غرق رہتا ہے۔ (۲) باھُوؒ کی زبان پر ہر وقت اسمِ ھُو کا ورد جاری رہتا ہے جو ایک ننگی تلوار ہے اور ہر وقت کافر نفس کو قتل کرتی رہتی ہے۔

❖ اگر تُو 'ھُو' کے اسرار حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو دِل سے نکال دے۔ (قربِ دیدار)

❖ جس کے وجود میں اسمِ ھُو کی تاثیر پیدا ہوتی ہے اُسے ھُو سے انس ہو جاتا ہے اور پھر وہ غیر ماسویٰ اللہ تمام لوگوں سے وحشت کھاتا ہے۔ (عین الفقر)

❖ جب کوئی دل کے ورق سے اسمِ ھُو کا مطالعہ کر لیتا ہے تو پھر اُسے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ ایسی حالت میں وہ خَلق کی نظر میں بے شعور ہوتا ہے مگر خالق کے ہاں صاحبِ حضور ہوتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❖ ذکرِ ھُو کرتے کرتے جب ذاکر کے وجود پر اسمِ ھُو غالب آ کر اُسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے تو اس کے وجود میں ھُو کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ (محک الفقر کلاں)

❖ شریعت ناسوت ہے، طریقت ملکوت ہے، حقیقت جبروت ہے، معرفت لاھُوت ہے اور ان کا جامع ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہ اور ھُو ہے۔ لَآ اِلٰہَ ذکرِ ناسوت ہے، اِلَّا اللّٰہُ ذکرِ ملکوت ہے، اَللّٰہ ذکرِ جبروت ہے اور ھُو ذکرِ لاھُوت ہے۔ (محک الفقر کلاں)

لاھُوت وہ جہان ہے جس کی حد پر معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا کہ اگر میں جبروت سے نکل کر لاھُوت کی حد میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو جل جاؤں گا، یہاں سے آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنہا ہی سفر فرمائیں۔ لاھُوت لامکان میں دیدارِ الٰہی ہے اور یہاں داخلہ ذکرِ ھُو سے ہی ممکن ہے اور یہ صرف انسان کا شرف ہے۔

مشق مرقومِ وجودیہ

مشق مرقومِ وجودیہ سے مراد نقش اسم اللہ ذات کو سامنے رکھ کر تفکر سے وجود کے مختلف اعضا پر انگشتِ شہادت سے اسم اللہ ذات لکھنا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ مشق مرقومِ وجودیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

- کل وجزکے ان تمام مراتب کو حاصل کرنا اور واصل باللہ ہونا مشق مرقومِ وجودیہ کے ذریعہ ممکن ہے۔ باتفکر مشقِ وجودیہ کرنے سے اسمِ اللہ ذات جسم میں روشن ہو جاتا ہے۔ بعدازاں طالب کے وجود میں اسمِ اللہ ذات کے ہر حرف سے تجلیات کا نزول ہوتا ہے اور طالب ایک ہی لمحہ میں حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبے پر پہنچ کر غنی ولایحتاج ہو جاتا ہے۔ فقیر عامل کیمیا گر کو کیمیا اکسیر کا مرتبہ، غنایت حاصل ہوتا ہے اور صاحبِ بحروبر اہلِ نظر ولی اللہ کو کیمیا اکسیر کا مرتبۂ ہدایت حاصل ہوتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- وہ کون سی راہ ہے جس کے ذریعہ طالب ایک ہی بار آفاتِ شیطانی، بلیاتِ نفسانی اور حوادثِ دنیا پریشانی سے سلامتی کے ساتھ گزر کر قربِ ربانی پالیتا ہے اور پھر دائمی فنافی اللہ ہو کر غرقِ نور و مشرفِ حضور رہتا ہے۔ پس اس کا وجود مغفور ہو جاتا ہے اور وہ مشاہدۂ رویتِ جمال کی لذت حاصل کر کے قیل وقال سے بالاتر ہو جاتا ہے اور تمام احوال سے واقف ہو کر لازوال وصال پالیتا ہے۔ اس راہ کا گواہ کونسا علم ہے؟ مشقِ مرقومِ وجودیہ کے ذریعہ اسمِ اللہ ذات ہفت اندام کو اس طرح لپیٹ میں لے لیتا ہے جیسے بیل درخت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ جسم کے ہر حصے پر اسمِ اللہ یوں تحریر ہو جاتا ہے کہ ذاکر کے وجود کا ہر بال جوش میں آکر اللہ، اللہ کا ورد کرنے لگتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- مشقِ مرقومِ وجودیہ کرنے سے طالب کے ہفت اندام اور سرتا قدم سارا وجود نور بن جاتا ہے اور وہ ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے بچہ ماں کے شکم سے پاک پیدا ہوتا ہے۔ اسم اللہ ذات کی مشق مرقومِ وجودیہ سے حاصل ہونے والی پاکیزگی کی برکت سے طالب کو مجلسِ محمدیؐ کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس معصوم صفت طفل فقیر پر لطف وکرم، شفقت ورحمت فرماتے ہوئے اسے اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس لے جاتے ہیں جہاں اُم المومنین شفیع المذنبین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے اپنا فرزند قرار دے کر دودھ پلاتی ہیں۔ پس وہ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا شیر خوار بچہ بن جاتا ہے اور اسے ان کی بارگاہ سے ''غلام فرزندِ حضوری'' کا نام اور ''فرزندِ نوری'' کا خطاب حاصل ہوتا ہے۔ باطن میں وہ طفل نورانی صورتِ سرّ کے ساتھ دائمی حضوری میں رہتا ہے اور ظاہر میں اربع عناصر کے وجود کے ساتھ خاص وعام لوگوں سے ہمکلام رہتا ہے۔ یہ ہیں فقر کے انتہائی مراتب۔ (نور الہدیٰ کلاں)

2۔ تصورِ اسمِ محمدؐ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں اسمِ اللہ ذات کے ساتھ ساتھ تصورِ اسمِ محمدؐ کے اسرار ورموز کو بھی کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ مرشدِ کامل اکمل وہی ہے جو اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کی راہ جانتا ہے۔ آپ اسمِ اللہ ذات کے ساتھ ساتھ اسمِ محمدؐ کے تصور کو بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرامؓ نے معرفتِ الٰہی کی تمام منازل اور مراتب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ مبارک کے دیدار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب و نگاہِ کامل کی توجہ سے حاصل کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد آنے والے طالبانِ مولیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ مبارک کے توسط اور برکت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس تک باطنی رسائی حاصل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کرم و تاثیر سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہربانی اور ساتھ کے بغیر آج تک نہ کوئی اللہ تک پہنچ پایا ہے نہ پہنچ پائے گا۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ کی توجہ حاصل نہ ہو، روح نہ زندگی پاتی ہے اور نہ وصال و معرفتِ الٰہی۔ موجودہ زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ کامل سے فیض یاب ہونے کا ذریعہ ذکر و تصور اسمِ **اللّٰہ** اور اسمِ **محمد** ہے جو طالب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں لے جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کا ساتھ نصیب کرتا ہے۔ اس مجلس میں صبر و استقامت، ادب و حیا اور مکمل اطاعت و پیروی کے ساتھ دنیاوی تعلقات کو باطنی طور پر قطع کر کے مستقل حاضری کے بعد ہی ایک طالب اس لائق بنتا ہے کہ اسے محبوبیت کے مراتب حاصل ہوں اور اللہ کی معرفت و وصال نصیب ہو۔

اللہ کے بے شمار صفاتی نام ہیں لیکن اسم **اللّٰہ** اس کا ذاتی نام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی بے شمار صفاتی نام ہیں لیکن اسم **محمد** آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذاتی نام ہے۔ جس طرح اسم ''**اللّٰہ**'' اللہ کے تمام ناموں میں سب سے زیادہ قوت والا اسم ہے اسی طرح اسم **محمد** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام ناموں میں سب سے زیادہ اثر اور قوت رکھنے والا اسم ہے۔

اسم **محمد** کا ظہور اس وقت ہوا جس وقت انوارِ الٰہیہ اور تجلیاتِ نورِ محمدی کے سوا کسی شے کا ظہور نہ ہوا تھا اس لیے اسم **محمد** خود بھی منبع انوار و تجلیات ہے اور معجزانہ شان کا حامل ہے۔ ظہورِ ذاتِ حق تعالیٰ کی ترتیب کو مدِنظر رکھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نورِ الٰہی، صورتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ظاہر ہوا۔ جب اولیا کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں خود کو ''اسم **اللّٰہ** ذات'' کی صورت میں ظاہر فرمایا تو اس میں ''ذات'' سے مراد نورِ محمدی یا ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو اللہ کا ظہورِ اوّل اور ''نور'' سے ''ذات'' کا پہلا اظہار ہے۔ چنانچہ اسمِ **محمد**، اسم **اللّٰہ** ذات سے جدا یا علیحدہ نہیں بلکہ اسم **اللّٰہ** ذات اسم **محمد** میں اور اسم **محمد** اسم **اللّٰہ** ذات میں گم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام کو اپنا کلام قرار دیا۔

- اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (سورۃ الفتح۔10)

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!) جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

- وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ (سورۃ النجم۔3-4)

ترجمہ: اور یہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے۔ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو ان کو (اللہ کی طرف سے) وحی کی جاتی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسمِ اللہ ذات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اسمِ محمدؐ کو اسمِ اللہ ذات کا ہی حصہ قرار دیتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ محک الفقر کلاں میں فرماتے ہیں:

❖ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کی شرح یوں بھی ہے کہ فقر کی ابتدا اسمِ اللہ سے ہے یعنی فقرا اسمِ اللہ سے فقیر بنتے ہیں اور اسمِ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے کہ اسمِ اللہ اسمِ محمدؐ میں تبدیل ہو جاتا ہے چنانچہ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❂ اَنْتَ اَنَا وَ اَنَا اَنْتَ

ترجمہ: (اے محمد ﷺ!) تو میں ہے اور میں تو ہوں۔

یعنی یہ دونام ایک ہی صنف سے ہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❂ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَ الْفَقْرُ مِنِّیْ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ (محک الفقر کلاں)

چنانچہ اسمِ محمدؐ درحقیقت اسی قوت اور اثر کا حامل ہے جو اسمِ اللہ کو حاصل ہے۔ لیکن اسمِ اللہ میں جلال بھی ہے جمال بھی، قہر بھی ہے لطف بھی جبکہ اسمِ محمدؐ میں جمال ہی جمال اور رحمت ہی رحمت ہے لہٰذا انسانی باطن پر اس کے اثرات زیادہ خوش کن ہیں۔ اسمِ محمدؐ کے تصور سے انسانی روح شریعتِ محمدیؐ کے تابع ہو کر اللہ کی زیادہ تابع دار ہو جاتی ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں جہاں اسمِ اللہ ذات کی مکمل تشریح و تفصیل بیان کی وہاں اسمِ محمدؐ کے معارف، اثرات و کمالات بھی بیان فرمائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اسمِ محمدؐ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ اسمِ اللہ میں اسمِ اعظم ہے اور اسمِ محمدؐ میں صراطِ مستقیم ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❖ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم محمدؐ کے 'میم' سے معرفتِ الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور حرف 'ح' سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ اسمِ محمدؐ کے دوسرے 'میم' سے دونوں جہان کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور حرف 'دال' سے شروع ہی میں جملہ مقصود حاصل ہو جاتے ہیں۔ یہ چاروں حرف ننگی تلوار ہیں کافر اور یہودی نفس کے قتل کے لیے۔ (کلید جنت)

اپنی تصنیف ''عقلِ بیدار'' میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسمِ محمدؐ کے تصور کے دوران اس کے حروف کی تجلیات سے حاصل ہونے والے مراتب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ اسمِ محمدؐ کے چار حروف ہیں: م، ح، م، د۔ حرف 'م' کے تصرف سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی، حرف 'ح' کے تصرف سے حضوری محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حرف 'م' کے تصرف سے محو فنا فی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حرف 'د' کے تصرف سے دوام بادم ہر نفس با سخنِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ (عقلِ بیدار)

اسمِ محمدؐ کا ہر حرف ایک خاص تاثیر اور قوت رکھتا ہے۔ جب سالک مرشد کی اجازت سے اسمِ محمدؐ کا تصور کرتا ہے تو ان حروف کی

تجلیات کے زیرِ اثر اپنے نفس و باطن میں واضح تبدیلیاں محسوس کرتا ہے اور ان صفات کا حامل ہوتا جاتا ہے جن کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محبوبِ الٰہی ہیں۔ اس کا نفس مردہ اور قلب زندہ ہوتا ہے۔ وہ جسم و مکان کی قید سے آزاد ہو کر روحانی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس تک رسائی حاصل کرتا ہے جہاں اُن کی زیرِ تربیت وہ تمام صفاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متصف ہو کر اللہ کے ہاں محبوبیت کا مرتبہ پالیتا ہے۔

سالک کی شخصیت پر اسمِ محمدؐ کے تصور کے اثرات بیان کرتے ہوئے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جب طالبِ مولیٰ اسم اللہ ذات، اسم محمدؐ اور کلمہ طیبہ کے تصور میں محو ہوتا ہے تو اس کے گناہ نورِ اسمِ اللہ ذات کے لباس میں چھپ جاتے ہیں۔ (محبت الاسرار)
- جو شخص اسمِ محمدؐ کا تصور کرتا ہے وہ ہر بات کے جواب میں نورِ محمدی سے لب کشائی کرتا ہے۔ تصور کرنے والے پر اسمِ محمدؐ تاثیر کرتا ہے۔ تصور اسمِ محمدؐ کرنے والا روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور عظمتِ عظیم، ہمراہیِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، قلبِ سلیم اور صراطِ مستقیم اسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہم جسم، ہم قدم، ہم زبان، ہم شنوا اور ہم بینا ہو جاتا ہے۔ شریعت کا لباس پہنتا ہے۔ اسمِ محمدؐ میں چار حروف ہیں جن میں دونوں جہان ہیں۔ اس میں دونوں جہان کی خبریں منکشف ہوتی ہیں۔ جب طالب اسمِ محمدؐ کا تصور کرتا ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (محبت الاسرار)
- جب طالب اسمِ محمدؐ کو اپنے تصور میں لاتا ہے تو بے شک جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح مبارک مع ارواحِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہایت لطف و کرم سے تشریف فرما ہوتی ہیں۔ صاحبِ تصور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: ''میرا ہاتھ پکڑ۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ پکڑتے ہی طالب کا دل معرفتِ الٰہی کے نور سے روشن ہو جاتا ہے جس سے وہ ارشاد کے لائق ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صاحبِ تصور کو اپنی زبان مبارک سے فرماتے ہیں کہ خلق خدا کی امداد کرو۔ پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے صاحبِ تصور خلقِ خدا کو تعلیم و تلقین دیتا ہے۔ (کلید جنت)
- اسمِ محمدؐ کے تصور سے علم کی سچی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ (کلید جنت)
- اسمِ محمدؐ کا تصور کرنے والا جب اسمِ محمدؐ کی صورت کا تصور کرتا ہے تو تمام ماسوائے اللہ کو ترک کر دیتا ہے۔ جس طرف بھی نگاہ کرتا ہے اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر آتی ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا باادب باحیا عاشق اور اللہ تعالیٰ کا معشوق بن جاتا ہے۔ (عقلِ بیدار)
- جان لیا جائے کہ اسمِ اللہ ذات، اسم محمدؐ اور کلمہ طیبہ کے تصور سے صاحبِ تصور کے لیے دو علم واضح اور روشن ہو جاتے ہیں۔ علمِ ظاہری یعنی عبادات و معاملات کا علم اور علمِ باطن یعنی معرفت اور توحیدِ نورِ ذات کے مشاہدات کا علم کیونکہ علم دو ہی ہیں ایک علم معاملہ دوسرا علم مکاشفہ۔ (کلید جنت)
- جس کسی کے وجود میں اسمِ محمدؐ کا نور (تصور اسم محمدؐ سے) داخل ہو جائے اس شخص کا ہر کام نورِ محمد سے ہوتا ہے۔ (عقلِ بیدار)

❖ تصور اسم محمدؐ کے چار طریق ہیں جن سے چار قسم کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ پہلا طریق یہ ہے کہ جو کوئی اسم محمدؐ کا تصور کرتا ہے یہ اس کے دل میں قرار پکڑ کر قلب کو زندہ کر دیتا ہے اور نفس کو بالکل مار دیتا ہے کیونکہ یہ تصور کامل فقیر کے مرتبۂ فنا فی اسم محمدؐ پر امیر ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ جب اسم محمدؐ کسی کے دل میں آ جاتا ہے تو یہ اسم محمدؐ اسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں لے جاتا ہے۔ وہ اس مجلس کو دیکھ لیتا ہے، پہچان لیتا ہے اور پا لیتا ہے۔ اسم محمدؐ کے تصور کا تیسرا طریق یہ ہے کہ جب کوئی اسم محمدؐ کو اپنے تصور میں لاتا ہے تو اس تصور سے کل و جز کی ہر چیز اس پر ظاہر ہو جاتی ہے اور اس کا وجود مغفور ہو جاتا ہے۔

آیتِ مبارکہ ہے:

◆ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورۃ الفتح۔2)

ترجمہ: تاکہ بخش دے تجھے اللہ جو آگے ہو چکیں تجھ سے لغزشیں اور جو پیچھے رہیں۔

لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ صاحبِ تصور انسان ہو، نہ کہ گائے گدھے کی حیوانی صفات رکھنے والا۔ چوتھا طریق یہ ہے کہ اسم محمدؐ کے تصور سے حاضرات حاضر ہو جاتے ہیں۔ صاحبِ تصور علمِ ناظرات سے انہیں دیکھ لیتا ہے پھر اس کے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہتی۔ یہ نقش پہلے ہی دن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی (مجلس کی) حضوری سے معرفت کا مرتبہ عطا کروانے کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ علمِ حضوری پر گواہ ہے۔ حضوری کی بجائے کسی اور طرف رجوع کرنا گناہ ہے۔ جو مرشد حضوری کے مرتبہ اور منزل تک نہیں پہنچاتا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تلقین نہیں دلاتا وہ مرشد گمراہ ہے اور اس کے طالب روسیاہ ہیں۔ (کشف الاسرار)

نفس کے حیلوں اور شیطان کی چالوں سے نجات، ہر طرح کے جہل، کفر و شرک سے بچاؤ اسم محمدؐ کے تصور میں محو ہو جانے سے ہی ممکن ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ طالب اللہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دماغ میں تصورِ اسم اللّٰہ اور تصورِ اسم محمدؐ سے تصرف کرے تاکہ اُس کے مغز میں ذکرِ روح اور ذکرِ سِرّ کی تپش سے ایسی آگ بھڑکے جو اُسے خلافِ نفس و خلافِ زن و خلافِ دنیا و خلافِ شیطان کر دے۔ (محک الفقر کلاں)

❖ جان لے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں جہان کے ہادی ہیں۔ اس شفیع الاُمت کی زیارت ایمان کی خوشی و شادمانی ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ شیطان کی یہ مجال کہاں کہ خود کو ہادی کہلائے۔ شیطان ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت اختیار نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی مسلمان کو شیطان سے ہدایت مل سکتی ہے کہ شیطان ہدایت اور اسم اللّٰہ و اسم محمدؐ سے اس طرح ڈرتا ہے جس طرح کافر قاتل الکفار کلمہ طیب سے ڈرتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❖ جان لو کہ آدمی کے وجود میں ایک لاکھ تہتر ہزار کفر و شرک کے زنار ہیں (جو تصور اسم اللہ ذات اختیار کرنے سے ٹوٹ جاتے ہیں)۔ اس (اسم اللہ ذات کی) راہ سے ابتدا میں ہی اللہ تعالیٰ کی حضوری سے مشرف اور اسم محمدؐ سے حضوری مجلسِ محمدیؐ میں داخل ہو جاتے ہیں اور لاھوت

لامکان میں بعیان دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ نور میں نور (گم ہو جاتا) ہے۔ وہاں پر نہ جسم ہوتا ہے نہ جان۔ ان مراتب کو احمق حیوان کیسے جان سکتا ہے؟ اگر تو صدق سے فدا ہو کر اسمِ محمدؐ پر اپنی جان نثار کر دے تو ایک ہی دم میں ہزار بار محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرۂ انور کے دیدار سے مشرف ہو جائے گا۔ تجھے اعتبار ہونا چاہیے کہ یہ راہ متقیوں کے لیے فیض فضل بخش ہے۔ (عقل بیدار)

❖ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہو کر حضوری پانا آسان کام ہے لیکن ولایت و ہدایتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، خوئے محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، خلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ملکِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ترک و توکلِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، تسلیم و رضائے محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مجموعہ فقر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنانا بہت دشوار ہے۔ (کلید التوحید خورد)

مندرجہ بالا دشوار منازل سے گزرنا بھی توجہِ محمدی سے ہی ممکن ہے جس کے لیے تصورِ اسمِ محمدؐ ضروری ہے۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ چوں بہ بینم حق قیوم آں خدا — می بینم من از رفاقتِ مصطفیٰؐ

ترجمہ: جب میں اس خدا کو حق و قیوم دیکھتا ہوں تو یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت (ساتھ اور توجہ) کی وجہ سے دیکھتا ہوں۔

❖ ہر جا کہ خواہد می رساند خویش را — ہم جلیس دائم با مصطفیٰؐ

ترجمہ: جو آدمی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دائمی مصاحب ہو جائے (تصورِ اسم محمدؐ سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری حاصل کر لے) وہ خود کو جہاں چاہے پہنچا سکتا ہے۔

❖ دل غنی او با نبیؐ ہر دوام — احتیاجش کس ندارد خاص و عام

ترجمہ: اس کا دل غنی ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہوتا ہے (مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتا ہے)۔ پھر وہ کسی خاص و عام کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

❖ گرچہ پرہیز کند لقمۂ گدا — عارفاں باللہ حاضر مصطفیٰؐ

ترجمہ: عارف باللہ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر رہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ بھیک کے نوالے سے پرہیز کرتے ہیں۔

بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری سے ہی فنا فی الرسول کے مراتب حاصل ہوتے ہیں جن کے بعد فنا فی اللہ بقا باللہ کی منازل تک رسائی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ جان لے! قرب کے مراتب تین قسم کے ہیں جو تین قسم کے تصور سے حاصل ہوتے ہیں یعنی تصور فنا فی الشیخ، تصور فنا فی اسمِ محمدؐ اور تصور فنا فی اسمِ اَللّٰہُ ذات۔ (شمس العارفین)

❖ جو عالم باللہ اسمِ محمدؐ میں فنا ہوتا ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیا اللہ کا منظورِ نظر ہوتا ہے۔ ایسا شخص عالم بھی ہوتا ہے، عامل بھی اور فقیر کامل بھی اور حضور غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کا منظورِ نظر مرید لایرید بھی۔ (فضل اللقا)

تاہم تصورِ اسم محمدؐ کی یہ تمام برکات مرشد کامل اکمل کی توجہ اور تلقین کے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اسم محمدؐ کی تمام تر تاثیر قلب پر اسی وقت اثر انداز ہوتی ہے جب اس اسم کا تصور مرشد کی اجازت سے اُس کی زیرِ نگرانی کیا جائے۔ جب تک مرشد قلب کا قفل نہیں کھولے گا، اسم محمدؐ اُس پر تاثیر نہ کرے گا۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جب مرشد اسم محمدؐ کی تلقین طالب کو کرتا ہے تو وہ پہلے ہی روز مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری سے مشرف ہو جاتا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں نفس امارہ اور شیطان لعین داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ حاضرات اسم اللہ ذات کی راہ ہے جس میں ازل ابد کا تماشا نظر آتا ہے۔ دنیا کے خزانوں، حشر گاہِ قیامت، قربِ اللہ حضوری، حور و قصور اور جنت و دوزخ کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ کامل مرشد وہی ہے جو تصورِ اسم اللہ اور تصورِ اسم محمدؐ سے طالب کو ہر مقام دکھا کر اس پر غیب کھول دے۔ بعد ازاں اس کو تلقین کرے تاکہ طالب کو اعتبار اور یقین آ جائے۔ (عقلِ بیدار)

تصورِ اسم محمدؐ سے ان فیوض و برکات کو حاصل کرنے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی حاصل کرنے کے لیے طالب کو صادق دل، صبر و استقامت اختیار کرنے والا اور اس راہِ حضوری پر اعتبار کرنے والا ہونا چاہیے۔ جس طالب کے دل میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق پہلے ہی شکوک و شبہات موجود ہوں وہ اوّل تو اس مجلس تک پہنچ ہی نہیں پاتا اور اگر مرشد کی مہربانی سے پہنچ جائے تو اپنے دل کے میل کی وجہ سے ٹک نہیں سکتا۔

یہ مرشد کامل اکمل سروری قادری صاحبِ مسمّٰی کی صوابدید پر ہے کہ وہ طالب کو ابتدا میں اسم اللہ ذات عطا کرتا ہے اور کچھ عرصے بعد اسم محمدؐ عطا کرتا ہے یا دونوں بیک وقت عطا کرتا ہے۔ طالب کو اس راہ میں اپنی مرضی نہیں کرنی چاہیے بلکہ مرشد کی رضا پر چلنا چاہیے کیونکہ وہ طبیب ہے اور جانتا ہے کہ طالب کے وجود میں کون کون سے روحانی و قلبی امراض ہیں اور اُن کا علاج کس طرح ممکن ہے۔ جو طالب اپنی مرضی کرتا ہے ناکامی اس کا مقدر ہوتی ہے کیونکہ فقر تو راہ ہی تسلیم و رضا کی ہے۔

اسم اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کا منکر

اسم اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کے منکر کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اسم اللہ ذات اور اس کے ذکر سے منع کرنے والا دو حکمت سے خالی نہیں ہوتا، وہ منافق و کافر ہوتا ہے یا حاسد و متکبر۔ (عین الفقر)
- جو اسم اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کا منکر ہے وہ ابوجہل ثانی ہے یا فرعون۔ (عقلِ بیدار)
- جسے اسم اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ پر یقین نہیں وہ منافق ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- اگر کوئی تمام عمر روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، تلاوتِ قرآنِ پاک اور دیگر عبادات میں مصروف رہے یا عالم و معلم بن کر اہلِ فضیلت میں سے ہو جائے مگر اسم اللہ اور اسمِ محمدؐ سے بے خبر رہے اور ان اسما مبارک کا ذکر نہ کرے تو اس کی زندگی بھر کی عبادت ضائع اور برباد ہو گئی اور اسے

کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ (عین الفقر)

قرآنِ پاک، احادیث شریف اور اولیا کاملینؒ کے ارشادات اور تعلیمات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جب تک سالک ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات اور تصور اسمِ محمدؐ نہ کرے اس وقت تک دل پاک نہیں ہوتا، نہ ہی نفس اور شیطان سے خلاصی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی ظاہر اور باطن کے درمیان منافقت کا پردہ ہٹتا ہے خواہ سالک ساری عمر ظاہری عبادات میں مصروف رہے، قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا رہے، مسائلِ فقہ پڑھتا رہے یا زہد و ریاضت کی کثرت سے اس کی پیٹھ کُبڑی ہو جائے اور وہ سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے۔ آج کل مادیت پرستی کے دَور میں صدق المقال اور اکل الحلال نہیں رہا۔ لوگوں میں سلف صالحین کی طرح نیک اعمال، سخت محنتوں اور مجاہدوں کی توفیق اور ہمت نہیں رہی۔ پابندیٔ صوم و صلوٰۃ، ادائیگی حج اور زکوٰۃ جیسے فرائض بھی روح سے خالی ہو چکے ہیں اور محض ایک نمائشی اور رسمی مظاہرے کی صورت میں ادا ہو رہے ہیں۔

بقول اقبالؒ:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے   وہ دِل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج   یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے (بالِ جبریل)

اس صورتحال میں اللہ کا قرب و وصال پانے اور اس کے لیے تزکیہ نفس کا آسان ترین ذریعہ ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات ہے۔ ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات اور تصور اسم محمدؐ سے نفس مردہ ہو جاتا ہے اور قلب زندہ ہو جاتا ہے یعنی روح بیدار ہو جاتی ہے اور طالب مشاہدۂ حق تعالیٰ کھلی آنکھوں سے کرتا ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات اور تصور اسم محمدؐ صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل سروری قادری سے حاصل ہوا ہو۔

3۔ مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ

وسیلہ کا مفہوم اور شرعی حیثیت

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (سورۃ المائدہ۔35)

ترجمہ: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو۔

اس آیت مبارکہ میں دو باتوں کا حکم ہوا ہے: اوّل تقویٰ اختیار کرنا، دوم اللہ کی پہچان کے لیے وسیلہ پکڑنا، ڈھونڈنا یا تلاش کرنا۔

تقویٰ کے لغوی معنی تو پرہیزگاری اور پارسائی کے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں قلب کا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا نام تقویٰ ہے اور جس انسان کا قلب جتنا زیادہ قربِ الٰہی میں ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ متقی یا صاحبِ تقویٰ ہوگا۔ تقویٰ انسان کی باطنی کیفیت ہے اور اس کی انتہا دیدارِ الٰہی ہے۔ اس کی تصدیق اس حدیثِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دِل کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔''

وسیلہ کا لغوی معنی واضح راستہ اور ایسا ذریعہ ہے جو منزلِ مقصود تک پہنچا دے اور اس حد تک معاون و مددگار ہو کہ حاجت مند کی حاجت باقی نہ رہے اور اس وسیلہ کی بدولت وہ مقصودِ زندگی حاصل کر کے مطمئن ہو جائے۔ لسان العرب میں وسیلہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

- جس کے ذریعے کسی دوسری چیز کا قرب حاصل کیا جائے اسے وسیلہ کہتے ہیں۔ (جلد 11 صفحہ 725)

شرعی اصطلاح میں وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کسی ایسی ہستی کو وسیلہ بنایا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو، جس نے راہِ سلوک طے کیا ہو اور اس راستہ کے نشیب و فراز سے واقف ہو۔ تصوف میں وسیلہ سے مراد مرشد، ہادی، شیخ یا پیر ہے جو خود شناسائے راہ ہو اور راہِ فقر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریمِ قدس تک پہنچ چکا ہو اور اب اس قابل ہو کہ اُمت کے ناقص و خام عوام کی راہنمائی کر کے اپنی روحانی قیادت میں انہیں شیطانی وساوس و خطرات اور نفس کی تباہ کاریوں اور رکاوٹوں سے بچا کر اللہ کے قرب میں لے جا سکے۔ اِس صورت میں مذکورہ آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوگا ''اے لوگو! کسی ہادی کامل (مرشد کامل اکمل) کی تلاش کرو تا کہ ربّ تک پہنچ سکو۔''

بعض لوگ لفظ وسیلہ سے مراد ایمان لیتے ہیں لیکن یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا خطاب ہی ان لوگوں سے کیا گیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں۔ اس لیے یہاں ایمان تلاش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا یہ رائے کہ وسیلہ سے مراد ایمان ہے، درست نہیں ہے۔ کچھ لوگ وسیلہ سے مراد عملِ صالح لیتے ہیں لیکن اس رائے کے خلاف یہ دلیل ہی کافی ہے کہ آیتِ کریمہ میں وسیلہ ڈھونڈنے یا تلاش کرنے کا حکم ملا ہے۔ اعمال چونکہ غیر مرئی (جو نظر نہ آتے ہوں) ہوتے ہیں اس لیے انہیں تو ڈھونڈا نہیں جا سکتا لہٰذا وسیلہ سے مرشد کامل مراد لینا ہی مناسب ہے کیونکہ مرئی اور محسوس ہونے کی وجہ سے اسے ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ اس رائے کو ترجیح دینے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ تمام اعمالِ صالحہ اس قابل نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب وحضور اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا وسیلہ بن سکیں بلکہ وہی اعمال یہ مقام و مرتبہ حاصل کرتے ہیں جو غرور و تکبر، حسد و کدورت، خود پسندی و ریاکاری اور نمود و نمائش کی آلائشوں سے پاک ہوں۔ اِن آلائشوں اور غلاظتوں سے وہی اعمال پاک رہ سکتے ہیں جو مرشد کامل کی زیرِ تربیت اور اس کی (ظاہری و باطنی) نگرانی میں تزکیہ نفس کے بعد انجام دیئے گئے ہوں۔ اس لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ وسیلہ سے مراد ہادیِ صادق یعنی مرشد کامل اکمل لیا جائے اور اس آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ مرشد کامل کی تلاش میں سُستی نہ کرو تا کہ وہ تمہیں اپنی نگاہِ کیمیا اثر، نورانی صحبت و قرب اور روحانی اثرات و فیوضات سے منزلِ مقصود تک پہنچا دے اور تمہارا تزکیہ نفس اس طرح کرے کہ تمہارے سب اعمال پاکیزہ ہو کر بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کے لائق ہو جائیں۔ بقول شاعر:

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہیں ملتا　　　یہ اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

اقبالؒ فرماتے ہیں:

اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے (بالِ جبریل)

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ جو اہلِ طریقت اور اہلِ حدیث دونوں میں مقبول ہیں، بھی وسیلہ سے مراد شیخ (مرشد) لیتے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل جو مخالفینِ تصوف کے امام مانے جاتے ہیں، بھی اپنی کتاب 'منصبِ امامت' میں قرآن کے اس لفظ سے مراد شیخ لیتے ہیں۔ وہ اس آیت مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔

ترجمہ: وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو اقرب الی اللہ ہو یعنی مقرب بارگاہ ہو۔

درج ذیل آیت میں لفظ وسیلہ کے معنی خود اللہ تعالیٰ نے صاف بتا دیئے ہیں اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں رکھی:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ (سورۃ بنی اسرائیل۔57)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں یہ مشرک پکارتے ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے ربّ کی طرف وسیلہ کہ کون سا بندہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت کی تفسیر شاہ اسماعیل جیسے سخت گیر اپنی کتاب 'منصبِ امامت' میں یوں بیان کرتے ہیں:

واقرب الی اللہ باعتبارِ منزلت اوّل رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم است بعد از اں امام کہ نائبِ اوست۔

ترجمہ: اور مقام کے لحاظ سے اقرب الی اللہ سب سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور انکے بعد وہ امام جو ان کے نائب ہیں۔

اِن احادیث مبارکہ میں بھی مرشد کی تلاش کا حکم ہے:

اَلرَّفِيْقُ ثُمَّ الطَّرِيْقُ

ترجمہ: پہلے رفیق تلاش کرو پھر راستہ چلو۔

لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا شَيْخَ لَهٗ

ترجمہ: اس شخص کا دین ہی نہیں جس کا شیخ (مرشد) نہیں۔

مَنْ لَا شَيْخَ يَتَّخِذُهُ الشَّيْطٰن

ترجمہ: جس کا مرشد نہیں شیطان اسے گھیر لیتا ہے۔

مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مسلم 4793)

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اسکی گردن میں امامِ وقت (مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ) کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مرا۔

مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مسند احمد 12144)

ترجمہ: جو شخص امام (مرشد) کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

✥ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ

ترجمہ: شیخ (مرشدِ کامل) اپنی قوم (مریدوں) میں ایسے ہوتا ہے جیسے کہ ایک نبی اپنی اُمت میں۔

آج تک کسی ولیٔ کامل کو ولایت، معرفتِ الٰہی اور مشاہدۂ حق تعالیٰ بغیر کامل اکمل مرشد کی تربیت کے حاصل نہیں ہوا۔ امام غزالیؒ درس وتدریس کا سلسلہ چھوڑ کر حضرت فضل بن محمد فارمدی رحمتہ اللہ علیہ کی قربت اور غلامی میں نہ آتے تو آج ان کا شہرہ نہ ہوتا، مولانا رومؒ اگر شاہ شمس تبریزؒ کی غلامی اختیار نہ کرتے تو انہیں ہرگز یہ مقام نہ ملتا، علامہ اقبالؒ کو اگر مولانا رومؒ سے روحانی فیض نہ ملتا تو وہ گل وبلبل کی شاعری میں ہی اُلجھ کر رہ جاتے۔ اس طرح کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ قصہ مختصر کہ فقر وطریقت کی تاریخ میں آج تک کوئی بھی مرشد کی رہنمائی اور بیعت کے بغیر اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکا۔

قرآن وسنت میں بیعت کا ثبوت

مرشد کامل اکمل سے بیعت لوازماتِ دین میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے اور اس کی گواہ خود قرآن اور حدیث کی تمام کتب ہیں۔ ہر مسلمان کے لیے قبل اس کے کہ وہ دین کے باقی لوازمات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، توحید وغیرہ کو سمجھے اور مدارجِ ایمان میں ترقی کرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت کرنا لازم تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے اور کلمۂ توحید زبان سے پڑھ لینے کے باوجود کوئی مسلمان مسلمان قرار نہیں دیا جاتا تھا جب تک کہ وہ بیعت نہ کر لے۔ پس بیعت اقرارِ توحید ورسالت کے ساتھ لازم وملزوم قرار دی گئی۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی عمل بے حکمت اور بے سبب نہیں ہے اور ہر عمل میں اُمت کے لیے کوئی نہ کوئی رہنمائی کا پہلو بھی پوشیدہ ہے۔ چنانچہ ایمان کے زبانی اقرار کے ساتھ ہی بیعت کو لازم وملزوم قرار دینا اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورانی فیض کا حصول اور ان کی رہنمائی میں مدارجِ ایمان کی تکمیل بیعت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس بات میں بھی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیعت کو اقرارِ توحید کے ساتھ لازم قرار دیا تو صرف اللہ کے حکم کے عین مطابق کیونکہ جن کے متعلق قرآن گواہی دے رہا ہے کہ:

✦ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ (سورۃ النجم 4-3)

ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ ان کا کلام تو صرف وحیٔ الٰہی ہوتا ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

ان کا کوئی بھی عمل اپنی مرضی سے کیسے ہوسکتا ہے! یقیناً ان کا ہر عمل بھی وحیٔ الٰہی کے مطابق ہی ہوگا اور یوں ہی بیعت بھی حکمِ الٰہی کے مطابق ہی ہوگی اور یقیناً توحید ورسالت کے اقرار کی طرح انتہائی اہم اور دین کی تکمیل میں لازم ہوگی ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر مسلمان مرد وعورت کے اقرارِ ایمان کے ساتھ ہی اس سے بیعت نہ لیتے۔ مزید برآں بیعت کا تعلق سنتِ ھدیٰ[1] سے ہے جن کا تارک منکرینِ اسلام میں شامل ہوتا

[1] فیوض الباری شرح صحیح بخاری میں سنتِ رسولؐ کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں: سنن ھدیٰ اور سنن زوائد۔ سنن ھدیٰ کا تعلق راہِ ہدایت وعبادات سے ہے اور ان کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے جیسے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، سچ بولنا وغیرہ۔ ان کا منکر قرآن وسنت کا منکر ہے۔ سنن زوائد وہ سنتیں ہیں جن کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روزمرہ زندگی سے ہے مثلاً نشست وبرخاست، آدابِ گفتگو وغیرہ۔ ان کو اختیار کرنا مستحب ہے لیکن ان کو ترک کرنا گناہ نہیں۔

ہے کیونکہ بیعت ان سنتوں میں شامل ہے جو دین کے احکام سے وابستہ ہیں اور جس کا ذکر قرآن میں بھی بڑے واضح الفاظ اور حکمت کے ساتھ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنۡكُثُ عَلٰی نَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیۡهُ اللّٰهَ فَسَیُؤۡتِیۡهِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۝ (سورۃ الفتح۔10)

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی ذات پر ہوگا اور جس نے پورا کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تو وہ اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اس آیتِ مبارکہ سے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظیم ذات کا اعلیٰ ترین رُتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا عمل اللہ کا عمل ہے، ان سے تعلق اللہ سے تعلق ہے، ان سے بیعت اللہ سے بیعت ہے وہیں بیعت کے عمل کی عظمت اور فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ اپنی ذات سے بھی منسوب کیا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت ان کے وسیلے سے اللہ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ یوں بیعت لینے کا عمل صرف سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نہ ہوا بلکہ سنتِ الٰہی بھی ہوا۔ پورے قرآن میں دین کے کسی دوسرے جز اور عبادت کو اللہ نے اپنی ذات سے منسوب نہیں کیا سوائے درود پاک کے کہ ''اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام بھیجو''۔ البتہ درود پاک اللہ کی سنت تو ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت نہیں کیونکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر درود نہ بھیجا۔ اور دیگر تمام عبادات سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو ہیں لیکن سنتِ الٰہی نہیں۔ پس بیعت دین کا وہ واحد جز ہے جو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ثابت ہوا اور سنتِ الٰہی بھی۔

مندرجہ بالا سورۃ فتح کی آیت 10 کے مطابق بیعت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اللہ سے عہد اور وعدے کی ایک صورت قرار دیا ہے۔ چونکہ بیعت اللہ سے ایک عظیم عہد ہے اور اس سے رشتہ جوڑنے کا ذریعہ بھی ہے اس لیے اللہ نے اس عہد کو نبھانے کی سخت تاکید کی ہے، اس کے توڑنے پر پرُسش کی تنبیہ بھی کی ہے اور نبھانے پر اجرِ عظیم کا وعدہ بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ وَ اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدۡتُّمۡ وَ لَا تَنۡقُضُوا الۡاَیۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِیۡدِهَا وَ قَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ عَلَیۡكُمۡ كَفِیۡلًا (سورۃ النحل۔91)

ترجمہ: اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم نے اس سے عہد کر لیا ہے اور اپنی قسموں کو انہیں پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو، اور تحقیق تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ بنا لیا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

◆ وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل۔34)

ترجمہ: اور پورا کیا کرو اپنے وعدہ کو، بے شک ان وعدوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ بیعت اللہ کی رضا کا اور مومنین کے دل کی تسکین کا ذریعہ بھی ہے کیونکہ یہ ان کے اللہ سے رشتہ اور تعلق قائم ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

◆ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ (سورۃ الفتح۔18)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جس وقت وہ آپ (ﷺ) سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، پس اِن کے دِلوں میں جو کچھ تھا (اللہ نے) جان لیا، پھر ان پر خاص تسکین نازل فرمائی۔

قرآن کے ساتھ ساتھ کثیر متفقہ علیہ احادیثِ مبارکہ جو تقریباً تمام معتبر کتبِ احادیث میں روایت کی گئی ہیں، بھی بیعت کے عظیم سنتِ رسول ﷺ ہونے کا ثبوت ہیں۔ آغازِ اسلام میں جب مدینہ سے کچھ وفود مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو جن افراد نے پہلے سال دعوتِ حق کو لبیک کہا ان کی بیعت ''بیعت عقبہ اولیٰ'' کے نام سے اور دوسرے سال بیعت کرنے والوں کی بیعت ''بیعت عقبہ ثانی'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہٗ اس بیعت کے متعلق فرماتے ہیں:

⊕ جب وہ رات آئی جس کا آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا تو ہم شروع رات میں سو گئے۔ جب لوگ گہری نیند سو رہے تھے تو ہم اپنے بستروں سے اُٹھے حتیٰ کہ وادیٔ عقبہ میں اکٹھے ہو گئے اور کوئی دوسرا آدمی آپ ﷺ کے ساتھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے گفتگو فرمائی اور دعوتِ اسلام دی۔ انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور قرآنِ پاک کی تلاوت فرمائی۔ یہ سن کر سب نے دعوت قبول کر لی اور آپ ﷺ کی بیعت کرنے کے لیے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنا دستِ اقدس بڑھائیں ہم آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں۔'' رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''تم اپنی قوم میں سے بارہ نقیب نکالو''۔ ہم نے ہر گروہ سے ایک ایک نقیب نکالا اور سب نے آپ ﷺ کی بیعت کی۔ (صحیح بخاری)

لہٰذا انسانِ کامل (مرشد کامل) کے ہاتھ پر بیعت کرنا قرآن و سنت سے ثابت ہوا۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بیعت ضروری ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفا کے ساتھ بھی بیعت کی وہی اہمیت ہے بلکہ پہلے سے زیادہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری غیر موجودگی میں بیعت اور وسیلہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

سورۃ الفتح کی آیت نمبر 10 میں اللہ کریم نے صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ انہوں نے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے بلکہ یہ سمجھیں کہ ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے اور اللہ سے بیعت کی ہے۔ بعد والوں نے صحابہ کرامؓ سے بیعت کی اور دو واسطوں سے خدا تک پہنچے۔ پھر یہ واسطے اور وسیلے بڑھتے گئے یہاں تک کہ چودہ صدیوں سے زائد عرصہ بیت گیا۔
اب اگر کوئی ایسے مرشد کامل اکمل کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو بے شمار واسطوں اور وسیلوں سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے۔

وہ پاکیزہ اور کامل اکمل لوگ جو سلسلہ در سلسلہ بیعت ہوتے آئے ہیں ان کا شجرہ فقر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچ جاتا ہے۔
ایسے برگزیدہ صفات لوگوں کو شیخ اتصال کہتے ہیں اور اُن کے درمیان کسی جگہ انقطاع نہیں ہوتا۔ ایسے کامل حضرات جس خوش بخت آدمی کو بیعت کر لیں اس کی روحانی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے اور فقر کی رو سے یہی سمجھا جاتا ہے گویا اس نے خود حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کی ہے اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تک پہنچ گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے ان خلفا اور نائبین سے بیعت اور وفاداری کی تلقین کی ہے:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ وَ اِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَ سَيَكُوْنَ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ. قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُوْنَا. قَالَ: فُوا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ (بخاری 3455)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''بنی اسرائیل کے انبیا ان کی سیاسی راہنمائی بھی کیا کرتے تھے۔ جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو دوسرے ان کی جگہ آ جاتے لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں میرے خلفا ہوں گے اور بہت ہوں گے۔'' صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''سب سے پہلے جس سے بیعت کر لو اس کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔''

بیعت کی اقسام

بیعت کی کئی اقسام ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1) **بیعتِ اسلام:** اسلام قبول کرتے وقت کلمۂ توحید و رسالت پڑھنے کے ساتھ مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت بھی کرتے۔ یہ بیعتِ اسلام کہلاتی ہے۔

2) **بیعتِ توبہ و تقویٰ:** پچھلے گناہوں سے مکمل تائب ہو کر شریعت کی مکمل پابندی کے ساتھ ساتھ قربِ الٰہی کی نیت سے تقویٰ اختیار کرنے کا عہد کرنا بیعتِ توبہ و تقویٰ کہلاتا ہے۔ اسی بیعت کے بعد روحانی ترقی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اکثر بیعتِ اسلام میں ہی بیعتِ توبہ و تقویٰ بھی شامل ہوتی تھی لیکن کثیر احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ کئی مومنین اور مومنات نے قبولِ اسلام کی بیعت کے بعد بیعتِ توبہ و تقویٰ خصوصی طور پر علیحدہ سے بھی کی۔ موجودہ دور میں مسلمان مرشد کامل اکمل کے دستِ مبارک پر روحانی ترقی کے ذریعے قربِ الٰہی کے حصول کے لیے جو بیعت کرتے ہیں وہ بیعتِ توبہ و تقویٰ ہی ہوتی ہے۔

3) **بیعتِ خلافت:** جو بیعت مسلمان خلیفہ کے ہاتھ پر اس بات کی علامت کے طور پر کی جاتی ہے کہ ہم نے متفقہ طور پر اس خاص شخص کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا ہے بیعتِ خلافت کہلاتی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دور تک بیعتِ خلافت اور بیعتِ توبہ و تقویٰ اکٹھی رہیں لیکن بعد میں علیحدہ علیحدہ کر دی گئیں۔

4) **بیعتِ سمع و طاعت:** اپنے امام، خلیفہ یا مرشد کی ہر بات کو سننے اور ماننے کا عہد کرنا بیعتِ سمع و طاعت کہلاتا ہے۔ احادیث پاک سے اس بیعت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

5) **بیعتِ جہاد:** اسلام کے لیے خطرہ بننے والی قوتوں کے خلاف جہاد کا آغاز کرنے سے قبل اپنے امیر کے ہاتھ پر اپنی جان قربان کرنے کا عہد بیعتِ جہاد کہلاتا ہے۔ یہ بیعت بھی مسلمان لشکروں میں کافی دیر تک جاری رہی۔

6) **بیعتِ تصوف:** بیعتِ توبہ وتقویٰ کی ہی ایک صورت ہے جو صوفیا کرام کے اسے جاری رکھنے کی وجہ سے بیعتِ تصوف کہلانے لگی۔ اس کا مقصد بھی مرید کا تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب کی نیت سے خود کو اپنے مرشد کے حوالے کرنا ہے جس کے بعد اس کا روحانی سفر شروع ہوتا ہے اور وہ گزشتہ زندگی کے گناہوں سے تائب ہو کر تقویٰ یعنی قربِ الٰہی کی منازل طے کرتا ہے۔

بیعتِ اسلام اس وقت متروک ہوگئی جب خلفائے راشدین کے زمانے میں فتوحات بڑھنے سے بڑے بڑے علاقے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ کیونکہ اس وقت اس بات کا امتیاز اُٹھ گیا تھا کہ کون خالص ایمان لانے کی غرض سے دین میں داخل ہو رہا ہے اور کون محض خوف وغلبہ وشوکتِ اسلام کی وجہ سے۔ البتہ اس وقت بیعتِ خلافت رائج رہی جو اس خلیفہ کے ہاتھ پر کی جاتی تھی جسے متفقہ طور پر مسلمانوں کے امیر کے طور پر چنا جاتا تھا۔ دور دراز کے علاقوں کے معززین اپنے علاقہ کے تمام لوگوں کے نمائندہ کے طور پر حاضر ہو کر سب کی طرف سے بیعت کرتے۔ چونکہ خلفائے راشدین ہی اپنے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کے امام، مرشد کامل اور خلافت و ولایتِ کاملہ پر فائز ہوتے تھے اس لیے بیعتِ خلافت میں ہی بیعتِ توبہ وتقویٰ بھی شامل ہوتی تھی۔ یعنی مسلمانوں کا خلیفہ ہی ان کا فرمانروا بھی ہوتا تھا اور باطنی فیض رساں بھی اور وہی ان کی روحانی منازل بھی طے کرواتا تھا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مومنین کے لیے ظاہری فلاحی ریاست بھی قائم کی اور باطنی فلاح کا بھی اہتمام کیا۔ خلفائے راشدین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل ترین فیض اور روحانی قوت واختیار کے حامل تھے اس لیے خلافت و نیابتِ رسول ﷺ کے ظاہری وباطنی فرائض بیک وقت نبھاتے رہے۔ البتہ ان کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت میں اس بات کا امتیاز تھا کہ اہلِ شریعت کے لیے وہ صرف بیعتِ خلافت ہی تھی جبکہ اہلِ تقویٰ اور مومنین کے لیے وہ بیعتِ تقویٰ وتوبہ بھی تھی اور سب کو اپنے امیر کا فیض نیت بیعت کے مطابق ملتا تھا۔ تمام احادیث کی کتب میں منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور انہیں خلیفۃ الرسول اور رسول اللہ ﷺ کا نائب تسلیم کیا۔ بیعت لیتے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے ''جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرنا۔'' چنانچہ اس بیعت کو بیعتِ خلافت کے ساتھ ساتھ بیعتِ اطاعتِ رسول ﷺ اور بیعتِ توبہ وتقویٰ بھی قرار دیا گیا۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

- جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو میں نے عرض کی ''اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں حسبِ استطاعت 'سمع وطاعت[1]' پر بیعت کروں جیسا کہ آپ سے پہلے خلیفۂ اوّل کی بیعت کی تھی۔''

---

[1] حکم سننے اور ماننے کا عہد

حضرت سلیم بن ابی عامرؓ سے روایت ہے کہ حمرا کا وفد حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے، قیامِ رمضان کا اہتمام کریں گے اور مجوسیوں کی عید کو چھوڑ دیں گے۔'' (مسند امام احمد)

تمام خلفائے راشدین سے جاری ہونے والے سلاسلِ تصوف بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ خلافت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اُمت کو روحانی فیض بھی پہنچاتے رہے اور آج تک پہنچا رہے ہیں۔ موجودہ دور تک پہنچنے والے سلاسلِ تصوف خصوصاً سلسلہ سروری قادری میں روحانی تربیت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک ان چاروں خلفائے راشدین کا فیض طالب کو نہیں مل جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نگاہ سے صدق، حضرت عمرؓ کی نگاہ سے عدل و محاسبۂ نفس، حضرت عثمان غنیؓ کی نگاہ سے ادب و حیا اور حضرت علیؓ کی نگاہ سے فقر باطنی طور پر طالب کو عطا ہوتا ہے۔ جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جو بھی طالبِ مولیٰ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہوتا ہے تو اس کے وجود پر چار نظروں کی تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نظر کی تاثیر سے طالبِ مولیٰ کے وجود میں صدق پیدا ہوتا ہے اور کذب اور نفاق اس کے وجود سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی نظر سے طالبِ مولیٰ کے وجود میں عدل اور محاسبۂ نفس کی تاثیر پیدا ہوتی ہے اور اس کے وجود سے خطرات اور نفسانی خواہشات مکمل طور پر نکل جاتی ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی نظر کی تاثیر سے طالب مولیٰ کے وجود میں ادب اور حیا پیدا ہوتے ہیں اور اس کے وجود سے بے ادبی اور بے حیائی نکل جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کی نظر سے طالبِ مولیٰ کے وجود میں علم، ہدایت اور فقر پیدا ہوتا ہے اور اس کے وجود سے جہالت اور حبِ دنیا نکل جاتی ہے۔ اس کے بعد طالب تلقین کے لائق بنتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے بیعت فرماتے ہیں اور مرشدی کے لازوال، لاتخف و لاتحزن اور لارجعت مراتب تک پہنچاتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

چنانچہ ان خلفائے راشدین کے فیض کا تسلسل ان کی حیاتِ مبارکہ میں ان کی خلافت کے آغاز سے لے کر آج تک جاری ہے۔

آج کا مسلمان جو مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے مسلمان کہلاتا ہے، اسے اگرچہ بیعتِ اسلام کی ضرورت نہیں ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے فیض کے حصول کے لیے بیعتِ توبہ و تقویٰ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے جس کے حوالے بھی کثرت سے سنتِ مبارکہ میں ملتے ہیں۔ سورۃ الفتح کی آیت 18 کا جو حوالہ پہلے دیا گیا ہے وہ بھی بیعتِ اسلام نہیں بلکہ اسلام لانے کے بعد مومنوں کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک خاص امر[1] پر بیعت ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بیعتِ توبہ و تقویٰ کے حوالے مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّ لَا تَسْرِقُوْا وَ لَا تَزْنُوْا وَ لَا

---

[1] یہ بیعت صلح حدیبیہ سے قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے اس وقت لی جب حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر ان تک پہنچی، جو بات چیت کے سلسلہ میں کفارِ مکہ سے ملنے گئے تھے۔ یہ بیعت شہادتِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کا عہد تھی۔

تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ اَرْجُلِكُمْ وَ لَا تَعْصُوْا فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفّٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ (بخاری 3892، نسائی 4166، مشکوٰۃ، مستدرک حاکم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت آپ ﷺ کے پاس موجود تھی، فرمایا ”مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، زنا نہ کرنا، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، کسی پر بہتان نہ لگانا اور کسی اچھی بات میں نافرمانی نہ کرنا۔ تم میں سے جو وفائے عہد کرے گا اس کا ثواب اللہ تبارک وتعالیٰ کے کرم پر ہے اور جو کوئی اِن میں سے کچھ (حرام) کرلے پھر اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے تو وہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو معاف فرما دے اگر چاہے تو سزا دے۔“ (حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) چنانچہ ہم نے اس پر آپ ﷺ سے بیعت کی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَ الْيُسْرِ وَ الْمَنْشَطِ وَ الْمَكْرَهِ عَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَ اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَاَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ حَيْثُ مَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ (ابن ماجہ 2866، بخاری 7199، نسائی 4157)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سختی اور آسانی دونوں حالتوں میں سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی اور خوشی اور ناخوشی میں اور اس حالت میں بھی کہ ہمارے اوپر دوسرے کو مقدم رکھا جائے اور ہم نے اس بات پر بیعت کی کہ جو شخص حکومت کے لائق ہے اس کی حکومت میں ہم جھگڑا نہیں کریں گے اور سچی بات کہیں گے جہاں بھی ہم ہوں۔ اور اللہ کے کاموں یا اللہ کی رضامندی میں کسی بُرا کہنے والے کی ملامت سے ہم نہ ڈریں گے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری 57، ترمذی 1925)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی کرنے پر بیعت کی۔

یہ احادیث مبارکہ مسلمانوں کے اسلام قبول کر لینے کے بعد بیعتِ توبہ وتقویٰ کا ثبوت ہیں اور یہی صوفیا کرام اور مشائخ عظام کی بیعت کی اصل اور بنیاد ہیں کیونکہ بزرگانِ دین کی بیعت کا مقصد یہی ہے کہ ایک مسلمان جو پہلے ہی اسلام کے دائرے میں داخل ہے وہ گناہوں سے حقیقی توبہ کرے، ذکرِ الٰہی اور عبادت میں کمرِ ہمت باندھے، دنیاوی لذتوں سے کنارہ کش ہو کر رجوع الی اللہ کرے اور صبر اور ثابت قدمی سے روحانیت کی منزلیں طے کرے۔

بیعتِ توبہ وتقویٰ مومنین میں دین میں ترقی کی غرض سے ہمیشہ اور ہر حال میں جاری رہی ہے، اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آج تک کبھی بھی کہیں بھی انقطاع نہیں آیا۔ البتہ زمانہ کی ضرورت کے حساب سے اس کی صورتیں بدلتی رہی ہیں۔ اس کی اوّلین صورت تو

وہی ہے جو سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ خلیفہ وامام کے دستِ مبارک پر بیعت کی جائے۔ بیعت کی یہ صورت خلافتِ راشدہ میں بھی جاری رہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ نے چند ماہ کے لیے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو انہوں نے بھی بیعتِ خلافت و بیعتِ توبہ وتقویٰ اکٹھی لی۔ لیکن یزید نے جس طرح بیعت کے معاملہ پر فساد برپا کیا اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے اہلِ بیتؓ پر جس قدر ظلم وستم ڈھایا اس کے بعد مشائخ عظام نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ بیعتِ خلافت کو بیعتِ توبہ وتقویٰ سے بالکل علیحدہ کر دیا جائے۔ یوں بھی اس وقت سے ظاہری خلافت ایسے حکمرانوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو اُمت کو کسی طور بھی روحانی فیض پہنچانے کے لائق نہ تھے بلکہ الٹا ان کے دین کے لیے نقصان دہ تھے، ان سے تو بیعتِ توبہ وتقویٰ کرنا جائز ہی نہ تھا اسی لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی شہادت کے بعد بیعتِ خلافت اور بیعتِ توبہ وتقویٰ جدا جدا ہو گئیں۔ بیعتِ خلافت حکمرانوں کے پاس چلی گئی اور بیعتِ توبہ وتقویٰ کامل اکمل اولیا کے پاس۔ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ نے بیعتِ توبہ وتقویٰ کی صورت کو بھی تبدیل کر دیا تاکہ حکمران اس کو بیعتِ خلافت سمجھ کر اپنے خلاف خطرہ نہ سمجھ لیں۔ پس انہوں نے دستِ بیعت کرنے کی بجائے اپنے مریدین کو خرقہ یا عمامہ عطا کرنا شروع کر دیا جو اسی بات کی علامت تھا کہ اب یہ شخص ان کا ارادت مند ہے اور ان سے فیض حاصل کرنے کا حقدار ہے۔ خرقہ عطا کرنا بیعتِ توبہ وتقویٰ کی ایک مصلحتاً اختیار کی گئی صورت تھی لیکن اس کی غرض وغایت وہی تھی جو بیعتِ توبہ وتقویٰ کی تھی یعنی گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرنا۔

حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

⁂ اس نورانی اور متبرک زمانے کے ختم ہونے کے کچھ عرصہ بعد تک بھی یہ بیعت (توبہ وتقویٰ) اپنی اصل شکل میں جاری نہ ہو سکی کیونکہ اس بات کا خوف تھا کہ اس سے فتنہ وفساد نہ بھڑک اُٹھے اور ایسا نہ ہو کہ اس بیعت پر بیعتِ خلافت کے ساتھ مخلوط ہونے کا گمان کیا جائے اور اس غلط گمانی کی بنا پر لوگوں کو ناحق ایذا پہنچائی جائے۔ چنانچہ اُس زمانے میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ اور اُن کے خلفا اور بعد کے صوفیا کرام نے خرقہ دینے کو قائم مقامِ بیعت قرار دیا تھا لیکن جب ایک مدت بعد حکمرانوں، بادشاہوں اور سلاطین سے رسمِ بیعت معدوم ہو گئی اور وہ تمام اندیشے جاتے رہے تو صوفیا کرام نے اس مردہ سنت کو زندہ کیا اور بیعتِ تقویٰ کو جاری کر دیا۔ صوفیائے کرام ہی کے اسے زندہ کرنے کی بنا پر بیعتِ تقویٰ انقطاع عن ما سوی اللہ کے دیگر لوازمات کو اپنے ساتھ شامل کر کے بیعتِ تصوف کے نام سے مشہور ہو گئی۔ (سرِّ دلبراں)

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

⁂ خرقہ پوشی یا خرقہ شیخ اور مرید کے مابین ایک رشتہ ارتباط ہے۔ خرقہ پوشی عین بیعت ہے، اس طرح خرقہ صحبتِ شیخ کے حصول کی دہلیز ہے اور مقصودِ کلّی وہی صحبتِ شیخ اور اس کی ہمیشگی ہے۔ (عوارف المعارف)

پس بیعتِ توبہ وتقویٰ ایسی عظیم سنتِ مبارکہ ہے جو ہر دور میں کسی نہ کسی صورت میں جاری وساری رہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفا اور وارثین صوفیا کرام ہی اس سنتِ مبارکہ کو ہمیشہ زندہ وقائم رکھنے والے ہیں۔ بیعتِ توبہ وتقویٰ کو واپس اس کی اصل صورت میں جاری کرنے کا سہرا بھی

دین کو دوبارہ زندہ کرنے والے محی الدین حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو اپنے مرشد حضرت ابوسعید مبارک مخزومی رحمتہ اللہ علیہ سے خرقہ ہی عنایت ہوا تھا جسے عنایت کرتے وقت حضرت ابوسعید مبارک مخزومی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''اے عبدالقادر! یہ خرقہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا، انہوں نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا۔'' (بہجۃ الاسرار)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ آسمانِ ولایت کے آفتاب اور قوت وتصرف کے پہاڑ ہیں۔ اللہ نے ان کو اس قدر اختیار اور قدرت عطا کی کہ اس دور کے عباسی خلفا آپ رضی اللہ عنہ کے بیعت کو دوبارہ اس کی اصل صورت میں رائج کرنے پر کوئی اعتراض نہ کر پائے اور اب یہ بیعتِ توبہ وتقویٰ آج کے زمانہ تک بھی اپنی اصل صورت میں جاری ہے۔

شیخ ندوی اپنی کتاب ''رجال الفکر فی الدعوۃ فی الاسلام'' میں فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بیعت اور توبہ کے دروازہ کو کھولا جس میں تمام عالمِ اسلام کے کونے کونے سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد و میثاق کی تجدید کی اور یہ عہد کیا کہ وہ شرک کریں گے نہ ظلم کریں گے، نہ ہی فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کریں گے، نہ ظلم کریں گے نہ ہی اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھیں گے۔ فرائض کو ترک نہیں کریں گے اور دنیا کو اپنے دِل میں جگہ نہیں دیں گے اور نہ ہی آخرت کو بھولیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے دستِ اقدس پر جس دروازہ کو کھولا تھا اس میں بے حد وحساب مخلوق داخل ہوئی۔ ان کے اعمال واحوال بہتر ہو گئے اور وہ بہترین مسلمان بن گئے۔ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی تربیت ونگرانی اور محاسبہ کا اہتمام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے روحانی شاگرد بیعتِ توبہ اور تجدیدِ ایمان کے بعد معاشرہ کے ذمہ دار افراد بن گئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صوفیا کرام کی اس بیعت وعہد کا انفرادی اور اجتماعی تزکیۂ نفس اور اصلاح پر انتہائی گہرا اثر ہے۔''

مندرجہ بالا تمام حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بیعتِ توبہ وتقویٰ نہ صرف قرآن وحدیث کی رو سے سنتِ عالیہ کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ سنتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سنتِ اولیا اللہ بھی ہے اور دین کے تمام بنیادی لوازم یعنی توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد کی طرح آج تک تسلسل سے جاری وساری ہے۔ البتہ ناقصینِ علم وعقل اس کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس پر بے جا اعتراضات گھڑتے اور اسے اپنی جہالت کے باعث کفر وشرک تک قرار دیتے ہیں۔ ان کی عقل میں یہ بات نہیں پڑتی کہ قرآن وحدیث اور اکابرینِ اُمت سے ثابت کسی بھی عمل کو کفر وشرک قرار دینا بجائے خود سب سے بڑا شر اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (سورۃ البقرہ۔85)

ترجمہ: کیا تم قرآن کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

علما کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کے جز کا منکر اس کے کُل کا منکر ہے۔ یہ لوگ اپنی من پسند باتوں پر تو عمل کرتے ہیں اور جو ان کے تکبر کو گوارا نہ ہو اس پر اعتراض گھڑتے ہیں۔ نہ صرف خود اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں۔ فیوض الباری فی شرح بخاری میں ہے

’’جب کسی کو کسی شے سے منع کرتے اور اسے حرام و مکروہ قرار دیتے سنو تو جان لو کہ بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ جب تک واضح شرعی دلیل سے ثابت نہ کر دے اس کا دعویٰ اسی مردود پر۔‘‘ بیعت کے خلاف اس کے منکرین کے پاس ایک بھی شرعی دلیل نہیں ہے پس مردودوں میں شامل ہوئے۔ عام لوگوں کو یہ لوگ اس کھلی دلیل سے گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن و سنت کی موجودگی میں بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ کتاب کے ساتھ معلم یعنی سکھانے والے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ نسخہ کے ساتھ طبیب کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کی موجودگی میں شیخ یا مرشد کی کیا ضرورت ہے، ان سے ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن کی موجودگی میں نبی یا رسول کی کیا ضرورت تھی؟ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کو نبی کے بغیر کسی فرشتہ کے ذریعے بھیج دیتا تو کیا تب بھی اسلام کا عظیم انقلاب آجاتا؟ کیا تب بھی عرب کے جاہل بدو تہذیب یافتہ مومن بن جاتے؟ ہرگز نہیں۔ ان کی اصلاح کرنے والی ذات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی نورانی صحبت سے ان کا تزکیہ نہ کیا انہیں قرآن سے ہدایت نہ ملی۔ قرآن تو آج ہر مسلمان گھر میں پڑھا جاتا ہے، ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، ہر دوسری گلی میں درسِ قرآن کے ادارے کھل چکے ہیں، تو کیا ہم ہدایت یافتہ معاشرہ کہلا سکتے ہیں؟ قرآن تو صراطِ مستقیم پر رہنمائی کرتا ہے جو ایک ہی ہے پھر اسی علمِ قرآن کی بنیاد پر اتنے فرقے کیوں بن چکے ہیں جن سے بیزار ہو کر ہماری نئی نسل دین سے دور ہو رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ضرورت تھی آج ہمیں بھی ان کے نائب کی راہنمائی کی ضرورت ہے جو ہمارا تزکیہ نفس کرے اور ہمیں قرآن کی روح تک پہنچائے۔ جس طرح اُس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر ہدایت ناممکن تھی اب بھی نائبِ رسول کے بغیر ہدایت ناممکن ہے۔ حیرت ہے علمائے ظاہر لوگوں کے درمیان اپنی ضرورت تو محسوس کرتے ہیں لیکن ایک ایسے شیخ کامل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جو ان سے کئی گنا زیادہ عبادات، مجاہدات اور ریاضت کر کے ذاتِ حق کے قرب و معرفت کا شرف حاصل کر چکا ہو۔ یہ اعتراض کرنے والے لوگ جس قرآن و سنت کو بیعت کا متبادل قرار دے کر اپنا رہنما تسلیم کر رہے ہیں اسی سے ثابت بیعت کو جھٹلا کر اپنے اس قول کی بھی نفی کر رہے ہیں۔

خواتین کی بیعت

بیعت پر اعتراض کرنے والے لوگ خواتین کی بیعت پر مردوں کی بیعت سے بھی زیادہ کیچڑ اچھالتے ہیں حالانکہ قرآن و حدیث میں خواتین کی بیعت کا تذکرہ علیحدہ سے ملتا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے خواتین کی بیعت کے ذکر کا علیحدہ سے خصوصی اہتمام اسی لیے کیا تا کہ ان اعتراض کرنے والوں کو جواب دیا جا سکے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

◆ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ الممتحنہ۔12)

ترجمہ: اے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! جس وقت آپ کے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور چوری نہ کریں گی اور بدکاری نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان کوئی جھوٹا بہتان نہ باندھیں گی اور نہ ہی حکمِ شرع پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نافرمانی کریں گی، پس ان سے بیعت قبول کریں اور ان کے واسطے اللہ سے بخشش مانگیں، بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

خواتین کی بیعت کے متعلق یہ آیت ایسی واضح دلیل ہے جس سے سوائے حاسد، متکبر اور منکرِ قرآن کے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ بیعتِ اسلام نہ تھی بلکہ بیعتِ توبہ و تقویٰ تھی کیونکہ آیت کے آغاز میں ''مومنات'' کا ذکر کیا گیا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کرنے کے لیے آئیں۔ ظاہر ہے یہ خواتین اسلام لا چکی تھیں اور مسلمان کی حیثیت سے بیعتِ توبہ و تقویٰ کر رہی تھیں۔ مومنات کی بیعت کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں بھی کثرت سے ملتا ہے۔

- حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور انصار کی عورتوں کے ساتھ مل کر بیعت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں اس شرط پر بیعت کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نہ چوری کریں نہ زنا۔ نہ اپنی اولادوں کو قتل کریں، نہ ہی کسی پر بہتان باندھیں اور نہ ہی نیکی کے کاموں میں نافرمانی کریں اور فرمایا کہ نہ ہی تم اپنے خاوندوں کو دھوکہ دو۔ ہم نے بیعت کی اور واپس لوٹ آئے۔'' (مسند احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی)

- حضرت امیمہ بنتِ رُقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کچھ انصاری عورتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ ہم آپ سے بیعت ہونا چاہتی تھیں۔ عرض کی ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ نہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں گی نہ چوری کریں گی نہ زنا، نہ ہی اولادوں کو قتل کریں گی اور نہ ہی کسی پر بہتان لگائیں گی اور نہ ہی نیکی کے کام میں نافرمانی کریں گی۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق (تم پابند ہوگی)۔'' ہم نے عرض کی ''اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہماری ذاتوں پر ہم سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔ اجازت دیجئے ہم آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کرتی ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ میرا زبانی طور پر سو عورتوں سے (بیعت کی) بات چیت کرنا ایسے ہی ہے جیسے ہر عورت سے الگ الگ بات چیت کرنا۔'' (نسائی 4186، ترمذی 1597، ابنِ ماجہ 2874)

- حضرت عزہ بنتِ خائل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان امور پر بیعت کی کہ نہ زنا کریں گی اور نہ چوری اور نہ اپنے بچوں کو زندہ درگور کریں گی خواہ اعلانیہ ہو یا خفیہ۔ آپؓ فرماتی ہیں ''اعلانیہ طور پر زندہ درگور کرنے کو تو میں جانتی ہوں مگر خفیہ طور پر زندہ درگور کرنے کے بارے میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہیں پوچھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے خبر دی۔ پھر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس سے مراد بچہ کو ضائع کرنا ہے۔ قسم بخدا میں کبھی بھی اپنے بچہ کو ضائع نہیں کروں گی۔'' (طبرانی، مجمع الزوائد)

- عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا تُبَایِعُوْنِیْ عَلٰی مَا بَایَعَ عَلَیْہِ النِّسَآءُ، اَنْ لَا

تُشْرِكُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا. وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَا تَعْصُوْنِیْ فِیْ مَعْرُوْفٍ قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَبَایَعْنَاهُ عَلٰی ذٰلِكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَمَنْ اَصَابَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَیْئًا فَنَالَتْهُ عُقُوْبَةٌ فَهُوَ کَفَّارَةٌ وَمَنْ لَمْ تَنَلْهُ عُقُوْبَةٌ فَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ (نسائی 4167)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم ان کاموں کی مجھ سے بیعت نہیں کرتے جن کی عورتوں نے بیعت کی ہے؟ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، کسی پر اپنی طرف سے گھڑ کر بہتان نہیں باندھو گے اور کسی اچھے کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟ (ہم بیعت کریں گے) پھر ہم نے ان کاموں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اس کے بعد جس نے ان میں سے کوئی کام کیا اور اس کو سزا مل گئی تو وہ سزا اس کے گناہ کو مٹا دے گی اور جس کو (دنیا میں) سزا نہ ملی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے وہ اسے معاف فرما دے چاہے سزا دے۔''

قرآن وسنت سے خواتین کی بیعت ثابت ہونے کے باوجود اس پر اعتراض کرنے والے تنگ نظر اور بد باطن لوگ ہیں جو عورت کو صرف استعمال کی ایک حقیر شے سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسے نہ دنیا میں ترقی کرنے کا کوئی حق ہے نہ دین میں، اس کا کام صرف مرد کی خدمت ہے۔ انہیں خوف ہے کہ اگر عورت نے دین و دنیا کی تعلیم حاصل کر لی تو اسے اپنے ان حقوق سے آگہی حاصل ہو جائے گی جو اسلام نے بحیثیت ایک بندۂ خدا اس کے لیے مقرر کیے ہیں۔ پھر ان مردوں کی حاکمیت کا کیا بنے گا جو خود کو عقل وشعور کے لحاظ سے عورت سے برتر سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ نے عقل وشعور عطا کرتے ہوئے مرد وعورت کی تمیز روا نہیں رکھی بلکہ عورت ومرد کے فرق کے بغیر جسے مناسب سمجھا اسے ذہانت وعقل کی نعمت عطا کی۔ ان بے عقلوں کو یہ نہیں معلوم کہ دین میں ترقی سے جہاں عورت کو اپنے حقوق کا شعور حاصل ہوگا وہیں مرد کے حقوق کا ادراک بھی ہوگا اور اپنے فرائض کا بھی۔ پھر وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اللہ کے حکم کے مطابق پہلے سے بھی بہتر طریقے سے اپنے ازدواجی فرائض ادا کرے گی۔

دوسرا مسئلہ ان مردوں کا یہ ہے کہ ان کی اپنی نگاہ میں گندگی اور شہوت بھری ہوتی ہے اس لیے جس طرح یہ خود دوسری خواتین پر نگاہ رکھتے ہیں اسی طرح سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ اولیا اللہ جن کو بیعتِ طریقت کی اجازت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوئی ہے، خدانخواستہ انہی کے جیسے مرد ہیں جن کے پاس عورتوں کو روحانی فیض کے حصول کے لیے بھی نہیں جانا چاہیے۔ ان کے اپنے نفس کا آئینہ ہی اتنا میلا ہے کہ انہیں اولیا اللہ کے چہروں کی نورانیت اور پاکیزگی بھی میلی دکھائی دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس ولی کامل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے تلقین وارشاد کی مسند پر فائز کیا گیا ہے وہ ان جیسا معمولی انسان تو نہ ہوگا بلکہ اس کے اعلیٰ ترین رتبے کا ادراک بھی ان کے وہم وگمان سے باہر ہے۔ چنانچہ خواتین کو کسی ولی کامل سے روحانی فیض ومعرفتِ الٰہی کے حصول کی نیت سے بیعت کرنے سے روکنا جائز نہیں۔ البتہ اس زمانے میں دھوکہ دہی اور

فراڈ عام ہونے کے پیشِ نظر اتنی احتیاط ضرور لازم ہے کہ بیعت سے قبل اس بات کی اچھی طرح تحقیق کر لی جائے کہ بیعت لینے والا واقعی ولایت کے منصب پر فائز اور شریعت کا مکمل پابند ہے یا نہیں۔ لیکن کامل اولیا اللہ کو ان جعلی پیروں جیسا قیاس کر کے ان سے فیض کے حصول سے روکنا زیادتی ہے۔ یہ بات بھی طے ہے کہ جن خواتین وحضرات کی طلب سچی ہے اور وہ واقعی معرفتِ الٰہی کی خاطر گھر سے کسی ولیٔ کامل کی تلاش میں نکلتے ہیں اللہ خود ان کا مددگار ہوتا ہے اور کبھی انہیں دھوکہ باز وں کے چنگل میں پھنسنے نہیں دیتا۔

خواتین کی بیعت کے متعلق ایک غلط مسئلہ جس کی کوئی شرعی بنیاد نہیں مشہور کر دیا گیا ہے کہ وہ والد یا شوہر کی اجازت کے بغیر بیعت نہیں کر سکتیں۔ اگر تو والد یا شوہر خود راہِ طریقت وفقر کو حق ماننے والا ہے، اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا پیروکار ہے، دین کے سلسلے میں حقیقی علم رکھنے والا باشعور اور ہدایت یافتہ ہے تو وہ کبھی اپنی بیٹی یا بیوی کو راہِ خدا پر آگے بڑھنے کے لیے کسی ولیٔ کامل کی بیعت سے نہیں روکے گا اور اگر وہ ان سب اوصاف سے عاری ایک جاہل اور بے ہدایت انسان ہے تو خود ہی بتائیے کہ کیا ایسے شخص کی بات مان کر خواتین کو اپنے اور اللہ کے تعلق کو مضبوط بنانے اور اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش چھوڑ دینی چاہیے؟ ہرگز نہیں۔ موت کے بعد قبر میں عورت کو نہ اس کا والد بچانے آئے گا نہ شوہر نہ ہی اس وقت وہ یہ عذر پیش کر سکے گی کہ میں اللہ کے قرب ومعرفت سے اس لیے محروم ہوں کہ میرے والد یا شوہر نے مجھے اللہ کی راہ پر چلنے سے منع کیا تھا کیونکہ بیشتر خواتین اپنی زندگی کے بہت سے کام والد اور شوہر کی اجازت کے بغیر کرتی رہتی ہیں لیکن صرف کامل مرشد سے بیعت کے وقت کہتی ہیں کہ ہمیں والد یا شوہر کی طرف سے اجازت نہیں۔ حدیث پاک ''علم حاصل کرنا مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورت اور مرد کا علیحدہ علیحدہ ذکر اس لیے کیا کہ عورت اپنا فرض خود ادا کرے، اس کے لیے اسے مرد کی اجازت کی ضرورت نہیں، نہ مرد اسے روک سکتا ہے، اور اس علم میں علمِ معرفتِ الٰہی بھی شامل ہے۔ جس طرح والد یا شوہر عورت کو نماز، روزے جیسے فرائض سے روکنے کا کوئی حق نہیں رکھتے اسی طرح وہ اسے قرآن وسنت سے ثابت ایک پاکیزہ عمل 'بیعت' سے بھی نہیں روک سکتے بشرطیکہ بیعت مرشد کامل اکمل سے کی جا رہی ہو نہ کہ ناقص مرشد یا جعلی پیر سے۔

عورت بھی اللہ اور اللہ کی محبت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی محبت، دینِ اسلام اور اس کی تعلیم کے حصول پر اتنا ہی حق رکھتی ہے جتنا کہ مرد۔ اللہ نے تمام ارواح کو برابر بنایا اور ان سے اپنا رشتہ بھی ایک ہی بنیاد پر استوار کیا۔ دنیا میں یہ ارواح عورت اور مرد کے لباسوں کی صورت میں ظاہر ہوئیں کیونکہ انہوں نے دنیا کے نظام کو چلانے کے لیے اپنے اپنے مختلف کردار ادا کرنے تھے، ورنہ اصل میں روح تو نہ مرد ہے نہ عورت، اور اللہ سے ہر روح کا رشتہ عشق کا ہے خواہ وہ مرد کے وجود میں ہو یا عورت کے۔ اسی لحاظ سے روحانی ترقی کرنے اور معراج پر پہنچ کر اللہ کا دیدار کرنے کا حق مرد اور عورت دونوں کو برابر ہے۔ لہٰذا عورتوں کو کسی ولیٔ کامل سے روحانی فیض حاصل کرنے سے روکنا سراسر ناانصافی اور ظلم ہے۔

عجیب بات ہے کہ موجودہ معاشرے میں بیشتر گھرانوں میں عورتوں کے ہوٹلوں، بازاروں، سینماؤں وغیرہ میں جانے، کھلے عام گھومنے پھرنے اور غیر مردوں سے آزادانہ میل جول رکھنے پر تو کوئی پابندی اور اعتراض نہیں کیا جاتا خواہ وہ ڈاکٹر کے روپ میں ہو یا استاد، دکاندار ہو یا نامحرم رشتہ دار، کلاس فیلو ہو یا ہمسایہ۔ لیکن جیسے ہی ایک عورت کسی مرشد کامل سے روحانی فیض کے حصول کی غرض سے ملتی ہے اس پر عجیب وغریب بے

جا اعتراضات شروع کر دیئے جاتے ہیں جیسے وہ خدانخواستہ کوئی شیطانی کام کر رہی ہے۔ بلاشبہ حق کی راہ سے روکنے والے خود شیطان کا دوسرا روپ ہیں۔حق کی طالبِ صادق خواتین کو کبھی اپنے اور اللہ کی راہ کے درمیان روڑے اٹکانے والے ایسے شیطانوں کی آواز پر کان نہیں دھرنے چاہئیں بلکہ انہیں صرف سگِ راہ سمجھ کر نظر انداز کر دینا چاہیے اور راہِ حق پر استقامت سے سفر جاری رکھنا چاہیے۔ بے شک ان کی استقامت اور صبر کی بدولت اللہ جلد ان کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کر دے گا۔ (انشاء اللہ)

مرشد کامل اکمل کی اہمیت

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ توبہ۔119)

ترجمہ: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں (صادقین) کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس آیت میں صادقین سے کون لوگ مراد ہیں کہ جن کی ہمراہی کا حکم دیا جا رہا ہے؟ ہم سب مسلمان ہیں اور ہم میں سے اکثریت نماز بھی ادا کرتی ہے اور نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ پاک سے یہ التجا کرتے ہیں ''ہمیں صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) عطا فرما۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام نازل کیا نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ اور مغضوب ہیں۔'' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم یا سیدھی راہ کونسی ہے؟ یہ بات تو حق ہے کہ سیدھی راہ قرآن اور سنت ہی ہے لیکن دنیا کے ہر مذہب اور گروہ اور پھر مسلمانوں میں ہر فرقے کا یہ اعلان ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔ مسلمانوں میں کوئی قرآن کا حوالہ دے کر یہ کہتا ہے کہ چونکہ ہم قرآن کا علم زیادہ رکھتے ہیں اور اس کی زیادہ تلاوت کرتے ہیں اس لیے ہم صراطِ مستقیم پر ہیں۔ لیکن قرآن یہ فرما رہا ہے:

◆ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (سورۃ البقرہ۔26)

ترجمہ: اللہ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔

لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن ہدایت نہیں ملتی، قرآن پڑھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب و وِصال سے محروم رہتے ہیں۔ بلکہ بعض کی سوچ کا رُخ ہی بدل جاتا ہے اور گمراہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون۔ کچھ لوگ حدیث کے علم میں ماہر ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ہم اہلِ حدیث ہیں اس لیے ہم سیدھے راستے پر ہیں۔ ہر گروہ نے خود ہی صراطِ مستقیم کو متعین کر لیا ہے، اپنے متعین کردہ راستے پر چل رہے ہیں اور اسے صراطِ مستقیم سمجھ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سورۃ فاتحہ میں صراطِ مستقیم کی دعا یوں بھی سکھا سکتا تھا ''اے باری تعالیٰ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا جو تیری کتاب اور تیرے محبوب کی سنت کی راہ ہے۔'' لیکن اللہ نے صراطِ مستقیم کے ساتھ اپنے انعام یافتہ بندوں کا ذکر فرمایا کہ انعام یافتہ بندوں کی راہ دکھا یعنی صراطِ مستقیم وہ ہے جس پر انعام یافتہ لوگ چلے لہٰذا ان کی ہی پیروی کرنی چاہیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ

انعام یافتہ بندے کون ہیں جن کی راہ پر چلنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے چار گروہوں کا ذکر کیا ہے جن پر اس نے اپنا فضل یعنی انعام نازل کیا ہے:

◆ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ (سورۃ النسا۔69)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین۔

پہلا گروہ انبیا علیہم السلام کا ہے۔ یہ ہر صورت انعام یافتہ ہیں لیکن باقی تین گروہ ایسے ہیں جو انبیا نہیں بلکہ غیر نبی ہیں۔ دوسرے نمبر پر صدیقین ہیں اور سورۃ التوبہ کی آیت 119 میں صدیقین کی ہمراہی کا ہی حکم دیا گیا ہے لیکن صدیقین کون ہیں؟

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ تفسیر ضیاء القرآن میں فرماتے ہیں:

⌘ صدیق فعل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کے لغوی معنی ہیں المبالغ فی الصدق یعنی نہایت راست باز اور راست گفتار۔ اور صدق مقاماتِ قربِ الٰہی میں سے ایک مقام ہے۔

الشیخ محمد عبدہٗ لکھتے ہیں:

⌘ صدیقین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت اور جن کا باطن ہر گرد و غبار سے یوں پاک صاف ہوتا ہے کہ جب ان پر حق پیش کیا جاتا ہے تو بے ساختہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ خیر و شر کے درمیان انہیں التباس نہیں ہوتا بلکہ نگاہ جیسے سیاہ و سفید کے درمیان بے تکلف امتیاز کر لیتی ہے اسی طرح وہ حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز کر لیتے ہیں۔ صدیقیت کا یہ مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کئی جید صحابہؓ کو حاصل تھا اور صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ہیں جن کی زندگی کا ہر لمحہ اسی صدیقیتِ کبریٰ کا مظہرِ اُتم ہے۔ (تفسیر روح البیان)

صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدق والے ہیں اور تصدیق کرنے والے ہیں، جن کے دل اتنے صاف ہو چکے ہیں کہ جو وحی الٰہی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلبِ اطہر پر نازل ہوتی ہے اور جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کرتے ہیں وہ فوراً اس کی تائید کرتے چلے جاتے ہیں۔

انبیا کے بعد صدیقین کو اس لیے رکھا گیا ہے کہ ہر کسی کو صحبتِ نبوت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اب قیامت تک کوئی قطبیت، غوثیت اور عبدیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کیوں نہ فائز ہو جائے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ کی گردِ پا کو بھی نہیں پا سکتا۔ یہ شرفِ صحابیت قیامت تک بند ہو گیا۔ جب ظاہری صحبت کا دور ختم ہو گیا تو آنے والے ادوار کے لیے اُمت کو صدیق عطا فرما دیئے۔ جو کوئی ان کی صحبت میں رہے گا اسے بالواسطہ صحبتِ نبویؐ کا فیض حاصل ہو گا۔

سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

❖ تمہارے درمیان صورتاً کوئی نبی موجود نہیں ہے تاکہ تم اس کی اتباع کرو۔ پس جب تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متبعین (صدیقین، مرشد کامل) کی اتباع کرو گے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقی اتباع کرنے والے اور اتباع میں ثابت قدم ہیں تو گویا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کی۔ جب تم ان کی زیارت کرو گے تو گویا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی۔ (الفتح الربانی۔مجلس 14)

صدیقیت کے مرتبہ پر فائز کامل مرشد کے قلب کا آئینہ پرتوِ نبوت بن کر آفتابِ نبوت سے فیوضاتِ الٰہیہ حاصل کرتا ہے اور طالبانِ مولیٰ میں اسے تقسیم کرنے کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ صدیقیت ہی تقویٰ کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے خلعتِ ولایت سے سرفراز کر کے صدیقیت کے مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔ اب اس پر لوگوں کو تلقین وارشاد کرنا اور صراطِ مستقیم پر راہنمائی کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں انہی لوگوں کی ہمراہی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ان کے بارے میں ہی قرآن فرما رہا ہے:

◆ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ الانبیآء۔7)

ترجمہ: پس اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

اب ذرا اس آیتِ مبارکہ پر غور کریں تو فوراً بات سمجھ میں آ جائے گی کہ یہاں پر فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الْعِلْمِ یعنی ''اہلِ علم سے پوچھ لو'' نہیں فرمایا گیا بلکہ فرمایا گیا ''اہلِ ذکر سے پوچھ لو''۔ اہلِ علم سے مراد علما ہیں اور اہلِ ذکر سے مراد اولیا و فقرا ہیں یعنی کامل مرشد۔ علم والے خود بھی ٹھوکر کھا سکتے ہیں کیونکہ علم وہ خبر ہے جس کا محل دماغ ہے جبکہ ذکر وہ خبر ہے جس کا محل لوحِ دل ہے۔ علم دماغ کی تختی پر لکھا جاتا ہے اور ذکر دل کی تختی پر مرقوم ہوتا ہے۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ اہلِ علم علمائے ظاہر اور اہلِ ذکر اولیا اللہ جو علمائے ربانی بھی ہیں اور کامل مرشد کا فریضہ بھی سرانجام دیتے ہیں، کے فرق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ ولیٔ کامل (مرشد کامل اکمل) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ولایت کا حامل ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوتِ باطن کا جزو ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے اُس (ولیٔ کامل) کے پاس امانت ہوتی ہے۔ اس سے مراد وہ علما ہرگز نہیں جنہوں نے محض علمِ ظاہر حاصل کر رکھا ہے کیونکہ اگر وہ ورثائے نبوی[1] میں داخل ہوں تو بھی ان کا رشتہ ذوی الارحام[2] کا سا ہے۔ پس وارثِ کامل وہ ہوتا ہے جو حقیقی اولاد (روحانی وارث) ہو کیونکہ باپ سے اُس کا رشتہ تمام نسبی رشتہ داروں سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''علم کا ایک حصہ مخفی رکھا گیا ہے جسے علمائے ربانی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔'' (سرّالاسرار۔فصل نمبر5)

قرآن پاک میں قلبی ذکر سے غافل لوگوں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے خواہ وہ علم کے لحاظ سے کتنے بھی بلند مرتبہ پر کیوں نہ ہوں۔

◆ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (سورۃ الکھف۔28)

1۔ حدیث مبارکہ اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ ترجمہ: ''علما انبیا کے وارث ہیں'' کی طرف اشارہ ہے۔ 2۔ وہ رشتہ دار جن کا وراثت میں حصہ قرآن وحدیث اور اجماع سے مقرر نہیں ہے۔ نہ وہ حقیقی ورثا (اصحاب فرائض جن کا حصہ قرآن وحدیث میں مقرر کیا گیا ہے) ہوں اور نہ ہی عصبی رشتہ دار (جنہیں حقیقی ورثا کے نہ ہونے پر یا ان سے کچھ بچ جانے پر وراثت میں حصہ ملتا ہے)۔

ترجمہ: اوراس کا کہنا ہرگز نہ مانیں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ وہ تو خواہشاتِ نفس کا غلام ہے اوراس کا کام ہی حدیں پھلانگنا ہے۔

جبکہ اہلِ ذکر اولیا اللہ اور صدیقین (مرشد کامل) کے بارے میں ارشاد ہے:

◆ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (سورۃ لقمان۔15)

ترجمہ: اور پیروی کرو اس شخص کے راستہ کی جو مائل ہوا میری طرف۔

◆ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (سورۃ الفرقان۔59)

ترجمہ: وہ رحمٰن ہے سو پوچھو اس کے بارے میں اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہے۔

◆ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۃ النساء۔59)

ترجمہ: پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور اس کی جو تم میں ''اولی الامر'' ہو۔

ان تمام آیاتِ مبارکہ میں صدیق یعنی مرشد کامل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس کی پیروی کی ہدایت کی گئی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 59 میں ''اولی الامر'' سے مراد بعض لوگ دنیاوی حکمران لیتے ہیں لیکن اولیا کاملین کے نزدیک اس سے مراد وہ صدیق بندہ ہے جو نائبِ رسولؐ کے مرتبہ پر فائز ہو کیونکہ صرف اسی کی پیروی حقیقتاً اللہ اور اس کے رسولؐ کی پیروی ہو گی نہ کہ دنیاوی حکمرانوں کی۔ یعنی اس مرشد کامل کی اتباع اور پیروی کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے جو قدمِ محمدؐ پر ہو۔

الحتصر صدیقین، فقرا اور اولیا اللہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت کے وارث ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نائبین ہیں، حصولِ قربِ الٰہی کے لیے اُن کی بیعت، صحبت اور غلامی ضروری ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

اندریں عالم نیرزی با خسے ‏ ‏ تا نی آویزی بہ دامانِ کسے ‏ (رومیؒ)

ترجمہ: اس جہان میں تیری قیمت ایک تنکے کے برابر نہیں ہوگی جب تک کہ تو کسی مردِ کامل (مرشد کامل) کے دامن سے وابستہ ہو کر زندگی نہ گزارے۔

وصالِ حق تعالیٰ مرشد کامل اکمل کی راہنمائی کے بغیر ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے عظیم علمائے حق نے کثیر علم ہونے کے باوجود اللہ کی معرفت اور وصال کی طلب میں کامل مرشد کی تلاش اور پیروی کی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ پہلے تصوف اور صوفیائے کرامؒ کی مخالفت میں مشہور تھے لیکن بعد میں جب حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر حلاوتِ ایمان نصیب ہوئی تو جب کوئی شخص احکامِ شریعت ان سے دریافت کرنے آتا تو خود بتا دیتے تھے لیکن جب کوئی شخص راہِ حقیقت دریافت کرنے آتا تو حضرت شیخ بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر ان کے شاگردوں کو غیرت آئی اور عرض کیا کہ آپؒ اتنے بڑے عالم ہو کر لوگوں کو ایک صوفی کے حوالہ کیوں کر دیتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کے احکام کا علم ہے اور اُن کو

اللہ کا علم ہے اِس لیے طالبانِ حق کو ان کے پاس بھیجتا ہوں۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت بشر حافیؒ کے پیچھے پیچھے بھاگتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ایک فقیر کے پیچھے بھاگتے ہو، بات سمجھ میں نہیں آئی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا ''احمد بن حنبل جس ربّ کو مانتا ہے بشر حافی اس ربّ کو جانتا ہے۔''

حضرت بہلول دانا رحمتہ اللہ علیہ بظاہر ایک مجذوب تھے لیکن ان کا شمار حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ میں ہوتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امامِ اعظم اِن سے کیا سیکھتے ہوں گے؟ کیا وہ ان سے فقہ، حدیث، صرف، نحو یا اصول و بلاغت کے اسباق پڑھتے ہوں گے؟ اِن علوم میں تو امام ابوحنیفہؒ خود یکتائے روزگار تھے۔ بہلول دانا رحمتہ اللہ علیہ کے مکتب میں وہ تزکیہ نفس اور اسباقِ عشق کے لیے جاتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی کتبِ سوانح اٹھا کر دیکھیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مشائخ کی صف میں حضرت بہلول دانا رحمتہ اللہ علیہ کا نام سرِ فہرست ملے گا۔

آپؒ کا قول ہے ''اگر میں دو سال حضرت بہلول داناؒ کی صحبت میں نہ رہتا تو ضائع ہو گیا ہوتا۔''

ان مثالوں سے مرشد کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے قرب کے لیے صرف عبادات اور علم کافی نہیں بلکہ اللہ کے مقرب بندوں کی صحبت اور راہنمائی اس کے لیے ناگزیر ہے۔

مرشد کامل اکمل کا اندازِ تربیت

مرشد کامل اکمل طالبِ اللہ (مرید) کی تربیت بالکل اسی طریقہ سے کرتے ہیں جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی تھی۔ قرآنِ پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اندازِ تربیت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

- يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ الجمعہ۔2)

ترجمہ: (میرا محبوبؐ) اِن کو آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

سورۃ جمعہ کی آیت مذکورہ میں حق تعالیٰ نے منصب نبوت میں اِن امور کو شامل فرمایا ہے: (1) آیات پڑھ کر سنانا یعنی دعوت دینا اور اللہ کے احکام پہنچانا (2) تزکیہ نفس کرنا (3) احکامِ الٰہی کی تعلیم دینا (4) حکمت (علمِ لدنّی) عطا کرنا۔

آج کل علمائے کرام بھی لوگوں کے سامنے آیات پڑھتے ہیں، لوگوں کو دین کی دعوت دیتے ہیں، مطالبِ قرآن بھی سمجھاتے ہیں اور احکامِ قرآن کی تلقین بھی کرتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایت سے تو لوگ جوق در جوق آکر اسلام قبول کرتے تھے لیکن علمائے کرام کے سامنے کوئی آدمی بھی اسلام قبول نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اندر زبردست روحانی قوت موجود تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محض زیارت، بات چیت اور صحبت سے صحابہؓ کے مراتب بلند ہو جاتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اسلام لانے سے قبل کئی یہودی، نصاریٰ اور آتش پرست اربابِ روحانیت سے ملاقات کر چکے تھے لیکن کسی سے متاثر نہ ہوئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو چہرہ مبارک دیکھتے ہی کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔'' تو یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا ''حضورؐ! میں اپنے اندر یہ کیفیت محسوس نہیں کرتا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''کیا تم محسوس نہیں کرتے؟'' اِس خطاب سے حضرت عمرؓ کے مراتب بلند ہو گئے اور فوراً عرض کیا کہ اب محسوس کرتا ہوں۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت معاذ بن جبلؓ (یا کسی اور صحابی) کو یمن کا عامل مقرر کر کے بھیج رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا ''حضورؐ! میرے اندر عامل بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن کے کندھے کو چھوا تو وہ فوراً چلا اُٹھے ''حضورؐ! اب وہ صلاحیت اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔'' یہ ہے باطنی توجہ سے تزکیہ نفس کرنا اور روحانی مراتب بلند کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ کے خلفا بھی باطنی توجّہ سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب اسی طرح کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں علما کرام کی دھواں دھار تقریریں ناکام رہتی ہیں وہاں اولیا اللہ کی ادنیٰ سی باطنی توجّہ سے مریدین کا تزکیہ نفس ہو جاتا ہے جس سے اِن کی روحوں میں قوتِ پرواز آ جاتی ہے اور وہ مختلف منازل و مقامات طے کرتے ہوئے قربِ حق میں پہنچ جاتے ہیں۔ اقبالؒ بھی ایمانِ کامل کے لیے مسلمانوں کا علاج کسی کامل کی نظر بتاتے ہیں:

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں — ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں (بال جبریل)

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا — نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے (بال جبریل)

آج کے حالات کے بارے میں آپؒ فکر مند نظر آتے ہیں:

دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے — پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے (بال جبریل)

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک — نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ (بال جبریل)

مرشد کی تلقین اور نگاہ ہی ایسی کیمیا ہے جو طالب کے وجود کی کثافت دور کر کے اسے روشن ضمیری کے قابل بناتی ہے۔ تعلیم اور تلقین میں کیا فرق ہے؟ تعلیم سے ظاہری علم واضح ہوتا ہے جبکہ تلقین سے دو جہان کی روشن ضمیری حاصل ہوتی ہے، تزکیہ نفس و تصفیہ قلب ہوتا ہے اور روحانی بلندی سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔

قصہ مختصر کتاب و حکمت کی تعلیم و تلقین مرشدِ کامل اکمل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مرشد ہی طالب کو اس کی استطاعت کے مطابق شیطان اور نفس کی چالبازیوں سے بچاتا ہوا دارالامن (قربِ الٰہی) میں لے جاتا ہے۔ عام لوگوں کو تو اس روحانی علم کے نام سے بھی واقفیت نہیں چہ جائیکہ اِن کو اس پر دسترس حاصل ہو۔

تلاشِ مرشد

جب طالبِ مولیٰ (سالک) تلاشِ حق کے سفر پر نکلتا ہے تو سب سے پہلا مرحلہ مرشد کامل اکمل کی تلاش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے قرب و وصال کی راہ چونکہ شریعت کے دروازہ سے ہو کر گزرتی ہے اس لیے شریعت کے دروازے کے دونوں طرف شیطان اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت طالبِ مولیٰ کی گھات لگا کر بیٹھا ہے۔ اوّل تو وہ کسی آدم زاد کو شریعت کے دروازے تک آنے ہی نہیں دیتا، اگر کوئی باہمت آدمی شریعت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کے دروازہ تک پہنچ جاتا ہے تو شیطانی گروہ اسے شریعت کی چوکھٹ پر روک رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے شریعت کی ظاہری زیب و زینت کے نظاروں میں محو رکھتا ہے۔ وہ شریعت کی روح تک کسی کو نہیں پہنچنے دیتا اور آج کے دور کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ جو لوگ شریعت پر کاربند ہیں وہ اس کی روح تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ اگر کوئی خوش قسمت طالبِ مولیٰ ہمت کر کے آگے بڑھتا ہے تو شیطان پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ اسے روکنے یا گمراہ کرنے کے جتن کرتا ہے اور اس کی راہ مارنے کا ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ طالبِ مولیٰ جب شریعت کے دروازہ سے گزر کر باطن کی نگری میں داخل ہوتا ہے تو اسے رجوعاتِ خلق (خلقت اپنی دنیاوی مشکلات کے خاتمہ کے لیے اس کی طرف رجوع کرتی ہے) کے نہایت ہی وسیع و دشوار گزار جنگل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس موقع پر طالبِ مولیٰ کو اگر کسی مرشد کامل اکمل کی رفاقت اور راہبری حاصل نہ ہو تو وہ رجوعاتِ خلق کے جنگل میں بھٹک کر باطنی طور پر ہلاک ہو جاتا ہے۔ جس طرح شریعت کا علم استاد کے بغیر ہاتھ نہیں آتا اسی طرح باطنی علم کا حصول مرشد کامل اکمل کی رفاقت کے بغیر ناممکن ہے۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ مرشدِ کامل کی پہچان کیسے ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے:

☸ اللہ تعالیٰ کی معرفت آسان ہے لیکن ولی اللہ (مرشدِ کامل) کی حقیقت کی معرفت مشکل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال و جمال کی وجہ سے معروف ہے لیکن ولی اللہ ایک مخلوق ہے اور مخلوق کو مخلوق کی معرفت مشکل ہوتی ہے کیونکہ وہ انہی کی طرح احکامِ شرع کی پابندی کرتا ہے لیکن اس کا باطن اللہ کے ساتھ مشغول ہے اس لیے اس کی معرفت مشکل ہو جاتی ہے۔ (تفسیر روح البیان)

حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں:

☸ ان (اولیا، مرشد کامل) کی ظاہری شکل کو ہر کوئی دیکھتا ہے لیکن ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ جن خوش بخت حضرات کو ان کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اگر انہوں نے اُن کی قدر و منزلت کے مطابق تعظیم و تکریم کی تو کامیاب رہیں گے، اگر ان سے ان کی مخالفت سرزد ہوئی یا معمولی گستاخی و بے ادبی ہوئی تو مارے جائیں گے اور خاتمہ خراب ہوگا۔ (تفسیر روح البیان)

فقیر فنا فی اللہ بقا باللہ (مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ) کی پہچان ہر انسان، طالب یا مرید کے بس کی بات نہیں کیونکہ ہر مرید طالبِ مولیٰ نہیں ہوتا بلکہ مریدوں کی اکثریت طالبِ دنیا یا طالبِ عقبیٰ ہوتی ہے۔ کامل مرشد کا کام تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قُرب تک جانے والے راستہ کو

مرید پر نہ صرف کھول دے بلکہ آسان کر دے کیونکہ وہ اس راستہ کا ہادی، راہبر اور راہنما ہے۔ اس لیے مرشد کامل کی حقیقت کو وہی پہچانتا ہے جو ''طلبِ مولیٰ'' لے کر نکلا ہوا ور قربِ الٰہی کے راستہ کا مسافر ہو۔ تمام انسان ایک تو اپنی ناقص طلب کی وجہ سے اسے پہچان نہیں پاتے دوسرے وہ انہی کی طرح ایک انسان ہوتا ہے۔ اس کا چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا بھی عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے، کھاتا پیتا بھی وہ عام انسانوں کی طرح ہی ہے اس لیے طالبانِ دنیا و عقبیٰ کے لیے اس کی معرفت حاصل کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ اپنی ناقص عقل کے مطابق اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور عقل اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ عقل ہمیشہ تلاشِ نقص واعتراض میں رہتی ہے۔ اگر عقل سے ان کو پہچاننے کی کوشش کی جائے تو محض اعتراضات ہی ہاتھ آتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے، اس واقعہ میں طالبِ مولیٰ کے لیے روشنی ہے کہ اعتراضات راستہ جدا کر دیتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ اس زمانے میں یہ ہے کہ دھوکہ دہی اور فریب عام ہے۔ ایک طالب کیسے یہ طے کرے کہ کون سا مرشد کامل ہے، کون ناقص ہے اور کون جعلی پیر ہے؟ ان تمام سوالات کے جوابات اگلے صفحات پر دیئے جا رہے ہیں۔

مرشد کی تلاش کی وجہ حق تعالیٰ کا قرب

اگر مرشد کی تلاش کی وجہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اسکی پہچان ہے تو طالب یہ خاطر جمع رکھے کہ اس کو کامل مرشد ضرور ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سورۃ عنکبوت میں ارشاد ہے:

◆ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت۔69)

ترجمہ: جو لوگ ہماری طرف آنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو اپنی طرف آنے کے راستے دکھا دیتے ہیں۔

اس راہ میں طلب کے مطابق مرشد کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔ جیسی کسی کی طلب اور طبیعت ہوتی ہے اُسی طرح کے مرشد کی طرف راہنمائی ہو جاتی ہے۔ بقول اقبالؒ:

ہست این میکدہ و دعوت عام است اینجا قسمت بادہ باندازہ جام است اینجا (پیامِ مشرق)

ترجمہ: یہ دنیا ایک میکدہ ہے اور ہر کسی کو (لذّتِ دیدار کی مے) پینے کی دعوتِ عام ہے تاہم ہر کسی کے حصے کی شراب اس کے جام (طلب) کے مطابق ہوتی ہے۔

پس اگر مرید چاہتا ہے کہ اسے کامل مرشد ہی ملے تو پہلے اسے اپنی نیت اور طلب کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا ہوگا۔

مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ

اگر مرشد کی تلاش کا مقصد حق تعالیٰ کی پہچان اور قرب ہے تو اس کے لیے آپ کو دو طرح کے مرشد ملیں گے۔ ایک مرشد وہ جو امانتِ الٰہیہ یا

خلافتِ الٰہیہ کا حامل ہوتا ہے، یہی نائب اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے، یہی اپنے دور کا انسانِ کامل اور امام الوقت ہے اور یہی مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ ہوتا ہے جبکہ باقی اس کے خلفا ہوتے ہیں۔ دونوں کا ذکر ہم تفصیل سے کر رہے ہیں۔

امانتِ الٰہیہ کے بارے میں قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ○ (سورۃ الاحزاب۔72)

ترجمہ: ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو سب نے اس بارِ امانت کو اٹھانے سے عاجزی ظاہر کر دی لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

✤ اسم اللہ بس گرانست بس عظیم — ایں حقیقت یافتہ نبی کریمؐ

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات نہایت ہی بھاری و عظیم امانت ہے۔ اس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

عارفین کے نزدیک اس امانت سے مراد اسمِ اللہ ذات یعنی خزانہ فقر ہے۔ جس انسان میں امانتِ الٰہیہ یا خزانہ فقر منتقل ہونا ہوتا ہے وہ اِذَا تَمَّ الۡفَقۡرُ فَھُوَ اللّٰہ ○ (ترجمہ: جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے) کے مرتبہ کا حامل ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خزانہ فقر کے مالک اور مختارِ کُل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در سے ہی فقر کے متعلق تمام فیصلے صادر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے ہی امانتِ الٰہیہ (خزانہ فقر) ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتی ہے یعنی ایک دور کے انسانِ کامل (مرشد کامل) سے اگلے دور کے انسانِ کامل کو منتقل کی جاتی ہے۔ جو شخص خود بخود اس امانت کا حامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ پکا مردود اور خبیث ہے اور اس کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ عربیؒ اپنی کتاب فصوص الحکم میں فرماتے ہیں:

⌘ چونکہ اسمِ اللہ ذات جامع جمیع صفات و منبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصل تجلیات و ربّ الارباب کہلاتا ہے اور اس کا مظہر جو عین ثانیہ ہوگا وہ عبداللہ عین الاعیان ہوگا۔ ہر زمانے میں ایک شخص قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے، اس کو قطب الاقطاب یا غوث کہتے ہیں جو عبداللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ تحتِ امر و قرب و فرائض میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اس کے توسط سے کرتا ہے۔ (ترجمہ و شرح مولانا عبدالقدیر صدیقی۔ ناشر نذیر سنز لاہور)

حضرت شیخ موید الدین جندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

⌘ اسمِ اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سُو پھیل گئی ہے وہ حقیقتاً و معناً عالم حقائق و معنی سے ہے اور سورۃً و لفظاً عالمِ صورت والفاظ سے ہے۔ جمیع حقائقِ کمالیہ سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسانِ کامل (مرشدِ کامل نور الہدیٰ) ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب اور امانتِ الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسمِ اعظم کی صورت اس ولئ کامل (مرشد کامل) کی ظاہری

صورت کا نام ہے۔(تفسیر روح البیان)

قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۃ یٰسین۔12)

ترجمہ:اور ہر چیز کو جمع کر رکھا ہے ہم نے امامِ مبین میں۔

اس آیت میں امامِ مبین سے مراد انسانِ کامل (مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ، امام الوقت) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر امر، حکم اور اپنی پیدا کردہ کل کائنات کو ایک لوحِ محفوظ جو کہ انسانِ کامل کا دل ہے، میں محفوظ کر رکھا ہے۔ انسانِ کامل کا دل وہ جگہ ہے جہاں انوارِ ذات نازل ہوتے ہیں اور اسکی وسعت کا بیان و اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا رومؒ مثنوی (دفتر سوم) میں فرماتے ہیں:

جس طرح خزانے ویرانوں میں ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی ''امانت'' بھی ایسے شخص کے دِل میں ودیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔

حضرت عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف انسانِ کامل میں لکھتے ہیں:

انسانِ کامل قطبِ عالم ہے جس کے گرد اوّل سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی ابتدا ہوئی اس وقت سے لے کر ابدالآباد تک ایک ہی شے ہے۔ پھر اس کے لیے رنگا رنگ لباس ہیں اور باعتبار لباس اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ اس کی کنیت ابوالقاسم، اس کا وصف عبداللہ اور اس کا لقب شمس الدین ہے۔ باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانہ کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔
(صفحہ 388۔ ترجمہ فضل میراں، ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

اس حقیقت کو مزید وضاحت سے حضرت علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فصوص الحکم (ترجمہ و شرح محمد ریاض قادری) میں بیان کرتے ہیں:

ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل سے لے کر ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی جلوہ نما ہوتے ہیں۔(صفحہ 97)

پس ازل سے ابد تک انسانِ کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحبِ لولاک سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام رسولوں، نبیوں، خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختمِ نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال، اولیا اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔(صفحہ 165)

یعنی ہر دور میں ایک ایسا انسان موجود ہوتا ہے جو امانتِ الٰہیہ کا حامل یعنی خزانۂ فقر کا وارث ہوتا ہے۔ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خزانۂ فقر کے مالک اور مختارِ کل ہیں اس لئے انہی سے یہ امانت اور خزانۂ فقر منتقل ہوتا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِذن کے بغیر کسی

انسان کو امانتِ الٰہیہ منتقل نہیں ہو سکتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خزانہ فقر خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو منتقل ہوا اور آپؓ اُمتِ محمدیہ میں فقر کی پہلی سلطان ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فقر کی وراثت پائی اور اُن سے ہی فقر اُمت کو منتقل ہوا اس لیے آپ کرم اللہ وجہہ بابِ فقر ہیں۔ پھر یہ منتقل در منتقل ہوتا ہوا شہسوارِ فقر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ تک پہنچا۔ پھر خزانۂ فقر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچا۔ اب جب بھی امانتِ الٰہیہ منتقل ہوتی ہے تو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس انسان کو سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے حوالہ کرتے ہیں اور پھر وہاں سے اُسے امانتِ الٰہیہ یا خزانہ فقر کیلئے حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ وہاں سے اُسے اس زمانہ کے انسانِ کامل (مرشد کامل) کی بارگاہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ قیامت تک یہ خزانہ اس کے مختارِ کل صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت اور مہر سے اسی ترتیب سے منتقل ہوگا۔

امانتِ الٰہیہ کا حامل مرشد اگر طالب کو مل جائے تو فقر کی انتہا پر پہنچنا کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ اس مرشد کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پہلے دِن ہی طالب کو ذکر کے لیے سلطان الاذکار اسمِ اعظم ''ھُو'' عطا کر دیتا ہے اور تصور کے لیے اسمِ اللہ ذات کا نقش عطا فرماتا ہے۔ چونکہ وہ اسمِ اللہ ذات کا حامل اور مظہر ہوتا ہے اس لیے طالب کو اسمِ اللہ ذات کے تصور سے مرشد کا تصور حاصل ہوتا ہے، یہی اس کے کامل ہونے کی نشانی ہے۔ ناقص مرشد اگر اسمِ اللہ ذات کا نقش اپنے مریدوں کو تصور کے لیے دیتا بھی ہے تو انہیں اس سے صرف اسم کا تصور حاصل ہوتا ہے 'ذات' کا نہیں۔ اور اسم کا تصور حاصل ہونے میں بھی اس ناقص مرشد کا کوئی کمال نہیں ہوتا بلکہ اسمِ اللہ ذات کی نورانی تجلیات کی وجہ سے مریدوں کو یہ تصور ملتا ہے۔ مرشد کامل اسم ذات کے لیے 'مسمّٰی' ہے اور اس کی صورت اسمِ اعظم ہے۔

تصورِ مرشد کے متعلق مکتوباتِ مجدد الف ثانیؒ میں روایت موجود ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک مرید نے آپؒ کو خط لکھا کہ اس کا تصورِ شیخ اس حد تک غالب آ چکا ہے کہ وہ نماز میں بھی اپنے شیخ کے تصور کو اپنا مسجود دیکھتا اور جانتا ہے اور اگر فرضاً نفی کرے تو بھی حقیقتاً نفی نہیں ہوتا یعنی نظر کے سامنے سے نہیں ہٹتا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے اس مرید کو جواب میں لکھا ''اے محبت کے اطوار والے! یہ دولت طالبانِ حق کی تمنا اور آرزو ہے اور ہزاروں میں سے شاید کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کیفیت اور معاملے والا مرید صاحبِ استعداد اور شیخ سے مکمل مناسبت رکھنے والا ہوتا ہے۔ احتمال ہے کہ شیخ کی تھوڑی سی صحبت سے وہ شیخ کے تمام کمالات کو جذب کر لے۔ تصورِ شیخ کی نفی کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ (شیخ) مسجود الیہ ہے مسجود لہٗ نہیں (یعنی جس کی طرف سجدہ کیا جائے نہ کہ وہ جس کو سجدہ کیا جائے)۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے (نماز کی حالت میں مسجد، مینار، محراب، دیواریں وغیرہ یا دیگر بہت سی چیزیں سامنے ہوں تو بھی نماز میں کسی قسم کی خرابی واقع نہیں ہوتی)۔ اس قسم کا ظہور سعادت مندوں کو ہی میسر آتا ہے تاکہ وہ تمام احوال میں مرشد کامل کو (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اسے پہچاننے کے لیے) اپنا وسیلہ جانیں اور اپنے تمام اوقات میں اس کی طرف متوجہ رہیں نہ کہ اس بدنصیب گروہ کی طرح جو اپنے آپ کو (اللہ تک پہنچنے کے لیے ہر قسم کے وسیلے سے) بے نیاز جانتا ہے اور اپنے قبلۂ توجہ کو اپنے شیخ سے پھیر لیتا ہے اور اپنے معاملے کو خراب کر لیتا ہے۔'' (مکتوب نمبر 30۔ دفتر دوم، حصہ اوّل، صفحہ 101)

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بشکلِ شیخ دیدم مصطفیٰؐ را ندیدم مصطفیٰؐ را بل خدا را

ترجمہ: میں نے اپنے شیخ کی شکل میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار کیا، نہ صرف مصطفیؐ کا بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھی دیدار کیا۔

اگر طالب کو ایسا مرشد مل جائے جو تصورِ اسمِ اللہ ُذات‘ کا تصور عطا فرمائے تو فوراً دامن پکڑ لے لیکن اس کو تلاش کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ غیر معروف ہوتا ہے البتہ وہ ہر دور میں موجود ضرور ہوتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اس مرشد تک صرف وہی طالب پہنچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پہچان، دیدار اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کی سچی طلب لے کر گھر سے نکلتے ہیں۔ طالبِ دنیا اور طالبِ عقبیٰ (جنت کے لیے زہد و ریاضت کرنے والے) یہاں پہنچ نہیں سکتے اور اگر پہنچ جائیں تو ٹِک نہیں سکتے۔ پھر ان لوگوں کو طلبِ ناقص کی وجہ سے مرشدِ ناقص ہی ملتے ہیں تو دھوکہ کا گلہ کیسا۔ اپنے اندر غور کر! اگر تُو اللہ تعالیٰ کی طلب لے کر نکلا ہوتا تو تیرا محافظ وہ خود ہوتا اور تجھے کبھی بھی کسی شیطان کے پھندے میں نہ پھنسنے دیتا۔ تیری تو طلب ہی مال و دولت اور دنیا میں شہرت و مرتبہ پانے کی ہے جو ورثۂ فرعون، قارون اور ابوجہل ہے اور اللہ تعالیٰ کی طلب ورثۂ انبیا و اولیا ہے۔ اب تیری جو طلب ہے تو اس کے مطابق ہی مرشد پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نیت اور دِل کو دیکھتا ہے۔ خالص کے لیے خالص، ناقص کے لیے ناقص!

خلافت

راہِ فقر میں خلافت سے مراد مرشد کامل نور الہدیٰ کا مختلف سالکین کی تربیت فرما کر اور انہیں اپنی کسی صفت سے متصف فرما کر خلقِ خدا کی راہِ حق میں تربیت کے لیے مختلف جگہوں یا علاقوں میں متعین کرنا ہے۔ ان کو خلیفہ جس کی جمع خلفا ہے، کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اصل ہدایت کا منبع تو امانتِ الٰہیہ کا حامل انسانِ کامل ہی ہوتا ہے، یہ خلفا اس کے نمائندوں کے طور پر کام کرتے ہیں اور مخلوقِ خدا کی راہبری کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ خلافت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ سالک فنافی اللہ یا بقاباللہ کے مقام پر فائز ہو بلکہ ضرورت کے مطابق اس کی تربیت کر کے اسے اس کی ڈیوٹی پر متعین کر دیا جاتا ہے۔ انسانِ کامل اور اس کے خلفا کے مقام اور صلاحیتوں کو ہم ایک مثال کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک پاور سٹیشن پورے شہر کو بجلی سپلائی کرتا ہے لیکن شہر کے ہر علاقے کا ایک ٹرانسفارمر ہوتا ہے۔ اصل کرنٹ اور بجلی تو پاور سٹیشن سے آ رہی ہوتی ہے جس کی کپیسیٹی (capacity) ہزاروں کلوواٹ ہوتی ہے لیکن ٹرانسفارمر اپنی کپیسیٹی کے مطابق اسے اپنے اپنے علاقوں میں سپلائی کرتے ہیں۔ اسی طرح اصل باطنی قوت مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کی ہوتی ہے جو خلفا کے قلوب سے منعکس ہو کر سالکین تک پہنچتی ہے۔ خلافت میں کسی غلطی پر خلیفہ کی باطنی قوت سلب کر لی جاتی ہے یا اسے رجعت ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کے قلب سے جو نور خلیفہ کے قلب میں آ رہا ہوتا ہے وہ بند ہو جاتا ہے۔ لیکن مرشد کامل چونکہ امانت و خلافتِ الٰہیہ کا حامل اور محبوبیت کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اس لیے اس کی قوت سلب نہیں ہوتی یا اسے رجعت نہیں ہوتی۔

سلسلہ سروری قادری میں خلافت بہت کم عطا کی جاتی ہے اور اگر عطا کی جاتی ہے تو دو طرح کی ہوتی ہے ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ اس سلسلہ

میں مرشد کامل اکمل چونکہ انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز اور امانتِ الٰہیہ یعنی تصورِ اسم اللہ ذات کا حامل ہوتا ہے اس لیے طالب کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے اس کی محفل میں رہ کر اسم اللہ ذات کا تصور کرنا ضروری ہے کیونکہ خلفا سے وہ چیز عطا نہیں ہو سکتی جو اسے یہاں سے بلاواسطہ عطا ہو جائے گی۔ ہاں مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کے ظاہری وصال کے بعد خلفا کی باطنی قوت کئی گنا تک بڑھ جاتی ہے کیونکہ عام طور پر انسانِ کامل ایک ہی جگہ دو بار ظاہر نہیں ہوتا اور پھر نئی جگہ پر سالکین کو اس کی پہچان کافی دیر کے بعد ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے سروری قادری مرشد بھی دو طرح کے ہوتے ہیں:

صاحبِ اسم: صاحبِ اسم صاحبِ ذکر ہے اور صاحبِ اسم مقامِ خَلق پر ہوتا ہے۔ یہ خلفا ہوتے ہیں۔

صاحبِ مسمّٰی: صاحبِ مسمّٰی فقیر فنا فی اللہ بقا باللہ ہوتا ہے۔ امانتِ الٰہیہ، خلافتِ الٰہیہ کا حامل اور انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور یہی مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ ہے۔ ان کے مریدین کو تصورِ اسم اللہ ذات سے تصورِ شیخ حاصل ہوتا ہے۔ ایسے مرشد کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- فقیر عارف باللہ اُسے کہتے ہیں جو فنا فی اللہ، فنا فی الرسول، فنا فی فقر اور فنا فی ''ھُو'' ہو۔ (عین الفقر)

صاحبِ اسم اور صاحبِ مسمّٰی کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

- اسم اور مسمّٰی میں کیا فرق ہے؟ صاحبِ اسم (محض) ذکر کرنے والا ہوتا ہے اور صاحبِ مسمّٰی اللہ تعالیٰ کی ذات میں غرق ہوتا ہے۔

صاحبِ اسم مقامِ مخلوق پر ہوتا ہے اور صاحبِ مسمّٰی مقامِ غیر مخلوق پر ہوتا ہے۔ صاحبِ مسمّٰی پر ذکر حرام ہے کیونکہ صاحبِ مسمّٰی ظاہر اور باطن میں ہر وقت حضوریٔ فنا فی اللہ میں مکمل طور پر غرق ہوتا ہے۔ (عین الفقر)

صاحبِ مسمّٰی مرشد کی تعریف کرتے ہوئے سلطان العارفینؒ محک الفقر کلاں میں فرماتے ہیں:

- اس راہ (فقر) کا تعلق عرف (شہرت، نام و ناموس) سے نہیں عرفانِ حق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ مطلق مسمّٰی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ راہِ معرفتِ مسمّٰی کا تعلق گفتگو سے نہیں، عطائے الٰہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے اور وہی اسے جانتا پہچانتا ہے۔

- مسمّٰی آں کہ باشد لازوالی — نہ آں جا ذکر و فکر نہ وصالی
  بود غرقش بہ وحدت عین دانی — فنا فی اللہ شود سرِّ نہانی

ترجمہ: مقامِ مسمّٰی لازوال مقام ہے جہاں پر ذکر فکر اور وصال کی مزید گنجائش نہیں رہتی کیونکہ یہاں طالب عین وحدت میں غرق ہوتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر طالبِ اللہ فنا فی اللہ فقیر ہو جاتا ہے اور اس پر رازِ پنہاں ظاہر ہو جاتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

ناقص مرشد و جعلی پیر

کچھ خود غرض لوگوں نے فقر یا تصوف کا جعلی لبادہ اوڑھ کر صوفیا کرام کو بدنام کر دیا ہے۔ یہ کھوٹے سکے ہیں لیکن یہ حقیقت یاد رکھیے کہ کھوٹے سکے وہیں بنتے ہیں جہاں کھرے سکے موجود ہوتے ہیں اور جعلی مال وہیں بنتا ہے جہاں خالص اور اصلی مال موجود ہوتا ہے۔ فی زمانہ ان دھوکہ بازوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ لوگ راہبر کی شکل میں راہزن ہیں، سادھو کی صورت میں چور، خیر خواہ کی صورت میں دشمنِ جاں، بزرگ کی صورت میں اصل اور خطرناک ترین شیطان۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا ''شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔'' حضرت ابوذر غفاریؓ نے پوچھا ''کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟'' فرمایا ''ہاں۔'' (مسند احمد)

آئمہ دین فرماتے ہیں ''انسانی شیطان لوگوں کے لیے جن شیطان سے زیادہ سخت (یعنی نقصان دہ) ہوتا ہے۔'' (تفسیر طبری)

مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے رکھتے ہیں اس لئے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں پکڑانا چاہیے۔ شکاری پرندے جیسی آواز اس لیے نکالتا ہے کہ پکڑنے والے پرندے کو دھوکا دے۔ وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے اور پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح مکار لوگ درویش کا روپ بھر کر خلقِ اللہ کو پھانستے ہیں۔ کمینے لوگ فقیروں کے الفاظ چرا لیتے ہیں تاکہ بھولے بھالے لوگوں کو ان سے پھانسا جا سکے۔ مَردوں کا کام روشنی اور گرمی پہنچانا ہے جس سے روح کو راحت ملے اور کمینوں کا کام دھوکہ دینا ہے۔ وہ جعلی فقیری یا نبوت کا روپ دھار لیتے ہیں اور مسیلمہ کذاب کو احمد کا لقب دیتے ہیں۔ مسیلمہ کا لقب کذاب رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صاحبِ عقل کہا گیا۔ ان کے پاس حق کی شراب ہے جس میں خالص مُشک ہے جبکہ دوسری میں گندگی اور عذاب۔ اصل فقیر ہمیشہ شریعتِ محمدیؐ کا پابند ہوتا ہے کیونکہ شریعت کی پابندی کے بغیر فقیری عین مکاری ہے۔ (مثنوی)

سجادہ نشینی یا گدی نشینی: مسلمانوں میں جب سیاسی خلافت قابلیت دیکھے بغیر اولاد کو دی جانے لگی تو دنیا ہاتھ سے گئی اور اسی طرح جب روحانی جانشین حقدار کی بجائے اولاد سے منتخب ہونے لگے تو دین بھی گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اولاد میں ولایت وفقر کے حقدار نہیں ہوتے۔ ہوتے ہیں، ضرور ہوتے ہیں اور بعض اوقات عام لوگوں سے زیادہ حق دار ہوتے ہیں لیکن آج کے دور میں تو اکثر نااہلوں کو ہی گدی نشین دیکھا ہے۔ بعض مسند نشین آپ کو ایسے ملیں گے جن کو اس راہ کا پتہ تک نہیں۔ البتہ ان کی خوش بختی کہہ لیجیے کہ انہوں نے ایسے خاندان اور گھرانوں میں جنم لیا ہوتا ہے جن کے آباؤاجداد میں کوئی بزرگ ولی گزرا ہوتا ہے۔ جس کی مسند انہیں وراثت میں مل جاتی ہے اور مرید بھی وراثت میں مل جاتے ہیں اور صدیوں تک یہ سلسلۂ جانشینی قابلیت کا تعین کیے بغیر اس وقت تک چلتا رہتا ہے جب تک گدی پر کوئی دوسرا قبضہ نہیں کر

لیتا۔ اصل میں انگریزوں کے دور سے قبل تک تو یہ بات بالکل درست تھی کہ سجادہ نشین یا گدی نشین عام طور پر اہلِ مزار کا روحانی اور باطنی نائب یا جانشین ہی ہوا کرتا تھا لیکن انگریزوں نے مسلمانوں کے اس عظیم خانقاہی نظام کو تباہ کرنے کے لیے اس کو وراثت میں شامل کر دیا۔ اب قانونِ وراثت کے تحت دوسری جائیداد کی طرح گدی یا سجادہ نشینی بھی اولاد کو بطور وراثت ملتی ہے خواہ وہ اس کے اہل ہوں یا نہ ہوں۔ اگر اہلِ مزار اپنے وصال سے قبل اپنے حقیقی روحانی و باطنی جانشین کو گدی نشین مقرر کر بھی دے تو عدالت کے ذریعہ چند ماہ کے اندر اندر اسے بے دخل کر دیا جائے گا اور گدی یا سجادہ نشینی اولاد کو بطور وراثت منتقل ہو جائے گی۔ مزار کی سجادگی کے ساتھ ساتھ چونکہ مزار کی زمین اور چندے کی آمدنی وغیرہ کا معاملہ بھی ہوتا ہے اس لیے یہ وراثت میں شامل ہوگئی ہے۔ عدالتوں کے اندر گدی یا سجادہ نشینی کی جنگ اکثر لوگوں نے دیکھی ہوگی یا اخبارات میں پڑھی ہوگی۔ اب تو اس کے حصول کے لیے قتل و غارت گری تک نوبت آ گئی ہے کیونکہ اب تو گدی کی وجہ سے سیاست میں بھی اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد — زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن (بالِ جبریل)

شاہینوں (یعنی فقرا و اولیا) کے نشیمن جو لوگوں کے قلوب میں ایمان کی شمع روشن کرتے تھے اب زاغوں (کوے یعنی جعلی پیروں اور گدی نشینوں) کے قبضے میں ہیں۔ ان کا مقصد صرف مال اکٹھا کرنا ہے کیونکہ تلقین و ارشاد کی مسند انہیں قابلیت کے بل پر نہیں بلکہ وراثت میں ملی ہے۔

قُم بِاِذْنِ اللّٰہ کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے — خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن (بالِ جبریل)

قُم بِاِذْنِ اللّٰہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت ہے، آپ یہ کہہ کر مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ مُردہ قلوب کو زندہ کرنے والے چلے گئے۔ اب تو ان خانقاہوں میں اپنے اسلاف کی ہڈیاں بیچنے والے مجاور بیٹھے ہیں یا مردے دفن کرنے والے گورکن۔

ہم قارئین سے یہ سوال کرتے ہیں کہ سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ، حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت بابا فرید شکر گنجؒ، حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ، حضرت لال شہباز قلندرؒ، حضرت سیّد عبداللطیف شاہؒ المعروف بری امام، حضرت شاہ شمس تبریزؒ، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ، حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ، حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ، حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ، سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ اور دیگر تمام اولیا جو گزرے ہیں، کون سے مزار کے گدی یا سجادہ نشین تھے؟ انہوں نے تو اپنی دنیا خود پیدا کی:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تو اصل فقیر وہ ہے جو آزاد ہے یعنی کسی خانقاہ یا مزار کا محتاج نہیں ہے بلکہ چل پھر کر فیض تقسیم کرتا ہے۔ اس فقیر نے پورے پاکستان کا سفر کیا ہے اور یہ معلوم کر کے حیرت زدہ رہ گیا کہ ایک پیر کی اولاد کو لوگ سات سات نسلوں سے پوجتے چلے آ رہے ہیں حالانکہ اولاد کو طریقت کی ہوا تک نہیں لگی۔ بس تصوف کے چند اسباق یاد ہیں جس سے وہ لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں

اور خلافِ شریعت کام بھی کھلے عام کرتے ہیں لیکن لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ انہی مریدوں کے نذرانوں سے یہ نام نہاد پیر گرمیاں یورپ اور امریکہ میں گزارتے ہیں اور علاج بھی وہیں سے کراتے ہیں، سیاست کا کھیل کھیلتے ہیں اور اس سے مزید مال بناتے اور عزّ و جاہ حاصل کرتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا۔ ان لوگوں کی مثالوں سے بھی طریقت کے مخالفین نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

مرشدِ ناقص سے اجتناب کی ہدایت

ہم نے ناقص مرشد اور جعلی پیروں کے بارے میں ہر بات کو کھول کر بیان کر دیا ہے اور تمام سلاسل کے مشائخ کرام نے بھی ان لوگوں سے اجتناب کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ جس طرح ایک مسلمان اپنے افعالِ قبیحہ کی وجہ سے دینِ اسلام کی نمائندگی نہیں کر سکتا اسی طرح ایک جعلی پیر اپنی بدکرداری کی وجہ سے تصوف یا فقر کا نمائندہ نہیں بن سکتا۔ شریعت میں یہ جائز نہیں کہ ایک پڑوسی کے ظلم کی وجہ سے دوسرے پڑوسی سے مواخذہ کیا جائے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ مسلمانوں کے چند گروہوں کی بدکرداریوں کا الزام پاکیزہ دینِ اسلام پر لگا دیا جائے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ بعض جعلی پیروں کی حرکات کو نیک طینت اور پاکیزہ سیرت صوفیا کرام کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

شیخ احمد زروقؒ فرماتے ہیں ''جعلی پیر ابلیس ہوا ہیں۔ ان کے اقوال کو رَد کیا جائے اور اِن کے افعال سے اجتناب کیا جائے لیکن تصوف کے حلقہ میں اِن کے داخل ہونے کی وجہ سے اہلِ حق کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔'' اچھے بُرے لوگ ہر شعبہ میں موجود ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جس طرح تمام علما، فقہا، مدرسین، قاضی، تاجر، امرا اور حکمران برابر نہیں ہیں اسی طرح صوفیا بھی ایک جیسے نہیں۔ علما میں بھی دو طبقے ہیں علمائے سو اور علمائے حق۔ اب علمائے سو کی وجہ سے ہم علمائے حق کا انکار نہیں کر سکتے۔ اسی طرح صوفیا میں بھی بعض اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں، بعض متوسط مراتب کے حامل ہیں اور بعض جعلی پیر بھی صوفی ہونے کے دعویدار ہیں۔ یہ بات اتنی واضح ہے کہ اسے ہر خاص و عام جانتا ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ پہلے حق کو پہچانے تا کہ اہلِ حق کو پہچان سکے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ تو طالب کے لیے معیار یہ رکھتے ہیں کہ اُس کی طلب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہو اور کامل مرشد کے لیے معیار یہ ہے کہ وہ صاحبِ تصورِ اسمِ اللّٰہ ذات ہو اور طالب کو پہلے دن ہی سلطان الاذکار ھُو اور اسمِ اللّٰہ ذات کا تصور اور مشق مرقومِ وجودیہ عطا کر کے اُسے انتہا تک پہنچا دے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- پس معلوم ہوا کہ مردِ مرشد سے تعلیم و تلقین حاصل کرنا ہی بہتر ہے اور نامرد زن سیرت مرشد کو تین طلاق دے دینی چاہیے۔ مردِ مرشد کامل اور نامرد مرشد ناقص کی پہچان کیسے ممکن ہے؟ مرشد کامل اپنی توجہ اور مشقِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات سے طالب کو یکبارگی حضوری تک پہنچا دیتا ہے جبکہ نامرد مرشد آج اور کل کے جھوٹے وعدوں پر ٹالتا رہتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پنجابی ابیات میں فرماتے ہیں:

آپ نہ طالب ہین کہیں دے، لوکاں نُوں طالب کر دے ھُو
چانون کھیپاں کر دے سیپاں، قہر اللہ توں ناہیں ڈر دے ھُو
عشق مجازی تلکن بازی، پَیر اَوَلّے دَھر دے ھُو
اوہ شرمندے ہوسن باھُوؒ، اندر روز حشر دے ھُو

مرشد کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ خود کسی کامل مرشد سے تلقین وارشاد حاصل کرے اور پھر خود کامل ہونے کے بعد تلقین وارشاد کی مسند سنبھالے۔ اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ مرشدانِ ناقص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ نہ خود طالبِ مولیٰ بن سکے، نہ راہِ فقر پر چل سکے نہ ہی کسی کامل مرشد سے بیعت ہوئے اور نہ ہی انہیں تلقین وارشاد کی اجازت حاصل ہے بلکہ بعض ناقص مرشد تو ''پدرم سلطان بود'' کی خود فریبی میں مبتلا ہوتے ہیں اور تلقین وارشاد کو اپنا ورثہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دیہاتی دکانداروں کی طرح دوسروں کو معاوضہ کے بدلے معرفت اور خلافت عطا کرنے کا ٹھیکہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں سے تلقین وارشاد لینا حرام ہے۔ یہ لوگ عشقِ مجازی کے پھسل جانے والے خوفناک کھیل میں مبتلا ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تنبیہہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دِن یہ لوگ شرمندہ وخوار ہوں گے۔

پیر ملیاں جے بِیڑ ناں جاوے، اُس نُوں پیر کی دَھرناں ھُو
مُرشد مِلیاں اِرشاد نہ مَن نُوں، اوہ مرشد کی کرناں ھُو
جس ہادی کولوں ہدایت ناہیں، اوہ ہادی کی پھڑناں ھُو
جے سر دِتیاں حق حاصل ہووے باھُوؒ، اُس موتوں کی ڈَرناں ھُو

اگر کسی مرشد کے دستِ بیعت ہونے کے بعد بھی طالب صادق کو اللہ تعالیٰ کا وصال نصیب نہ ہو اور ہجر کا درد تڑپاتا رہے تو ایسے ناقص مرشد کو مرشد تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دینا چاہیے۔ جس مرشد سے دِل کو رُشد و ہدایت حاصل نہ ہو اور من کو سکون نہ ملے تو ایسے مرشد کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے اور جس ہادی (مرشد) سے ہدایت اور صراطِ مستقیم حاصل نہ ہو اس کی بیعت اور پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں اگر ایسا مرشد کامل مل جائے جو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مقام پر پہنچا دے جہاں سر قربان کر کے دیدارِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے تو ایسی موت سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- مرشد کامل قلب (دل) کی مانند ہوتا ہے اور مرشد ناقص کلب (کتے) کی مانند ہوتا ہے۔ (مجالستہ النبیؐ خورد)

علامہ اقبالؒ جہاں مرشد کامل کے دامن سے وابستہ ہونے کی تلقین کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بغیر فقر کے راز تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی، وہیں وہ روایتی ملاؤں، جعلی پیروں، نااہل گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں سے دور رہنے کی بھی تلقین کرتے ہیں کیونکہ ان کے پاس گفتگو اور قیل وقال کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ آپؒ کی تعلیمات کے مطابق ان صیادوں کے پھندوں سے بچنا چاہیے ورنہ دینِ حق تو دور کی بات اگر طالب

کو اِن سے کچھ نہ ملے یا ناکامی ملے تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ آپؒ موجودہ دور کے مدرسہ اور خانقاہی نظام دونوں سے مایوس نظر آتے ہیں۔

- اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک ۔ نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ (بالِ جبریل)
- گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا ۔ کہاں سے آئے صدا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (بالِ جبریل)
- مکتبوں میں کہیں رعنائیِ افکار بھی ہے؟ ۔ خانقاہوں میں کہیں لذتِ اسرار بھی ہے؟ (بالِ جبریل)
- باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری ۔ اے کشتۂ سلطانی و ملاّئی و پیری (ارمغانِ حجاز)
- جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں ۔ بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں (ارمغانِ حجاز)
- خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں ۔ کہ درویشی بھی عیّاری ہے، سلطانی بھی عیّاری (بالِ جبریل)
- غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بیں، خدا تری قوم کو بچائے ۔ بگاڑ کر تیرے مسلمانوں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں (بانگِ درا)

ان نااہل سجادہ نشینوں نے قبروں کی تجارت کر کے یعنی اپنے بزرگوں کے مزاروں سے ان کے نام پر پیسے اکٹھے کر کے جھوٹی نیک نامی کمالی ہے، ان سے تو یہ توقع بھی کی جا سکتی ہے کہ مال کمانے کی ہوس میں بت فروشی شروع کر دیں گے۔

- ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے ۔ کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے (بانگِ درا)
- یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے ۔ گلیمِ بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؓ (بالِ جبریل)

آپؒ فرماتے ہیں کہ جعلی اور خاندانی پیر اپنے مریدوں سے جو نذرانہ وصول کرتے ہیں وہ دراصل سود ہے۔

- نذرانہ نہیں، سود ہے پیرانِ حرم کا ۔ ہر خرقۂ سالوس[1] کے اندر ہے مہاجن (بالِ جبریل)

شریعت کے علمبردار علما کے آپس میں اس قدر اختلافات ہیں کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے بھی لگا دیتے ہیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر حقیقی فقہا نے ان سے کنارہ کش کر لیا ہے۔

- فقیہہِ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور ۔ کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگِ دست بدست (ضربِ کلیم)

اب تو فقیہہ، مفتی اور مُلّا بھی صوفی کی طرح بیعت کر کے مرید بنا رہے ہیں۔

- سکھا دیئے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقاہی ۔ فقیہہِ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب (بالِ جبریل)

یہاں آپؒ صوفی و مُلّا دونوں سے مایوس نظر آتے ہیں۔

- صوفی کی طریقت میں فقط مستیِ احوال ۔ ملاّ کی شریعت میں فقط مستیِ گفتار
  وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو ۔ ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیِ کردار (ضربِ کلیم)

المختصر راہِ فقر میں مرشدِ کامل اکمل کی راہبری لازمی ہے لیکن راہزن مرشد سے بچنا چاہیے۔ جو لوگ قلب میں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ

---

1. مکاری کا لباس، دھوکے کا بھیس

کی طلب لے کر نکلتے ہیں وہ ان راہزنوں سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ جس کی طلب میں وہ نکلے ہیں وہی اُن کا حافظ و ناصر ہوتا ہے اور جس کا حافظ اللہ تعالیٰ خود ہو اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

انتخابِ مرشد

مرشد کامل کی ضرورت تسلیم کر لینے کے بعد انتخابِ مرشد میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ مرشد کامل کے باطنی کمالات کا اندازہ تو ایک مبتدی کسی صورت کر ہی نہیں سکتا اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ طالب یا سالک کو انتخاب مرشد کے وقت ابتدائی طور پر حسبِ ذیل امور پر غور کر لینا کافی ہے:

(۱) اُن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو اور یہ دیکھے کہ جتنی دیر وہاں بیٹھا کم از کم اُتنی دیر اس کے قلب میں دنیا کے خطرات و وساوس کم آئے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اُس کے دل میں کچھ ذوق شوق بھی پیدا ہوا؟ اُن کے پاس سے اُٹھ آنے کے بعد اُس کے قلب کی حالت خواہ ویسی ہی ہو گئی ہو جیسی کہ معمولاً تھی مگر جتنی دیر وہ وہاں حاضر رہا اس قسم کا خفیف سا بھی تغیر اُس نے اپنے اندر محسوس کیا یا نہیں۔

(۲) معلوم کرے کہ اُن بزرگ کے مریدین یا بعض مریدین کی حالت میں کوئی بہتر تغیر واقع ہوا یا نہیں۔ قبل مرید ہونے کے اُن لوگوں کی کیا حالت تھی اور مرید ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد اُن میں کس قسم کی تبدیلی واقع ہوئی؟

(۳) جتنی دیر تک اُن بزرگ کی خدمت میں بیٹھا ان کی زبان سے بعض الفاظ ایسے بھی نکلے یا نہیں جو اس کے حسبِ حال ہوں یا جن سے اس کو ہدایت یا تسکین ہوئی ہو یا اس کی کوئی اُلجھن رفع ہوئی ہو یا کوئی عقدہ حل ہوا ہو؟

(۴) سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق مرشدِ کامل نہ صرف خود صاحبِ تصورِ اسم اللہ ذات ہو بلکہ بیعت کے فوراً بعد طالب کو ذکرِ ھُو اور تصور اسم ذات عطا کرے۔ اگر طالب کے باطن میں ذکر اور تصورِ اسم اللہ ذات سے کوئی تبدیلی وقوع پذیر نہ ہو اور اسے تصورِ مرشد حاصل نہ ہو تو وہ مرشدِ کامل نہیں ہے۔ اگر طالب کے باطن میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہونے لگیں، نظریات اور خیالات میں تبدیلی آنے لگے، اس کا باطن دنیا سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور تصور اسمِ اللہ ذات سے تصورِ مرشد حاصل ہو تو وہ مرشد کامل ہے۔

اگر ان امور میں طالب کی اچھی رائے قائم ہو جائے تو وہ آنکھ بند کر کے اُن بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔ کیونکہ پھر جہاں تک اس کی ہدایت و اصلاح کا تعلق ہے، اسے اُن سے بہتر کوئی بزرگ دستیاب نہ ہوں گے۔

دوبارہ بیعت یا تجدیدِ بیعت

بیعت کو نکاح سے تشبیہ دی جاتی ہے اور احکامِ بیعت احکامِ نکاح کی ہی طرح ہیں۔ جس طرح شوہر کی حیات میں بیوی کا غیر مرد پر نگاہ ڈالنا منع

ہے اسی طرح مرید کو بھی اپنے مرشد (کامل) کی حیاتِ ظاہری میں دوسرے مرشد کی جانب رجوع کرنا حرام ہے۔ مگر مندرجہ ذیل حالات میں دوبارہ بیعت یا تجدیدِ بیعت جائز ہے:

- بیعت کے بعد اگر معلوم ہو جائے کہ مرشد ناقص ہے یا صاحبِ نسبت نہیں اور جو باتیں مرشد کامل اکمل میں ہونا ضروری ہیں وہ اس میں نہیں یا وہ صحیح طور پر مجاز نہیں یعنی طالب نے اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کے لیے بیعت کی لیکن قرب و وصال حاصل نہ ہو سکا یا اس کا راستہ نہ مل سکا یا دل کا قفل نہ کھل سکا اور طالب کی باطنی حالت نہ بدلی، جیسا بیعت سے پہلے تھا ویسا ہی رہا تو اسے بیعت توڑنے کا حق حاصل ہے۔ اگر مرشد ناقص ہے اور صاحبِ نسبت نہیں تو بیعت توڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بیعت واقع ہی نہیں ہوئی۔ آج کل کے موروثی سجادہ نشین اور مقدمہ بازی کے ذریعے گدی یا سجادگی حاصل کرنے والے پیر اسی زمرے میں آتے ہیں۔ ایسے جعلی پیر کی اگر بیعت کر لی جائے تو طریقت کی رو سے بیعت ہوئی ہی نہیں ہے۔
- مرشد کا وصال ہو گیا اور مرید سلوک کی منازل طے نہ کر سکا، اس کا سفر ادھورا رہ گیا اور اس میں اتنی اہلیت بھی پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنے مرشد کے مزار سے فیض حاصل کر سکے تو اس کے لیے دوبارہ بیعت کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ فرض ہے۔
- اگر بچپن اور ناسمجھی کے زمانہ میں بے سوچے سمجھے اپنے والدین یا کسی اور کے ترغیب دلانے پر بیعت کر لی تو اسے ''بیعتِ تبرک'' کہتے ہیں۔ بالغ اور عاقل ہونے پر اگر وہ شخص اپنے آپ کو کسی دوسرے مرشد کامل کی طرف مائل پاتا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس سے بیعت کر لے۔
- جب مرشد متواتر کسی مرید کی طرف توجہ نہ کرے اور اس کی باطنی تربیت نہ کرے بلکہ مسلسل مرید کی طرف بے التفاتی برتے تو مرید دوسرے شیخ یا مرشد کامل اکمل کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اس مرشد کامل اکمل کے لیے بھی جائز ہے کہ اسے بیعت کر کے اس کی تربیت کرے۔
- اگر مرشد لاپتہ ہو جائے اور مرید عرصہ دراز تک مرشد سے ظاہری اور باطنی رابطہ نہ کر سکے اور نہ ہی مرید کو معلوم ہو کہ مرشد کہاں ہے تو اس صورت میں دوبارہ بیعت کی جا سکتی ہے۔
- اگر کسی کو خلافت یا اجازتِ بیعت اس اُمید پر دی گئی تھی کہ وہ راہِ سلوک جلد مکمل کر لے گا اور باطنی تکمیل میں جو کمی رہ گئی اُسے پورا کر لے گا لیکن اس کمی کو اُس نے کافی مہلت ملنے کے بعد بھی پورا نہیں کیا تو مرید کو ایسے مرشد کی بیعت توڑنے کا حق حاصل ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں مرشد کامل اکمل وہی ہے جو طالب (مرید) کو ذکر کے لیے سلطان الاذکار ھُو اور تصور کے لیے اسمِ اللہ ذات عطا فرمائے اور اس کے وجود کو پاک کرنے کے لیے مشق مرقومِ وجودیہ کروائے۔ جو مرشد یہ سب نہیں کر سکتا وہ مرشد لائقِ ارشاد مرشد نہیں ہے لہٰذا اس کی بیعت ختم کر کے اس صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات مرشد کامل کی بیعت کی جا سکتی ہے جو یہ خصوصیت رکھتا ہو۔

مرشدِ کامل اکمل کی اہمیت اور فضیلت اولیا کاملینؒ کی نظر میں

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

غوث الاعظم سیّدمحی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

- اگر تیرے لیے مقدر ساز گار ہو اور تقدیر تجھے ایسے مرشد کامل کی بارگاہ میں لے جائے جو رموزِ حقیقت سے آشنا ہو تو اس کی خوشنودی میں مصروف ہو جا۔ اس کے حکم کی اتباع کر اور ان تمام امور کو ترک کردے جن میں تُو پہلے جلد بازی کرتا تھا۔ مرشد کامل اکمل کے جن امور سے تُو ناواقف ہو ان پر اعتراض نہ کر کیونکہ اعتراض صرف لڑائی جھگڑا پیدا کرتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ (سورۃ کہف میں بیان ہوا ہے) تیرے لیے کافی ہے کہ جب انہوں نے بچے کو قتل کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتراض کیا تھا۔

- مرشدانِ کامل کی مجالس کو اختیار کر کیونکہ ان کی مجلس اختیار کرنے سے حلاوت اور مٹھاس حاصل ہوتی ہے اور ان کی نورانی صحبت اور مجلس میں انسانوں کے قلوب کے اندر اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کے چشمے جاری کیے جاتے ہیں جن کی قدر و قیمت صرف وہی جانتے ہیں جن کو ذکرِ **اللہ** (ذکر اسمِ اللہ ذات) کی توفیق حاصل ہو چکی ہو۔ (غنیۃ الطالبین)

- اے اللہ کے بندو! تم حکمت کے گھر میں ہو لہٰذا وسیلہ کی ضرورت ہے۔ تم اپنے معبود سے ایسا طبیب (مرشد) طلب کرو جو تمہارے دلوں کی بیماریوں کا علاج کرے۔ تم ایسا معالج طلب کرو جو تمہیں دوا دے۔ ایسا رہنما تلاش کرو جو تمہاری رہنمائی کرے اور تمہارے ہاتھ کو پکڑ لے۔ تم اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مؤدب بندوں اور اس کے قرب کے دربانوں اور اس کے دروازہ کے نگہبان کی نزدیکی حاصل کرو۔ (الفتح الربانی۔ملفوظاتِ غوثیہ)

- تو (باطنی طور پر) نابینا ہے تو اس کو تلاش کر جو تیرا ہاتھ پکڑ لے، تو جاہل ہے تو علم والے کو تلاش کر اور جب تجھے ایسا قابل مل جائے تو پس اس کا دامن پکڑ لے اور اس کے قول اور رائے کو قبول کر اور اس سے سیدھا راستہ پوچھ۔ جب تو اس کی رہنمائی سے سیدھی راہ پر پہنچ جائے گا تو وہاں جا کر بیٹھ جا تا کہ تو اس کی معرفت حاصل کر لے۔ (الفتح الربانی۔مجلس 4)

- تو ایسے شخص (مرشد) کو تلاش کر جو تیرے دین کے چہرہ کے لیے آئینہ ہو۔ تو اس میں ویسے ہی دیکھے گا جیسا کہ آئینہ میں دیکھتا ہے اور اپنا ظاہری چہرہ اور عمامہ اور بالوں کو درست کر لیتا ہے، ان کو سنوارتا ہے۔ تو عقل مند بن، یہ ہوس کیسی ہے اور کیا ہے؟ تُو کہتا ہے مجھے کسی شخص کی ضرورت نہیں جو مجھے تعلیم دے حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''مومن مومن کا آئینہ ہے۔'' جب مسلمان کا ایمان درست ہو جاتا ہے تو وہ تمام مخلوق کے لیے آئینہ بن جاتا ہے کہ وہ اپنے دین کے چہروں کو اس کی گفتگو کے آئینہ میں اس کی ملاقات اور قرب کے وقت

دیکھتے ہیں۔(الفتح الربانی۔مجلس 61)

✽ انسان پر واجب ہے کہ دنیا میں ہی مرنے سے پہلے کسی اہلِ تلقین (مرشد کامل) سے آخرت کے لیے حیاتِ قلب حاصل کر لے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اگر وہ اس میں کچھ بوئے گا ہی نہیں تو آخرت میں کاٹے گا کیا؟ اس کھیتی سے مراد اس دنیوی نفسانی وجود کی زمین ہے۔ (سرّالاسرار۔فصل نمبر 8)

✽ تربیت کے لیے مناسبت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ مبتدی کو ابتدائے حال میں اللہ تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں اور نہ ہی اس کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان کوئی مناسبت ہے۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے ولی (مرشد کامل) اس کی تربیت کرے کیونکہ بشریت کی رو سے دونوں کے درمیان مناسبت ہے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی زندگی میں (صحابہ کرامؓ کی تربیت فرماتے رہے) تھے۔ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں (بشری لحاظ سے) موجود تھے تو کسی دوسرے کی (تربیت کی) ضرورت نہ تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخرت میں منتقل ہونے کے بعد وہ (ظاہری مناسبت اور) تعلق منقطع ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (دنیا کو ترک کر کے) تجرد اختیار فرمایا۔ اسی طرح اولیا کرام جب آخرت سے تعلق جوڑ لیتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی کسی کو مقصود تک پہنچانے کے لیے تلقین وارشاد نہیں کرتا۔ پس اگر تو اہلِ فہم میں سے ہے تو سمجھ جا۔ اگر سمجھ نہیں تو ریاضتِ نورانیہ سے وہ فہم حاصل کر جو ظلماتی نفسانیت پر غالب ہو کیونکہ فہم نورانیت سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ ظلمت سے، اور جب کسی مقام پر نور آ جاتا ہے تو وہ مقام مزین و مشرف ہو جاتا ہے۔ پس مبتدی میں اس کے لیے مناسبت نہیں رہتی[1]۔ جو ولی (دنیا میں) حیات ہوتا ہے تو اس (مبتدی) کو ولی کے ساتھ (بشری) مناسبت ہوتی ہے کیونکہ وراثتِ کاملہ کی رو سے اُس (ولی) کو ایک تعلقیت[2] اور دوسری تجریدیت[3] کی جہت حاصل ہوتی ہے۔ جس ولی کو ظاہری حیات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عبودیتِ نبوت کی ولایت سے مدد حاصل ہوتی ہے وہ اس (ولایت) سے مخلوق میں تصرف کر سکتا ہے۔ پس جان لو کہ اس (مقام) سے آگے بہت گہرا راز ہے جس کا ادراک اس کے اہل ہی کر سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

✦ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ المنافقون۔8)

ترجمہ: اور عزت اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہی ہے۔

ارواح کی تربیت کے لیے روحِ جسمانی کی تربیت جسم کے اندر ہوتی ہے اور روحِ روانی کی جنگ قلب میں، روحِ سلطانی کی جنگ فواد میں اور روحِ قدسی کی جنگ سرّ میں ہوتی ہے جو کہ اس کے اور حق کے درمیان واسطہ ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کے لیے ترجمان ہے کیونکہ اہلِ اللہ ہی اس کے محرم ہیں۔ (سرّالاسرار۔فصل 22)

✽ اگر تو نجات چاہتا ہے تو ایسے شیخِ کامل کی صحبت اختیار کر جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور علمِ خداوندی کو جاننے والا ہو تا کہ وہ تجھے علم پڑھائے اور ادب سکھائے اور تجھے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے واقف کر دے۔ مرید کو دستگیر اور رہنما کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ وہ ایک ایسے جنگل میں ہے جس میں

---

[1] یعنی ولی کے وصال کے بعد مبتدی اور ولی میں کوئی مناسبت نہیں رہتی۔ [2] ایک شے کا دوسری سے تعلق پیدا کرنا [3] ایک شے کا دوسری سے تعلق ختم کرنا

کثرت کے ساتھ اژدھے اور بچھو ہیں اور طرح طرح کی آفات، بھوک پیاس اور ہلاک کرنے والے درندے ہیں۔ پس وہ شیخ کامل دستگیر اس کو ان آفات سے بچائے گا اور اس کو پانی اور پھل دار درختوں کی جگہ بتاتا رہے گا۔ جب مرید رہنما اور شیخ کامل کے بغیر درندوں، سانپوں، بچھوؤں اور آفات سے بھرے ہوئے جنگل میں چلے گا تو نقصان اٹھائے گا۔

اے دنیا کے راستہ کے مسافر! تو قافلہ اور رہنما اور رفیقوں سے جدا نہ ہو ورنہ تیرا مال اور جان سب چلے جائیں گے اور اے آخرت کے راستہ کے مسافر! تو ہمیشہ مرشد کامل کے ساتھ رہ وہ تجھے منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔ تو اس راستہ میں اس کی خدمت کرتا رہ، اس کے ساتھ حسنِ ادب سے پیش آ اور اس کی رائے سے اختلاف نہ کر۔ وہ تجھے علم سکھائے گا اور تجھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دے گا۔ (الفتح الربانی مجلس 50)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عین الفقر میں فرماتے ہیں:

❖ مرشد کامل کسے کہتے ہیں اور مرشد کن خواص اور صفات کا مالک ہوتا ہے؟ مرشد کس طرح طالبِ مولیٰ کو راہِ سلوک پر چلا کر توحید میں غرق کرتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کی حضوری سے مشرف کراتا ہے؟ مرشد سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے اور وہ کس مقام، منزل اور مرتبہ کا حامل ہوتا ہے؟ مرشد صاحبِ تصرف فنا فی اللہ بقا باللہ فقیر ہوتا ہے۔ یُحۡیِیۡ وَ یُمِیۡتُ لَا یُحۡتَاجُ ترجمہ: ''(دلوں کو) زندہ کرنے والا اور (نفس کو) مارنے والا ہوتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔'' مرشد پارس کے پتھر کی طرح ہوتا ہے۔ مرشد کسوٹی کی طرح ہے۔ اسکی نظر سورج کی طرح (فیض بخش) ہے جو بد خصائل کو (نیک عادات سے) تبدیل کر دیتی ہے۔ مرشد رنگریز کی طرح ہے۔ مرشد تنبولی کی طرح باخبر ہوتا ہے جو پان کے پتوں (کی خصوصیات) سے آگاہ ہوتا ہے (اسی طرح مرشد بھی اپنے مریدوں کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ ہوتا ہے)۔

❖ آہن کہ بپارس آشنا شد ــــــ فی الحال بصورتِ طلا شد

ترجمہ: لوہا جو پارس کو چھُو جائے فوراً سونا بن جاتا ہے۔

مرشد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح صاحبِ خلق ہوتا ہے۔ ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان، اللہ کی راہ میں ہدایت دینے والا بہترین راہنما، (معرفتِ الٰہی کا) خزانہ عطا کرنے والا جیسے کہ بیش قیمت لعل اور ہیروں کی کان، کرم کی موج جیسے موتیوں کا دریا، ہر منزل کا ایسا منزل کشا جیسے کہ ہر تالے کو کھولنے والی چابی، دنیا اور اس کے مال و دولت سے بے نیاز اور بے طمع، طالبانِ مولیٰ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والا، درویشوں کی طرح (مال و متاعِ دنیا سے) بالکل مفلس۔ مرشد مردے کو غسل دینے والے کی طرح ہوتا ہے اور ایسے مردہ طالبِ مولیٰ کی تلاش میں رہتا ہے جو (نفس کی موت کے بعد) مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کے مقام پر پہنچ چکا ہو، اس کا جسم مردہ اور دل زندہ ہو چکا ہو اور وہ راہِ فقر میں فاقہ کشی (یعنی صبر و محنت) کرنے والا ہو نہ کہ نالائق طالب جو اپنی مرضی پر چلتا ہے۔ مرشد کمہار کی طرح ہے، کمہار مٹی کے ساتھ جو چاہے کرتا ہے لیکن مٹی اس کے سامنے دم نہیں مارتی۔

گل را چہ مجال است کہ گوید بکلال — از بہر چہ سازی و چرا می شکنی

ترجمہ: مٹی کی کیا مجال کہ وہ کمہار سے پوچھے کہ وہ اسے کیوں توڑتا ہے اور اس سے کیا بناتا ہے؟

مرشد اللہ کا دیدار بین اور طالب صادق الیقین ہونا چاہیے۔ مرشد رفیق کو کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ

ترجمہ: پہلے رفیق تلاش کرو پھر راستہ پر چلو۔

باھوؒ! مرشدانِ این زمانہ زر بگیر — ہر کہ نظرش زر کند آن بینظیر

ترجمہ: اے باھوؒ! اس زمانہ کے مرشد پیسہ لوٹنے والے ہیں۔ ایک ہی نظر سے سونا بنانے والے مرشد نایاب ہیں۔

باھوؒ! مرشدانِ این زمانہ زر پرست و زن پرست — زن پرست و زر پرست و دل سیاہ و خود پرست

ترجمہ: اے باھوؒ! اس زمانہ کے مرشد مال و دولت اور عورتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ زن پرست، زر پرست اور خود پرست ہیں اس لیے ان کے دِل سیاہ ہیں۔

باھوؒ! مرشدانِ واصلانِ حق عشق سوز — ہر ساعتی ہر دم بسوزد شب بروز

ترجمہ: اے باھوؒ! اللہ تعالیٰ سے واصل مرشد دن رات ہر لمحہ اور ہر سانس عشق میں جلتے رہتے ہیں۔

سن! آدمی کا وجود دودھ کی طرح ہے۔ دودھ میں دہی، لسّی، مکھن اور گھی بھی موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح آدمی کے وجود میں نفس، قلب، روح اور سرّ اکٹھے پائے جاتے ہیں۔ مرشد ایسا ہونا چاہیے کہ جس طرح عورت دودھ میں مناسب مقدار میں دہی ملاتی ہے، پھر یہ دودھ ساری رات جم کر دہی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر جب اس دہی کو بلویا جاتا ہے تو اس پر مکھن آ جاتا ہے، مکھن الگ ہو جاتا ہے اور لسّی الگ ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس مکھن کو آگ پر رکھا جائے تو آگ کی تپش سے اس میں موجود کثافت الگ ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی میل سے پاک خالص گھی تیار ہو جاتا ہے۔ پس مرشد کو عورت سے کمتر نہیں ہونا چاہیے، جس طرح عورت دودھ کے کام کو انتہا تک پہنچاتی ہے بالکل اسی طرح مرشد طالبِ مولیٰ کو اس کے وجود میں مقامِ نفس، مقامِ قلب، مقامِ روح، مقامِ سرّ، مقامِ توفیقِ الٰہی، مقامِ علمِ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کو الگ الگ کر کے دِکھا دیتا ہے۔ وہ طالبِ مولیٰ کو مقامِ خنّاس، خرطوم، شیطان، حرص، حسد اور کبر بھی اسی طرح الگ الگ کر کے دکھاتا ہے جس طرح قصاب بکرے کو ذبح کر کے اس کی کھال اتارتا ہے پھر اس کی ہر رگ اور بوٹی کو الگ کر دیتا ہے اور اس کے گوشت سے آلائشوں کو نکال پھینکتا ہے۔ مرشد کامل مکمل کو اسی طرح ہونا چاہیے (کہ طالبِ مولیٰ کے وجود سے غیر ماسویٰ اللہ کو جدا کر دے) ورنہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔ (عین الفقر)

فقیر (مرشد) دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صاحبِ باطن اور دوسرے صاحبِ بطن۔ جو شخص (ریاضت کی خاطر) بھوکا پیاسا رہتا ہے لیکن باطن سے بے خبر ہے ایسے شخص کا انجام باطل ہے۔ صاحبِ باطن (مرشد کامل) جتنا کھانا کھاتا ہے اس سے دوگنا نور اس کے وجود میں ظاہر ہوتا ہے۔ فقرا کا کھانا نور ہے، ان کا پیٹ تنور ہے اور ان کا قلب بیت المعمور ہے۔ فقرا کا سونا حضور ہے اور ان کی عاقبت مغفور ہے۔ ان کے نزدیک

زاہد جنت کی طلب (میں عبادات) کرنے والا مزدور ہے۔ (عین الفقر)

- مرشد بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک صاحبِ نظر اور دوسرے صاحبِ زر۔ مرشد فصلی سالی (مرشد ناقص) اور مرشد وصلی لازوالی (مرشد کامل اکمل)۔ (عین الفقر)
- مرشد درخت کی طرح ہوتا ہے جو موسم کی سردی اور گرمی خود برداشت کرتا ہے مگر اپنے زیرِ سایہ بیٹھنے والے کو سکون اور آرام مہیا کرتا ہے۔ مرشد کو دین کا دوست اور دنیا کا دشمن ہونا چاہیے جبکہ طالبِ مولیٰ کو صاحبِ یقین ہونا چاہیے جو مرشد پر مال اور جان قربان کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرے۔ مرشد کو نبی اللہ کی مثل ہونا چاہیے اور طالبِ مولیٰ کو ولی اللہ کی مثل ہونا چاہیے۔ (عین الفقر)
- (مرشد کامل کی) وسیلت (علم کی) فضیلت سے بہتر ہے کیونکہ گناہ کرتے وقت علمِ فضیلت (گناہ کرنے والے کو) روک نہیں سکتا جبکہ وسیلت بندے کو گناہ کرنے سے پہلے روک دیتی ہے۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والد اور مرشد حضرت یعقوب علیہ السلام (کی وسیلت) نے ہی زلیخا سے بچایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ

ترجمہ: مرشد اپنی قوم میں یوں ہوتا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں۔ (عین الفقر)

- عارف (مرشد) تین قسم کے ہوتے ہیں۔ عارفِ دنیا، عارفِ عقبیٰ اور عارفِ مولیٰ۔ عارفِ دنیا مال و دولت اور رجوعاتِ خلق کا طالب ہوتا ہے۔ وہ اپنے مریدوں کی ہڈیاں تک بیچ کھاتا ہے اور خانقاہیں تعمیر کرنے، کشف و کرامات دکھانے، زمین و آسمان کی سیر کرنے اور بادشاہِ وقت کے قرب اور ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے۔ یہ تمام مراتبِ مخنث ہیں۔ عارفِ دنیا مرشدِ مخنث ہوتا ہے اور اس کے طالب بھی مخنث ہوتے ہیں۔ دوسرے عارفِ عقبیٰ ہیں۔ یہ زاہد، عابد، عالم، متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں جو دوزخ کے خوف سے سہمے رہتے ہیں اور جنت حاصل کرنے کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ ان کا مرتبہ مؤنث ہے اور ان کے طالب بھی مؤنث ہیں۔

زاہدا! از بیم دوزخ چند ترسانی مرا　　　آتشی دارم کہ دوزخ نزدِ آن خاکستر است

ترجمہ: اے زاہد! تو دوزخ کی آگ سے مجھے کیوں ڈرا رہا ہے؟ میرے اندر تو وہ آگ ہے کہ دوزخ اس کے نزدیک آتے ہی جل کر خاک ہو جائے۔

تیسرے عارفِ مولیٰ، توحید میں غرق عارف باللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر، دنیا اور عقبیٰ سے دور، اللہ تعالیٰ کی ذات میں مگن اور مسرور رہتے ہیں۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (عین الفقر)

- پس مرشد کسے کہتے ہیں؟
- یُحْیِی الْقَلْبَ وَ یُمِیْتُ النَّفْسَ

ترجمہ: قلب کو زندہ اور نفس کو مارنے والا۔

جب وہ طالب پر جذب اور غضب کرتا ہے تو قلب کو زندہ کر کے نفس کو مار دیتا ہے۔

مرشد وہ ہے جو فقر کی انتہا تک پہنچا ہو اور جس نے خود پر غیر ماسویٰ اللہ کو حرام کر رکھا ہو، ازل سے ابد تک احرام باندھے اللہ تعالیٰ کا بے حجاب دیدار کرنے والا حاجی ہو۔ (عین الفقر)

- مرشد طبیب کی طرح ہے اور طالب مریض کی مثل ہے۔ طبیب جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو اُسے کڑوی اور میٹھی دوائیاں دیتا ہے۔ مریض کو چاہیے کہ وہ انہیں کھائے تا کہ صحت یاب ہو جائے۔ (عین الفقر)
- مرشد کامل کے بغیر اگر کوئی ساری عمر ریاضت کے پتھر سے سر پھوڑتا رہے پھر بھی اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بغیر پیر و مرشد کوئی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ مرشد باطن کی راہ کے تمام مقامات و منازل سے آگاہ ہوتا ہے اور ہر مشکل کا مشکل کشا ہوتا ہے۔ مرشد کامل توفیقِ الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ توفیقِ الٰہی کے بغیر کوئی بھی کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ مرشد جہاز کے تجربہ کار اور باخبر جہاز ران کی مانند ہوتا ہے جسے راستے میں آنے والی تمام آفات اور مشکلات (اور ان کے حل) کا علم ہوتا ہے۔ اگر بحری جہاز پر تجربہ کار جہاز ران نہ ہو تو جہاز ڈوب کر غرق ہو جاتا ہے۔ مرشد خود ہی جہاز ہے اور خود ہی جہاز ران ہے: فَهِمَ مَنْ فَهِمَ (جو سمجھ گیا سو سمجھ گیا)۔ (عین الفقر)
- دانا بن اور جان لے! اللہ تعالیٰ صاحبِ راز (مرشد کامل اکمل) کے سینے میں ہے۔ (عین الفقر)
- قدرتِ توحید کا دریائے وحدت مومن کے دل میں موجزن رہتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کا طالب ہے اُسے چاہیے کہ سب سے پہلے مرشدِ کامل مکمل کی طلب کرے کیونکہ مرشدِ کامل مکمل دل کے خزانوں کا مالک ہوتا ہے۔ اسمِ اللہ کے ذکر اور تصور کی تاثیر سے فقیر کا وجود پُرنور رہتا ہے۔ جو کوئی دل کا محرم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی نعمت سے محروم نہیں رہتا۔ (عین الفقر)
- مرشد مہر و محبت بخشنے والے شفیق اور محرمِ اسرار کو کہتے ہیں۔ مرشد تلوار کی مثل ہے، اس کے پاس صرف وہی طالب جائے جو اپنا سر تن سے جدا کروا سکتا ہو۔ مرشد چھری کی طرح ہے، اس کے پاس صرف وہی طالب جائے جو خود کو ذبح کروانے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ مرشد ملک الموت کی طرح ہے جیسا کہ عزرائیلؑ، جس طالب کو اپنی جان کی طمع نہ ہو وہی طالب مرشد کے پاس جائے۔ مرشد فاقہ اور فقر کے گھر کی مثل ہے، جو طالب فاقہ کشی کر سکتا ہو صرف وہی مرشد کے پاس جائے۔ مرشد سولی کی مثل ہے، جو طالب سولی چڑھ سکتا ہو صرف وہی مرشد کے پاس جائے۔ مرشد آگ کی طرح ہے، صرف وہ طالب اس کے پاس جائے جو اپنے کافر نفس کو آگ میں جلا سکتا ہو۔ جب طالب مرشد کی بارگاہ میں جائے تو اسے چاہیے کہ مرشد کے لیے دل میں خلوص و محبت رکھے نہ کہ نیکی و بدی پر نظر رکھے۔ پس نیکی اور بدی کی تحقیق جاسوس طالب کا کام ہے، طالبِ مولیٰ ایسا نہیں کرتے۔ (عین الفقر)
- باھُوؒ! طالبانِ ایں زمانہ دُون بدون   طالبان را نیست طلبش بی چگوں

ترجمہ: اے باھُوؒ! اس زمانہ کے طالب کمینے اور کم ہمت ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طلب ہی نہیں ہے۔ (عین الفقر)

مرشد کامل اکمل کی نشانی کیا ہے؟ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ مرشد کامل طالب کو خوشخط لکھا ہوا اسم اللہ عطا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے طالب! اس اسم اللہ کو اپنے دل پر لکھ۔ جب اسم اللہ دل پر لکھنے سے طالب کے قلب میں قرار پکڑ لیتا ہے تو مرشد کہتا ہے کہ اے طالب! دیکھ اسم اللہ ذات میں سے تجلیات آفتاب کی روشنی کی مثل طلوع ہو رہی ہیں۔ ان تجلیات میں طالب کو دل کے اردگرد ایک لازوال مملکت اور چودہ طبق سے وسیع تر میدان دکھائی دیتا ہے جس میں دونوں جہان اسپند کے دانے کی مانند نظر آتے ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ مرشدِ کامل پہلے دن ہی طالبِ مولیٰ کو اسمِ اللہ ذات تحریر کر کے دے دیتا ہے۔ (کلید جنت)

مرشدِ کامل وہ ہوتا ہے جو طالب کو اسمِ اللہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کا تصور اور دیدارِ الٰہی بھی عطا کرے۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

❖ جو مرشد طالبِ صادق کو پہلے ہی روز دیدارِ الٰہی سے نہیں نوازتا وہ تلقین وارشاد کے لائق نہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ جان لو کہ بندے اور اللہ کے درمیان کوئی پہاڑ، دیوار یا میلوں کی مسافت نہیں ہے بلکہ بندے اور خدا کے درمیان پیاز کے پردے جیسا باریک حجاب ہے۔ اس پیاز کے پردے کو تصور اسمِ اللہ ذات اور صاحبِ راز مرشد کامل کی نگاہ سے توڑنا بالکل مشکل نہیں۔ تو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو خدا بے نیاز ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو طالب کے ہر حال، ہر قول، ہر عمل، ہر فعل اور اس کی ہر حالتِ معرفت وقرب ووِصال اور اس کے خطرات، دلیل اور وھم وخیال سے باخبر ہو۔ مرشد کو ایسا ہوشیار ہونا چاہیے گویا طالب کی گردن پر سوار ہو اور اس قدر ہوشیار ہو کہ طالب کی ہر بات اور ہر دم سے باخبر ہو۔ ایسے مرشد کا باطن آباد ہوتا ہے اور طالب اسم اللہ ذات کے حاضرات کے ذریعے اسے ظاہر و باطن میں حاضر سمجھتا اور اس پر اعتقاد رکھتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ مرشد کامل تصور اسم اللہ ذات اور علمِ حق سے طالب کو معرفت و دیدار کا سبق پڑھاتا ہے اور باطل دنیا جیفہ مردار سے بیزار کر دیتا ہے حتیٰ کہ طالب دنیا سے ہزار بار استغفار کرتا ہے۔ کامل مرشد وہ ہے جو تصور اسم اللہ ذات سے معرفت و دیدار کو منکشف کرتا ہے اور پھر اسمِ اللہ ذات میں ہی لوٹ آتا ہے کہ ابتدا وانتہا کا کوئی مرتبہ اسمِ اللہ ذات سے باہر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❖ اگر کوئی اپنی تمام عمر ریاضت میں صرف کر دے اور ایک سوتیس سال ایک ٹانگ پر کھڑا رہ کر مجاہدہ کرتا رہے تو بھی اسے طریقت، معرفت، باطن، لقا، بقا اور فنا کی ذرا بھی خبر نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے جب تک مرشد کامل کی توفیق حاصل نہ ہو۔ سالہا سال کی عبادت اور اس کے ثواب سے مرشد کی توجہ بہتر ہے جو ایک لمحہ میں اللہ کا بے حجاب دیدار عطا کرتی ہے۔ (امیر الکونین)

سروری قادری مرشد کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں:

❖ سروری قادری مرشد جامع و مجمل ہوتا ہے۔ وہ باطن اور ظاہر میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبوں کے لیے کتب الاکتاب کا درجہ رکھتی ہے، جس کے مطالعہ سے طالب فنافی اللہ ہو جاتے ہیں اور اس ذات کو بے حجاب دیکھتے ہیں۔

طالبان را ہر مطالب خوش نما　　اعتقاد صدق خواں و ز دل صفا

ترجمہ: طالبانِ مولیٰ اگر اعتقاد، صدق اور دل کی پاکیزگی سے اس کتاب کو پڑھیں تو وہ ہر مقصود با آسانی پا لیتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

عارف کامل قادری بہر قدرتے قادر و بہر مقام حاضر

ترجمہ: عارف کامل قادری (صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل سروری قادری) ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔ (رسالہ روحی شریف)

حضرت ابو حامد امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابو حامد امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیا کرام کی جماعت (مرشد کامل کی بیعت) میں داخل ہونا فرضِ عین ہے کیونکہ انبیا کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی شخص قلبی امراض اور عیوب سے خالی نہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

میں ابتدا میں احوالِ صالحین اور مقاماتِ عارفین کا منکر تھا حتیٰ کہ میں اپنے مرشد حضرت فضل بن محمد فارمدی رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی اور صحبت سے فیض یاب ہوا۔ وہ مجاہدہ کے ساتھ میرے قلب کی صفائی کرتے رہے یہاں تک کہ میں وارداتِ الٰہیہ سے مشرف ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے ابو حامدؒ! اپنی تمام مشغولیات کو چھوڑ دو اور اس قوم کی سنگت اختیار کرو جن کو میں نے زمین پر اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری محبت میں دونوں جہانوں (دنیا اور آخرت) کا سودا کر لیا ہے۔'' میں نے عرض کی ''باری تعالیٰ! مجھے اِن کے بارے میں حُسنِ ظن عطا فرما۔'' فرمایا! ''میں نے عطا فرما دیا''۔ پھر فرمایا ''دنیا کی محبت میں مشغول نہ ہونا، یہی تیرے اور ان کے درمیان دیوار ہے۔ اور دنیا کی محبت سے خود بخود دستبردار ہو جا قبل اس کے کہ تجھے زبردستی ہاتھ اٹھانا پڑے۔ اے غزالیؒ! میں نے تجھ پر جوارِ اقدس اور اپنے انوار کی بارش کر دی۔'' میں خوشی خوشی بیدار ہوا اور اپنے مرشد شیخ فضل بن محمد فارمدی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خواب کا ذکر کیا۔ آپؒ مسکرائے اور فرمایا ''اے ابو حامدؒ! یہ تو ہمارے ابتدائی اشارے ہیں۔ اگر تُو نے ہماری غلامی جاری رکھی تو تیری بصیرتِ الٰہی کو تائیدِ الٰہی کا سرمہ لگا دیا جائے گا۔''

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

شیخ (مرشدِ کامل) کا فائدہ یہ ہے کہ وہ مرید کے لیے وصول الی اللہ کے راستہ کو مختصر کر دیتا ہے۔ جو بغیر شیخ کے اِس راستہ پر چلتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے اور اپنی تمام عمر صرف کرنے کے باوجود بھی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ شیخ راہبر کی مثل ہوتا ہے جو تاریک راستوں میں طالبوں کی راہنمائی کرتا ہے۔

اگر اس منزل کا حصول بغیر شیخ (مرشد کامل) کے صرف کتابوں کے مطالعہ سے ممکن ہوتا تو حجتہ الاسلام حضرت ابو حامد امام غزالی رحمتہ اللہ

علیہ اور امام عزّالدین بن عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ جیسے علمائے کرام کو شیخ (مرشد کامل) کی ضرورت پیش نہ آتی حالانکہ وہ مرشد کامل کی صحبت اور غلامی میں جانے سے قبل فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے طریقۂ علم کے علاوہ بھی حصولِ علم کا کوئی اور راستہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ لیکن جب دونوں نے طریقت میں داخل ہو کر مرشد کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی حلاوت چکھی تو فرمایا کرتے تھے ''ہم نے تو اپنی عمر کے کثیر ایام بے کاری اور حجاب میں گزار دیئے۔''

شیخ احمد ابو زروق رحمتہ اللہ علیہ

شیخ ابو زروق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- علم و عمل کا مشائخ عظام سے حاصل کرنا دوسرے لوگوں سے حاصل کرنے سے بہتر ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (سورۃ العنکبوت۔49)

ترجمہ: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا۔

◆ وَ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (سورۃ لقمٰن۔15)

ترجمہ: اور پیروی کرو اس کی جو میری طرف مائل ہوا۔

ان آیات کریمہ سے مشائخ عظام سے حصولِ فیض کا ثبوت ملتا ہے۔

- تو اس راستے پر جسے تو جانتا نہیں بغیر کسی راہبر کے نہ چل ورنہ اس کے نشیب و فراز میں گر جائے گا کیونکہ راہبر (مرشد کامل اکمل) ہی سالک کو امن و امان کے ساحل تک پہنچاتا ہے۔

شیخ محمد ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ فرماتے ہیں:

- کسی ایسے شیخ کے دستِ اقدس میں ہاتھ دو جو باحیات ہو، عارف باللہ، مخلص اور صادق ہو، علمِ صحیح اور ذوقِ سلیم کا مالک ہو، بلند ہمت اور مقبول حالت والا ہو۔ اس نے منازلِ سلوک کو کسی مرشدِ کامل کے ہاتھ پر طے کیا ہو، طریقت کے راستہ کے پیچ و خم جاننے والا ہو تا کہ تجھے اس راستہ میں آنے والی مصیبتوں، پریشانیوں اور ہلاکت سے بچائے، ماسویٰ اللہ سے فرار کی تعلیم دے، تیرے نفس کے عیوب کو ختم کرے اور ان احسانات سے آشنائی کرائے جو تجھ پر اللہ کی طرف سے ہیں۔ جب تجھے اس کا عرفان حاصل ہو جائے تو تُو اس سے محبت کرنے لگے گا اور جب تُو اُس سے محبت کرنے لگے گا تو اس کے احکام کی بجا آوری میں ہچکچاہٹ نہیں کرے گا اور اس کے (قرب کے) حصول کے لیے مجاہدہ کرے گا، اس طرح وہ تجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔

حضرت شیخ ابنِ حجر ہیثمی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ وفقیہ اور محدث احمد شہاب الدین بن حجر ہیثمی رحمتہ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں ''سالک کے لیے بہتر ہے کہ قربِ الٰہی کو حاصل کرنے کے لیے ان امور پر کاربند رہے جن کا حکم اس کے شیخِ کامل نے دیا ہے کیونکہ اس کا شیخ ہی طبیبِ اعظم ہے۔ وہ ہر طالب کے لیے اس کی قلبی بیماری اور اس کے مزاج کے مطابق دوا تجویز کرتا ہے اور اس کو وہی غذا دیتا ہے جو اس کے لیے فائدہ مند ہو۔''

شیخ ابراہیم باجوری رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ:

- کسی شیخِ کامل کے ہاتھ پر ریاضت کی منازل طے کرنا زیادہ منافع بخش ہے کیونکہ صوفیا کرام کا قول ہے کہ ایک ہزار آدمیوں کے لیے ایک مردِ کامل کا حال ایک آدمی کو ہزار آدمیوں کے وعظ سے بہتر ہے۔
- طالب کو چاہیے کہ اپنے شیخ کے حضور مؤدب رہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی نگاہِ کامل سے اِس کے دِل کا آئینہ صاف ہو جائے۔

حضرت علامہ شیخ طیبی رحمتہ اللہ علیہ

علامہ شیخ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ عالم اگرچہ اپنے علم میں کتنا ہی معتبر اور اپنے زمانہ کا یکتائے روزگار بن جائے تو بھی اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ صرف اپنے علم پر اکتفا کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اہلِ طریقت کی بارگاہ میں حاضر ہو تا کہ وہ صراطِ مستقیم کی طرف اس کی راہنمائی کریں یہاں تک کہ وہ اِن لوگوں میں سے ہو جائے جن کے تصفیہءِ باطن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں الہام فرماتا ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ دنیاوی آلائش سے چھٹکارا حاصل کرے اور اس کے علم میں جو حرص و ہوا اور نفسِ امارہ کی آلائش شامل ہو چکی ہے اس سے اجتناب کرے تاکہ اپنے دل کو علمِ لدنّی سے فیضیاب کرنے کے لیے تیار کرے اور اس کے حصول کے لیے کسی ایسے شیخِ کامل کی خدمت میں حاضر ہو جائے جو نفسانی امراض کے خاتمہ اور نفس کو معنوی نجاستوں سے پاک کرنے کا طریقہ جانتا ہو تا کہ وہ اسے نفسِ امارہ کی رعونت اور اس کی خفیہ فریب کاریوں سے نجات دلائے۔ اہلِ طریقت کا اجماع ہے کہ انسان پر کسی شیخِ طریقت (مرشدِ کامل اکمل) کی بیعت کرنا واجب ہے جو اسے ان اخلاق وعاداتِ بد کو زائل کرنے کا طریقہ بتائے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری سے مانع ہوں۔

حضرت ابنِ عطاء اللہ سکندری رحمتہ اللہ علیہ

شیخ ابنِ عطاء اللہ سکندریؒ فرماتے ہیں:

جو شخص طریقت اور راہِ سلوک کو اپنانے کا پختہ عزم رکھتا ہو اسے چاہیے کہ کسی شیخ (مرشد کامل) کی تلاش کرے جو اہلِ تحقیق میں سے ہو اور طریقت کے اسرار و رموز سے واقف ہو اور اسے مولیٰ کی بارگاہ کی حضوری حاصل ہو۔ جب اسے ایسا مرشد مل جائے جو ان تمام صفات کا جامع ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے حکم کی اتباع کرے اور جن چیزوں کو وہ ترک کرنے کا حکم دے ان سے رک جائے۔

تمہارا شیخ وہ نہیں جس سے تم نے کچھ سنا بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جس سے تم نے کچھ حاصل کیا ہو۔ تمہارا شیخ وہ نہیں جس کا کلام تم نے سنا بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جس کا ایک اشارہ تم میں سرایت کر جائے۔ تمہارا شیخ وہ نہیں جو تمہیں دروازہ کی طرف بلائے بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہارے تمام حجابات اٹھا دے۔ تمہارا شیخ وہ نہیں جو تمہیں اپنے سے بھی بلند مقام پر فائز کر دے بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہیں حرص و ہوا (نفسانی خواہشات) کے قید خانہ سے باہر نکال کر مولیٰ سے ملا دے۔

تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہارے دِل کے آئینہ کو صیقل (صاف) کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں انوارِ الٰہی اور اس کی تجلّیات کی بارش ہو جاتی ہے۔ اور پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک لے جائے اور اس سفر میں تمہارے ساتھ قدم بقدم رہے حتیٰ کہ بارگاہِ قدس کے انوار میں داخل کر کے کہے کہ یہ ہے تمہارا پروردگار۔ اور ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرو جس کا حال تمہاری بلندیٔ درجات کا سبب نہ ہو اور جس کا حال اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی نہ کرے۔

حضرت خواجہ حافظ رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند   آیا بود کہ گوشہء چشمے بما کنند

ترجمہ: جو لوگ اپنی نظر سے خاک کو کیمیا کر دیتے ہیں کاش اپنی نظر کا ایک گوشہ ہماری طرف بھی کر دیں۔

حضرت مولانا رُوم رحمتہ اللہ علیہ

ہیچ کس از نزد خود چیزے نہ شد   ہیچ آہن خنجر تیزے نہ شُد
ہیچ حلوائی نہ شُد استادِ کار   تا کہ شاگردے شکر ریزے نہ شُد
مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم   تا غلامِ شمس تبریزے نہ شُد

ترجمہ: کوئی خود سے کچھ نہیں بن سکتا۔ لوہا خود بخود تیز خنجر نہیں بن سکتا جب تک وہ کسی لوہار کے ہاتھ نہیں چڑھتا اور حلوائی از خود اپنے کام کا استاد نہیں بن جاتا جب تک وہ کسی حلوائی یا شکر ریز کی شاگردی نہیں کرتا۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں خود بھی مولوی سے مولانا رُوم نہ بن سکا جب تک میں نے شاہ شمس تبریزؒ کی غلامی اختیار نہ کی۔

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

مریدِ مولانا رُومؒ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- صحبت پیرِ رُومؒ سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش — لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف (بالِ جبریل)
- حدیثِ دِل کسی درویشِ بے گلیم سے پوچھ — اللہ کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ (بالِ جبریل)

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

- پیر کامل کی صحبت اور غلامی کے بغیر کوئی شخص صوفی اور عارف باللہ نہیں بن سکتا۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ نے اپنی تعلیمات میں اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

- توحید، رسالت، عقائد، زہد و تقویٰ، مکاشفات، ذکر اذکار وغیرہ کی درستگی کے لیے شیخِ کامل کا ہونا ضروری ہے اور راہِ سلوک کا ایک سفر بھی شیخ کے بغیر طے کرنا ممکن نہیں۔
- کوئی شخص خواہ کتنا ہی زاہد و عابد کیوں نہ ہو، مرشد کے بغیر وہ شیطان کے پھندوں سے نہیں بچ سکتا، یہ علم سلسلہ وار بزرگوں سے چلا آ رہا ہے۔
- کسی شیخِ کامل سے ذکر کا صحیح طریقہ سیکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ طریقہ سینہ بہ سینہ چلا آ رہا ہے اور اس تعلیم کی ابتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوتی ہے۔ شیخِ کامل نائبِ رسولؐ ہوتا ہے اور مریدین کو راہِ حق (صراطِ مستقیم) دکھاتا ہے۔ (شمائمِ امدادیہ)

حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ فرماتے ہیں کہ سورہ المائدہ کی آیت نمبر 35 (یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ) میں وسیلہ تلاش کرنے کا جو حکم ہے اس وسیلے سے مراد مرشد کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

حضرت شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ نے فرمایا:

- پیر کامل کے بغیر روحانیت میں ترقی ممکن نہیں۔
- پیر کی محبت سے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت نصیب ہوتی ہے۔ مرید کو چاہیے کہ خود کو مرشد میں محو کردے تاکہ وہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مظہر کو دیکھ سکے۔

حضرت عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

- ولیٔ کامل (مرشد کامل) کسی بھی انسان کو ایک لمحہ میں واصل باللہ بنا سکتا ہے۔

حضرت ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ

- شیخ پکڑنا کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کے عین مطابق ہے۔ جب تک سالک کے نفس پر تشدد کی ضرورت رہتی ہے تب تک وہ راہِ شریعت پر چلنے والا ہوتا ہے اور جب بخوشی عبادت کرے اور عبادت میں لذت بھی پائے تو یہ طریقت ہے۔ طریقت میں نوبت قال کی بجائے حال پر پہنچ جاتی ہے اور قال اور حال میں اتنا ہی فرق ہے جتنا صاحبِ قال (عالم) اور صاحبِ حال (مرشد کامل) میں فرق ہوتا ہے۔ یہی عاشقوں کی جماعت ہے۔

حضرت عزّالدّین عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ شروع شروع میں اولیا کرام کے منکر تھے۔ جب حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کا کلام سنا تو چیخ اُٹھے ''لوگو! سنو یہ وہ کلام ہے جو پہلے نازل نہیں ہوا۔'' اس کلام سے متاثر ہو کر آپؒ نے حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کی بیعت کی۔ جب آپؒ کی صحبت سے مشرف ہوئے تو فرمایا کہ گروہِ صوفیا دین کی بڑی بنیاد پر قائم ہے اور اس کی دلیل ان کی وہ کرامات ہیں جو اِن کے ہاتھوں صادر ہوتی ہیں۔ آپؒ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اِن بزرگوں کو نہیں مانتے اِن کے چہروں پر راندۂ درگاہ ہونے اور غضبِ الٰہی کی علامات پائی جاتی ہیں، اِن کے چہرے بے رونق ہوتے ہیں اور یہ حقیقت اہلِ مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ

آپؒ فرماتے ہیں:

- طریقت میں خدا سے دل کا بلاواسطہ تعلق قائم کر دیا جاتا ہے، جس نے یہ نہ سیکھا وہ نکما ہے۔ مدارِ طریقت بیعت پر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

اولیا کرامؒ کا طریق صحابہ کرامؓ کا طریق ہے۔ کوئی کتنا بڑا پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو بزرگوں کی صحبت سے مستثنیٰ نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے دو سال تک حضرت بہلول دانؒا کی صحبت اختیار کی اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔

آپؒ کا فرمان ہے کہ پیر کا سایہ ذکر سے بہتر ہے۔

حضرت سائیں توکل شاہ رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

بیعت کرنے سے مرید کو دینی اور دنیاوی کاموں میں اللہ کی حفاظت مل جاتی ہے۔ مرید کی ہر چیز کا مالک اس کا پیر ہوتا ہے اور اس کے بدلے میں پیر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ مرید کی جان کنی کے وقت مدد کرے تاکہ اس کے لب پر ذکرِ الٰہی جاری ہو جائے اور شیطان اس کا ایمان سلب نہ کر لے۔ پیر منکر نکیر کے سوال جواب میں آسانی پیدا کرواتا ہے اور پل صراط پر مرید کی مدد کرتا ہے اور بالآخر سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت میں داخل کروانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جو مرید دل و جان سے پیر کے عاشق ہوں اِن کا معاملہ تو بیان سے باہر ہے۔ (ذکرِ خیر)

حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ

۱۔ ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی — مرد نگاہ کرن جس ویلے، مشکل رہے نہ کائی
۲۔ مرد ملے تے مرض گواوے، اوگن دے گن کردا — کامل پیر محمد بخشا لال بناون پتھر دا
۳۔ صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں — ہک ہک سخن شریف انہاں دا کردا محرم رازوں
۴۔ چُبھی مار لیاون موتی وحدت دے دریاؤں — کھریاں گلاں، کھریاں چالاں، دامن پاک ریاؤں
۵۔ خشخش جتنا قدر نہ میرا، میرے صاحب نوں وڈیایاں — میں گلیاں دا رُوڑا کوڑا، محل چڑھایا سایاں

ترجمہ: (۱) راہِ باطن میں پیش آنے والی تمام مشکلات کا حل صرف مرشدِ کامل کے پاس ہے۔ اُس کی نگاہِ الفت جس وقت پڑ جائے تو اس راہ کی تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ (۲) مرشد کامل جب مل جائے تو وہ تمام روحانی امراض (لالچ، حسد، تکبر، انانیت، ہوس، بغض، کینہ) کو دور کر کے دل کو پاک وصاف کر دیتا ہے۔ ایسے کامل پیر ہی ہیں جو پتھر کو لعل و جواہر میں بدل دیتے ہیں یعنی نکمے اور دنیا دار شخص کو ولی اللہ بنا دیتے ہیں۔ (۳) میرے مرشد کی محفل اور ان کی صحبت نفل نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے کیونکہ اُن کی گفتگو کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک نگاہ مجھے اسرارِ الٰہی

سے آگاہ کر رہی ہے۔(۴) کامل مرد ہر لحہ وحدت کے دریا میں غرق رہتے ہیں اور وہاں سے ہر لمحہ نئے اسرارِ الٰہی کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ اُن کی گفتگو اور باتیں صاف اور حق پر مبنی ہوتی ہیں اور اُن کا دامن ریا کاری سے پاک ہے۔(۵) میری حیثیت تو بہت معمولی ہے اور خود کو خشخاش کے دانے سے بھی کم وزن اور کم تر سمجھتا ہوں۔ آج میں جو کچھ ہوں یہ صرف میرے مرشد کا کرم اور فضل ہے۔ میں تو گلیوں میں پڑی گندگی سے بھی بدتر تھا، یہ تو اُن کا کرم ہے کہ مجھ کو پاک صاف کر کے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔

صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر وصالِ حق تعالیٰ کا تصور ناممکنات میں سے ہے۔ مرشد کامل وہ چراغ ہے جس کی روشنی میں طالبِ مولیٰ دنیا و عقبیٰ کے ظلمات میں ہچکولے کھاتی اور ڈگمگاتی اپنی کشتیٔ حیات کو بحفاظت منزلِ مقصود تک لے جانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی کی راہنمائی نہ ملنے کی صورت میں ''فنافی اللہ بقاباللہ'' کی منزل تک رسائی فقط خیال آرائی اور محض تصور بن کے رہ جاتی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی کامل تعلیمات کے مطالعہ کے لیے ''شمس الفقرا'' کا مطالعہ فرمائیں۔

فقہی مسلک اور سلسلہ فقر سلطان باھُوؒ

فقہی مسلک

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اہلِ سنت والجماعت سے تھے۔ فقہ میں امامِ اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- میں امامِ اعظم حضرت نعمان کوفیؒ کے مذہب پر ہوں جو ایک صوفی تھے اور شرک، کفر، بدعت اور سرود سے تارک فارغ تھے۔

(کلید التوحید کلاں)

سلسلہ فقر سروری قادری

انبیا اللہ کے اُن خاص بندوں کو کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کی جانب سے خلق کے پاس ہدایت لے کر آتے ہیں اور حصولِ کمال کے وہ راستے بتلاتے ہیں جو اُس زمانہ کے لوگوں کے مناسب حال ہوں۔ اِسے بھی سمجھ لینا چاہیے کہ انبیا علیہم السلام دو اقسام پر منقسم ہیں۔ ایک وہ جو جدید شریعت لے کر آتے ہیں۔ دوسرے وہ جو شریعت لے کر نہیں آتے بلکہ کسی اولوالعزم رسول کی لائی ہوئی شریعت کی مطابقت میں لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں۔ جو نبی صاحبِ شریعت جدید ہوتے ہیں اور اپنی لائی ہوئی شریعت کی تبلیغ دنیا میں فرماتے ہیں 'رسول' کے لقب سے ملقب ہوتے ہیں۔ جملہ انواع و اقسام کے لوگوں پر انبیا علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ انبیا علیہم السلام کی جماعت میں سب سے زیادہ فضیلت اولوالعزم رسولوں کو ہے اور اولوالعزم برگزیدہ رسولوں میں سب سے زیادہ افضلیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں، خاتم الرسل ہیں، کافۃ الناس ہیں، رحمتہ للعالمین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت جملہ ادیانِ سابقہ کی ناسخ ہے اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی شریعت قائم و برقرار رہے گی۔ جس قدر تمدنی، معاشرتی اور سیاسی پیچیدگیاں قیامت تک پیدا ہوں گی، جس قدر حجاباتِ ظلمت و غفلت خالق و مخلوق کے درمیان حائل ہوں گے ان سب کے دفعیہ کے لیے شریعتِ محمدی ہی کافی ثابت ہوگی۔ جب رسولِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جملہ مخلوقات میں برگزیدہ ٹھہرے تو کمالِ انسانی کا انحصار بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی اتباع پر رہے گا یا اُن مقدس ہستیوں کی اتباع پر جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی میں پوری صداقت اور پورے استقلال اور ثابت قدمی کا اظہار فرمایا مثلاً خلفائے راشدین، آئمہ اطہار، صحابہ کرامؓ و اولیا

متقدمین ومتاخرین۔ اس اتباع کی بھی دو اقسام ہیں۔ ظاہری و باطنی۔ متابعتِ ظاہری مرتبہ نبوت سے متعلق ہے اور متابعتِ باطنی مرتبہ ولایت سے۔ نبوت سے اُن احکامِ شریعت (ظاہری) کی جانب اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عالم قدس سے بواسطۂ جبرائیل علیہ السلام حاصل فرما کر خلق کو پہنچاتے ہیں۔ ولایت وہ فیضانِ اسرارِ توحید ہے جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقام لِیْ مَعَ اللّٰہِ میں بلا وساطتِ جبرائیلؑ براہِ راست حق سبحانہٗ تعالیٰ سے اخذ فرماتے ہیں۔ عارفین کے اس قول ''ولایت نبوت سے افضل ہے'' میں اسی امر کی جانب اشارہ ہے۔ ہر نبی ولی ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو۔ وہ ولی جو نبی نہیں ہوتا انوارِ ولایت کا استفاضہ کمالاتِ نبی سے کرتا ہے لیکن ہر نبی نورِ نبوت اور کمالاتِ نبوت کو اپنی ہی ولایت کے آفتاب سے اخذ کرتا ہے اور کسی غیر کا محتاج اور تابع نہیں ہوتا۔ نبی مثل آفتاب کے ہے جو خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشنی بخشتا ہے۔ ولی مثل ماہتاب کے ہے جو آفتابِ نبوت سے نور اخذ کرتا ہے اور متابعتِ آفتاب اُس پر لازم ہوتی ہے۔ تاوقتیکہ ولایت کمال کو نہیں پہنچتی، نبوت ظاہر نہیں ہوتی۔ قوتِ نبوت حسبِ قوتِ ولایت ہوتی ہے۔ آدم علیہ السلام جنت میں ولی تھے۔ جب دنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو نبوت عطا فرمائی کیونکہ نبوت تشریع و تکلیف کا نام ہے اور دنیا تکلیف کا گھر ہے، برخلاف جنت کے، کہ وہ کرامت و مشاہدہ کی جگہ ہے۔ جماعتِ کثیر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعتِ ظاہری سے بہرہ اندوز ہوتی ہے اور جماعتِ قلیل یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ النور۔35) (ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے) کی دستگیری سے اسرارِ ولایت تک رسوخ پاتی ہے۔ اوّل الذکر کو اربابِ ظاہر اور مؤخر الذکر کو اربابِ باطن کہتے ہیں۔ نبوت کا تعلق ظاہر سے ہے اور نبوت کا باطن ولایت ہے۔ ظاہر کو باطن سے مدد ملتی ہے۔ باطن ہی سے ظاہر کی پرورش ہوتی ہے اور باطن ہی کی جانب سے ظاہر کو فیضان پہنچایا جاتا ہے۔ باطنی پہلو یہ ہے کہ اللہ سے تعلق قوی ہو اور اس میں استغراق و فنائیت حاصل کی جائے، اسی کا نام ولایت ہے۔ ظاہری پہلو یہ ہے کہ اس باطنی تعلق کی بنا پر جو کچھ عالمِ قدس سے حاصل کیا گیا ہے اُسے خلق تک بطریقِ مناسب و مفید پہنچایا جائے، یہ نبوت ہے۔ (سرِّ دلبراں)

سورۃ آلِ عمران کی آیت 31 ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' (ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اے مسلمانو! اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو حق تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے) میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔ اس آیتِ کریمہ میں اتباع سے مراد صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری اتباع نہیں بلکہ باطنی اتباع بھی شامل ہے۔ ظاہری اتباع سے مراد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہری افعال و اعمال، حرکات و سکنات، لباس اور بود و باش کی پیروی ہے اور باطنی اتباع سے مراد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باطنی کمالات، مثلِ فنا فی اللہ، بقا باللہ، قُرب و معرفتِ الٰہی، انوار و برکات و تجلیات، کشف و کرامات، عشقِ الٰہی وغیرہ کا حصول ہے۔ چونکہ اسلام ساری دنیا کے لیے ہے اور قیامت تک رہے گا اس لیے حق تعالیٰ نے اسلام کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات کا تا قیامِ قیامت سلاسلِ تصوف و فقر کی صورت میں جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ اربابِ باطن یعنی اولیا اللہ کے وجود سے کبھی عالم خالی نہیں رہا اور نہ رہے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نبوت و رسالت اختتام پذیر ہوئی اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ اس کے

بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفائے باطن کا سلسلہ چلتا ہے، بابِ علم بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ جس کے امام ہیں۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے ہی سب سے پہلے علمِ باطن کا بارگاہِ نبوت میں سوال کیا اور آپ کرم اللہ وجہہ سے مختلف سلاسلِ طریقت کا آغاز ہوا۔ یہ نظام اتنا مضبوط ہے کہ اب تک سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔

سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں:

✽ سب سے پہلے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے (اللہ کے) قرب کے لیے افضل اور آسان ترین راستے کی خواہش کی، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی کا انتظار فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کلمہ توحید تین مرتبہ تلقین کیا۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اس کلمہ کو) اُسی طرح ادا کیا جیسے جبرائیل علیہ السلام نے تلقین کیا تھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ کلمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلقین کیا پھر تمام صحابہ کرامؓ کے پاس جا کر سب کو تلقین کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قَدْ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ نَعُوْدُ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ ترجمہ: ''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں۔'' یعنی نفس سے جہاد۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرامؓ سے فرمایا: اَعْدٰى اَعْدَائِكَ نَفْسُكَ الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ ترجمہ: تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلوؤں کے درمیان ہے۔ پس تم تب تک اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہیں پا سکتے جب تک تم اپنے وجود میں اپنے دشمنوں نفسِ امارہ، لوامہ اور ملہمہ کو فنا نہیں کر لیتے اور اخلاقِ ذمیمہ و بہیمہ مثلاً زیادہ کھانے پینے، زیادہ سونے، فضول گوئی کی محبت اور وحشیانہ عادات جیسے کہ غضب، گالی گلوچ، مار پیٹ، غصہ اور شیطانی صفات مثلاً تکبر، عُجب، حسد، کینہ اور ان جیسی دوسری بدنی اور قلبی بیماریوں سے پاک نہیں ہو جاتے۔ پس جب وہ ان (بُری عادات وخصائل) سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ گناہوں کی اصل سے پاک ہو جاتا ہے اور وہ پاکیزہ لوگوں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۝ (سورۃ البقرہ۔222) ترجمہ: بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ جو شخص صرف ظاہری گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ (صرف) ظاہری طور پر (توبہ کرنے سے) اس آیت مبارکہ کے تحت نہیں آتا۔ وہ تائب ہے لیکن توّاب ہرگز نہیں کیونکہ توّاب مبالغہ کا صیغہ ہے جس سے مراد ہے خواص کی توبہ۔ جو صرف ظاہری گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے (کوئی شخص) اپنی فصل سے خودرو گھاس کی صرف شاخیں کاٹتا ہو لیکن اُن کو جڑ سے نہ اکھاڑتا ہو، پس وہ گھاس لازماً دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ اُگتی ہے۔ اور توّاب یعنی گناہوں اور تمام اخلاقِ ذمیمہ سے توبہ کرنے والے شخص کی مثال ایسے ہے جیسے گھاس کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے جو بعد میں شاذ و نادر ہی اُگتی ہے۔ پس توبۂ خاص کے بعد تلقینِ مرشد تلقین پانے والے (طالب) کے قلب سے ماسویٰ اللہ ہر چیز کو مٹانے کے لیے آلہ ہے کیونکہ جس نے کڑوے درخت کو نہ کاٹا اُس نے اس (کڑوے درخت) کی جگہ شیریں درخت کو نہ پایا۔ پس اے اہلِ بصیرت! اس سے عبرت حاصل کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور مقصود (اللہ تعالیٰ) کو حاصل کرو۔ (سرّ الاسرار۔ فصل نمبر5)

✽ روایات میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں راہِ فقر کے حصول کے لیے تلقین کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ہمیں وہ راستہ

بتایئے جو خدا تعالیٰ سے بہت قریب اور نہایت افضل اور سہل الوصول ہو۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''اے علیؓ! خلوت اور تنہائی میں اپنے اللہ کے ذکر کی مداومت کیا کرو۔'' آپ کرم اللہ وجہہ نے عرض کی ''ہم کس طرح ذکر کریں؟'' فرمایا ''اپنی دونوں آنکھیں بند کر لو اور مجھ سے تین مرتبہ سنو اور پھر تم بھی تین مرتبہ سناؤ۔'' پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے تین مرتبہ کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' پڑھا اور آپ کرم اللہ وجہہ نے سنا۔ اسی طرح آپ کرم اللہ وجہہ نے آنکھیں بند کر کے تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا۔ اس روز سے یہ ذکر صوفیا میں جاری ہو گیا۔ (ریحان القلوب۔ شریف التواریخ)

یعنی سب سے پہلے کلمہ طیبہ کی باطنی و حقیقی تلقین آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمائی اور توحید کی تعلیم دے کر مرتبہ وحدت پر پہنچایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت شریف اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ○ (الرعد۔7) ترجمہ: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ ڈرانے والے اور ہر قوم کے لیے راہِ راست دکھانے والے ہیں'' نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''میں ڈرانے والا ہوں'' اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''وہ (کرم اللہ وجہہ) راہ بتانے والے ہیں اور ان سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔''

ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں باطن کی اس راہ کے لیے سب سے پہلے درخواست حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پیش کی اس لیے آپ کرم اللہ وجہہ ہی راہِ معرفت اور سلاسلِ تصوف اور فقر کے امام ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک وسیلہ بنے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' (ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے)۔ اگرچہ تمام اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روحانی فیوض و برکات اور سلسلۂ رشد و ہدایت سینہ بہ سینہ ایک عرصہ تک جاری رہا لیکن جن سلاسلِ تصوف کو حق تعالیٰ نے بقائے دوام کا درجہ عطا فرمایا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلاسل ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو روحانی سلاسل جاری ہوئے وہ جمع ہو کر آج سلسلہ نقشبندیہ کی شکل میں ظاہر ہیں اور باقی تین بڑے سلسلے یعنی سلسلہ قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاری ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چار خلفا تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اور حضرت امام کمیل رضی اللہ عنہ۔ ان کو تصوف میں چار پیرِ ارشاد یا چار خلفا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان چار اکابرین سے چودہ بڑے سلاسل جاری ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانی نعمت سینہ بہ سینہ تمام مشائخ سلسلہ کے ذریعے آج تک اُمت میں چلی آ رہی ہے اور یوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلفا نے سلاسلِ تصوف و فقر کا ایک ایسا مضبوط نظام قائم کیا جو اب تک بڑی مضبوطی سے قائم چلا آ رہا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ روحانیت آئمہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہر زمانے میں جاری رہا ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے اکابرینِ صوفیا مثل حضرت فضیل بن عیاضؒ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ، حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے آئمہ اہلِ بیت سے روحانی فیوض حاصل کیے اور بلند روحانی مدارج تک رسائی حاصل کی۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ کے بہت سے خلفا تھے جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ جن کے فیضِ تربیت سے تصوف کے چودہ بڑے خانوادے (سلاسل) وجود میں آئے۔ حضرت عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ سے پانچ خانوادے اور حضرت شیخ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ سے نو خانوادے جاری ہوئے جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(1) سلسلہ زیدیہ (2) سلسلہ عیاضیہ (3) سلسلہ اَدھمیّہ (4) سلسلہ ہبیریہ (5) سلسلہ چشتیہ (6) سلسلہ عجمیہ (7) سلسلہ طیفوریہ (8) سلسلہ کرخیہ (9) سلسلہ سقطیہ (10) سلسلہ جنیدیہ (11) سلسلہ گازرونیہ (12) سلسلہ طوسیہ (13) سلسلہ سہروردیہ (14) سلسلہ فردوسیہ

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تشریف آوری سے قبل عالمِ اسلام انتشار اور خلفشار کا شکار تھا۔ بہت سی اسلامی حکومتیں ختم ہو چکی تھیں اور جو باقی تھیں وہ اندرونی خلفشار کا شکار اور اغیار کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھیں۔ یہ تو سیاسی انتشار تھا، ظاہری طور پر بھی مسلمان بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ باطل مذہبی فرقوں معتزلہ، شیعہ، مرجیہ اور خوارج نما مختلف تحریکوں نے مسلمانوں کو ذہنی انتشار میں مبتلا کر رکھا تھا۔ مسلمان بے معنی مباحثوں اور مناظرات میں اُلجھے رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی کتاب 'غنیۃ الطالبین' میں تہتّر (73) فرقوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں ایک حق پر باقی سب گمراہ تھے۔ یہ تہتّر فرقے دس مسالک یا گروہوں سے وجود میں آئے تھے اور وہ دس مسالک یا گروہ یہ تھے: (1) اہلِ سنت (2) خوارج (3) شیعہ (4) معتزلہ (5) مرجیہ (6) مشبہ (7) جہمیہ (8) ضراریہ (9) نجاریہ (10) کلابیہ۔ ان میں سے اہلِ سنت کا ایک ہی فرقہ تھا۔ خوارج کے پندرہ۔ معتزلہ کے چھ۔ مرجیہ کے بارہ۔ شیعہ کے بتّیس۔ مشبہ کے تین۔ ضراریہ، کلابیہ، نجاریہ اور جہمیہ کا ایک ایک فرقہ تھا۔ اس طرح کل تہتّر فرقے تھے۔

ادھر اہلِ باطن اور سلاسل کا حال اس سے بھی بُرا تھا۔ اُن کے پاس بھی صرف ظاہر ہی رہ گیا تھا اور صرف گفتگو اور ظاہری علم کی وجہ سے اہلِ باطن بنے بیٹھے تھے۔ تلقین و ارشاد کی مسندوں پر بھی نا اہل لوگ قابض تھے اور عوام کو گمراہ کر کے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے تھے۔ اس سلسلہ میں بڑے بڑے گمراہ کن سلاسل رائج اور جاری ہو چکے تھے جو سب بدعتی اور منافق تھے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ نے اپنی کتاب ''سرّالاسرار'' میں ان سلاسل کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔ ہم اس کتاب کی فصل نمبر 23 من و عن درج کر رہے ہیں:

- اہلِ تصوف کہلانے والے لوگ بارہ اقسام کے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ سنّی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے تمام اقوال اور افعال شریعت اور طریقت کی موافقت میں ہوتے ہیں اور وہ اہلِ سنت والجماعت ہیں جن میں سے بعض بغیر کسی حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے اور ان میں سے بعض سے آسان سا حساب اور انہیں تھوڑا سا عذاب ہو گا پھر وہ جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے اور وہ کافروں اور منافقوں کی طرح ہمیشہ آگ میں نہیں رہیں گے۔ (اہلِ سنت والجماعت کے علاوہ) باقی سب بدعتی ہیں جن میں خلولیہ، حالیہ، اولیائیہ، شمرانیہ، حبّیہ،

حوریہ، اباحیہ، متکاسلہ، متجاہلہ، واقفیہ اور الہامیہ شامل ہیں۔

فقہ باطن میں اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کے باعث اہلِ جذبہ (اہلِ محبت) تھے اور وہ جذبے بعد میں منتشر ہو کر طریقت کے مشائخ تک پہنچے جو کثیر سلاسل میں تقسیم ہو گئے۔ یہاں تک کہ اکثر سلاسل کمزور ہو کر ختم ہو گئے اور باقی رسمی طور پر بے معنی مشائخ کی صورت میں رہ گئے جن سے اہلِ بدعت کے گروہ پیدا ہو گئے جن میں سے بعض نے خود کو قلندریہ، بعض نے حیدریہ اور بعض نے خود کو ادھمیہ سلسلہ سے اور بعض نے دیگر دوسرے سلسلوں سے منسوب کر لیا جن کی شرح طویل ہے۔

اہلِ فقہ اور صاحبِ ارشاد اس زمانے میں قلیل سے بھی کم ہیں۔ شاہدین فقہا کو ان کے ظاہری عملِ حق سے اور صاحبِ ارشاد کو ان کے باطن سے جانتے ہیں۔ اہلِ ظاہر شریعت اور امر و نہی پر مستحکم ہوتے ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اہلِ باطن کو سلوک کا مشاہدہ بصیرت سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ مقتدی (امام) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ پس ان کا سلوک (ان کے اور) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بن جاتا ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت ہے، چاہے وہ روحانیت محل کے اعتبار سے جسمانی ہو یا روحانی کہ شیطان ان (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت) کی مثل نہیں بن سکتا۔ اور اس میں مریدین کے لیے ایک اشارہ ہے کہ وہ راہِ سلوک پر اندھے بن کر نہ چلیں اور یہ (اشارات) ان (حق و باطل) میں تمیز کرنے کے لیے دقیق علامات ہیں جن کا ادراک ان کے اہل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ (سرّ الاسرار فصل 23)

آپ نے حضرت سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تحریر سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ آپؒ کے ظہور کے وقت حالات کیا ہوں گے۔ اس گمراہ اور پُرفتن دور میں اللہ تعالیٰ نے غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو امام الاولیا بنا کر بھیجا جنہوں نے ان تمام گمراہ باطنی سلاسل اور ظاہری مسالک کا خاتمہ کیا اور یوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چلے آ رہے تمام سلاسل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ذاتِ مبارک میں جمع ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ نے بحکمِ خدا اعلان فرما دیا:

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

ترجمہ: میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

آپ رضی اللہ عنہٗ سے چار سلاسل جاری ہوئے: قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی۔ سلسلہ قادریہ آپ رضی اللہ عنہٗ کا اپنا سلسلہ ہے جبکہ حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ عین حیات میں غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ پیرانِ پیر کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور فیض حاصل کر کے بالترتیب اپنے اپنے سلاسل یعنی سلسلہ چشتی اور سلسلہ سہروردی کی نئے سرے سے بنیاد رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج انہیں ہی اپنے اپنے سلسلے کا بانی مانا جاتا ہے۔ سلسلہ نقشبندی کا آغاز یوں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سے ہوتا ہے لیکن جنہوں نے اس سلسلہ کو عروج بخشا وہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کے وصال کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سیّد امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ سے اسمِ اللہ ذات کا سبق حاصل کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ لگاتار سولہ سال اسمِ اللہ ذات قلب پر

نقش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک روز اس کوشش میں اتنے وارفتہ ہوئے کہ جنگل کی طرف نکل گئے وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا ''اے بہاؤ الدین! کیا کر رہے ہو'' جواب دیا ''قلب روشن نہیں ہو رہا اس لیے بے حد پریشان ہوں''۔ انہوں نے کہا کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کیا کرو۔ عرض کی کہ سولہ سال سے اسی کوشش میں ہوں مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ''جاؤ! جا کر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے مزار پر عرض کرو کام بن جائے گا۔'' چنانچہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے مزارِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر حاضر ہو کر التجا کی:

یا دستگیرِ عالم دستم مرا بگیر ۔۔۔ دستم چناں بگیر کہ گویندت دستگیر

ترجمہ: اے جہان بھر کی دستگیری کرنے والے! میری بھی دستگیری فرمائیں اور اس شان سے دستگیری فرمائیں جس کی بنا پر آپؓ کو دستگیر کہا جاتا ہے۔

اس پر سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنا دایاں ہاتھ اسمِ اللہ ذات کی شکل میں مزار مبارک سے نکال کر فرمایا:

اے نقشبندِ عالم نقشم را بہ بند ۔۔۔ نقشم چناں بہ بند کہ گویندت نقشبند

ترجمہ: اے نقشبندِ عالم میرے والا نقش (اسمِ ذات) جما اور ایسا جما کہ رہتی دنیا تک لوگ تجھے نقشبند کے نام سے یاد کریں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے دل پر اسمِ ذات نقش ہو گیا۔ پھر آپؒ نے بھی سلسلہ نقشبندی کو از سرِ نو منظم کیا اور یہ سلسلہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے لقب سے ہی نقشبندیہ مشہور ہو گیا اور آج آپ کو ہی اس کا بانی سمجھا جاتا ہے۔

لہٰذا حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کو بھی فیض سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ سے ملا بلکہ قیامت تک فیض تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہی ملے گا لیکن ملے گا سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کے توسط سے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کی منظوری حاصل نہ ہو تب تک کوئی ولی نہیں بن سکتا اور نہ ہی کوئی تلقین و ارشاد کی مسند پر فائز ہو سکتا ہے۔

غوث الاعظمؓ درمیان اولیا ۔۔۔ چوں محمدؐ درمیان انبیا

یوں تو ہر طالب کے نزدیک اس کا سلسلہ اعلیٰ و اولیٰ ہوتا ہے لیکن قادری طریقہ کے منسلکین نے ہمیشہ قادری طریقہ کی برتری کا دعویٰ زیادہ شد و مد سے کیا ہے۔ اس کی حقیقت کچھ بھی ہو لیکن دو باتوں سے انکار ممکن نہیں، اوّل یہ کہ ہندوستان میں جن چار سلسلوں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کو قبولیتِ عام حاصل ہوئی ان میں طریقہ قادریہ کو زمانی لحاظ سے اوّلیت حاصل ہے اور یہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کا اپنا طریقہ ہے جبکہ باقی طریقوں یا سلسلوں کے بزرگوں نے اُن سے فیض حاصل کر کے اپنے اپنے سلاسل کو منظم کیا۔ لہٰذا جس طرح حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ کو تمام اولیا پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح ان کے سلسلہ قادریہ کو دیگر سلاسل پر فضیلت حاصل ہے۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کا فیضِ روحانی لامحدود ہے۔ اس کے بارے میں آپؓ کا فرمان ہے:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا ۔۔۔ اَبَدًا عَلٰی فَلَکِ الْعُلٰی لَا تَغْرُب

ترجمہ: پہلوں کے آفتاب ڈوب گئے لیکن ہمارا آفتاب بلندیوں کے آسمان پر کبھی غروب نہ ہوگا۔

آفتاب سے مراد فیضانِ ہدایت وارشاد ہے اور غروب ہونے سے مراد اس فیض کا بند ہونا ہے جو کبھی نہ ہوگا۔

بعد میں آنے والوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس دعویٰ کی تصدیق کی ہے اور وفات کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہ کی روحانی قوت کے تصرف اور اثر کا اقرار کیا ہے۔ یہاں ہم صرف دو حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں جو شہرۂ آفاق محدّث و مفکر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتب سے لیے گئے ہیں۔

شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ''ہمعات'' میں جو ایک لحاظ سے تصوف کی تاریخ ہے، یوں بیان فرمایا ہے:

- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اولیا کرام اور اصحابِ طریقت کا سلسلہ چلتا ہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہِ جذب کو باحسنِ وجوہ طے کر کے نسبتِ اویسی کی اصل کی طرف رجوع کیا اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا وہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اسی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ موصوف اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

اسی طرح ''تفہیمات'' میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا کشف اس طرح بیان کرتے ہیں:

- اِنَّ الشَّیۡخَ عَبۡدَ الۡقَادِرِ لَہٗ شُعۡبَۃٌ مِنۡ سَرَیَانٍ فِی الۡعَالَمِ وَذَالِکَ اِنَّہٗ لَمَّا مَاتَ صَارَ کَھَیۡئَۃِ الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰی وَانۡطَبَعَ فِیۡہِ الۡوُجُوۡدُ السَّارِیۡ فِی الۡعَالَمِ کُلِّہٖ

ترجمہ: حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سپرد جہان کو فیض پہنچانے کا شعبہ ہے۔ اسی لیے جب ان کا وصال ہوا تو ان کی روح ملاالاعلیٰ کی صورت اختیار کر گئی اور ان کا وجود تمام جہان کے لیے فیض رساں بن گیا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ سلسلہ قادریہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

- قادری طریقہ تیز دھار ننگی تلوار کی مانند ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- ہر طریقہ خرقہ پوش ہے لیکن طریقہ قادری محبت و معرفت و توحید الٰہی کا دریا نوش ہے۔ دیگر ہر طریقہ میں سجادگی ہے لیکن طریقہ قادری میں مقام فنافی اللہ اور نفس سے آزادی ہے۔ دیگر ہر طریقہ میں قائم مقام اور جانشین بنایا جاتا ہے لیکن طریقہ قادری میں معرفت وہدایت سے فقر کی انتہا تک پہنچایا جاتا ہے۔ ہر طریقہ میں جبہ و دستار ہے لیکن طریقہ قادری میں جمالِ یار کا مشاہدہ، حضوری اور شرفِ دیدار ہے۔ دیگر ہر طریقہ میں ورد و وظائف کی مشقتوں میں الجھایا جاتا ہے لیکن طریقہ قادری میں نفس کو ذبح کر کے طالب کو وحدت میں غرق کر دیا جاتا ہے۔ ہر طریقے میں تقلیدی طور پر حجام کی طرح قینچی سے طالب مرید کے بال کاٹے جاتے ہیں لیکن قادری طریقہ میں توجہ کے ذریعہ طالب کو عین بعین مشاہدہ عطا کر کے مطلق توحید تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ بیت:

- ہر طریقہ مفلس و بر در سوال ۔۔۔ قادری صاحب غنایت با وصال
  من قادریم حاضریم باخدا ۔۔۔ طالبان را مینمایم مصطفیٰؐ

ترجمہ: دیگر ہر طریقہ کا پیروکار (باطنی طور پر) مفلس اور در در کا سوالی ہے لیکن قادری طالب صاحبِ غنایت اور باوصال ہوتا ہے۔ میں حضوری خدا

سے مشرف قادری فقیر ہوں اور طالبوں کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ دکھاتا ہوں۔
فقیر نے جو کچھ کہا ہے حساب سے کہا ہے نہ کہ حسد سے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- جان لے کہ قادری طریقہ بادشاہ ہے اور دیگر تمام طریقے اُس کی رعیت یا مثل فرمانبردار اس کے حکم کے تحت ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- جان لے کہ دیگر ہر طریقے میں رنج کشی کی آفات ہیں لیکن طریقہ قادری میں طالب کو پہلے ہی روز تصورِ ذات کے ذریعہ فنافی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ قادری سلسلہ آفتاب کی مانند ہے اور دیگر تمام سلاسل اس کے مقابل چراغ کی مثل ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- هر طریقه می بود مثل چراغ   و ز آفتابش قادری صد طور داغ

ترجمہ: ہر طریقہ چراغ کی مثل ہے اور قادری طریقہ ایسا آفتاب ہے کہ جس کے سامنے سینکڑوں طُور بھی شرمندہ ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- تمام سلاسل چراغ کی مانند ہیں جسے نفسانی، شیطانی، دنیاوی آفتوں اور بلاؤں کی ہوا بجھا سکتی ہے۔ لیکن سلسلہ قادریہ آفتاب کی مانند ہے کیونکہ اسے مخالف ہواؤں کا ڈر نہیں۔ چراغ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے چمکے۔ (اسرارِ قادری)

سلسلہ سروری قادری

سلسلہ قادری کا ایک سِرّ ہے جو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند سیّدنا عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ کو اور انہوں نے اپنے پوتے سیّدنا عبدالجبار بن ابوصالح نصر رحمتہ اللہ علیہ کو منتقل فرمایا۔ یہ سِرّ لقائے الٰہی اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری والا کامل سلسلہ قادری ہے۔ ابتدا میں اس کو جباری گروہ کے نام سے پکارا گیا۔ محمد حسین دہلوی اپنی کتاب ''تذکرۃ الفقرا'' جس میں انہوں نے مختلف سلاسل کے فقرا سے ملاقاتوں کا تذکرہ کیا ہے، میں تحریر فرماتے ہیں کہ دورانِ سیاحت اُن کی ''جباری گروہ'' کے کسی بھی فقیر سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا اور اہلِ دنیا، شہرت اور نام و ناموس سے دور رہتے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہِ راست بیعت اور سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے فیض کے بعد اسے سروری قادری کا نام دیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ہی سلسلہ سروری قادری کو برصغیر میں عروج حاصل ہوا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سروری قادری کو ہی کامل قادری یا اصل قادری سلسلہ تسلیم کرتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- طریقہ قادری بھی دو طرح کا ہے، ایک سروری قادری دوسرا زاہدی قادری۔ صاحبِ تصور سروری قادری (مرشد) اسم اللہ ذات کے حاضرات سے طالبِ مولیٰ کو تعلیم و تلقین سے نوازتا ہے تو روزِ اوّل ہی اس کا مرتبہ اپنے مرتبہ کے برابر کر دیتا ہے جس سے طالب لایحتاج اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس کی نظر حق پر ہوتی ہے اور اس کی نظر میں سونا اور مٹی برابر ہو جاتے ہیں۔ دوسرا طریقہ زاہدی قادری ہے جس میں طالب بارہ سال تک ایسی ریاضت کرتا ہے کہ اس کے پیٹ میں کھانا تک نہیں جاتا۔ بارہ سال کے بعد حضرت پیر دستگیر حاضر ہو کر نظر فرماتے ہیں اور اسے سالک مجذوب یا مجذوب سالک کے مرتبہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ سروری قادری محبوبیت کا مرتبہ ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ زمان اور لامکان پر قدرت رکھنے والا طریقہ قادری ہے۔ سلسلہ قادری دو قسم کا ہے۔ ایک زاہدی قادری اور دوسرا سروری قادری۔ سروری قادری کیا ہے اور زاہدی قادری کسے کہتے ہیں؟ سروری قادری سلسلہ وہ ہے جس کے ذریعے یہ فقیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف ہوا، انہوں نے اس فقیر کو اپنے دستِ اقدس پر بیعت فرمایا اور مسکرا کر فرمایا کہ خلقِ خدا کی رہنمائی میں ہمت کرو۔ تلقین کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس فقیر کو حضرت پیر دستگیر شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے سپرد فرما دیا۔ حضرت پیر دستگیر شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ نے بھی سرفراز فرما کر (مخلوقِ خدا کو) تلقین کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ان کی نگاہِ کرم سے میں نے جس طالبِ مولیٰ کو بھی ظاہر و باطن میں برزخِ اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کی راہ دکھائی اسے ذکر اور مشقت میں ڈالے بغیر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچا دیا۔ پھر ان طالبانِ مولیٰ نے جدھر بھی دیکھا انہیں اسمِ اللہ ذات ہی نظر آیا اور ان کے سامنے کوئی حجاب اور پردہ باقی نہ رہا۔ سروری قادری راہِ فیض ہے اور کم حوصلہ نہیں ہے۔ بعض لوگوں (دیگر سلاسل کے ناقص مرشدوں) نے طالبانِ مولیٰ کو اسمِ اللہ کے اثرات کی تپش سے مار ڈالا۔ بعض اسمِ اللہ ذات کا بار برداشت نہ کر سکے اور عاجز ہو گئے اور بعض مردود اور مرتد ہو گئے۔ (عین الفقر)

❖ سروری قادری کامل کی ابتدا کیا ہے۔ کامل قادری اپنی نظر یا تصورِ اسمِ اللہ ذات یا ذکرِ کلمہ طیب کی ضرب یا باطنی توجہ سے طالبِ مولیٰ کو معرفتِ الٰہی کے نور میں غرق کر دیتا ہے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ کامل قادری کا روزِ اوّل کا سبق ہے۔ جو یہ سبق نہیں پڑھاتا اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک نہیں پہنچاتا وہ کامل قادری نہیں۔ اس کی مستی ٔحال محض خام خیالی ہے کیونکہ قادری ہمیشہ نور، معرفتِ الٰہی اور وصال میں غرق ہوتا ہے۔ وصال بھی دو قسم کا ہوتا ہے، ایک وصال وہ جو تجلیٔ الہام کے باعث ہے۔ دوم اس تجلی میں مکمل غرق کا وصال۔ (کلید التوحید کلاں)

❖ یاد رہے کہ قادری طریقہ بھی دو قسم کا ہے، ایک قادری زاہدی طریقہ ہے جس میں طالب عوام کی نگاہ میں صاحبِ مجاہدہ و صاحبِ ریاضت ہوتا ہے جو ذکرِ جہر سے دل پر ضربیں لگاتا ہے، غور و فکر سے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، ورد و وظائف میں مشغول رہتا ہے، راتیں قیام میں گزارتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے لیکن باطن کے مشاہدہ سے بےخبر قال (گفتگو) کی وجہ سے صاحبِ حال بنا رہتا ہے۔ دوسرا سروری قادری طریقہ ہے جس میں طالب قُرب و وصال اور مشاہدۂ دیدار سے مشرف ہو کر شوریدہ حال رہتا ہے۔ اس طریقہ میں مرشد کامل ایک ہی نظر سے طالبِ اللہ کو معیتِ حق تعالیٰ میں پہنچا دیتا ہے اور وصالِ پروردگار سے مشرف کر کے حق الیقین کے مراتب پر پہنچا دیتا ہے۔ ایسا ہی سروری قادری فقیر قابلِ اعتبار ہے کہ وہ قاتلِ نفس ہوتا ہے اور کارزارِ حق میں پیش قدمی کرنے والا سالار ہوتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

سلسلہ سروری قادری کو سروری قادری اس لیے کہا جاتا ہے کہ سروری کا مطلب ہے سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت ہونا اور قادری کا مطلب ہے غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کی اتباع کرنا یعنی اُن کے طریقہ پر چلنا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

❖ سروری قادری اُسے کہتے ہیں جسے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دستِ بیعت فرماتے ہیں اور اس کے وجود سے بدخلقی کی خوبو ختم ہو جاتی

ہے اور اُسے شرعِ محمدی کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❖ ایک ان مراتب کے بھی سروری قادری ہوتے ہیں جنہیں خاتم النبیین، رسولِ ربّ العالمین، سرورِ دو عالم ﷺ اپنی مہربانی سے نواز کر باطن میں حضرت محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ العزیز کے سپرد کر دیں اور حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ بھی انہیں اس طرح نوازتے ہیں کہ خود سے جدا نہیں ہونے دیتے۔ (محک الفقر کلاں)

سروری قادری طریقہ میں رنجِ ریاضت، چلہ کشی، حبسِ دم، ابتدائی سلوک اور ذکر فکر کی الجھنیں ہرگز نہیں ہیں۔ یہ سلسلہ ظاہری درویشانہ لباس اور رنگ ڈھنگ سے پاک ہے اور ہر قسم کے مشائخانہ طور طریقوں مثلاً عصا، تسبیح، جُبّہ و دستار وغیرہ سے بے زار ہے۔ اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مرشد پہلے ہی روز سلطان الاذکار کا ذکر اور تصورِ اسم اللہ ذات اور مشقِ مرقومِ وجودیہ عطا کر کے طالب کو انتہا پر پہنچا دیتا ہے جبکہ دوسرے سلاسل میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔ اس لیے حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ سلسلہ سروری قادری کے طالب (مرید) کی ابتدا دوسرے سلاسل کی انتہا کے برابر ہوتی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے بیعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر فرمائی۔ پھر ظاہری بیعت غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے حکم سے سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلویؒ کے دستِ مبارک پر فرمائی۔ آپؒ تک سلسلہ سروری قادری اس طرح پہنچتا ہے:

1۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
2۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
3۔ حضرت امام خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ
4۔ حضرت شیخ حبیب عجمیؒ
5۔ حضرت شیخ داؤد طائیؒ
6۔ حضرت شیخ معروف کرخیؒ
7۔ حضرت شیخ سری سقطیؒ
8۔ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ
9۔ حضرت شیخ جعفر ابوبکر شبلیؒ
10۔ حضرت شیخ عبدالعزیز بن حرث بن اسد تمیمیؒ
11۔ حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمیؒ
12۔ حضرت شیخ محمد یوسف ابوالفرح طرطوسیؒ

13۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد القریشی ہنکاریؒ

14۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومیؒ

15۔ سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ

16۔ حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر سیّد عبدالرزاق جیلانیؒ

17۔ حضرت شیخ سیّد عبدالجبار جیلانیؒ

18۔ حضرت شیخ سیّد محمد صادق یحیٰؒ

19۔ حضرت شیخ سیّد نجم الدین برہان پوریؒ

20۔ حضرت شیخ سیّد عبدالفتاحؒ

21۔ حضرت شیخ سیّد عبدالستارؒ

22۔ حضرت شیخ سیّد عبدالبقاؒ

23۔ حضرت شیخ سیّد عبدالجلیلؒ

24۔ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلویؒ

25۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے وصال کے بعد سلسلہ سروری قادری اس طرح سے جاری ہے:

26۔ سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ

27۔ سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ ہاشمی قریشیؒ

28۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ

29۔ سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ

30۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ

31۔ سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے بعد سلسلہ سروری قادری جس طرح اب تک جاری ہے ان میں سے تیسویں شیخ کامل تک سب کی سوانح حیات وتعلیمات کا تذکرہ ترتیب وار باب دوم، باب سوم، باب چہارم، باب پنجم اور باب ششم میں کیا گیا ہے اور اکتیسویں شیخِ کامل کی حیات وتعلیمات کے لیے کتاب ''سلطان العاشقین'' کا مطالعہ فرمائیں۔

ازواج اور اولاد

ازواج

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اپنی زندگی میں چار نکاح فرمائے۔

1۔ آپؒ کی ایک بیوی حضرت مخدوم برہان الدین احمد[1] ساکن لنگر مخدوم والا ضلع جھنگ کے خاندان سے تھیں۔

2۔ دوسری بیوی اپنی ہم کفو یعنی قوم اعوان سے تھیں۔

3۔ تیسری بیوی بھی قریبی رشتہ دار تھیں۔

4۔ چوتھی بیوی ملتان کے ایک ہندو ساہوکار خاندان سے تھیں جو کہ آپؒ کے دستِ اقدس پر مسلمان ہو کر آپؒ کے نکاح میں آئیں۔ اس واقعہ کو صاحبِ مناقبِ سلطانی نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ دورانِ سفر آپؒ ملتان تشریف لے گئے اور دعوتِ قبور کیلئے حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کے مزارِ مبارک پر سوار ہوئے۔ پہلے تو قبر جنبش میں آئی لیکن فی الفور پیران پیر دستگیر محبوبِ سبحانیؓ کی طرف سے حکم ہوا ''اے بہاؤالدین یہ ہمارا محبوب ہے اس سے الفت کرنا۔ جو کچھ یہ کہے، بجا لانا۔'' پس حضرت بہاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ نے مزار سے نکل کر ملاقات کی اور فرمایا ''جو حکم ہو فرمائیں تاکہ میں بجالاؤں۔'' اس حالتِ جذبہ میں سلطان باھوؒ نے فرمایا ''ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔'' جب آپؒ سے بار بار اصرار کیا گیا تو سلطان باھوؒ نے فرمایا کہ اپنے شہر میں سے ایک پاکیزہ (سعید) آدمی کا بازو دو۔ اتنا کہہ کر اس مستی اور جذبہ کی حالت میں مزار مبارک سے نکل کر شمال کی جانب روانہ ہوئے۔ جب ظہر کی نماز کیلئے دریا کے کنارے پر وضو کر کے نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کنواری نوجوان عورت جوتے ہاتھ میں لئے کھڑی ہے پاؤں میں آبلے پڑے ہوئے ہیں۔ آپؒ نے پوچھا! تو کون ہے؟ عرض کیا کہ فلاں ساہوکار کی لڑکی ہوں، جب آپ حضرت بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرہ مبارک میں گئے اور وہاں سے نکلے تو میں اسی وقت مسلمان ہو گئی کیونکہ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ نے آپ کی خدمت کرنے بلکہ لونڈی ہونے کا حکم دیا ہے۔ آپؒ نے اسی جگہ نزدیکی گاؤں میں لوگوں کی موجودگی میں ان سے نکاح فرمایا۔

---

[1] حضرت مخدوم برہان الدین احمد سلسلہ سہروردیہ سے صاحبِ ارشاد تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپؒ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے خلیفہ اور دوسری روایت کے مطابق آپؒ اُن کے صاحبزادے تھے۔ (تذکرہ اولیائے جھنگ)

اولاد

مناقب سلطانی میں حضرت سخی سلطان باھوؒ کے صاحبزادوں کی تعداد آٹھ بیان کی گئی ہے جن کے اسمِ گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت سلطان نور محمد صاحبؒ
۲۔ حضرت سلطان ولی محمد صاحبؒ
۳۔ حضرت سلطان لطیف محمد صاحبؒ
۴۔ حضرت سلطان صالح محمد صاحبؒ
۵۔ حضرت سلطان اسحاق محمد صاحبؒ
۶۔ حضرت سلطان فتح محمد صاحبؒ
۷۔ حضرت سلطان شریف محمد صاحبؒ
۸۔ حضرت سلطان حیات محمد صاحبؒ

آپؒ کی ایک صاحبزادی مائی رحمت خاتون بھی تھیں۔[1]

حضرت سلطان باھوؒ کے تمام صاحبزادگان میں سے صرف تین صاحبزادوں حضرت سلطان نور محمدؒ، حضرت سلطان ولی محمدؒ اور حضرت سلطان لطیف محمدؒ سے اولاد کا سلسلہ چلا جبکہ باقی صاحبزادگان لاولد فوت ہوئے اور ایک صاحبزادہ سلطان حیات محمد صاحب کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

سب سے بڑے صاحبزادے حضرت سلطان نور محمد صاحبؒ حضرت سلطان باھوؒ کے وصال کے بعد مزار مبارک کو چھوڑ کر دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر علاقہ گڑانگ فتح خاں لیہ چلے گئے اور وہیں رہائش اختیار کی۔ حضرت سلطان باھوؒ کے وصال کے بیس سال بعد واپس تشریف لائے اور یہیں وفات پائی اور مزارِ مبارک میں دفن ہوئے۔ آپؒ کی اولاد بستی قاضی نزد شہر لیہ میں آباد ہے۔

دوسرے صاحبزادے سلطان ولی محمد صاحبؒ سجادہ نشین ہوئے۔ آخری سفر میں ڈیرہ غازی خان (اب رحیم یار خان) کے قریب شہر مرٹہ میں حضرت غیاث الدین تیغ ہراں عادل غازی شہید کی خانقاہ کے قریب وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپؒ کی اولاد چاہ سمندری (پرانا دربار سلطان باھوؒ)، موجودہ دربار شریف، احمد پور شرقیہ اور رحیم یار خان کے آس پاس آباد ہے۔ آپ کی اولاد ہی سے تمام سجادہ نشین مقرر ہوئے اور زمین اور جائیداد کے وارث ہوئے۔ آپؒ کی اولاد میں سے بعض بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہوئے اور بعض نے سیاست کے میدان میں بھی بڑا نام کمایا۔

---

[1] بمطابق مرآتِ سلطانی (باھو نامہ کامل)

سلطان لطیف محمدؒ کی اولاد بہت تھوڑی تعداد میں سبزل کوٹ (صادق آباد) میں آباد رہی۔ اس خانوادہ نے گمنامی اور تنگدستی میں وقت گزارا اور بالآخران کا سلسلہ مفقود ہو گیا۔ اب صرف دو صاحبزادوں سلطان نور محمد اور سلطان ولی محمد سے اولاد کا سلسلہ چل رہا ہے۔

کرامات

اصطلاحِ شریعت میں کرامت وہ خلافِ عادت قوت ہے جس کا ظہور اولیا کرام سے ہو۔ دراصل کرامت ایک روحانی قوت ہے جو عطائے الٰہی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کو یہ قوت عطا فرماتا ہے۔ کرامت اور معجزہ میں فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کرامت نبی کی اتباع کرنے والے اولیا اللہ سے صادر ہوتی ہے۔

کرامت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک مادی یا ظاہری دوسری روحانی یا باطنی۔ مادی یا ظاہری کرامت عوام الناس کیلئے ہوتی ہے کیونکہ ظاہر بین ظاہری کرامت کو مانتے ہیں۔ روحانی یا باطنی کرامت خواص کیلئے ہوتی ہے اور اس کرامت کو خواص ہی جانتے ہیں۔ مادی یا ظاہری کرامت میں شیطانی استدراج بھی ہوسکتا ہے اور یہ کافر جوگیوں اور مشرکوں سے بھی ظاہر ہوسکتی ہے مثلاً پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، کسی بیمار کو اچھا کر دینا، کسی تندرست کو بیمار کر دینا، دیوانہ بنا دینا، غیب کی باتیں بتا دینا وغیرہ۔ عارف اِن کرامتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور انہیں راہِ فقر میں حیض ونفاس کا درجہ دیتے ہیں۔ روحانی اور باطنی کرامت یہ ہے کہ کسی کے قلب کو بدل دینا، ذکرِ اللّٰہ سے قلب کو جاری کر دینا، ایک ہی نگاہ سے واصل باللہ کر دینا، کسی جاہل کو عالم بنا دینا، کسی شخص کو ایسا علم عطا کر دینا جو اسے پہلے حاصل نہ ہو، فنافی الشیخ، فنافی اللہ اور بقاباللہ کے مرتبہ پر پہنچا دینا، دنیادار کو ایک ہی نگاہ سے عارف بنا دینا، بے رنج و ریاضت اور بغیر چلہ کشی کے مشاہدۂ حق تعالیٰ اور دیدارِ الٰہی میں غرق کر دینا۔ یہ عارفین کی کرامتیں خواص کیلئے ہیں اور ان میں شیطانی استدراج نہیں ہوتا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار ظاہری و باطنی کرامات ہیں جن کو مختصراً بیان کیا جا رہا ہے:

- آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت جس کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے، بہت مشہور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی جس کافر پر نگاہ ڈالتے وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت آخر عمر تک جاری و ساری رہی۔
- آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کرامت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُمّی تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہیں کی اس کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت کی مروجہ زبان فارسی میں 140 کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا اعجاز ہے اور میرا مشاہدہ بھی ہے کہ باوضو ہو کر صدق، اخلاص اور ادب سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو قلب منور ہونے لگتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سراسر الفاظِ نوری اور کلماتِ حضوری پر مشتمل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اعلان آپ کی ہر کتاب میں موجود ہے "اگر کسی کو تلاش کے باوجود مرشدِ کامل نہ ملتا ہو وہ ہماری

کسی بھی کتاب کو مرشد اور وسیلہ بنائے تو ہمیں قسم ہے کہ اگر ہم اسے اس کی منزل تک نہ پہنچائیں۔'' اس فقیر کا یہ مشاہدہ ہے کہ صدقِ دل سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کرنے والا اپنی طلب کے مطابق مرشد کامل اکمل تک پہنچ جاتا ہے۔ دِل کے اندھوں کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فرمان بھی ہے ''ہماری کتاب معرفت سے ازلی محروم اور کورچشم شُوم کو ہرگز پسند نہیں آئے گی۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا یہ اعجاز بھی ہے کہ عارفین کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب خواہ وہ عارف ابتدائی مقام پر ہو یا متوسط یا انتہائی مقام پر وحدت میں غرق ہو، ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ اسرار کا خزانہ رکھتی ہیں، وہ جس مقام پر ہوگا اسی مقام کے مطابق ان کتب سے راہنمائی پائے گا۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ میں کاشتکاری کرتے تھے ان دنوں افلاس اور ناداری سے تنگ ایک سفید پوش عیال دار سیّد صاحب بزرگوں اور فقیروں کی تلاش میں مارے مارے پھرا کرتے تھے کہ کہیں سے کوئی اللہ کا بندہ مل جائے اور اس کی دعا سے میری غربت اور تنگدستی دور ہو جائے۔ اسی طلب میں وہ ایک فقیر کی خدمت میں رہنے لگے اور اس کی جان توڑ خدمت کی۔ ایک دن فقیر کو ان کے حال پر رحم آیا اور پوچھا ''تیری مراد اور حاجت کیا ہے؟'' سیّد صاحب نے عرض کی کہ میرا بڑا بھاری کنبہ ہے اور قرض بہت ہو گیا ہے، جوان لڑکیاں اور لڑکے ہیں افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے ان کی شادی بھی نہیں کر سکتا۔ ظاہری اسباب ختم ہو چکے ہیں اب تو غیبی مدد کے سوا میری تنگدستی کا علاج ناممکن ہے۔ تب اس فقیر نے کہا ''میں تجھے ایک مردِ کامل کا پتہ بتا دیتا ہوں، سوائے اس کے تیرا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔ تو حضرت سخی سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس شورکوٹ (جھنگ) چلا جا اور ان کی بارگاہ میں عرض پیش کر۔'' وہ پریشان حال سیّد صاحب حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گئے لیکن ان کی مایوسی کی کوئی حد نہیں رہی جب دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کھیتوں میں ہل چلا رہے ہیں اور پھر انہیں اردگرد سے پتہ چل چکا تھا کہ وہاں کے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فقیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ کسان کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر مایوس ہو کر واپس مڑنے ہی والے تھے کہ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے، جوان کی قلبی کیفیت سے آگاہ ہو چکے تھے، ان کو آواز دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز سن کر ان سیّد صاحب کی کچھ ڈھارس بندھی اور دل میں کہنے لگے کہ اب خود بلایا ہے تو عرض پیش کرنے میں کیا حرج ہے! سیّد صاحب نے قریب آکر سلام کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کہ کس ارادے سے یہاں آئے ہو۔ سیّد صاحب نے اپنی ساری سرگزشت سنا دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''شاہ صاحب! مجھے پیشاب کی حاجت ہے آپ میرا ہل پکڑ کر رکھیں میں پیشاب سے فارغ ہو لوں۔'' غرض آپؒ نے پیشاب کیا اور مٹی کے ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد وہ ڈھیلا ہاتھ میں لیے سیّد صاحب سے مخاطب ہوئے ''شاہ صاحب! آپ نے بلاوجہ تکلیف اٹھائی، میں تو ایک جٹ آدمی ہوں''۔ سیّد صاحب کا دل پہلے ہی سفر کی محنت اور مایوسی سے جلا ہوا تھا، طیش میں آکر بولے ''ہاں یہ میری سزا ہے کہ سیّد ہو کر آج ایک جٹ کے سامنے سائل کی حیثیت سے کھڑا ہوں۔'' حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کو جلال آیا اور اپنی زبانِ مبارک سے یہ شعر پڑھتے ہوئے وہ پیشاب والا ڈھیلا زمین پر دے مارا:

نظر جنہاں دی کیمیا، سونا کردے وٹ　　　قوم اُتے موقوف نہیں کیا سیّد کیا جٹ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیشاب والا ڈھیلا اسی جُتی ہوئی زمین پر دور تک لڑھکتا چلا گیا اور زمین کے جن جن مٹی کے ڈھیلوں سے لگتا گیا وہ سونے کے بنتے

چلے گئے۔ سیّد صاحب یہ حالت دیکھ کر دم بخود رہ گئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں پر گر کر رونے لگے اور معافیاں مانگنے لگے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''شاہ صاحب یہ وقت رونے کا نہیں، یہ ڈھیلے چپکے سے اُٹھا لو اور چلتے بنو ورنہ لوگوں کو پتہ لگ گیا تو نہ تیری خیر ہے اور نہ میری۔'' چنانچہ اس سیّد صاحب نے ان سونے کے ڈھیلوں کو جلدی سے اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں چومتے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔ (مناقب سلطانی)

ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ مشرقی ریگستان کے علاقہ تھل میں چند طالبوں اور درویشوں کے ساتھ محوِ سفر تھے۔ راستہ میں کسی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ اکسیرِ نظر کسے کہتے ہیں؟ اس وقت پاس ہی ایک شخص لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر کے اسے اٹھانے کو ہی تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ شخص آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سوال کرنے والے سے کہا ''سفر سے واپسی پر جس وقت ہم اس جگہ آئیں گے جہاں یہ لکڑیاں اُٹھانے والا ہمیں ملا ہے تو تمہارے سوال کا جواب یہی شخص دے گا۔'' چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سفر سے لوٹے اور آپ کا گزر اسی جگہ سے دوبارہ ہوا جہاں وہ لکڑیاں اٹھانے والا آدمی ملا تھا تو ایک طالب نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس سوال کے جواب کی یاد دلا کر عرض کی کہ جناب ہم واپس اسی جگہ پر آ گئے ہیں آپ مہربانی فرما کر ہمیں اس سوال کا جواب دے دیں کہ اکسیرِ نظر کیا ہے؟ آپ رحمتہ اللہ علیہ تمام طالبوں، درویشوں اور مریدوں کو اس آدمی کے پاس لے گئے تو اس کو اسی حالت میں پایا جس حالت میں چھوڑ گئے تھے کہ لکڑیوں کا گٹھا اس کے سامنے پڑا ہوا ہے اور وہ آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہمراہی طالبوں سے کہا کہ اس آدمی سے اپنے سوال کا جواب پوچھو۔ جب انہوں نے اس آدمی کو بلایا تو وہ بت کی طرح ساکت کھڑا رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ بار بار بلانے پر بھی جب اس نے کوئی توجہ نہ دی تو انہوں نے عرض کی ''حضور آپ خود بلائیں۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس روز ہم یہاں سے گزر رہے تھے تم نے اس شخص کو کس حال میں دیکھا تھا؟ انہوں نے عرض کی ''حضور یہ شخص لکڑیوں کا گٹھا اُٹھانے کو تھا اور جس وقت آپ نے نظر فرمائی تو یہ آسمان کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شخص اس روز سے اسی حالت میں کھڑا ہے۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دوسری دفعہ اس کی طرف توجہ کی تو وہ ہوش میں آ گیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں پر گر کر زار و قطار رونے لگا اور فریاد کرنے لگا کہ خدا کیلئے مجھے پھر اسی حالت میں پہنچا دیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنی حالت بتاؤ۔ اس نے عرض کی ''حضور جس روز آپ یہاں سے گزر رہے تھے میں یہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھانے کو ہی تھا کہ آپ نے میری طرف باطنی نگاہ ڈالی اور میں آپ کی اسی ایک نگاہ سے اللہ تعالیٰ کے دیدار میں غرق ہو گیا اور آج تک میں اسی لذتِ دیدار میں محو اور مدہوش رہا کہ آپ نے ایک بار پھر مجھے اس حالت سے نکال لیا ہے۔ مجھے صبر اور قرار نہیں آ رہا، مجھے پھر اسی حالت میں پہنچا دیں۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے درویشوں اور طالبوں سے فرمایا یہ اکسیرِ نظر کی ادنیٰ سی مثال ہے جو تم نے دیکھی ہے۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا ''جا اپنے لکڑیوں کے گٹھے کو اٹھا لے، پہلے تو مجذوب ابن الوقت تھا اب تو سالک ابوالوقت ہو گا۔ اب یہ تیرے اختیار میں ہے کہ جب چاہے اس حالت میں چلا جایا کر اور جب چاہے واپس آ جایا کر۔'' (مناقب سلطانی)

حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے محل پاک (مزار پاک) کے دروازے کے سامنے بیر کا ایک درخت ہوا کرتا تھا۔ یہ درخت دروازے کے وسط میں تھا اس لئے جو لوگ زیارت کرنے جاتے انہیں بڑی تکلیف ہوتی اور پھر دروازے کے سامنے ہونے کی وجہ سے درمیان میں پردہ سا

حائل رہا کرتا۔ خلفا اور مجاور ادب کے سبب بیر کے اس درخت کا کاٹنا جائز خیال نہ کرتے تھے۔ ایک روز ایک نابینا شخص زیارت کے لئے محل پاک کے اندر داخل ہونے لگا کہ اس کی پیشانی درخت کے ایک مضبوط تنے سے ٹکرا گئی جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا اور پیشانی سے خون بہنے لگا۔ خلفا اور مجاوروں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اگلے دن نمازِ فجر کے بعد اس درخت کو کاٹ دیا جائے۔ اسی زمانہ میں ایک فقیر حضرت محمد صدیقؒ ڈیرہ اسماعیل خاں سے آکر دربار پاک پر معتکف ہوئے تھے، بڑے صاحبِ حال فقیر تھے، وہ بھی اس مشاورت میں شامل تھے۔ چنانچہ رات کو حضرت سلطان باھوؒ نے خواب میں محمد صدیقؒ کو فرمایا ''ہماری بیری کے درخت کو کیوں کاٹتے ہو، وہ خود بخود یہاں سے دور جا کھڑا ہو گا۔'' صبح دیکھا گیا کہ واقعی وہ درخت اپنے اصلی مقام سے دس قدم کے فاصلہ پر کھڑا ہے۔ یہ مبارک درخت محل پاک کے دروازے کی دہلیز کے وسط سے عین شمال کی طرف یعنی زیارت کرنیوالوں کے دائیں ہاتھ خود بخود جا کھڑا ہوا۔ اس روز سے اس درخت کا نام حضوری بیر ہے۔ اس کا میوہ زیارت کرنیوالے ہزار ہا کوس تک بطور تبرک لے جاتے ہیں۔ اسے بیماروں کی شفا، حصولِ اولاد اور تبرک کیلئے کھاتے ہیں، اگر پھل میسر نہ ہو تو اس کے پتے ہی تبرک کیلئے لے جاتے ہیں۔ اس کرامت سے خواب میں حضرت سلطان باھوؒ نے محمد صدیقؒ کو مطلع فرمایا تھا اس لیے ان خلیفہ موصوف کا لقب ''بیر والا صاحب'' اور ''مخدوم صاحب بیر والا'' پڑ گیا اور ان کے مرید ان کو اسی نام سے پکارتے تھے۔ (مناقب سلطانی)

✻ ایک دفعہ حضرت سلطان باھوؒ چند درویشوں کے ہمراہ ڈیرہ غازی خان کے علاقہ میں سفر فرما رہے تھے۔ راستہ میں چبری نامی گاؤں سے آپؒ کا گزر ہوا۔ آپؒ کے ہمراہی درویشوں نے عرض کی کہ حضور اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو دوپہر کا وقت قریب ہے یہیں روٹیاں پکالیں۔ آپؒ نے اجازت عطا فرما دی۔ اس گاؤں میں ایک عورت درویشوں کی خدمت کیا کرتی تھی، آپؒ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؒ کے ہمراہی درویش اس عورت کے ساتھ مل کر کھانا پکانے میں مصروف ہوئے۔ اس عورت کی ایک شیر خوار بچی جو پنگوڑے میں سوئی ہوئی تھی، جاگ کر رونے لگی۔ وہ عورت حضرت سلطان باھوؒ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی ''اے درویش! ذرا اس پنگوڑے کو ہلا دے تاکہ یہ چپ ہو جائے۔'' حضرت سلطان باھوؒ پنگوڑے کو ہلانے لگے اور ساتھ ہی توجہ فرما کر بچی کا قلب اسمِ اللّٰہ ذات سے روشن کر دیا۔ پھر آپؒ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''اے عورت! اس بچی کے پنگوڑے کو ہم نے ایسی جنبش دی ہے کہ تا قیامت یہ جنبش ترقی پذیر ہوگی۔'' اس بچی کا نام حضرت فاطمہ رحمتہ اللہ علیہا ہے، یہ قوم بلوچ مستوئی سے تھیں اور ان کا مزار ڈیرہ غازی خان کے علاقہ ''وھوآ'' کے مقام پر فتح خان کے نام سے مشہور دیہات کے علاقہ ''کاتکر'' میں ہے۔ اس مزار پاک پر لاکھوں زائرین اور سینکڑوں طالبِ اللہ فیض حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں۔

✻ سلطان باھوؒ ایک دفعہ وادی سون سکیسر کی سیاحت کو نکلے، آپؒ کے خلیفہ سلطان نورنگ کھیتران آپؒ کے ہمراہ تھے۔ وہاں کلر کہار کی ایک خوبصورت پہاڑی کے پاس رکے (یہاں آج کل حکومت نے ایک تفریح گاہ بنادی ہے اور لوگ پکنک منانے یہاں آتے ہیں)۔ اس پہاڑی کے غار میں رمضان شریف کی پہلی تاریخ کو حضرت سلطان باھوؒ مراقب ہو گئے اور دیدارِ الٰہی میں غرق ہو گئے۔ جب شام کا وقت ہو گیا تو حضرت سلطان نورنگ صاحب کو فکر دامن گیر ہوئی کہ خدا جانے حضور کب تک حالتِ استغراق میں رہیں گے اور یہاں اس جنگل میں ہمارے

کھانے پینے کا بندوبست کیا ہوگا۔ شام کو جب افطار کا وقت ہوا تو ایک غیبی موکل ہرن کی صورت میں پہاڑ سے اتر کر حضرت سلطان نورنگ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کے سینگوں پر کھانا اور پانی موجود تھا، اس نے اپنا سر جھکا دیا۔ حضرت سلطان نورنگ صاحب نے اس کھانے کے ساتھ روزہ افطار کیا اور برتن اور دسترخوان اس غیبی ہرن کے سینگوں کے ساتھ باندھ کر رخصت کر دیا۔ اسی طرح تمام ماہِ رمضان حضرت سلطان نورنگ صاحب کو سحری اور افطاری کے وقت وہ رزق پہنچتا رہا۔

غرض حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ تمام ماہِ رمضان حالتِ استغراق میں رہے۔ عید کی رات جب چاند نظر آیا اور آس پاس کی آبادیوں میں عید کی خوشی میں ڈھول اور نقارے بجنے لگے تو حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ سے باہر آئے اور سلطان نورنگ سے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے؟ عرض کی کہ حضور عید کا چاند نظر آ گیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''نورنگ! کیا سارا رمضان گزر گیا؟ اور ہمارے روزوں، نمازوں اور تراویح کا کیا بنا؟'' عرض کی کہ حضور بہتر جانتے ہیں۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اس قدر استغراقِ اللہ کے تمام نمازوں، روزوں اور تراویح کو قضا کر کے ادا کیا۔ جب غیبی ہرن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حاضر ہوا تو اس کی التجا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نگاہ فرمائی جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور واصل بحق ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت وہاں ایک اور درویش [1] بھی موجود تھا، اس نے عرض کی کہ میں ایک عرصہ سے خدمت میں موجود ہوں مگر مجھ پر ایسی توجہ نہ کی گئی۔ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر توجہ فرمائی تو وہ بھی جانبر نہ ہو سکا اور واصل بحق ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کے مزارات ساتھ ساتھ بنا دیئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت کی وجہ سے وہ جگہ ''آھُو باھُوؒ'' کے نام سے مشہور ہوگئی اور بہت مشہور زیارت گاہ بن گئی۔ [2] اس فقیر نے کئی بار اس جگہ کی زیارت کی ہے اور حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی چلہ گاہ کی بھی زیارت کی ہے کیونکہ میرے مرشد پاک ہر سال گرمیوں میں وادی سون سکیسر (اوچھالی) تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس فقیر کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے براستہ موٹروے کلر کہار سے گزر کر اوچھالی جانا پڑتا تھا اس لئے ہر سال بارہ پندرہ بار اس جگہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔ 2001ء تک تو یہ جگہ ''آھُو باھُوؒ'' کے نام سے ہی مشہور تھی لیکن 2002ء میں جب میرا گزر وہاں سے ہوا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کا نام تبدیل ہو چکا ہے اور ''آھُو باھُوؒ'' کو ''ہو بہو'' میں بدل دیا گیا ہے اور کسی نے ان مزارات کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیّد عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں شیخ سیّد محمد یعقوب شہید اور شیخ سیّد محمد اسحاق شہید کے نام سے موسوم کر کے اپنے حلقہ میں لے لیا ہے اور تاریخ کا رخ ہی بدل دیا ہے۔

✖ اس جگہ سے منسوب حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کرامت اور مشہور ہے کہ اس جگہ میٹھا پانی نہیں تھا اس لئے کلر کہار کے رہنے والوں کو بہت دور دراز سے پینے کیلئے میٹھا پانی لانا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ کچھ عورتیں پانی بھر کر لا رہی تھیں کہ اللہ کے ایک ولی (حضرت شیخ فریدالدین گنج

---

[1] میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد اور والد حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرمائی ہے کہ اس درویش کا نام فقیر غلام محمد تھا جو نور پور سیٹھی ضلع چکوال کا رہائشی تھا۔

[2] اس فقیر نے بیعت سے قبل بھی مارچ 1994ء میں ایک سفرِ زیارت کے دوران ان مزارات کی زیارت کی تھی۔ اس وقت موٹروے کی تعمیر کے لیے ابھی کھدائی ہو رہی تھی اور یہ مزارات ''آھو باھُوؒ'' ہی کے نام سے معروف تھے۔ نور محمد کلاچوی کے فرزند عبد الحمید ''حیاتِ سروری'' میں تحریر کرتے ہیں کہ اُن کے والد نور محمد کلاچوی رمضان کے مہینہ میں اکثر سون سکیسر کی پہاڑیوں پر بھی جاتے رہے اور وہاں آھو باھُوؒ کی یادگار قبر پر بھی جایا کرتے تھے۔ خود نور محمد کلاچوی نے بھی 'مخزن الاسرار' میں مزاراتِ آھو باھُوؒ کا ذکر کیا ہے۔

شکر[1] رحمۃ اللہ علیہ) کا قریب سے گزر ہوا اور انہوں نے ان سے پینے کیلئے پانی مانگا تو عورتوں نے جواب دیا کہ بابا جی پانی تو کڑوا ہے تو اس اللہ کے بندے نے فرمایا ''اچھا کڑوا ہے تو کڑوا ہی سہی!'' ان عورتوں نے گھر جا کر جب گھڑوں کا پانی پیا تو وہ کڑوا نکلا۔ لوگ اس چشمے پر گئے جہاں سے پانی بھر کر لاتے تھے، وہ بھی کڑوا ہو چکا تھا۔ تمام کلر کہار کے لوگ ان بزرگ کی تلاش میں نکلے اور ان کے پاس جا کر عرض کی کہ عورتوں سے غلطی ہو گئی وہ آپ کو پہچان نہ سکیں اس لئے معاف فرما دیں اور پانی کو پھر سے میٹھا کر دیں کہ یہ چھوٹا سا چشمہ ہی ہمارا پانی کا واحد ذریعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ پانی تو کڑوا ہو چکا اب ہم اسے میٹھا نہیں کر سکتے لیکن ایک وقت یہاں سے عارفین کا سلطان گزرے گا اس سے عرض کرنا، کڑوی چیزوں کو میٹھا اور ناکارہ کو کارآمد بنانا اسی کی صفت ہے۔

جب حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ ہرن کو دفن کر چکے تو آبادی کے لوگوں کو پتہ چلا کہ ایک مردِ حق یہاں پر ایک ماہ سے موجود ہے اور ویران پہاڑی پر مصروفِ عبادت ہے۔ وہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پانی کے مسئلہ کے متعلق عرض کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ گاہ میں بیٹھے بیٹھے ایک پتھر اُٹھا کر پہاڑی کے دامن میں زور سے دے مارا تو وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''یہ چشمہ قیامت تک جاری رہے گا۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کردہ یہی چشمہ کلر کہار کے لوگوں کیلئے زندگی کا سبب ہے اور پانی کی تمام ضروریات یہی اکیلا چشمہ پوری کرتا ہے۔ اس پانی کی وجہ سے ایک قدرتی جھیل کلر کہار میں بن چکی ہے اور اب تو یہ جگہ بہت بڑی تفریح گاہ بن گئی ہے۔

---

[1] بمطابق مرآتِ سلطانی (باھو نامہ کامل)

منتقلی امانتِ الٰہیہ اور سلسلہ سروری قادری

امانتِ الٰہیہ

امانتِ الٰہیہ کے بارے میں قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

◆ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۙ (سورۃ الاحزاب۔72)

ترجمہ: ہم نے بارِ امانت (امانتِ الٰہیہ) کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔

فقرا کاملین کے نزدیک اس امانت سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی وراثت اسمِ اللہ ذات یعنی امانتِ فقر (امانتِ الٰہیہ) ہے۔

جس انسان میں امانتِ الٰہیہ یا امانتِ فقر منتقل ہونا ہوتی ہے وہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ (ترجمہ: جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے) کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔

جب طالب یا سالک فقر کی انتہا بقاباللہ پر پہنچ جاتا ہے تو جملہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہو کر ''انسانِ کامل'' کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور وہی امانتِ الٰہیہ کا حامل ہوتا ہے۔ اس کائنات کے کامل ترین انسان خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے مظہرِ اُتم ہیں۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

❖ انسانِ کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور دیگر تمام (فقرا کاملین) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے مراتب بمراتب اس مقام تک پہنچے۔ (عین الفقر)

انسانِ کامل ہی امانتِ الٰہیہ کا حامل اور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کا فرمان ہے:

❖ جمعیت جو کہ لطفِ رحمٰن ہے انسانِ کامل کو نصیب ہوتی ہے۔ کامل انسان صرف انبیا اور فقرا ہیں۔ (فضل اللقا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِہٖ خَبِیۡرًا ﴿۵۹﴾ (سورۃ الفرقان۔59)

ترجمہ: وہ رحمٰن ہے سو پوچھ اس کے بارے میں اُس سے جو اس کی خبر رکھتا ہے۔

انسانِ کامل اللہ تعالیٰ کا مظہر اور مکمل آئینہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوارِ ذات وصفات واسماو افعال کا اپنے اندر انعکاس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات سے متصف اور اس کے جملہ اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے۔

فقر کی اسی منزل پر جب حضرت سخی سلطان باھُوؒ پہنچے تو آپ نے فرمایا:

- فقر کی منزل پر بارگاہِ کبریا (حق تعالیٰ) سے حکم ہوا ''تو ہمارا عاشق ہے''۔ اس فقیر نے عرض کی ''عاجز کو حضرتِ کبریا کے عشق کی توفیق نہیں ہے۔'' پھر فرمایا ''تو ہمارا معشوق ہے۔'' یہ عاجز پھر خاموش ہو گیا تو حضرتِ کبریا کے انوارِ تجلّی کے فیض نے بندے کو ذرے کی طرح استغراق کے سمندر میں مستغرق کر دیا اور فرمایا ''تو ہماری ذات کی عین ہے اور ہم تمہاری عین ہیں، حقیقت میں تو ہماری حقیقت ہے اور معرفت میں تو ہمارا یار ہے اور 'ھُو' میں یاھُو کا راز ہے۔'' (رسالہ روحی شریف)

یہاں ھُو سے مراد ذاتِ حق تعالیٰ ہے اور یاھُو سے مراد 'حقیقتِ محمدیہ'' ہے اور ''راز'' سے مراد تکمیلِ باطن، وصالِ الٰہی ہے یعنی مقامِ فنافی اللہ بقاباللہ ہے جہاں پر انسان کامل ہو کر حاملِ اماتِ الٰہیہ کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔

'عقلِ بیدار' میں انسانِ کامل کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- چونکہ اللہ تعالیٰ کے نورِ مبارک سے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے تمام مخلوق کا ظہور ہوا اس لئے انسان کی اصل نور ہے اور عمل کے مطابق جب نفس، قلب اور روح تینوں نور بن جاتے ہیں اس کو انسانِ کامل کہتے ہیں۔ (عقلِ بیدار)

آپؒ اپنی کتاب نور الہدیٰ کلاں میں فرماتے ہیں:

- پس انسانِ کامل کا وجود ایک طلسمات اور اسم و مسمّٰی کا گنج معمّہ ہوتا ہے۔

یہاں آپؒ نے انسانِ کامل کے وجود کو طلسمات فرمایا ہے۔ انسانِ کامل 'اسم (اللہ)' اور 'مسمّٰی (ذاتِ الٰہی)' کو پا لینے کا راز جانتا ہے۔ یہ ایک خزانہ (گنج) ہے اور جس طرح کسی خزانہ تک معمہ کو حل کر کے پہنچا جا سکتا ہے اسی طرح انسانِ کامل کو جاننا بھی ایک معمہ ہے۔ جو اس معمہ کو حل کر لیتا ہے وہی انسانِ کامل کی حقیقت تک پہنچتا ہے۔

شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ انسانِ کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

- چونکہ اسم اللہ ذات جامع جمیع صفات و منبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصل تجلیات و ربّ الارباب کہلاتا ہے اور اسکا مظہر جو عین ثانیہ ہوگا وہ عبداللہ عین الاعیان ہوگا۔ ہر زمانے میں ایک شخص قدمِ محمد ﷺ پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے، اس کو قطب الاقطاب یا غوث کہتے ہیں جو عبداللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ تحتِ امر و قربِ فرائض میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اس کے توسط سے کرتا ہے۔[1]

---

[1] فصوص الحکم، صفحہ نمبر 232 ترجمہ: مولانا عبدالقدیر صدیقی ناشر نذیر سنز لاہور

جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (سورۃ یٰسین۔12)

ترجمہ: اور ہر چیز کو جمع کر رکھا ہے ہم نے امامِ مبین میں۔

اس آیت میں امامِ مبین سے مراد ''انسانِ کامل'' ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر امر، حکم اور اپنی پیدا کردہ کل کائنات کو ایک لوحِ محفوظ جو کہ انسانِ کامل کا دل ہے، میں محفوظ کر رکھا ہے۔ انسانِ کامل کا دل وہ جگہ ہے جہاں انوارِ ذات نازل ہوتے ہیں اور اس کی وسعت کا بیان و اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

♣ لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب   گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

(بالِ جبریل)

حضرت شیخ موید الدین جندی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:

☸ اسمِ اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سو پھیل گئی ہے وہ حقیقتاً و معناً عالمِ حقائق اور معنی سے ہے اور سورۃً و لفظاً عالمِ صورت و الفاظ سے ہے۔ جمیع حقائق کمالیہ سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسانِ کامل ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب اور اماناتِ الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسمِ اعظم کی صورت ولیٔ کامل (انسانِ کامل) کی ظاہری صورت کا نام ہے۔ (صفحہ 41، جلد اوّل) [1]

حضرت سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف 'انسانِ کامل' میں فرماتے ہیں:

☸ وجودِ تعینات میں جس کمال پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متعین ہوئے ہیں کوئی شخص متعین نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق، احوال، افعال اور اقوال اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کمالات میں منفرد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانِ کامل ہیں اور باقی انبیا و اولیا اکمل صلوٰۃ اللہ علیہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسے ملحق ہیں جیسے کامل اکمل سے ملحق ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہیں جو فاضل کو افضل سے ہوتی ہے لیکن مطلق اکمل انسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مبارک ہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالاتفاق انسانِ کامل ہیں۔ (صفحہ 379)

☸ انسانِ کامل وہ ہے جو بمقتضائے حکمِ ذاتی بطور ملک و اصالت اسمائے ذاتی و صفاتِ الٰہی کا مستحق ہو۔ حق کیلئے اس (انسانِ کامل) کی مثال آئینے کی سی ہے کہ سوائے آئینہ کے کوئی شخص اپنی صورت نہیں دیکھ سکتا اور نہ انسان کیلئے ممکن ہے کہ سوائے اسمِ اللہ کے آئینہ کے، کہ وہ اس کا آئینہ ہے، اپنے نفس کی صورت دیکھ سکے اور انسانِ کامل بھی حق کا آئینہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ سوائے انسانِ کامل کے اپنے اسما و صفات کو کسی اور چیز میں نہ دیکھے۔ (صفحہ 391)

☸ حقیقتِ محمدیہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کے اکمل کی صورت میں اس زمانہ کی شان کے مطابق ظاہر ہوتی ہے۔ یہ انسانِ کامل اپنے زمانہ میں

---

[1] تفسیر روح البیان، ترجمہ مولانا محمد فیض احمد اویسی ناشر مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ ہوتا ہے۔

انسانِ کامل وہ قطب ہے جس پر اوّل سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی ابتدا ہوئی، اس وقت سے لے کر ابدالآباد تک ایک ہی ہے۔ پھر اس کے لیے رنگارنگ لباس ہیں اور باعتبارِ لباس اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ اس کی کنیت ابوالقاسم اور اس کا وصف عبداللہ اور اس کا لقب شمس الدین ہے۔ پھر باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانہ کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔ (صفحہ388)[1]

اس حقیقت کو مزید وضاحت سے شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ 'فصوص الحکم' میں بیان کرتے ہیں:

ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل سے لے کر ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی جلوہ نما ہوتے ہیں۔[2]

پس ازل سے ابد تک انسانِ کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحبِ لولاک سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام رسولوں، نبیوں، خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختمِ نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال، اولیا اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔[3]

حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انسانِ کامل تمام موجودات کا خلاصہ ہے۔ باعتبار اپنی عقل اور روح کے اُمّ الکِتاب ہے، باعتبار قلب کے لوحِ محفوظ ہے، باعتبار اپنے نفس کے محو و اثبات کی کتاب ہے۔ انسانِ کامل ہی صحفِ مکرمہ اور یہی وہ کتابِ مطہر ہے جس سے کوئی چیز نہیں چھوٹی (یعنی ہر چیز اس میں موجود ہے)۔ اس کے اسرار و معانی کو سوائے ان لوگوں کے جو حجاباتِ ظلماتی سے پاک ہوں، کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔[4]

مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس طرح خزانے ویرانوں میں ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی ''امانت'' (امانتِ الٰہیہ) بھی ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔ (مثنوی مولانا روم۔ دفتر سوم)

ہر دور میں ایک ایسا انسان موجود ہوتا ہے جو امانتِ الٰہیہ کا حامل یا امانتِ فقر کا وارث ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خزانہ فقر کے مالک اور مختارِ کل ہیں اس لئے انہی سے یہ امانت اور خزانہ فقر منتقل ہوتا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِذن کے بغیر کسی انسان کو امانتِ الٰہیہ منتقل نہیں ہوسکتی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خزانہ فقر خاتونِ جنت حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو منتقل ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا اُمتِ محمدیہ میں فقر کی پہلی سلطان (سلطان الفقر اوّل) ہیں۔ یہی خزانہ فقر بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منتقل ہوا جن سے تمام سلاسل کا آغاز ہوا اور فقر اُمت کو منتقل ہوا اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

1۔ ترجمہ فضل میراں، ناشر نفیس اکیڈمی کراچی 2، 3۔ شرح فصوص الحکم والایقان 4۔ سرِّ دلبراں، ناشر الفیصل تاجران کتب لاہور

میں خزانہ فقر حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو منتقل ہوا۔ پھر یہ منتقل در منتقل ہوتا ہوا شہسوارِ فقر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچا، پھر خزانہ فقر حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچا۔ اب جب بھی امانتِ الٰہیہ منتقل ہوتی ہے تو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس منتخب انسان کو تربیت کے لیے سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کرتے ہیں اور پھر وہاں سے اُسے امانتِ الٰہیہ یا خزانہ فقر کیلئے حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ قیامت تک یہ خزانہ، خزانہ فقر کے مختارِ کل صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت اور مہر سے اسی در سے منتقل ہوگا۔

امانتِ الٰہیہ کا حامل جسے صاحبِ مسمّٰی مرشد کہا جاتا ہے، ہی مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ ہوتا ہے۔ اگر طالب کو ایسا مرشد مل جائے تو فقر کی انتہا پر پہنچنا کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ اس کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پہلے دِن ہی طالب کو سلطان الاذکار اسمِ اعظم "ھُو" عطا کر دیتا ہے اور اسمِ اللہ ذات تصور کے لیے عطا فرماتا ہے۔ اگر ایسا مرشد مل جائے تو فوراً دامن پکڑ لینا چاہیے لیکن اس کو تلاش کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ غیر معروف ہوتا ہے۔

سینہ بہ سینہ امانتِ الٰہیہ کی منتقلی کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا لیکن اس مرشد تک صرف وہی طالب پہنچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پہچان، دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کی طلب لے کر گھر سے نکلتے ہیں۔

یہی انسانِ کامل صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ، حاملِ امانتِ الٰہیہ، خزانہ فقر کا مالک اور نائبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوتا ہے۔ اس کی تلاش اور غلامی فقرا نے فرض قرار دی ہے اس لیے طالبِ مولیٰ پر اس کی تلاش فرض ہے۔

منتقلی امانتِ الٰہیہ اور سلسلہ سروری قادری

منتقلی امانتِ الٰہیہ یا منتقلی امانتِ فقر سے مراد مرشد کامل اکمل کا اپنے خاص الخاص طالب جسے مجلسِ محمدیؐ سے امانتِ فقر کے لیے منتخب کیا گیا ہو، کو اپنا تمام روحانی ورثہ منتقل کرنا ہے۔ یہ طالب مرشد کا محرمِ راز یا دِل کا محرم ہوتا ہے اور اس کے بعد سلسلہ کا سربراہ اور امام ہوتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ منتقلی امانتِ الٰہیہ، امانتِ فقر یا محرم راز، دِل کا محرم کے بارے میں فرماتے ہیں:

دل دا محرم کوئی نہ ملیا، جو ملیا سو غرضی ھُو

ترجمہ: مجھے کوئی ایسا طالبِ مولیٰ زندگی میں نہیں ملا جو میرے پاس صرف طلبِ مولیٰ لے کر آیا ہو۔ میرے پاس تو جو بھی آیا وہ کسی نہ کسی نفسانی، دنیاوی اور ذاتی خواہش اور غرض کی تکمیل کے لیے آیا۔

عین الفقر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ یہ فقیر باھُو کہتا ہے کہ میں تیس سال مرشد کی تلاش میں رہا اور اب سالہا سال سے طالبِ مولیٰ کی تلاش میں ہوں لیکن مجھے کوئی طالبِ مولیٰ نہیں ملا۔

1۔ کس نہ پرسد ز من خدا پرسی　　تا رسانم بعرش و با کرسی

2۔ ہیچ پردہ نماند راہِ خدا   گشتہ یکتا شوی ز غیر خدا

ترجمہ: (1) کسی نے مجھ سے قربِ خدا کی طلب نہیں کی ورنہ میں اسے عرش اور کرسی تک پہنچا دیتا۔ (2) پھر اس کے اور اللہ کی راہ کے درمیان کوئی پردہ نہ رہتا اور وہ غیر اللہ سے جدا ہو کر اللہ کے ساتھ یکتا ہو جاتا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ امیر الکونین میں فرماتے ہیں:

- کس نیابم طالبے حق حق طلب   میرسانم باحضوری راز ربّ

ترجمہ: میں کوئی بھی طالبِ حق نہیں پا سکا جو (مجھ سے) حق طلب کرے اور میں اسے رازِ ربّ عطا کرتے ہوئے حضورِ حق میں پہنچا دوں۔

- باھُوؒ کس نیامد طالبے لائق طلب   حاضر کنم بامصطفیٰؐ توحید ربّ

ترجمہ: اے باھُوؒ! میرے پاس کوئی بھی اللہ کی طلب لے کر نہیں آتا جسے میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری عطا کر کے وحدتِ حق تک لے جاؤں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نور الہدیٰ کلاں میں فرماتے ہیں:

1۔ ہم طالبم مطلوب ہم مرشد تمام   ہر یکی را واقفم و از ہر مقام

2۔ در طلب طالب بطلبم سالہا   کس نیابم طالبی لائق لقا

ترجمہ: (1) میں طالب بھی ہوں مطلوب بھی اور ہر مرتبے و مقام سے واقف کامل مرشد ہوں۔ (2) میں سالہا سال سے ایسے طالب کی تلاش میں ہوں جو لقائے الٰہی کے لائق ہو مگر افسوس مجھے ایسا طالب نہ مل سکا۔

- میں سالہا سال سے طالبانِ مولیٰ کا متلاشی ہوں لیکن مجھے ایسا وسیع حوصلے والا لائقِ تلقین اور صاحبِ یقین طالبِ صادق نہیں ملا جسے معرفت و توحیدِ الٰہی کے ظاہری و باطنی خزانوں کی نعمت و دولت کا نصابِ بے حساب عطا کر کے تبرکاتِ الٰہی کی زکوٰۃ کی ادائیگی کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کے حق سے اپنی گردن چھڑا لوں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اقبال! کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں   معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا (بانگِ درا)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی زندگی میں کوئی ایسا طالب نہ ملا جس کو امانتِ الٰہیہ منتقل کی جا سکتی اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ امانتِ الٰہیہ اور سلسلہ منتقل کیے بغیر ہی وصال فرما گئے۔

اس امانت اور سلسلہ کو بعد از وصال آپ رحمتہ اللہ علیہ نے طالبِ حق سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو منتقل کیا جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے چوراسی سال بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے ایک سو انتالیس سال بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر آ کر امانتِ الٰہیہ اور سلسلہ فقر حاصل کیا۔ یوں سلسلہ سروری قادری جہاں پر رکا تھا وہیں سے شروع ہوگیا۔ (ان کا مکمل تذکرہ باب دوم میں ہے)

خلافت

راہِ فقر میں خلافت سے مراد مرشد کامل نور الہدیٰ (انسانِ کامل) کا مختلف سالکین کی تربیت فرما کر اور انہیں اپنی کسی ایک صفت یا چند صفات سے متصف فرما کر خلقِ خدا کو تلقین کے لیے مختلف جگہوں یا علاقوں میں متعین کرنا ہے۔ ان کو خلیفہ، جس کی جمع خلفا ہے، کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہم فقر کی اصطلاح میں اس کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ امانتِ فقر جس طالب کو منتقل ہوتی ہے وہ ذاتِ شیخ میں کامل فنا ہوتا ہے یعنی اپنے شیخ کی ذات مع مکمل صفات کا مظہر ہوتا ہے اور اس کے لباس میں شیخ ہی ملتبس ہوتا ہے۔ اصطلاحِ تصوف میں اِسے خلیفہ اکبر کہتے ہیں اور یہ ایک ہی ہوتا ہے جبکہ خلیفہ اپنے شیخ کی کسی ایک صفت میں فنا ہوتا ہے اور اپنے شیخ کی کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ اصطلاحِ تصوف میں اِسے خلیفہ اصغر یا خلفا اصغر کہا جاتا ہے، اِن کی تعداد معین نہیں ہے۔ اصل ہدایت کا منبع تو امانتِ الٰہیہ کا حامل ''انسانِ کامل'' ہی ہوتا ہے۔ خلفا اس کے نمائندوں کے طور پر کام کرتے ہیں اور مخلوقِ خدا کی راہبری کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ خلافت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ سالک فنافی اللہ یا بقاباللہ ہی کے مقام پر فائز ہو بلکہ ضرورت کے مطابق اس کی تربیت کر کے اسے اس کی ڈیوٹی پر متعین کر دیا جاتا ہے۔ انسانِ کامل اور اس کے خلفا کو ہم ایک مثال کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک بجلی گھر پورے شہر کو بجلی سپلائی کرتا ہے لیکن شہر کے ہر علاقے کا ایک ٹرانسفارمر ہوتا ہے، اصل کرنٹ اور بجلی تو بجلی گھر سے آرہی ہوتی ہے لیکن ٹرانسفارمر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اسے اپنے اپنے علاقوں میں سپلائی کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اصل باطنی قوت تو مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کی ہوتی ہے جو خلفا کے قلوب سے منعکس ہو کر سالکین تک پہنچتی ہے۔ خلافت میں کسی غلطی پر باطنی قوت سلب کر لی جاتی ہے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کے قلب سے جو نور خلیفہ کے قلب میں آرہا ہوتا ہے وہ بند ہو جاتا ہے یا اسے کسی غلطی کی وجہ سے رجعت ہو جاتی ہے لیکن انسانِ کامل چونکہ خلافتِ الٰہیہ کا حامل اور محبوبیت کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اس لیے اس کی قوت سلب نہیں ہوتی یا اسے رجعت نہیں ہوتی۔ سلسلہ سروری قادری میں خلافت بہت کم عطا کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں مرشد کامل اکمل چونکہ انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز اور امانتِ الٰہیہ یعنی تصورِ اسم اللہ ذات کا حامل ہوتا ہے اس لیے طالب کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے اس کی محفل میں رہ کر اسم اللہ ذات کا تصور کرنا ضروری ہے کیونکہ خلفا سے وہ چیز عطا نہیں ہو سکتی جو اسے یہاں سے بلاواسطہ عطا ہو جائے گی۔ البتہ مرشد کامل نور الہدیٰ کے ظاہری وصال کے بعد خلفا کی باطنی قوت کئی گنا تک بڑھ جاتی ہے کیونکہ عام طور پر انسانِ کامل ایک ہی جگہ دو بار ظاہر نہیں ہوتا اور پھر سالکین کو اس کی پہچان نئی جگہ پر کافی دیر کے بعد ہوتی ہے۔

اسی طرح سجادہ نشینی یا گدی نشینی کی اصطلاح آج کل عام ہوگئی ہے اور عام طور پر لوگ اسی کو اہلِ مزار کا روحانی اور باطنی جانشین یا نائب سمجھتے ہیں جو گدی پر بیٹھا ہو۔ انگریزوں کے دور سے قبل تک تو یہ بات بالکل درست تھی کہ سجادہ نشین یا گدی نشین عام طور پر اہلِ مزار کا روحانی اور باطنی نائب یا جانشین ہی ہوا کرتا تھا لیکن انگریزوں نے مسلمانوں کے اس عظیم خانقاہی نظام کو تباہ کرنے کے لیے اس کو وراثت میں شامل کردیا۔ اب قانونِ وراثت کے تحت دوسری جائیداد کی طرح بطور وراثت ظاہری اولاد کو گدی یا سجادہ نشینی ملتی ہے خواہ وہ اس کے اہل ہوں یا نہ ہوں۔ اگر اہلِ مزار اپنے وصال سے قبل اپنے دل کے محرم یا روحانی و باطنی جانشین کو گدی نشین مقرر کردے تو عدالت کے ذریعہ چند ماہ کے اندر اندر اسے بے دخل کردیا جائے گا اور گدی یا سجادہ نشینی اولاد کو بطور وراثت منتقل ہوجائے گی۔ عدالتوں کے اندر گدی یا سجادہ نشینی کی جنگ اکثر لوگوں نے دیکھی ہوگی یا اخبارات میں پڑھی ہوگی بلکہ اب تو اس کے حصول کے لیے قتل و غارت گری تک نوبت آگئی ہے کیونکہ گدی کے ساتھ جائیداد اور مزار کی آمدن منسلک ہوتی ہے اور اب تو گدی کی وجہ سے سیاست میں بھی اعلیٰ مقام حاصل ہوجاتا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے چند مشہور خلفا

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک سے لاکھوں لوگوں نے فیض پایا اور صاحبِ حال ہوئے لیکن ہم اِس ضمن میں صرف اُن خلفا کا ذکر کریں گے جنہوں نے براہِ راست آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی۔

حضرت سلطان نورنگ کھیتران رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سیاحت کی غرض سے پنجاب میں دامانِ کوہ مغربی جبلِ اسود تشریف لے گئے جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چھوٹے سے بچے کو گائے چراتے ہوئے دیکھا۔ اس بچہ کے فیضِ ازلی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کو جنبش دی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی نگاہ سے اسے مجذوب الی اللہ کردیا۔ نور نے بچے کے جسمِ مطہرہ کو منور کردیا اور پھر وہ بچہ پروانہ وار حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے گرد فدا ہونے لگا۔ اس بچہ کا نام سلطان نورنگ کھیتران رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک اپنے مرشد حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے، اس کے بعد شرفِ خلافت سے مشرف ہوکر رخصت ہوئے۔ ان کا مزار مبارک جبلِ اسود کے دامن میں ڈیرہ غازی خان کے نزدیک قصبہ ''وھوآ'' میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے اور آپ کے دربار کو ''سلطان صاحب کا دربار'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حضرت سلطان نورنگ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کے فیض کو عام کرنے کیلئے ہزاروں لوگوں کو تلقین و ارشاد سے مشرف فرمایا اور آج بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے فیضِ روحانی جاری ہے۔

حضرت لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ایک بار سفر کے دوران فیضِ روحانی کو عام کرتے ہوئے علاقہ سنگھڑ کے قصبہ جنگ میں تشریف لے گئے اور ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ اتفاقاً ایک بچہ جس کا نام لعل شاہ تھا اور عمر سات آٹھ سال تھی مسجد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں کے سامنے سے

گزرا۔اس بچے پر آپؒ کی توجہ مبارک کا ایسا اثر ہوا کہ اس میں جذبۂ عشقِ الٰہی پیدا ہو گیا اور وہ ساری رات آپؒ کی خدمت میں بیٹھا رہا، نہ گھر گیا اور نہ آپؒ سے جدا ہوا۔ اس بچے کے وارث جب تلاش کرتے ہوئے صبح مسجد آئے تو اُسے حضرت سلطان باھوؒ کی خدمت میں پایا۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ بچے کو گھر لے جائیں مگر وہ بچہ کسی طرح بھی گھر جانے پر راضی نہ ہوا۔ لوگوں نے جا کر لعل شاہؒ کے والد بڈھن شاہ کو آگاہ کیا تو بڈھن شاہ اپنے مریدوں اور دیگر معزز دوستوں کے ہمراہ حضرت سلطان باھُوؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی ''حضرت اس بچے کو اجازت دیں کہ یہ اپنے گھر چلا جائے اس کی ماں بہت پریشان ہے۔'' حضرت سلطان باھوؒ نے بڈھن شاہ سے فرمایا کہ یہ بچہ تمہاری ملکیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا فیض اور نصیبہ میرے سپرد فرمایا ہے لہٰذا اس بچے کی روحانی تربیت اب میری ذمہ داری ہے۔ یہ سن کر بڈھن شاہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا ''یا حضرت! لعل شاہ اب آپ ہی کے سپرد ہے۔'' بڈھن شاہ امیر کبیر پیروں کے خاندان سے تھا، اس نے دوسری شادی کی ہوئی تھی اور لعل شاہ اور پہلی بیوی (لعل شاہ صاحب کی والدہ) کو لاوارثوں کی طرح رکھا ہوا تھا اور ان ماں بیٹے کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ جب لعل شاہؒ کی والدہ کو معلوم ہوا تو اس پاک باز عورت نے حضرت سلطان باھوؒ کی بارگاہ میں پیغام بھیجا کہ میرا صرف ایک ہی بیٹا لعل شاہ ہے اور اسی کی امید پر جی رہی ہوں۔ آپ اجازت فرمائیں تو باپردہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں اور اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ کی بارگاہ میں ہی رہوں۔ بڈھن شاہ نے بھی اپنی پہلی بیوی کو پردہ میں حضرت سلطان باھوؒ کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت دیدی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ باپردہ خاتون گھر میں ہی بیٹھی رہے اور بے پردہ ہو کر باہر نہ آئے۔ اس عورت نے جب یہ سنا تو زاروقطار رونے لگی اور عرض کرنے لگی کہ یا حضرت مجھے کیوں فیض اور نعمتِ ازلی سے محروم رکھتے ہیں اور آپ جیسے سخی اور فیاض کے فیض سے میں کیوں محروم رہوں۔ یہ سن کر حضرت سلطان باھوؒ نے وہیں بیٹھے بیٹھے توجہ کی اور اسے گھر بیٹھے ہی نواز دیا۔ یہ مائی صاحبہ اتنی صاحبِ حال ہو گئیں کہ کسی دنیاوی کام میں مشغول نہ ہوتی تھیں، اگر کبھی روٹی پکانی پڑ جاتی تو توے پر روٹی ڈال کر سکر و مستی میں چلی جاتیں اور روٹی توے پر ہی جل جاتی۔

حضرت سلطان باھوؒ لعل شاہؒ کو اپنے ہمراہ لے گئے اور اسی وقت اپنے خادم، جو آپؒ کے ساتھ رہتا تھا، سے فرمایا کہ میرا وضو کا لوٹا، جائے نماز اور مسواک لعل شاہ کے حوالے کر دو۔ لعل شاہؒ اس کے بعد تیس سال تک حضرت سلطان باھوؒ کے ہمراہ رہے اور اس ساری مدت میں ان کی کُل متاع ایک سیاہ کمبل تھا جو آدھا نیچے بچھا لیتے اور آدھا اوڑھ لیتے۔ جب تیس سال کے بعد حضرت سلطان باھوؒ نے خلافت عطا کر کے رخصت فرمایا اور گھر تشریف لے گئے تو بدستور اسی سیاہ کمبل کا لباس زیبِ تن فرمائے رکھا صرف سوتی کپڑے کی ایک پگڑی کا اضافہ فرما لیا۔ اپنے وطن سنگھڑ میں قیام فرما کر تلقین و ارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا۔ آپؒ نے یہیں وصال فرمایا اور یہیں پر آپؒ کا مزار ہے۔

حضرت سلطان طیبؒ

حضرت سخی سلطان باھوؒ ایک بار بھکر تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت شعلیؒ کے فرزند حضرت شیر شاہؒ کے ایک مرید اور خلیفہ حضرت

سلطان طیبؒ رہائش پذیر تھے، ان کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ سلطان طیب کو جب آپؒ کی تشریف آوری کا پتہ چلا تو خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے۔ اس وقت حضرت سلطان باھوؒ کے پاس دو سیب پڑے تھے۔ حضرت سلطان باھوؒ نے دونوں سیب سلطان طیب کو دے دیئے اور ارشاد فرمایا ''اپنی بیوی کو کھانے کیلئے دے دو۔ انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ تمہیں دو فرزند عطا فرمائے گا، ان میں سے ایک تو تمہارے کام کا ہوگا اور ایک ہمارے کام کا۔'' پس اللہ تعالیٰ نے سلطان طیبؒ کو دو فرزند عطا کیے۔ ایک کا نام انہوں نے سلطان عبد اور دوسرے کا سلطان سوہارا رکھا۔ سلطان عبد پیدائشی مجذوب تھے۔ جب حضرت سلطان طیبؒ کے پیر و مرشد حضرت شیر شاہؒ کو معلوم ہوا کہ اُن کے خلیفہ نے حضرت سلطان باھوؒ کی خدمت میں پیش ہو کر اپنی حاجات عرض کی ہیں تو انہیں اپنے مرید پر سخت رنج اور غصہ آیا اور اپنے خلیفہ کا سارا فیض اور باطنی نعمت سلب کر لی اور سلطان طیب گونگے لنگڑے ہو کر گھر میں پڑ رہے۔ جب حضرت سلطان باھوؒ کو باطنی طور پر سلطان طیبؒ کا حال معلوم ہوا تو آپؒ حضرت شیر شاہؒ پر بہت ناراض ہوئے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اس پر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت شیر شاہؒ اپنے مرید سلطان طیب کو پہلے سے ساٹھ گنا زیادہ فیض اور نعمت عطا فرمائیں۔

حضرت سلطان حمیدؒ

سلطان حمیدؒ حضرت سخی سلطان باھوؒ کے اہم خلفا میں شمار ہوتے ہیں۔ عشقِ مرشد میں آپؒ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپؒ کے حالاتِ زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ ''مناقبِ سلطانی'' سے صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ سلطان حمیدؒ حضرت سلطان باھوؒ کے ہمراہ بھکر تشریف لے گئے اور بھکر کے نواح میں سیر کیلئے نکلے۔ سلطان باھوؒ میدان چول میں ایک ویران ٹیلے پر پہنچے، ابھی آپؒ نے بیٹھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ''حمید! اس ٹیلے سے جلدی نیچے اُترو یہ کسی ظالم کا مکان ہے۔''

بعد ازاں آپؒ ایک اور جگہ ریت کے میدان میں سوئے اور اپنا سر سلطان حمیدؒ کے زانو پر رکھا اور ایک گھڑی آرام کیا جس سے آپؒ کا بدن خاک آلود ہو گیا۔ آپؒ کی یہ حالت دیکھ کر سلطان حمیدؒ کا دل بہت رنجیدہ ہوا اور سوچنے لگے کہ کاش میرے پاس دنیا کی دولت ہوتی تو آج میں بھی اپنے مرشد اور ہادی کا بستر ریشم اور مخمل کا بنواتا۔ میری غربت کی وجہ سے میرے مرشد کا جسم خاک آلود ہوا ہے۔ اتنے میں حضرت سلطان باھوؒ نے اپنا سر ان کے زانو سے اٹھایا اور فرمایا ''حمید! تو نے کیا خیال کیا؟''

انہوں نے عرض کر دیا۔ فرمایا! ''آنکھیں بند کرو۔'' سلطان حمیدؒ نے آنکھیں بند کیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک باغ ہے جس میں ایک خوبصورت مجلس آراستہ ہے اور اس میں ایک خوبصورت عورت جڑاؤ زیور اور ریشمی کپڑے پہنے سلطان حمیدؒ سے رغبت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ سے نکاح کر لو۔ سلطان حمیدؒ نے اسے اشارے اور نرم زبان سے اپنے سے دور رہنے کو کہا اور کہا کہ یہ ادب کا مقام ہے، میں اپنے ہادی اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اسی اثنا میں مراقبہ سے سر اٹھایا تو آپؒ نے ان سے پوچھا ''حمید تو نے کیا دیکھا؟'' انہوں نے جو

کچھ دیکھا تھا عرض کر دیا۔

حضرت سلطان باھوؒ نے فرمایا''تو جو دنیاوی مال کے نہ ہونے کی اپنے دل میں شکایت اور غم کر رہا تھا، یہی دنیا تھی کیوں اسے قبول نہ کیا؟ اگر اس کو قبول کر لیتے تو مال و دولت کبھی تمہارے گھر سے ختم نہ ہوتا۔'' سلطان حمیدؒ نے عرض کیا''حضور! میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کا نور چاہتا ہوں، میں مال و دولت نہیں چاہتا۔'' حضرت سلطان باھوؒ نے فرمایا''فقرِ محمدیؐ کا اثر تیرے خاندان سے نہیں جائے گا'' اور یہ بات سچ ثابت ہوئی۔ سلطان حمیدؒ کا مزار بھکر کے شمال کی طرف دامن چول پر میاں عثمان کے قبرستان میں ہے۔

حضرت سیّد موسیٰ شاہ جیلانیؒ

آپؒ کا اصل نام سیّد محمد موسیٰ شاہ ہے لیکن موسن شاہ کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیّد عبدالجبارؒ کے ذریعہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ تک پہنچتا ہے۔ آپؒ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے:

سیّد موسیٰ شاہؒ بن سیّد عابدؒ بن سیّد عبدالجلیلؒ بن سیّد کمال الدین شاہ بن سیّد مبارک شاہ بغدادی عادل پوری بن سیّد حسین دہلوی بن سیّد محمد مکی العربی بن سیّد یونس بن سیّد احمد بن سیّد جعفر بن سیّد عبدالقادر ثانی بن سیّد ابو نعمان بن سیّد حمید الدین بن سیّد عبدالجلیلؒ بن سیّد عبدالجبارؒ بن غوث الاعظم محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانیؓ۔

آپؒ گھوٹکی (سندھ) کے رہائشی تھے۔ آپؒ کے والد سیّد عابد آپ کی کم عمری میں ہی وفات پا چکے تھے۔ ایک درویش کمہار حضرت سخی سلطان باھوؒ سے ملاقات کی غرض سے پنجاب گیا تو آپؒ بھی اس کے ہمراہ سلطان باھوؒ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپؒ کو حضرت سخی سلطان باھوؒ نے حصولِ علم کی تلقین کی اور ان کی والدہ محترمہ کو نصیحت بھیجی کہ اس کمسن بچے کو پہلے ظاہری علوم کی تکمیل کرائیں اور پھر میرے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ آپؒ واپس تشریف لے گئے اور حصولِ علم کے بعد دوبارہ اسی درویش کے ہمراہ حضرت سلطان باھوؒ کی ملاقات اور زیارت کو آئے۔ اس وقت حضرت سلطان باھوؒ وصال فرما چکے تھے مگر آپؒ نے وصال سے ایک روز قبل اپنی انگشت مبارک سے اسمِ اللہ لکھا اور اپنے فرزندوں کے حوالے کیا اور وصیت فرمائی کہ جنوب کی طرف سے موسن شاہ آرہے ہیں اُن کو دے دیں۔ موسن شاہؒ نے جیسے ہی اس اسمِ اللہ ذات کو دیکھا کامل و مکمل ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو پانی میں حل کیا اور پی لیا۔ ایک اندازہ کے مطابق سیّد موسن شاہؒ نے سندھ میں تقریباً ایک لاکھ لوگوں کو فیض سے نوازا اور آپؒ کی تعلیمات اور فیض کی بدولت سندھ سے بہت سی بدعات کا خاتمہ ہوا۔ صوبہ سندھ میں روہڑی اور گھوٹکی کے درمیان لو صاحبان کو آپؒ نے مرکز بنایا اور 1148ھ (1735ء) میں یہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی۔ اب یہ علاقہ ''لو موسن شاہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا وصال 8 ذوالحجہ 1173ھ (21 جولائی 1760ء) بروز سوموار ہوا، آپؒ کا مزار آپؒ کی تعمیر کردہ مسجد کے قریب ہی مرجع خلائق ہے۔

سیّد احمد و سیّد محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہم

اِن دونوں بھائیوں کے مزارات خوشاب میں ''دربارِ شاہاں'' کے نام سے مشہور ہیں اور اِن کے بارے میں زیادہ تفصیلات دستیاب نہیں ہیں بس اتنا معلوم ہے کہ حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ایک روایت کے مطابق دونوں بھائی عالمگیر کے لشکر میں تھے۔ عالمگیر اور دارا شکوہ کے درمیان جب خوشاب میں جنگ ہوئی اور جنگ کے دوران دارا شکوہ کا پلہ بھاری نظر آنے لگا تو اُس موقعہ پر عالمگیر نے دونوں بھائیوں سے دعا کی التجا کی۔ دونوں بھائیوں کی دعا سے عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی مگر اس واقعہ کے بعد دونوں بھائی لشکر میں نہ رہ سکے۔ انہوں نے خوشاب میں ہی رہائش اختیار کر لی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

خلیفہ مُلاّ معالی رحمۃ اللہ علیہ

مُلاّ معالیؒ قندھار بلوچستان کے علاقہ ڈھاڈر سے حضرت سخی سلطان باھوؒ کی زیارت کے لیے آئے اور بیعت اور تلقین حاصل کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے حضرت سخی سلطان باھوؒ کی زندگی میں ہی صوبہ بلوچستان میں تلقین و ارشاد کا آغاز کر دیا تھا۔ آپ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپؒ بلوچستان میں حضرت سلطان باھوؒ کے پہلے خلیفہ تھے۔ آپؒ کا مزار سبّی شہر کے قریب کُرک میں ہے اور اخوند معالی کی زیارت کے نام سے معروف ہے۔

عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

عالم شاہؒ بھی مُلاّ معالیؒ کے ہمراہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی ملاقات کو تشریف لائے اور فیض حاصل کیا۔ آپؒ کا مزار مبارک قندھار (بلوچستان) کے نواح میں ہے۔

مُلاّ مصری رحمۃ اللہ علیہ

مُلاّ مصریؒ بھی مُلاّ معالیؒ کے ہمراہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی زیارت کو تشریف لے گئے اور فیض حاصل کیا۔ آپؒ کا مزار بلوچستان کے شہر ڈھاڈر میں ہے۔

شیخ جنید قریشی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جنید قریشیؒ ملتان کے نواح میں دریائے راوی کے مشرقی گاؤں سردار پور کے رہنے والے تھے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ

ؒ ایک مرتبہ سفر کے دوران گاؤں سردار پور پہنچے تو وہاں آپؒ کی شیخ جنید قریشیؒ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپؒ کے اعزاز میں دعوت کی۔ شیخ جنیدؒ نے جنڈ کے درخت کا پھل جسے عرفِ عام میں سنگری کہتے ہیں، پکانے کے لیے درویشوں کے حوالے کیا۔ یہ پھل باریک اور لمبا ہوتا ہے، اس کا گودا سخت اور سویوں کی طرح ہوتا ہے۔ جب وہ پک گیا تو سلطان باھوؒ کے تصرف سے سویوں میں تبدیل ہوگیا۔ جب یہ سویاں حضرت سخی سلطان باھوؒ کے پاس لائی گئیں تو آپؒ نے پاک مٹی اور پاک پانی طلب کیا اور ان سویوں پر ڈال دیا تو وہ خاک اور پانی چینی اور گھی میں تبدیل ہوگئے۔ آپؒ نے شیخ جنیدؒ کو فیض سے نوازا۔ اُن کا مزار مبارک اسی گاؤں سردار پور میں واقع ہے۔

شیخ کالوؒ

شیخ کالوؒ شیخ جنیدؒ کے فرزند تھے۔ طلبِ حق لے کر سلطان باھوؒ کی ملاقات کو آئے تو حضرت سلطان باھوؒ کے حجرہ سے ''ھُو'' کی آواز سنی۔ بڑے شوق اور اشتیاق سے حجرہ میں داخل ہوئے تو وہاں کسی کو موجود نہ پایا۔ پھر حجرہ سے باہر ''ھُو'' کی آواز سنی تو فوراً دوڑ کر باہر نکلے تو وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ پھر سے حجرہ کے اندر سے ''ھُو'' کی آواز آئی تو دوڑتے ہوئے حجرہ کے اندر گئے مگر وہی پہلے والی کیفیت تھی، حجرہ خالی تھا۔ اسی طرح وہ کئی بار حجرہ کے اندر اور باہر آتے جاتے رہے۔ آخر کار شوقِ دیدار انتہا کو پہنچ گیا، بے قراری میں بے خود ہوگئے تو سلطان باھوؒ نے آپؒ کو دیدار کی نعمت عطا فرمائی۔ بیعت فرمایا بعد میں خلافت بھی عطا فرمائی۔ اُن کا مزار اپنے والد شیخ جنیدؒ کے مزار کے ساتھ واقع ہے۔

حضرت لعل شاہ ہمدانیؒ

حضرت لعل شاہ ہمدانیؒ کا مزار شریف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مزار کے عقب میں ہے۔ آپؒ شریف شاہ ہمدانی دندا شاہ بہاول کے فرزند ہیں۔ سلطان باھوؒ کے مزار مبارک پر ایک دفعہ آئے، سلطان باھوؒ نے مہربانی فرمائی تو وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ساری زندگی مزار شریف پر ہی گزار دی، وہیں محبوب کے قدموں میں 1328ھ کو جان دی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپؒ کے بارے میں میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ فرمایا کرتے تھے کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے لعل شاہ ہمدانیؒ سے فرمایا تھا:

''تو میرا معشوق ہے۔ میں زندگی بھر مزار سے تجھے دیکھتا رہوں گا اور مرنے کے بعد قبر بھی اپنے پاس بنواؤں گا اور قبر میں بھی تا قیامت تجھے دیکھتا رہوں گا۔''

وصال

وصال

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے تریسٹھ برس کی عمر پائی اور یکم جمادی الثانی 1102ھ (بمطابق یکم مارچ1691ء) بروز جمعرات بوقتِ عصر وصال فرمایا۔

حضرت سلطان باھُوؒ کی ولادت اور وصال کی تاریخ، ماہ اور سال پر تحقیق

چند متفق امور

اس بات پر تقریباً تمام سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک ہجری سال کے مطابق تریسٹھ برس تھی۔

سلطان محمد نواز فرماتے ہیں:

شصت و سہ سال کرد در دنیا رسولؐ نور محمد باھُوؒ را شد ایں حصول

ترجمہ: دنیا میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے 63 سال گزارے۔ سلطان باھُوؒ کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے اتنی ہی عمر حاصل رہی۔ (سلطان محمد نواز۔حیات وتعلیمات)

میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے ایک مرتبہ سلطان باھُوؒ کی ولادت اور وصال پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ آپؒ کی عمر مبارک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع میں تریسٹھ سال تھی، نہ ایک دِن کم نہ ایک دِن زیادہ۔اور آپؒ کی تاریخِ ولادت اور تاریخِ وصال اور دِن ایک ہی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کے مختلف سوانح نگاروں کی تحقیق

1۔ سلطان حامد نے 'مناقبِ سلطانی' میں حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخِ ولادت تو درج نہیں کی البتہ وصال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ شبِ جمعہ اوّل جمادی الثانی 1102ھ کو ہوا۔

2۔ سیّد احمد سعید ہمدانی 'حضرت سلطان باھوؒ حیات وتعلیمات' میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ شاہجہان کے دور میں پیدا ہوئے۔ شاہجہان 1628ء کو تخت نشین ہوا اور سلطان باھوؒ کی ولادت اس سے کچھ دیر پہلے یا بعد میں ہوئی۔ لیکن تاریخِ وصال 1690ء درج کی گئی ہے۔ اپنی کتاب 'شمع جمال' میں سالِ ولادت 1627ء اور 1631ء کے درمیان اور سالِ وصال 1690ء جبکہ 'احوال ومقامات سلطان باھوؒ' میں سالِ ولادت 1631ء اور سالِ وصال 1691ء (1102ھ) تحریر کرتے ہیں۔

3۔ نور محمد کلاچوی نے 'مخزن الاسرار' میں سالِ ولادت 1039ھ اور وصال یکم جمادی الثانی 1102ھ تحریر کیا ہے۔ 'نور الہدیٰ کلاں' کے ترجمہ میں بھی حضرت سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کے حالات پر مضمون میں سالِ ولادت 1039ھ اور وصال کی تاریخ یکم جمادی الثانی 1102ھ شبِ جمعہ درج کی ہے۔

4۔ سید امیر خان نیازی نے حضرت سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کی کتب محک الفقر کلاں، شمس العارفین، عین الفقر، کلید التوحید کلاں اور نور الہدیٰ کلاں کے تراجم میں سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات کے مضمون میں سالِ ولادت 1039ھ اور وصال کی تاریخ یکم جمادی الثانی 1102ھ درج کی ہے۔

5۔ طارق اسماعیل ساگر نے 'صاحبِ لولاک' میں سالِ ولادت 1631ء اور سالِ وصال 1691ء درج کیا ہے۔

6۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی 'مرآتِ سلطانی (باھوُ نامہ کامل)' میں سالِ ولادت 1039ھ درج کرکے ماہِ ولادت کے متعلق لکھتے ہیں ''شعبان المعظم کے اواخر میں یقیناً اسی سال مذکورہ میں ولادت ہوئی کیونکہ شیر خوارگی میں رمضان المبارک کے ایام میں والدہ کا دودھ پینے سے اجتناب فرماتے تھے۔'' اگر ان کی اس بات کو درست مان بھی لیا جائے تو سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس کی بجائے باسٹھ برس سات ماہ اور پانچ دِن نکلتی ہے جو بالکل حقائق کے برعکس ہے اور پھر رمضان المبارک میں دودھ نہ پینا شعبان میں ولادت کی کوئی مؤثر دلیل نہیں بنتی۔ اگر آپ رحمتہ اللہ علیہ شعبان سے قبل کسی ماہ میں پیدا ہوئے ہوں تو بھی رمضان میں دودھ نہیں پئیں گے۔ اگر اُن کی اس بات کو مان لیا جائے تو انہوں نے ایک متفق علیہ مسئلہ کہ سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی، کو متنازعہ بنا دیا ہے۔ اس لیے ان کی اس بات سے قطعاً اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ وصال کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال یکم جمادی الثانی 1102ھ بروز جمعرات بوقتِ عصر ہوا۔

اس بات پر تمام سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی، نہ ایک دِن کم اور نہ ایک دِن زیادہ۔ تمام سوانح نگار سالِ ولادت 1039ھ پر متفق ہیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال یکم جمادی الثانی 1102ھ کو ہوا، اگر 1102ھ میں سے 63 کو

منفی کریں تو سالِ ولادت 1039ھ ہی نکلتا ہے۔اب مسئلہ رہ گیا تاریخِ ولادت اور وقتِ ولادت کا۔سیدھی سی بات ہے کہ اگر آپؒ کی ولادت یکم جمادی الثانی 1039ھ کو ہوئی ہو گی تو تب ہی عمر مبارک سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق تریسٹھ برس مکمل ہوتی ہے۔اس لیے حضرت سلطان باھوؒ کی ولادت مبارک یکم جمادی الثانی 1039ھ جمعرات کو ہوئی اور وصال مبارک یکم جمادی الثانی 1102ھ بروز جمعرات ہوا اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع میں آپؒ کی ولادت اور وصال کا دِن اور تاریخ ایک ہی ہے اور عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔

مزارِ انور

حضرت سخی سلطان باھُوؒ کو شورکوٹ میں دریائے چناب کے مغربی کنارہ پر واقع قلعہ قہرگان میں دفن کیا گیا۔ یہاں آپؒ کا مزار مبارک 78 سال 1102ھ تا 1180ھ (1691ء۔1767ء) تک رہا۔ جب جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ نے لاہور پر قبضہ کیا تو حضرت سلطان باھُوؒ کی اولاد پنجاب کے مختلف اطراف میں ہجرت کر گئی۔ چند ایک فقیر اور خلفا مزار پر رہتے تھے۔ 1180ھ (1767ء) میں دریا قلعے تک آ پہنچا اور اسے گرا دیا اور پھر قبروں تک جا پہنچا۔ فقیروں اور خلفا نے باقی مزاروں کو نکال لیا اور صندوقوں میں رکھ لیا۔ حضرت سلطان باھُوؒ کا مزار بدستور رہا کیونکہ آپؒ کا صندوق نہ مل سکا۔ فقیر اور خلفا ناامید ہو کر رونے لگے۔ فقیروں اور خلفا کو سلطان باھُوؒ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہمارا صندوق ضرور ملے گا مگر جو شخص ہمارے جسم کو چھونے کے لائق اور قابل ہوگا وہ کل صبح سویرے سورج نکلنے کے قریب یہاں آئے گا اور وہی ہمارا صندوق نکالے گا، اس وقت تک دریا غلبہ نہیں کرے گا۔ درویشوں کو اس اشارے سے تسلی ہوئی اور حکمتِ غیبی کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ جب مقررہ وقت آیا تو ایک سبز نقاب پوش شخص ظاہر ہوا۔ اس نے چہرہ پر سے نقاب نہ اٹھائی اور آتے ہی بلا تامل اس مٹی میں سے جو فقیروں اور خلفا نے کھود رکھی تھی حضرت سلطان باھُوؒ کا صندوق نکالا۔ ہزاروں لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے زیارت کی۔ دیکھا تو حضرت سلطان باھُوؒ گویا سوئے ہوئے تھے اور ریش مبارک سے غسل کے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جب صندوق کھولا گیا تو میلوں تک خوشبو پھیل گئی، اکثر حاضرین کو جذبہ اور وجد ہو گیا۔ میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجھ سے منتقلی مزار کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا ''جانتے ہو وہ نقاب پوش کون تھا؟'' میں نے عرض کیا ''حضور بہتر جانتے ہیں۔'' آپؒ نے فرمایا ''وہ خود حضرت سلطان باھُوؒ تھے۔''

دریائے چناب کے مشرقی کنارہ پر گڑھ مہاراجہ کی طرف بستی سمندری میں ایک ویران کنواں اور حویلی تھی اور کنویں پر پیپل کا بہت قدیم درخت تھا۔ جو شخص اس حویلی میں قدم رکھتا بے ہوش ہو جاتا۔ یہاں تک کہ مال مویشی بھی اس میں داخل نہ ہو سکتے تھے۔ لوگ خوفزدہ ہو کر اس حویلی اور کنویں کو ویران چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ حویلی پاک اور منزہ تھی۔ سلطان باھُوؒ کی طرف سے حکم ہوا کہ ہمارا مزار اب پیپل والی حویلی میں بنایا جائے کیونکہ یہی جگہ ہمارے لئے مقرر اور معین ہے۔ پس درویشوں نے حویلی کے وسط میں جو مذکورہ بالا کنویں کے مغرب کی طرف تھی، آپؒ کا مزار بنایا۔ صندوق مبارک زمین کے اندر دفن نہ کیا گیا بلکہ زمین کے اوپر رکھ کر مزار مبارک بنایا گیا۔ اس جگہ آپؒ کا مزار 157 برس (1180ھ تا 1336ھ، 1767ء۔1917ء) تک رہا۔ حسبِ پیشگوئی حضرت سلطان باھُوؒ دریا پھر دربارِ مقدس کے قریب آ پہنچا۔

یہ واقعہ 1336ھ کا ہے۔ اس دریا بردی کے وقت سلطان حاجی نور احمد رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے۔ جب دربار شریف کے فقیر حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا صندوق مبارک تربت مبارک سے نکالنے لگے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کے جتنے مزارات تھے سب کے صندوق ملتے چلے گئے مگر حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزارِ انور سے صندوق مبارک بصد کوشش اور بعد از کمال جستجو کے ایک بار پھر نہ مل سکا جس سے تمام حاضرین کو سخت پریشانی ہوئی۔

مگر چونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقِ خدا کی راہنمائی کیلئے پیدا فرمایا ہے اور ہر کافر اور مومن، بے نصیب اور با نصیب، زندہ اور مردہ کیلئے فیض رساں بنا کر بھیجا ہے، اس نازک دور میں دینی خدمات سرانجام دینے اور مخلوقِ خدا کی راہنمائی کیلئے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ اور صحیح جانشین مقرر فرمایا ہے اس لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لازمی ظہور فرمانا تھا۔ اس وقت کی پوشیدگی میں کوئی مصلحت تھی۔ چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں حضرت سلطان دوست محمد رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی زیارت سے مشرف فرما کر اس بے چینی کو دور کر دیا اور اسی مقام سے زمین کو کھودنے کا حکم فرمایا۔ دوسرے روز اسی مقام سے علی الصبح زمین کھودنے پر صندوق کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ تھوڑی سی مٹی ہٹائی گئی تو خوشبو کے حلے آنے شروع ہو گئے۔ اس خوشبو کی مثال دنیا میں نہیں ملتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا صندوق تو مل گیا مگر کثرتِ خوشبو کے سبب اب وہاں ٹھہرنا محال ہو چکا تھا۔ قبر شریف کے اندر کوئی شخص پورے پندرہ منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ بمشکل صندوق باہر نکالنے کا کام سرانجام دیا گیا۔ اس خوشبو کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ اس کام میں شریک ہونے والے لوگوں کے لباس پھٹتے پھٹ گئے مگر خوشبو ان میں جوں کی توں باقی رہی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا صندوق مبارک 1336ھ (اکتوبر 1917ء) کو دس محرم سے پہلے پہلے نکال کر محفوظ کر لیا گیا۔ اس دربار شریف سے شمال مغربی گوشہ میں ایک میل کے فاصلہ پر موجودہ محل شریف کی تعمیر شروع کی گئی اور چھ ماہ کے عرصہ میں محل شریف، مسجد شریف اور اردگرد جو متعدد حجرات موجود ہیں، تیار ہو گئے۔ اس محل شریف میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا صندوق مبارک اپریل 1918ء بروز جمعہ دفن کیا گیا۔

موجودہ دربار شریف ایسی جگہ واقع ہے جس کے چاروں طرف اچھی خاصی آبادی ہے۔ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر شہر گڑھ مہاراجہ ہے، جنوب کی طرف احمد پور سیال، مشرق کی طرف دریائے جہلم اور چناب کو عبور کر کے شہر شورکوٹ اور مغرب کی طرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر مظفر گڑھ روڈ گزرتی ہے۔ آج کل دربار شریف جانے والے زائرین کو بڑی سہولت ہے کیونکہ دربار شریف تک پختہ سڑک بنی ہوئی ہے۔ احمد پور سیال اور گڑھ مہاراجہ دونوں طرف سے آنے والے زائرین رات دن میں جب چاہیں دربار شریف پہنچ سکتے ہیں۔ اب تو شورکوٹ تک موٹروے تعمیر ہو چکی ہے جو شورکوٹ کو پورے ملک سے ملاتی ہے۔ اس کے علاوہ شورکوٹ اور دربار شریف کے درمیان دریائے چناب پر پل کی تعمیر سے سفر بہت آسان ہو گیا ہے۔ دریائے چناب پر نو تعمیر شدہ اس پل کے ذریعے جھنگ کی طرف سے آنے والے زائرین بھی اب براستہ شورکوٹ دربار تک بہت آسانی سے اور کم وقت میں پہنچ جاتے ہیں۔

مزار مبارک سے لاکھوں طالبانِ حق فیض پاتے ہیں۔ سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پاک کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ دربار پاک کے اندر داخل ہوتے ہی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس مزار مبارک سے جہاں بھر کو فیض پہنچتا ہے۔ ہزار ہا زیارت کرنے والے اور

سائل اپنی مرادیں پاتے ہیں اور ہزاروں عاشقانِ الٰہی حاضری دیتے اور فیض پاتے ہیں۔ ہزاروں لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پاک سے صاحبِ احوال اور صاحبِ تلقین وارشاد ہوئے ہیں۔ اس مزار پاک کی لاکھوں کرامات محفوظ ہیں۔

یہ دربار پاک ہر قسم کی بدعت والی رسوم سے بھی پاک اور محفوظ ہے۔ سینکڑوں صاحبِ حال فقیر اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ اور دیدار کیلئے معتکف رہتے ہیں۔ مزار پاک کے اندر داخل ہونے کے بعد باہر نکلنے کو دل نہیں چاہتا اور جو اس دربار پر طلبِ حق کا سوال کرتا ہے اسے تو کبھی خالی لوٹایا ہی نہیں جاتا۔

نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، قبر جنہاں دی جیوے ھُو

دربار کا موجودہ پتہ: موضع سلطان باھو، گڑھ مہاراجہ، براستہ شورکوٹ، تحصیل احمد پور سیال، ضلع جھنگ، پاکستان۔

عرس

ہر سال جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں دور دراز سے لوگ شرکت کرتے ہیں۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ اہلِ بیتؓ کی محبت میں غرق تھے اور ہر سال یکم محرم سے دس محرم تک شہدائے کربلا کا عرس منایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک جاری ہے۔ عاشورہ محرم کے دس دنوں کے اندر زائرین کی آمدورفت جاری رہتی ہے۔ ہزاروں آرہے ہیں تو ہزاروں زیارت کر کے واپس جارہے ہوتے ہیں۔ عاشورہ کے آخری تین ایام میں تو تعداد لاکھوں سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اس طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پاک پر ہر سال دو بڑے اجتماعات ہوتے ہیں جن میں لاکھوں لوگ حاضری دیتے اور فیض پاتے ہیں۔

باب دوم

سلطان التارکین
حضرت سخی
سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ
مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

سلطان التارکین

حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی ؒ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ سے امانتِ فقر (امانتِ الٰہیہ) سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی ؒ کو منتقل ہوئی اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ کے بعد آپ ؒ سلسلہ سروری قادری کے شیخِ کامل ہیں۔

سلسلہ نسب

سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی ؒ 29 رمضان المبارک 1186ھ (24 دسمبر 1772ء) جمعتہ المبارک کی شب مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور نواب بہاول خان سوئم کے دور میں 29 رمضان المبارک 1241ھ (6 مئی 1826ء) بروز ہفتہ احمد پور شرقیہ بہاولپور تشریف لائے۔ آپ ؒ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی[1] ؒ کے پڑپوتے ہیں۔ آپ ؒ کا شجرہ نسب غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ سے اس طرح ملتا ہے:

سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ بن سیّد عبدالرحیمؒ بن سیّد عبدالعزیزؒ بن سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلویؒ بن سیّد عبدالقادر بن سیّد شرف الدین بن سیّد احمد بن سیّد علاؤ الدین ثانی بن سیّد شہاب الدین ثانی بن سیّد شرف الدین قاسم بن سیّد محی الدین یحییٰ بن سیّد بدرالدین حسین بن علاؤ الدین بن شمس الدین بن سیف الدین یحییٰ بن ظہیر الدین مسعود بن ابی نصر محمد بن ابوصالح نصر بن سیّدنا عبدالرزاق جیلانی ؒ بن غوث الاعظم سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ۔

آپ ؒ کی والدہ ماجدہ سیّدہ مومنہ امام سیّد محمد تقی علیہ السلام کی اولاد پاک میں سے تھیں اس لیے آپ ؒ والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی سیّد ہیں، شجرہ نسب اس طرح سے ہے:

سیّدہ مومنہ بنتِ سیّد محمد زکی الدین بن سیّد عبداللہ بن سیّد محمد مبین بن سیّد امیر اخوند بن سیّد امام الدین بن سیّد حیدر بن سیّد محمد بن سیّد فیروز بن سیّد قطب الدین بن سیّد امام الدین بن سیّد فخر الدین بن سیّد کمال الدین بن سیّد بدر الدین بن سیّد تاج الدین بن سیّد یحییٰ بن سیّد عبدالعزیز بن سیّد ابراہیم بن سیّد محمود بن سیّد زید شہوار بن سیّد عبداللہ زربخش بن سیّد یعقوب بن سیّد احمد بن سیّد محمد اعرج بن سیّد احمد بن سیّد محمد موسیٰ المبرقعؒ بن امام سیّد محمد تقیؒ بن امام سیّد علی رضاؓ بن سیّد امام موسیٰ کاظمؓ بن سیّد امام جعفر صادقؓ بن سیّد امام محمد باقرؓ بن سیّد امام زین العابدین علیؓ بن سیّد الشہدا حضرت امام حسین ؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابنِ ابی طالبؓ۔

---

[1] سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ کے مرشد

آباؤ اجداد اور والدین

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند سیّد عبدالعزیزؒ 1082ھ (1671ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ جب سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس وقت سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک صرف چھ سال تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ آپ کو دہلی میں ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ننھیال لے گئیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے 1098ھ (1687ء) میں وصال فرمایا، اس وقت آپ کی عمر مبارک 16 سال تھی۔ والدہ محترمہ کی وفات کے بعد سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بہت بے چین اور بے سکون رہنے لگے اور کچھ خاندانی اور مالی حالات نے پریشان کیا تو 1107ھ (1696ء) میں بغداد تشریف لے گئے۔ دو سال کا عرصہ بغداد شریف میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی باطنی قربت میں گزارا اور غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے باطنی حکم کے مطابق 1109ھ (1698ء) میں 27 سال کی عمر میں حجاز تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مالی اور معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک حسینی سیّد حسانؒ بن نعمان کے ہاں ملازمت کر لی جو مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اجناس کا کاروبار کرتے تھے۔ حسانؒ بن نعمان اس نوجوان کی سیرت، ایمانداری اور محنت سے بہت متاثر ہوئے کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ دن کو کام کرتے اور رات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عبادت میں گزارتے۔ سیّد حسانؒ بن نعمان کی زوجہ کا انتقال ہو چکا تھا اور اُن کی چار صاحبزادیاں تھیں جن میں سے دو کی شادی ہو چکی تھی لیکن دونوں کے ہاں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اُن کے شوہروں نے دوسرے نکاح کر لیے تھے۔ ان کی تیسری صاحبزادی کی عمر 35 سال اور چوتھی کی 15 سال ہو چکی تھی۔ تیسری صاحبزادی کا رشتہ اسی وجہ سے نہیں آتا تھا کہ مشہور تھا کہ سیّد حسانؒ بن نعمان کی بیٹیوں کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ سیّد حسانؒ بن نعمان نے ایک دن جھجکتے ہوئے سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے ساری صورتحال رکھی تو سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''اولاد دینا تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے'' اور رشتہ کے لیے ہاں کر دی۔ یوں 1117ھ (1706ء) میں 35 سال کی عمر میں 35 سالہ خاتون کلثوم بنت حسانؒ بن نعمان سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شادی ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اپنی زوجہ سے رفاقت 15 سال رہی لیکن اُن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ 1132ھ (1720ء) میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ سیّد حسانؒ بن نعمان کی چوتھی صاحبزادی نائلہ کی عمر 30 سال ہو چکی تھی لیکن اُن کا بھی رشتہ نہ آتا تھا اور سیّد حسانؒ بن نعمان کی خواہش تھی کہ ان کی اس صاحبزادی کا نکاح بھی سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے ہو جائے کیونکہ خود اُن کی عمر نوے سال سے اوپر ہو چکی تھی، چاہتے تھے کہ وفات سے قبل اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں لیکن شرم کے مارے سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے بات نہیں کرتے تھے۔ ایک بار جمعہ کے دن سیّد عبدالعزیزؒ کی نمازِ عصر کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھا کہ سیّد حسانؒ بن نعمان کی صاحبزادی سے ان کا نکاح ہو رہا ہے۔ بیدار ہو کر حضرت حسانؒ کے پاس پہنچے اور رشتہ کی درخواست کی تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ یوں 1135ھ (1723ء) میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا نکاح نائلہ بنت حسانؒ بن نعمان سے ہوا۔ اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک 53 سال اور آپ کی زوجہ کی عمر مبارک 33 برس تھی۔ 1142ھ (1730ء) میں سات سال کے طویل انتظار کے بعد سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک خوبصورت اور نورانی فرزند سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ سیّد حسانؒ بن نعمان کی عمر سو سال سے اوپر ہو چکی تھی اس لیے اکلوتے نواسے کی ولادت پر جتنی خوشی انہیں ہوئی کسی کو نہ ہوئی ہوگی۔ انہوں نے اپنا کاروبار اپنے داماد سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے

سپرد کر دیا اور خود گوشہ نشین ہو گئے، اسی سال اُن کا انتقال ہو گیا۔ ابھی سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کی عمر 4 سال تھی کہ اُن کے والد سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا گھوڑے سے گر کر وصال ہو گیا۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ نے ایک ملازم کی مدد سے اپنے شوہر کے کاروبار کو سنبھالا اور یوں زندگی کی گاڑی چلنے لگی۔ سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ جب سولہ سال کے ہوئے تو شفیق والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ کی اجناس کی منڈی میں اپنے نانا اور والد کا کاروبار سنبھال چکے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی محنت اور دیانتداری پوری منڈی میں مشہور تھی۔

ولادت باسعادت سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

سولہ سال کی سخت محنت کے بعد مالی لحاظ سے سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کا شمار متمول لوگوں میں ہونے لگا تھا۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں مدینہ شریف میں مقامی سادات کم اور غیر ملکی سادات خاص طور پر ہندوستانی نژاد سادات کثرت سے آباد تھے۔ اجناس کے کاروبار میں ایک اور ہندوستانی نژاد حسینی سیّد محمد زکی الدین کا کاروبار عروج پر تھا۔ اُن کے آباؤ اجداد میں سیّد محمد مبین ہندوستان کے شہر الٰہ آباد سے ہجرت کر کے حیدر آباد دکن میں آباد ہوئے تھے اور پھر وہاں سے 1098ھ (1687ء) میں مدینہ منورہ آ کر رہائش اختیار کر لی تھی۔ سیّد محمد زکی الدین ان کے پوتے تھے اور ان کی پیدائش مدینہ شریف میں ہی ہوئی تھی۔ 1182ھ (1769ء) میں سیّد محمد زکی الدین نے اپنی بیٹی سیّدہ مومنہ کی شادی سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ سے کر دی۔ سیّدہ مومنہ رحمتہ اللہ علیہا تہجد گزار اور حافظہ قرآن خاتون تھیں۔ شادی کے بعد سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں بھی سکون اور ٹھہراؤ آ گیا۔ شادی کے ایک سال بعد سیّدہ مومنہؒ نے خواب دیکھا کہ اُن کے شوہر کی پیشانی سے چاند نکلا اور مشرق کی طرف چلا جا رہا ہے پھر اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، اس خواب کی تعبیر نیک سیرت فرزند کی ہوئی۔ شادی کے چار سال بعد 29 رمضان المبارک 1186ھ (24 دسمبر 1772ء) شبِ جمعہ مدینہ منورہ میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ نانا سیّد زکی الدین نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا نام اپنے والد کے نام پر عبداللہ رکھا۔ بچپن سے ہی نورِ حق پیشانی میں درخشاں تھا۔ جو بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھتا دیوانہ ہو جاتا۔ نانا کے تو خصوصی طور پر محبوب تھے اور وہ بھی ہر لمحہ اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرتے۔ فرماتے ''دیکھنا ایک دن یہ آسمانِ ولایت پر نور بن کر چمکے گا۔''

جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک سات سال ہوئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ سیّدہ مومنہؒ بی بی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو قرآنِ مجید حفظ کرانا شروع کیا۔ بارہ سال کی عمر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے قرآنِ مجید حفظ کر لیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت میں بے چینی بہت تھی، جب تک قرآنِ پاک یا عبادت میں مصروف رہتے سکون رہتا، جیسے ہی فارغ ہوتے بے چینی اور بے سکونی دل پر چھا جاتی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے نانا سے خاص محبت تھی کیونکہ انہوں نے ہی مکہ سے لے کر مدینہ تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سیرت و حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق ہر تفصیل نہ صرف سنائی بلکہ پیدل چل کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ہر وہ جگہ خود دکھائی اور ہر اُس مقام پر لے گئے جہاں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت گزارا یا چند لمحے بھی ٹھہرے تھے۔ ایک رات نمازِ مغرب کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نانا حضرت سیّد محمد زکی الدین آپ رحمتہ اللہ علیہ کو لے کر پہلے جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سیّدہ

کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور سیّدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا اور عرض کی ''آپ کی جد ہے اور اس غریب الوطن کا نواسہ ہے۔ میرے بعد اس کا خیال رکھنا۔'' پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو لے کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور رو رو کر عرض کی ''آقا یہ آپ ﷺ کا نواسہ ہے اس کو آپ ﷺ کے حوالے کر رہا ہوں اس کو اپنی وراثت سے محروم نہ رکھنا۔'' رات گئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نانا نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو گھر چھوڑا اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ صبح ابھی آپؒ والدین کے ہمراہ نمازِ فجر کا وضو کر ہی رہے تھے کہ اطلاع ملی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نانا سیّد محمد زکی الدین کا وصال ہو گیا ہے۔ اس وقت سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک صرف چودہ سال تھی۔ نانا کے وصال سے آپؒ کے دل کو شدید صدمہ پہنچا کیونکہ نانا کے پاس رہ کر تھوڑا بہت جو سکون ملتا تھا وہ بھی جاتا رہا۔

آپؒ کے والد محترم آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ کاروبار میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کاروبار میں دل نہیں لگتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اکثر ویرانوں میں نکل جاتے۔ کبھی کبھی تو بے چین اور بے سکون ہو کر دوڑتے دوڑتے مدینہ منورہ سے کئی میل دور نکل جاتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں لہولہان ہو جاتے، آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد آپؒ کو اٹھا کر گھر لاتے۔ لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دیوانہ اور مجنون سمجھتے۔ لوگ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدین آپؒ کی باطنی کیفیت کو سمجھ نہ پا رہے تھے۔ 25 سال کی عمر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا نکاح آپؒ کے ماموں محمد یعقوب بن زکی الدین کی صاحبزادی سعیدہ سے کر دیا گیا لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بیوی سے نہ نبھ سکی۔ 26 سال کی عمر میں 1212ھ (1798ء) میں آپ کے شفیق والد سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ یہ ایسا گہرا صدمہ تھا جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ سیّدہ مومنہؒ کی برداشت سے باہر تھا۔ شوہر کے وصال اور بیٹے کی حالت نے اُن کو نڈھال کر دیا تھا۔ شوہر کا کاروبار انہوں نے اپنے بھائی کے حوالے کر دیا لیکن غالباً خوشیوں نے والد اور شوہر کی وفات کے ساتھ ہی اُن سے منہ موڑ لیا تھا۔ اُن کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ شوہر کا اتنا بڑا کاروبار اپنے بھائی کے حوالے کر کے انہوں نے بڑی سخت غلطی کی ہے۔ بھائی کی طرف سے انہیں بمشکل اخراجات پورے کرنے کے لیے رقم ملتی تھی۔ دوسرا ستم یہ ہوا کہ شوہر کے وصال کے ایک سال بعد آپ کے بھائی اور اُن کی بیٹی سعیدہ نے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو طلاق دینا پڑی۔ اپنوں کی طرف سے ملنے والے یہ پے در پے صدمات آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ پر پہاڑ بن کر گرے اور شوہر کے وصال کے 5 سال بعد 1217ھ (1803ء) میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

تلاشِ حق

والدہ کی وفات کے بعد سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے والد کے کاروبار پر آپؒ کے ماموں سیّد محمد یعقوب کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا دل ویسے بھی دنیا سے اچاٹ ہو چکا تھا اس لیے آپؒ نے بھی کاروبار واپس لینے میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ بے چینی اور بے سکونی اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ دل زندگی سے مکمل طور پر اچاٹ ہو چکا تھا۔ جیسے ہی بے چینی اور بے سکونی بڑھتی فوراً عبادات اور تلاوتِ قرآن شروع کر دیتے تھے لیکن جیسے ہی فارغ ہوتے وہی حالت پھر طاری ہو جاتی۔ آہستہ آہستہ یہ دیوانگی بڑھتی جا رہی تھی، ایسا لگتا تھا کہ سکون دینے والی چیز کوئی اور ہی ہے جس کی تلاش میں آپ رحمتہ اللہ علیہ آگ برساتے سورج میں دیوانوں کی طرح دوڑتے پھرتے۔ پیدل مدینہ سے مکہ پہنچ جاتے، خانہ کعبہ میں معتکف ہو جاتے، دن رات دیوانہ وار طواف کرتے، خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ گریہ وزاری کرتے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے۔ کبھی ہفتوں

غارِ حرا اور کبھی غارِ ثور میں بھوکے پیاسے معتکف رہتے، گزارہ گھاس پھونس پر ہوتا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت زیادہ خراب ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ مدد کے لیے کسی نہ کسی کو بھیج دیتا، وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا۔ اسی حالت میں 9 سال گزر گئے۔ شعبان کے مہینہ میں ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ جنت البقیع کے پاس کھڑے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالمِ عشق و دیوانگی میں دیکھ رہے تھے کہ پیچھے سے ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا ''کیسے ہو عبداللہ؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا ''تم کون ہو؟''

اس نے جواب دیا ''میں خضر ہوں! راہ دکھاتا ہوں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''مجھے کیا راہ دکھاؤ گے؟''

حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا ''اپنے نانا سے وراثت طلب کرو۔''

سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حیرانی سے جواب دیا ''میرے نانا کا وصال ہو چکا ہے۔ میرے نانا اور والد کی وراثت میرے ماموں کے پاس ہے اور مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔''

حضرت خضر علیہ السلام نے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''میں آپ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اُن کی وراثتِ فقر کی بات کر رہا ہوں۔''

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ''جا کر نانا کے قدموں میں بیٹھ جاؤ اور جب تک وراثتِ فقر عطا نہ کریں مسجد نبوی سے باہر نہ نکلنا خواہ موت آجائے۔'' یہ کہہ کر خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ 40 سال کی عمر میں 27 شعبان 1226ھ (15 ستمبر 1811ء) اتوار کے دِن مسجد نبوی میں وراثتِ فقر کا سوال لے کر بیٹھ گئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت شروع فرما دی۔ نہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی سے کوئی غرض رکھتے اور نہ سوال کرتے، چپ چاپ اپنے کام میں مگن وراثتِ فقر کی التجا کرتے رہتے۔ یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے قراری کو قرار بھی آ گیا اور دل کو سکون بھی مل گیا تھا۔ عرصہ چھ سال کی خدمت اور غلامی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیدار کی نعمت عطا کی اور پوچھا! تو اس خدمت کے بدلے میں کیا چاہتا ہے؟ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانتے ہیں کہ یہ غلام فقر چاہتا ہے۔'' اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''فقر کے لیے تجھے ہند سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس جانا ہوگا۔''

جب سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ خواب سے بیدار ہوئے تو بہت حیران اور پریشان ہوئے کہ رشد و ہدایت کا منبع تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ہیں پھر مجھے سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ لہٰذا دوبارہ خدمت اور غلامی کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ مزید چھ سال کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیدار سے مستفید فرمایا اور پھر پوچھا ''اس خدمت کے بدلہ میں کیا چاہتے ہو؟'' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر عرض کیا ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں کہ یہ غلام فقر چاہتا ہے''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''تجھے فقر سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) سے ہی ملے گا''۔ اس مرتبہ سیّد محمد

عبداللہ شاہؒ نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! میں تو اُس علاقے کی زبان، رسم و رواج، رہن سہن اور کھانے پینے تک سے ناواقف ہوں''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''ہم تجھے اپنے محبوب شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کرتے ہیں، تمہاری تربیت کرنا اور وہاں تک پہنچانا اب اُن کی ذمہ داری ہے''۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے 12 سالہ قیام کے بعد 23 رمضان المبارک 1238ھ (2 جون 1823ء) سوموار کے دِن مسجد نبوی ﷺ سے باہر تشریف لائے۔

سفرِ حق

مسجد نبویؐ سے باہر آ کر 29 رمضان المبارک تک محنت مزدوری کر کے سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ رقم جمع کی اور ایک گھوڑا خریدا۔ 29 رمضان المبارک 1238ھ (8 جون 1823ء) بروز اتوار جب لوگ مدینہ شریف میں عید کی تیاریوں میں مصروف تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ گھوڑے پر سوار ہو کر بغداد شریف روانہ ہو گئے۔

28 شوال 1238ھ (7 جولائی 1823ء) بروز سوموار آپ رحمتہ اللہ علیہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تو نہ صرف ہمارا حسبی نسبی بلکہ نوری حضوری فرزند بھی ہے۔'' پھر تقریباً دو سال تک پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی باطنی تربیت فرمائی اور پھر باطنی طور پر اپنے فرزند حضرت شیخ سیّد عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آپ کا فرزند ہے اور آگے پہنچانا اب آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کی ذمہ داری ہے اور سیّد محمد عبداللہ شاہ سے فرمایا ''سروری قادری سلسلہ کے ہر شیخ سے ترتیب سے ملتے ہوئے ہمارے محبوب سلطان باھُو کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ وہی تمہاری منزل ہے اور وہیں سے تمہیں فقر ملے گا اور امانتِ الٰہیہ منتقل ہو گی۔'' چنانچہ سیّد محمد عبداللہ شاہؒ نے سیّد عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ سے باطنی فیض کے حصول کے بعد 11 جمادی الثانی 1240ھ (30 جنوری 1825ء) بروز اتوار اسی ترتیب سے سفر کا آغاز کیا۔

حضرت سیّد عبدالجبار رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سیّد محمد صادق یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سیّد نجم الدین برہان پوری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ سیّد عبدالفتاح رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ سیّد عبدالستار رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ سیّد عبدالبقاء رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ سیّد عبدالجلیل رحمتہ اللہ علیہ اور اپنے جد حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے باطنی ملاقات اور فیض کے حصول کے بعد 12 ربیع الاول 1241ھ (24 اکتوبر 1825ء) سوموار کے دِن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے اور دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ مزار سے باہر تشریف فرما ہیں اور انتظار میں ہیں۔ دیکھتے ہی فرمایا ''آیئے عبداللہ شاہ صاحب ہم تو آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔'' سلسلہ کے ہر شیخ سے ملاقات کے بعد سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ پر رازِ پنہاں ظاہر ہو چکا تھا۔ جب سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی صورت مبارک کا دیدار کیا اور جلوۂ حق دیکھا تو دیوانہ وار مجذوبیت میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے گرد چکر لگانا شروع کر دیئے۔ اس پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بیٹھنے کو کہا لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ بے خودی اور مستی میں چکر لگاتے رہے۔ آخر حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے دونوں گھٹنوں پر اپنے دستِ مبارک زور

سے مارے جس سے سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے ان دستِ مبارک کے نشانات ساری عمر نہ صرف ان کے گھٹنوں پر موجود رہے بلکہ ان کی اولاد کے گھٹنوں پر بھی۔ ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اُن کے دونوں گھٹنوں پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک کے نشانات دیکھ لیے جائیں۔

منتقلی امانتِ الٰہیہ۔ امانتِ فقر

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے امانتِ فقر، امانتِ الٰہیہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل فرمائی اور امانتِ الٰہیہ کا سلسلہ جہاں پر رکا تھا وہیں سے تقریباً 139 سال بعد دوبارہ شروع ہو گیا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے چھ ماہ تک اپنے مزار پر ہی سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی تربیت فرمائی۔ پھر اُنہیں شورکوٹ جا کر نکاح کرنے کا حکم فرمایا اور حکم دیا کہ نکاح کے بعد اپنی زوجہ کے ساتھ ریاست بہاولپور کے شہر احمد پور شرقیہ چلے جائیں اور وہیں مستقل سکونت اختیار کریں۔ وہاں خود کو پوشیدہ رکھ کر طالبانِ مولیٰ کو اسمِ اللہ ذات کا فیض عطا فرمائیں، طالبانِ مولیٰ خود بخود آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے روانہ ہو کر شورکوٹ پہنچے اور وہاں حسبِ حکم نکاح فرمایا اور ریاست بہاولپور تشریف لے گئے۔

احمد پور شرقیہ (ریاست بہاول پور) آمد

سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نواب بہاول خان سوئم کے عہد میں 29 رمضان المبارک 1241ھ (6 مئی 1826ء) بروز ہفتہ ریاست بہاول پور کے شہر احمد پور شرقیہ میں تشریف لائے اور جہاں آج آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے ساتھ مسجد ہے، وہاں ٹیلہ پر قیام فرمایا۔ نواب صاحب کو معلوم ہوا تو شرفِ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور آپؒ کی مجلس اور صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ بعد ازاں نواب صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش کے لیے مکان اور درویشوں کی رہائش کے لیے حجرے تعمیر کرائے اور خانقاہ، درویشوں اور زائرین کے لنگر، خوراک اور دیگر تمام اخراجات اپنے ذمہ لے لیے۔ جب بھی نواب صاحب کو کوئی مشکل پیش آتی بصد ادب و نیاز اور دست بستہ طالبِ دعا ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اُن کی پریشانی اور مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا۔ نواب بہاول خان سوئم نے صرف ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کو نظر انداز کیا۔ ہوا یوں کہ نواب صاحب اپنے دوسرے بیٹے سعادت یار خاں کو ولی عہد مقرر کرنا چاہتے تھے۔ غالباً 1850ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعا کے لیے حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''فتح یار خاں ریاست کے لیے موزوں ولی عہد ہے، یہ ریاست کو سنبھال سکتا ہے، دوسرا ریاست کو برباد کر دے گا۔'' نواب صاحب بہت

پریشان ہوئے اور آپ ؒ کی بات پر عمل کرنے کی بجائے کسی اور مشہور بزرگ کے مشورہ پر سعادت یار خاں کو ولی عہد مقرر کر کے دستار بندی بھی اُن سے کرادی۔ سیّد محمد عبد اللہ شاہ ؒ کی بات درست ثابت ہوئی اور نواب بہاول خاں سوئم کی وفات کے بعد ولی عہدی کے اس جھگڑے نے ریاست بہاول پور کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

نواب بہاول خاں سوئم کی آپ ؒ سے محبت و عقیدت

نواب بہاول خان سوئم سیّد محمد عبد اللہ شاہ ؒ سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ملفوظات پیر محمد عبد الغفور شاہ[1] ؒ میں درج ہے:

جناب نواب صاحب موصوف حضرت شاہ صاحبؒ سے اس قدر کمالِ ارادت وحسنِ عقیدت و نیازِ قلبی و بہر حالتِ دعا طلبی وصدقِ اخلاص، محبت و یقین از حد تمام رکھتے تھے۔ جب زیارتِ حضور کے لیے اکثر اوقات بغرض تحصیلِ سعادتِ دارین حاضر ہوتے تھے تو حویلی مکان مبارک کے دروازہ کے باہر ہر دو نعلین (جوتے) اتار کر اندر داخل ہوا کرتے تھے اور باکمال نیاز و آداب وخشوع تمام دونوں ہاتھوں کو باندھ کر حضور میں کھڑے رہتے تھے کیونکہ جناب حضرت شاہ صاحب ؒ کی اکثر یہ حالت رہتی تھی کہ جذبِ الٰہی سے ہر دو آنکھیں مبارک بند کر کے مراقبہ میں مشغول اور متوجہ الی اللہ کمال استغراق میں رہتے تھے۔ جب تک آنکھیں کھول کر حضورؒ خود نواب صاحب سے کوئی ارشاد نہ فرماتے تھے تب تک اُسی طرح خدمت میں کھڑے رہتے تھے اور کوئی بات زبان پر نہیں لاتے تھے۔ بروقت ان کے ارشاد فرمانے کے جو کچھ عرض معروض ہوتا پیشِ خدمت کرتے اور اُن کے فرمان مبارک کی جان و دل سے کما حقہ تعمیل کرتے تھے اور تمام انتظامِ لنگر شریف، خرچ، اخراجات، خوراک و پوشاک و دیگر ہر قسم جو حضور کے گھر و باہر کا ہوتا تھا اور درویشان و مسافران و زائرین و طالبانِ خدا کا جو بغرض تحصیل فیضانِ باطنی دور دور سے حاضر خدمتِ حضور ہوتے تھے، جناب نواب صاحب موصوف خاص طور پر اپنا فرضِ عین سمجھ کر جان و دل سے بکمالِ محبت و اخلاص پوری پوری خدمت گزاری کرتے تھے اور سب کارِ خدماتِ متعلقہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کا اپنی نگرانی خاص میں رکھا ہوا تھا۔ جب کوئی نیا کام یا نئی بات یا کوئی سلسلہ شروع کرنا ہوتا تو بعد از عرض معروض جیسا کہ حضور شاہ صاحب ؒ ارشاد فرماتے تو ویسے ہی تعمیل حکم بجالاتے تھے۔

سیّد محمد عبد اللہ شاہ ؒ کا لقب

سیّد محمد عبد اللہ شاہ ؒ کا لقب ''سلطان التارکین'' ہے جو آپ ؒ کو بارگاہِ نبوی ﷺ سے عطا ہوا کیونکہ آپ ؒ اُن اولیا اللہ میں

---

[1] پیر محمد عبد الغفور شاہ ؒ حضرت سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی ؒ کے خلیفہ اکبر ہیں جنہیں آپ ؒ نے امانتِ فقر منتقل کی۔ ان کا تفصیلی ذکر باب سوم میں ہے۔
پیر محمد عبد الغفور شاہ ؒ کے ملفوظات آپ ؒ کے خلیفہ اصغر اور بڑے صاحبزادے پیر عبد الحق ؒ نے جمع اور مرتب کیے۔

سے تھے جن کے بارے میں حدیثِ قدسی ہے ''میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے ہیں اور جن کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

ملفوظات پیر محمد عبد الغفور شاہ ؒ میں ہے:

''آپ ؒ نہایت آزاد طبع عارفِ کامل مکمل اکمل اولیا اللہ الاتقیا الاخفیا، بموجب حدیثِ قدسی تھے۔ شہرۂ عالم سے بے نیاز ہر وقت خلوت نشینی میں متوجہ الی اللہ مراقبہ میں بحالتِ استغراق رہتے تھے۔''

آپ ؒ اپنے آپ کو ریاست، دربار اور شہرت سے دور رکھتے تھے۔ کبھی چل کر نہ تو کسی نواب کی محفل میں گئے اور نہ ہی کسی سردار کے پاس۔ ہمیشہ اپنی خانقاہ میں قیام پذیر رہے اور جو طالبانِ صادق آپ ؒ کے پاس تشریف لاتے اُن کو فیضانِ الٰہی اور تلقینِ باطنی سے مشرف فرماتے اور اُن کا تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب فرماتے۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ؓ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ باطنی طور پر آپؒ کو ''شاہ صاحب'' کے نام سے مخاطب فرمایا کرتے تھے اس لیے آپ ؒ اس لقب سے بھی مشہور ہوئے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ کے سلسلہ سے منسلک ہونے کی وجہ سے ''سخی سلطان'' اور جیلانی نسب کی وجہ سے ''جیلانی'' اور مدینہ منورہ میں ولادت کی وجہ سے ''مدنی'' آپ ؒ کے نام کا حصہ بنا۔

حلیہ اور لباس مبارک

ملفوظات پیر محمد عبد الغفور شاہ ؒ میں پیر عبد الحق ؒ تحریر فرماتے ہیں ''آپ ؒ بالکل سادہ مزاج تھے اور سادہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ پیراہن وکلاہ و پاجامہ شرعی اکثر آپ ؒ کا لباس ہوتا تھا۔ آپ ؒ نے سبز، نیلی اور سفید دستار استعمال فرمائی ہے۔ سفید دستار کا دو تین ہاتھ شملہ اوپر نکلا ہوتا تھا۔''

خوشی یا عید وغیرہ کے موقع پر تہمد اور کرتہ زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔ آپ ؒ نہایت ہی حسین اور حسن و جمال میں بے نظیر تھے بلکہ احسن الصورت، چہرہ فراخ، نورانی اور درخشاں معلوم ہوتا تھا اور کشادہ پیشانی تھے، چشمان مبارک بہت موٹی تھیں۔ اکثر مراقبہ میں مشغول رہتے تھے اور کمالِ استغراق کی وجہ سے آنکھوں میں سرخی معلوم ہوتی تھی۔ آپ ؒ کا بینی (ناک) مبارک بلند تھا، سر کے بال کانوں تک رکھتے تھے۔ ریش مبارک بالکل سفید، منور، گھنی اور طول وعرض میں نہایت خوشنما تھی، قد درمیانہ تھا۔ جو لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں کسی غرض سے حاضر ہوتے تھے وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دیدار مبارک میں ایسے بے خود ہو جاتے تھے کہ اُن کو گھر بار اور سب کام بھول جاتا تھا۔ حتیٰ کہ کھیل کود میں مصروف لڑکے اگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں کسی وقت حاضر ہو جاتے تو آپ ؒ کے دیدار میں محو ہو جاتے تھے اور اُن کو کھیلنا کودنا بھول جاتا تھا۔ پیر عبد الحق ؒ اپنے والد پیر محمد عبد الغفور شاہ ؒ سے روایت کرتے ہیں ''ظاہری صورت میں حسین اور

حسن و جمال میں بے مثال میں نے کسی کو اپنے مرشد حضرت پیر سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے برابر اپنی تمام عمر میں نہیں دیکھا۔''

سلسلہ فقر

سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ فقر سروری قادری ہے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ سروری قادری کے شیخ کامل ہیں۔

ملفوظات میں ہے:

حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا طریقہ سلوک سروری قادری تھا۔ طالبانِ مولیٰ کو اسی طریق میں داخل فرما کر ہدایت و تلقین فرماتے تھے۔ مشائخ سے طریقہ قادری دو طرح سے جاری اور معروف چلا آ رہا ہے، ایک زاہدی قادری دوسرا سروری قادری۔ سروری قادری طریق میں بغیر ریاضت، محنت و مشقت اور مجاہدہ کے طالبانِ خدا فی الفور محض نظرِ فیض اثر، تلقینِ حقیقی خاص اور توجہ شیخ کامل سے واصل بالمقصود ہو جاتے ہیں اور طریق زاہدی قادری میں محنت و ریاضت، مجاہدہ و مشقتِ کثیر سے مدت دراز کے بعد مکاشفہ و کشائشِ رازِ حقیقت ہوتی ہے۔ جناب حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا طریق سروری قادری تھا کہ بغیر از ریاضت، مجاہدہ، محنت و مشقت طالبانِ خدا پر اُن کا فیضان جاری ہو جاتا تھا اور محض نظرِ فیض اثر سے کشائشِ کمال ہو جاتی تھی اور گاہے خاص تلقین بھی طالبانِ حق کو فرما دیا کرتے تھے۔

فقہی مسلک

سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ حنفی مسلک اور اہلِ سنت والجماعت سے تھے۔

کرامات

سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات بے شمار ہیں جن میں سے چند ایک بیان کی جارہی ہیں:

ہندوستان پر تاجِ برطانیہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی لیکن ملتان پر ابھی تک سکھوں کا قبضہ تھا جنہوں نے اس علاقے میں کافی اودھم مچا رکھا تھا۔ ملتان کو فتح کرنے کے لیے انگریزوں نے نواب بہاول خان سوئم سے مدد اور ملتان پر لشکر کشی کے لیے فوج طلب کی تو نواب بہاول خان سوئم سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ ملفوظات پیر عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ میں ہے:

''جب فتوحاتِ ملتان کے حاصل کرنے میں سکھوں کے زمانے میں انگریز جناب نواب بہاول خان سے استمدادِ لشکر و فوج کے خواہاں

ہوئے تو حضور جناب شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں نواب صاحب حاضر ہو کر کمالِ ادب سے ملتمس ہوئے کہ حضور بغرض تحصیلِ فتح ملتان انگریزوں نے مجھ سے امدادِ فوجیہ طلب کی ہے۔ آپؒ دعا فرماویں اور جو کچھ مجھے آپ کا ارشاد مبارک ہو میں اس پر تعمیل کرنے کو تیار ہوں۔ آپ نے استفساراً ارشاد فرمایا کہ اس وقت تمہارے لشکرِ فوج کی کیا تعداد ہوگی۔ عرض کیا کہ چالیس ہزار کے قریب ہوں گے۔ تب آپ نے اپنا ایک درویش میاں محمد سلیم[1] ہمراہ دے کر نواب صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ملتان کی امدادِ فتح کے لیے جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ تمہاری تمام فوج اور ہمارا ایک درویش (یعنی یہ ہمارا ایک درویش تمہاری تمام فوج سے زیادہ تم کو امداد دے گا)۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے اور اس درویش کو بہت عزت وقدر کے ساتھ ہمراہ اپنے امدادی لشکر کے فتح ملتان کے لیے بھیج دیا۔ اس وقت حافظ جمال محمد ملتانی علیہ الرحمتہ کے خلفا میں سے منشی غلام حسن سکھوں کی طرف سے توجۂ امدادِ باطنی کرتے تھے اس لیے ملتان پر فتح نہ ہو سکتی تھی۔ منشی صاحب موصوف نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک کامل بزرگ کی امدادِ باطنی تحصیل وقبضہ ملتان کے لیے پہنچ گئی ہے اور کوئی شخص بآوازِ بلند کہتا ہے کہ اب خبردار رہنا اور توجہ نہ کرنا کہ اس وقت تمہارا توجہ کرنا کچھ اثر نہ کرے گا اور تم نے بھی اپنے مسکن پر شہید ہونا ہے۔ انہوں نے یہ (حاکم ملتان سے) اشارتاً بیان کیا اور رات کے وقت اپنے عیال واطفال کو دریچہ دروازۂ قلعہ سے نکال دیا کہ ناگہانہ لشکرِ نواب صاحب بھی بہ ہمراہی درویش حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے پہنچا۔ وہ درویش موصوف توپ کے چلانے پر مقرر کیا گیا۔ جب سکھوں نے اندرون قلعہ ملتان سے غلبہ کیا تو اس وقت کسی قدر لشکر انگریزوں کا اور نواب صاحب کا پیچھے ہٹا لیکن وہ درویش اپنی جگہ پر بدستور مقیم رہا اور فی الفور توپ کو چلا دیا۔ گولہ قلعہ سے گزر کر اس جگہ پر جا پہنچا جہاں پر سکھوں کا تمام سامان بارود وغیرہ جمع رکھا ہوا تھا، وہ تمام نیست ونابود ہوا اور لمحۃ البصر میں اُڑ گیا۔ مخالفین سب کے سب بے سروپا ہو گئے۔ اس وقت لشکرِ نواب صاحب ولشکرِ انگریزوں نے قلعہ پر غلبہ کر کے فتح کر لیا اور پورے طور پر کامیابی حاصل کی۔ اسی روز منشی غلام حسن پر کسی نے ناگہانہ آکر تیغ چلا دی اور انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔''

اس واقعہ کی تصدیق تاریخِ پنجاب کی مختلف کتب سے بھی ہوتی ہے۔ غلام مصطفیٰ بسمل ''تاریخِ پنجاب'' میں فتح ملتان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انگریزوں نے اب فیصلہ کیا کہ پہلے شہر (ملتان) کو فتح کیا جائے بعد ازاں قلعہ پر اپنا تصرف قائم کیا جائے، اس کے ساتھ ہی برطانوی توپ خانے نے شہر پر شدید گولہ باری شروع کر دی جس کے نتیجے میں 30 دسمبر 1848ء کو قلعے میں موجود گولہ بارود کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تباہ ہو کر رہ گیا جس میں پانچ ہزار من بارود تھا۔ جب یہ بارود ایک دھماکے کے ذریعے تباہ ہوا تو اِس دھماکے سے پانچ سو سپاہی جو قلعہ میں متعین تھے موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ اس عظیم نقصان کی وجہ سے ملتانی افواج میں سخت مایوسی اور بے چینی پھیل گئی اور 3 جنوری 1849ء کو انگریزی فوجیں شہر میں داخل ہوئیں اور قابض ہو گئیں۔'' (صفحہ 459)

ملفوظات میں بیان کیا گیا ہے:

[1] سیّد محمد عبداللہ شاہ کے خلفا میں سے ہیں۔ آپؒ مزار کے عقبی قدیمی قبرستان میں مدفون ہیں، تربت کی نشاندہی ناممکن ہے۔

''امدادِ فتح ملتان پر ریاست بہاول پور کو 'پٹہ عدمِ مزاحمت ومحاربت حفظ وامن تا قیامِ سلطنتِ برطانیہ' انگریزوں سے حاصل ہوا اور نواب بہاول خان سوئم نے حضرت سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں چار ہزار روپیہ اور ایک شاندار گھوڑا پیش کیا۔ شاہ صاحبؒ نے روپیہ تو لنگر شریف کے لیے دے دیا اور گھوڑا واپس فرما دیا۔ نواب صاحب نے اس گھوڑا کی قیمت بعدازاں لنگر کے لیے بھجوا دی۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک طالبِ خاص حاجی محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ[1] نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ بعدِ وصال حضور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنا مزار مبارک تعمیر کرانے کی اُسے اجازت عنایت فرمائیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں مزار کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ حاجی محمد بخشؒ طالبِ صادق اور اہلِ محبت وارادت تھے اس لیے اس انکار سے زار و قطار رو کر کہنے لگے ''ظاہر (زندگی) میں بھی آپ نے اپنے آپ کو شہرۂ عالم سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے اور بعد وصال بھی چاہتے ہیں کہ جہان میں نام ونشان تک چُھپا رہے۔ میرا تو یہ شوق ہے کہ حضور کا شاندار مزار مبارک بنوا کر نقش ونگار سے مزین کروں تاکہ زیارت گاہِ ہر خاص وعام ہو جیسا کہ دوسرے بزرگوں کے مزارات ہیں۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''ابھی تعمیر کا حکم نہیں ہے۔ یہ شہر ہمارے وصال کے بعد ویران ہو جائے گا اور عرصہ کثیر کے بعد آباد ہوگا اور ہمارا مزار وہی بنوائے گا جو ہماری مانند ہوگا۔''

بعدازاں اسی طرح ہوا۔ احمد پور شرقیہ ویران ہوا اور ویرانی کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر اور امانتِ الٰہیہ کے وارث حضرت پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ مزار مبارک کی تعمیر 1327ھ (1909ء) میں شروع فرمائی اور ایک سال کے اندر اندر اپنے وصال سے پہلے 1328ھ (1910ء) میں مزار شریف کی تعمیر مکمل کی۔

احمد پور شرقیہ کیوں ویران ہوا، اس کی تفصیل 'تذکرۂ روسائے پنجاب' میں اس طرح سے ملتی ہے:

''1850ء میں نواب بہاول خان سوئم نے اپنے بڑے بیٹے فتح یار خاں کی بجائے دوسرے لڑکے سعادت یار خاں کو ولی عہد مقرر کر دیا (حالانکہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے نواب بہاول خاں سوئم کو منع فرمایا تھا)۔ انگریزی حکومت نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ 1852ء میں نواب بہاول خاں سوئم کے انتقال کے بعد سعادت یار خاں مسندِ ریاست پر متمکن ہوئے لیکن ریاست کے دوسرے صاحبانِ اثر ورسوخ داؤد پوترے سردار بڑے بیٹے فتح یار خاں کے حق میں تھے۔ انہوں نے تھوڑے عرصہ میں ہی سعادت یار خاں کو برطرف کر کے فتح یار خاں کو مسندِ ریاست پر بٹھا دیا۔ سعادت یار خاں نے گورنر جنرل بہادر کے پاس فریاد کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ معاہدہ کے مطابق ریاست کو بیرونی حملہ آوروں سے بچانا گورنمنٹ آف برطانیہ کی ذمہ داری تھی اس لیے نواب فتح یار خاں باقاعدہ طور پر نواب تسلیم کر لیے گئے اور معزول نواب سعادت یار خاں کو انگریزی علاقہ میں پناہ دے دی گئی۔ 19200 روپے سالانہ وظیفہ اس شرط پر مقرر ہوا کہ اب اُن کا اور اُن کی اولاد کا بہاول پور کی مسندِ امارت پر کوئی حق نہیں رہ گیا۔ لیکن جلد ہی سعادت یار خاں نے سازشی داؤد پوترے سرداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اپنی طاقت بڑھانی شروع کر دی۔

---

[1] سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ہیں اور مزار مبارک کے عقبی قبرستان میں مدفون ہیں۔ تربت کی نشاندہی ناممکن ہے۔ انہوں نے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر مٹی اور گارے کا کمرہ تعمیر کروایا تھا۔

داؤد پوترے سازشی سردار بھی اس بات کا ادراک نہ کر سکے کہ انگریز یہ سازشیں برداشت نہ کریں گے اس لیے انہوں نے سعادت یار خاں کو لاہور کے قلعہ میں بند کر کے آدھا وظیفہ بند کر دیا اور شرط رکھی کہ جب تک وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں گے اُن کا وظیفہ بحال نہ ہوگا۔ اسی حالت میں 1861ء میں نواب سعادت یار خاں لاولد فوت ہوگئے۔ 1863ء میں نواب بہاول رابع (چہارم) کے خلاف بھی علم بغاوت انہی داؤد پوترے سرداروں نے بلند کیا لیکن اُن کی بغاوت جلد ہی ختم کر دی گئی۔ نواب صاحب آخری مرتبہ بغاوت فرو کرنے کے بعد کچھ ایسے اچانک طریقہ سے فوت ہوگئے کہ ان کی موت کے متعلق دغابازی کا شبہ کیا جاتا ہے۔ پھر چونکہ نواب صاحب کی وفات کے بعد اور بھی کئی بلوے اور ہنگامے برپا ہوئے اس لیے آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ نابالغ نواب صادق محمد خاں صاحب اپنی والدہ ماجدہ کی نگرانی میں رہیں اور ان کے زمانہ نابالغی میں ریاست کا انتظام انگریزی سرکار کو تفویض کر دیا جائے۔ فی الواقع فتنہ انگیز سرداروں کو فساد سے باز رکھنے کا اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہ تھا کیونکہ انہوں نے اس بات کو دل میں ٹھان لیا تھا کہ ان کی ذاتی اغراض صرف حکمران خاندان کو تباہ کرنے سے ہی پورے ہوں گی اور وہ اسی امر کے درپے تھے۔

چنانچہ 1866ء میں صاحب کمشنر بہادر ملتان نے ریاست کا انتظام اپنے قبضۂ اقتدار میں لیا اور اس کی تھوڑی ہی مدت بعد ایک باقاعدہ پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہوگیا جس کو پنجاب گورنمنٹ کی عام نگرانی میں ریاست کا انتظام اور اُس میں اصلاحیں کرنے کے پورے اختیارات سپرد ہوئے۔ افسر مذکور کو ہدایت ہوئی کہ وہ اصولاً جہاں تک ممکن ہو خاص ریاست ہی کے ملازموں اور باشندوں کی وساطت سے حکومت اور نظم ونسق کرے اور معاملاتِ ملکداری کو اس طرح ترتیب دے کہ جب نواب صاحب اٹھارہ سال کے سن کو پہنچ کر ریاست کی عنانِ انتظام سنبھالیں تو اُس وقت کاروبارِ حکومت کی ایسی حالت ہو کہ نواب صاحب خود اپنے ہی کارپرداز آدمیوں کے ہاتھ سے تمام امور عمدہ اور مکمل رکھ سکیں۔ کرنل منچن صاحب بہادر نے 1867ء میں پولیٹیکل ایجنٹ کے فرائض اپنے ذمے لیے۔ اُس وقت ریاست کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کہتے ہیں کہ اُس وقت ملک (ریاست) میں صرف دو آدمی بارسوخ اور صاحبِ وقعت تھے۔ دوسرے یا تو قتل ہو چکے تھے یا جلاوطنی کی حالت میں فوت ہوگئے تھے، اُن کی جاگیریں ضبط ہوگئی تھیں اور ان کے خاندان کے افراد سخت افلاس کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ریاست میں کوئی اس قسم کا انتظامی عملہ نہ تھا جس کو ایگزیکٹو سٹاف کہا جا سکتا اور نہ ایسے اہلکار موجود تھے جن کو ذمہ داری کے عہدے دیئے جاتے۔ خزانہ خالی تھا، تمام درجوں کے ملازموں کی تنخواہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ فوج فاقہ مست اور بغاوت پر آمادہ تھی۔ نہریں بُری حالت میں شکستہ اور فرسودہ پڑی تھیں۔ زمینوں کے مالک زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور قرب وجوار کے اضلاع میں لگان گزار مزارعوں کی حیثیت سے کاشت کیا کرتے تھے۔ انگریزی انتظام سے معاملات اصلاح پذیر ہوئے۔ ہر ایک محکمہ پورے طور سے ازسرِ نو مرتب کیا گیا اور چند ہی سال کے عرصہ میں ریاست پھر سرسبز اور خوشحال ہوگئی۔ ماہ نومبر 1879ء میں نواب صاحب بالغ ہوئے اور اُسی سال جناب نواب لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر نے انہیں باقاعدہ طور سے پورے اختیاراتِ حکومت دے دیئے۔'' (صفحہ 661 تا 663)

چونکہ احمد پور شرقیہ ریاست بہاول پور کا مرکز تھا اور ڈیرہ نواب صاحب کے قریب واقع تھا اس لیے ان تمام سازشوں کے نقصانات

سب سے زیادہ احمد پور شرقیہ کو ہی اٹھانے پڑے اور ان فسادات اور سازشوں نے احمد پور شرقیہ کو ویران کر کے رکھ دیا۔

1876ء میں احمد پور شرقیہ کو ایک خوفناک سیلاب نے تباہ و برباد کر ڈالا۔ کہتے ہیں کہ اس سیلاب سے سارا شہر ملیا میٹ ہو گیا۔ اب بھی محلّہ فتانی، محلّہ عباسی اور محلّہ کٹڑہ میں پڑے ہوئے گڑھے اسی سیلاب کی یادگار ہیں۔

یوں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی کہ یہ شہر ہمارے وصال کے بعد برباد ہو جائے گا اور عرصہ کثیر بعد آباد ہوگا۔ 1863ء سے لے کر 1879ء تک احمد پور شرقیہ تباہی و بربادی کے مختلف مراحل سے گزر کر 1879ء میں دوبارہ آباد ہوا۔

ملفوظات میں ہے کہ ایک روز سیّد محمد عبداللہ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر فنافی ھُو کی حالت طاری تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ آنکھیں بند کیے ھُو کے سمندر میں غوطہ زن تھے۔ اس حالت میں جب ذکرِ ھُو کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سانس مبارک باہر آتا تو سر اور جسم کے تمام بال کھڑے ہو جاتے اور جب سانس اندر جاتا تو تمام بال دوبارہ اصلی حالت میں آجاتے۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کی اس حالت کو دیکھنے میں محو تھے کہ اچانک ایک ہندو جو کہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل قریب ہو کر بغور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس حالت کو دیکھنے لگا جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ اچانک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں اور وہ ہندو پشت کے بل جا پڑا اور کہنے لگا کہ میری کمر تختہ ہوگئی ہے۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اندر سے روغن لا کر اس کی کمر کی مالش کی گئی تو وہ ٹھیک ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ہندو سے استفسار فرمایا کہ کس غرض سے میرے پاس آئے ہو؟ اس نے عرض کی ''ملتان میں میرے رشتہ داروں میں موت ہوگئی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو روانہ ہو جاتا ہوں ورنہ ارادہ ملتوی کر دیتا ہوں''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''تمہیں اس طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چند روز بعد وہ خود تمہارے پاس آجائیں گے، اسی جگہ ماتم پرسی کر لینا''۔ چنانچہ چند روز بعد ایسا ہی معاملہ ظہور پذیر ہوا کہ وہ تمام کے تمام رشتہ دار اس ہندو کے پاس احمد پور شرقیہ پہنچ گئے اور وہ سفر کی تکلیف سے چھوٹا۔

تلاشِ محرمِ راز

جس طرح طالبِ مولیٰ کو مرشد کامل اکمل کی تلاش ہوتی ہے اسی طرح مرشد کامل اکمل بھی دل کے محرم کی تلاش میں رہتا ہے جسے امانتِ فقر اور امانت الٰہیہ منتقل کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کے محرم پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو جلد ہی مل گئے۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ 8 شوال 1267ھ (5 اگست 1851ء) کو 25 سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 9 سال[1] پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی تربیت فرمائی۔ جب تربیت مکمل ہوگئی تو سیّد محمد

[1] 8 شوال 1267ھ تا 29 رمضان 1276ھ

عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عالمِ وحدت کی طرف واپسی کا وقت بھی آ گیا۔ ربیع الثانی 1276ھ (نومبر 1859ء) کے آغاز سے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی۔ رمضان المبارک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اتنے علیل ہوگئے کہ وضو نہیں فرما سکتے تھے بلکہ تیمّم سے نماز و فرائض کی ادائیگی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کے محرمِ راز پیر محمد عبدالغفور شاہ آپ سے اجازت لے کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر آپ کی صحت یابی کی عرض پیش کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ 29 رمضان المبارک 1276ھ کو سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے اندر داخل ہوئے اور عرض پیش کر ہی رہے تھے کہ کسی نے عقب سے آپ کو السلام علیکم کہا۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو وہ آپ کے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے آپ کو پکڑ کر سینے سے لگایا اور امانتِ الٰہیہ منتقل کی۔ جیسے ہی امانتِ الٰہیہ منتقل ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آس پاس لوگوں سے دریافت فرمایا تو لوگوں نے نفی میں جواب دیا کہ انہوں نے تو سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہی نہیں۔ دراصل سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جسمانی طور پر تو احمد پور شرقیہ میں موجود تھے لیکن روحانی طور پر امانتِ الٰہیہ منتقل کرنے کے لیے دربار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے تھے۔ جیسے ہی امانتِ الٰہیہ منتقل ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے احمد پور شرقیہ میں وصال فرمایا۔

ازواج واولاد

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا نکاح 26 سال کی عمر میں اپنی ماموں زاد سیّدہ سعیدہ سے فرمایا اور دو سال بعد ہی علیحدگی ہوگئی۔ اُن سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

4 رمضان المبارک 1241ھ (12 اپریل 1826ء) بدھ کے دِن جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ریاست بہاولپور کے شہر احمد پور شرقیہ جانے اور وہاں تلقین و ارشاد کا حکم فرمایا تو ساتھ ہی فرمایا کہ شورکوٹ میں ہمارا ایک محبّ فتح محمد نامی جیلانی سیّد مقیم ہے جو نہایت ہی غریب اور مفلوک الحال ہے۔ اس کی ایک پاکیزہ بیٹی مریم بی بی ہے جو ہم سے محبت و عقیدت رکھتی ہے۔ اُن کے پاس سے ہوتے ہوئے جانا اور اس پاکیزہ مریم بی بی سے نکاح کرنا کیونکہ یہ حکم صادر ہو چکا ہے اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس پر مہر لگائی جا چکی ہے اور اُن کو بھی مطلع کر دیا گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بتائے ہوئے پتہ پر اس سیّد کے گھر پہنچے اور صرف اتنا عرض کیا کہ نام محمد عبد اللہ ہے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا ہے۔ وہ جیلانی سیّد تو خوشی سے نہال ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سیّد فتح محمد جیلانی کی صاحبزادی سیّدہ مریم بی بی رحمۃ اللہ علیہا سے نکاح فرمایا۔ سیّدہ مریم رحمۃ اللہ علیہا عارفہ کاملہ تھیں۔ نکاح کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ 29 رمضان المبارک 1241ھ کو احمد پور شرقیہ پہنچے۔ سیّدہ مریم رحمۃ اللہ علیہا نے معرفت الی اللہ کو خواتین میں عام کرنے کے لیے حضرت سیّد محمد

عبداللہ شاہؒ کے شانہ بشانہ کام کیا۔ نہ صرف عام خواتین بلکہ نوابانِ ریاست بہاولپور کی بیگمات بھی آپؒ کی بہت معتقد اور عقیدت مند تھیں۔ آپؒ نے احمد پور شرقیہ آمد کے بعد سے وصال تک گھر سے باہر قدم نہ نکالا۔ سیّد محمد عبداللہ شاہؒ کے وصال کے بعد 1279ھ (1863ء) میں آپ کا وصال ہوا اور دربار پاک کے قریب مدفون[1] ہوئیں۔

سیّدہ مریم بی بیؒ کے بطن مبارک سے دو صاحبزادیوں کی ولادت باسعادت ہوئی۔ پہلی صاحبزادی نور بی بی 1248ھ (1833ء) میں پیدا ہوئیں اور دوسری صاحبزادی صالحہ بی بی جو بی بی پاک دامن کے نام سے معروف ہوئیں 1260ھ (1845ء) میں پیدا ہوئیں۔ نور بی بی کا وصال سات سال کی عمر میں 1255ھ (1840ء) میں سیّد محمد عبداللہ شاہؒ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی ہو گیا تھا اور وہ خانقاہ کے قریب مدفون[2] ہوئیں۔ دونوں صاحبزادیوں کے گھٹنوں پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دستِ مبارک کے نشان موجود تھے۔ دوسری صاحبزادی صالحہ بی بی الملقب بی بی پاک دامن کے گھٹنوں پر نشان اتنے واضح اور کامل تھے کہ آپ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے سے قاصر تھیں۔ آپؒ بڑی کامل اور صاحبِ حال خاتون تھیں، ہر لحہ مراقبہ میں غرق رہتیں۔ آپؒ کی نگاہِ کامل سے ہزاروں خواتین نے فیض پایا۔ جب 1276ھ میں سیّد محمد عبداللہ شاہؒ کا وصال ہوا تو آپؒ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ احمد پور شرقیہ میں ہی رہائش پذیر تھیں۔ آپؒ نے اپنے والدِ محترم کی زندگی میں ہی نکاح سے انکار فرما دیا تھا کیونکہ آپؒ چلنے پھرنے سے معذوری کی وجہ سے ازدواجی حقوق اور گھریلو ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر تھیں۔ 1279ھ میں جب آپؒ کی والدہ محترمہ مریم بی بیؒ کا وصال ہوا تو پیر محمد عبدالغفور شاہؒ آپؒ کو اپنے ساتھ مُڈر جبانہ گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ لے گئے اور آپؒ نے پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کی پہلی زوجہ، جن سے ایک ہی فرزند پیر محکم الدینؒ تھے اور وہ بھی لاولد تھے، کے ساتھ رہائش اختیار کر لی۔ اس گھر میں پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کی پہلی زوجہ، پیر محکم الدین اور اُن کی زوجہ محترمہ رہائش پذیر تھے۔ میرے مرشد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ فرمایا کرتے تھے کہ پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کی پہلی زوجہ اور پیر محکم الدینؒ کی زوجہ کو سیّد محمد عبداللہ شاہؒ کی صاحبزادی صالحہ بی بیؒ سے بڑی محبت اور عشق تھا اور اُن دونوں کی وصیت تھی کہ مرنے کے بعد انہیں صالحہ بی بی کے قریب دفن کیا جائے۔ مُڈر جبانہ میں بھی صاحبزادی صالحہ بی بی الملقب بی بی پاک دامنؒ کی نگاہِ کامل سے ہزاروں خواتین نے فیض پایا اور پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کی خانقاہ میں آنے والی خواتین اسی گھر میں جمع ہوا کرتی تھیں جہاں آپؒ رہائش پذیر تھیں۔

صالحہ بی بیؒ کے وصال کی تاریخ تو معلوم نہیں ہو سکی لیکن آپؒ پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی وصال فرما گئیں تھیں۔ پیر محمد عبدالغفور شاہؒ نے آپؒ کو ڈُر جبانہ ضلع جھنگ کے قریب محمود کوٹ میں اپنی زمین میں دفن فرمایا۔ تربت مبارک کے اوپر ایک کمرہ بھی تعمیر فرمایا جس کو سنگِ مرمر سے مزین کیا۔ کچھ عرصہ بعد پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کی زوجہ محترمہ اور پیر محکم الدینؒ

---

[1][2] دونوں کے مزارات کے بارے میں دو روایات ہیں، ایک یہ کہ سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کے مزار کے عقب میں جو دو قبور ہیں اُن میں سے ایک آپؒ کی زوجہ سیّدہ مریمؒ کی اور دوسری صاحبزادی نور بی بی کی ہے اور دوسری روایت کے مطابق دونوں دربار پاک سے ملحقہ قدیم عقبی قبرستان میں مدفون ہیں۔

کی زوجہ محترمہ کا یکے بعد دیگرے وصال ہو گیا تو پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں طرف اور پیر محکم الدین[1] رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں طرف دفن کیا گیا۔ یعنی اُن کی وصیت کا احترام کیا گیا۔ زندگی میں بھی یہ تین ہستیاں عشق و محبت سے اکٹھی رہیں اور اب قبور میں بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ اس فقیر نے اس جگہ کی زیارت کی ہے، یہاں اب بھی مزار سے نور کی برسات محسوس ہوتی ہے۔ اگر یہ مزار خواتین کے لیے کھول دیا جائے تو صاحبِ دل خواتین یہاں سے فیض حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ مزار ہمیشہ بند رہتا ہے اور چابی پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے مجاور کے پاس ہوتی ہے۔ یہ مزار پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی اولاد کے مزارات اور قبرستان سے کافی فاصلے پر واقع ہے۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کسی صاحبزادی سے اولاد کا سلسلہ نہیں چلا۔

وصال اور مزار مبارک

چھ ماہ علیل رہنے کے بعد سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے 29 رمضان المبارک 1276ھ (20 اپریل 1860ء) بروز جمعۃ المبارک بعد نمازِ عصر وصال فرمایا۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے محرمِ راز اور خلیفہ اکبر حضرت پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحت یابی کی دعا کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ 29 رمضان المبارک کے دن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسی دن ولادت اور اسی دِن وصال ہوا، اسی دِن مدینہ سے بغداد شریف روانہ ہوئے اور اِسی دن احمد پور شرقیہ بہاولپور تشریف لائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی حویلی میں ہی دفن کیا گیا۔ پہلے آپ کی تربت مبارک کچی تھی اور اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حاجی محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے مٹی اور گارے کا ایک کمرہ تعمیر کرایا۔ پھر پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے ایک سال قبل 1327ھ (1909ء) میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک اور ساتھ ایک مسجد کی تعمیر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اور مسجد کی طرز پر شروع کرائی۔ جب صفر 1328ھ (فروری 1910ء) میں مزار اور مسجد مبارک مکمل ہوئے تو بالکل سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا عکس تھے۔ مزار میں قدیم طرز پر کاشی کاری اور ٹائل پر سونے کے پانی کا کام ہوا تھا جبکہ سنگِ مرمر کا ایک بہت بڑا اور خوبصورت اور نایاب دروازہ اس وقت ریاست بہاولپور کے نواب صادق محمد خان پنجم کی بیگم نے ہدیہ کیا تھا۔ 1999ء میں دربار اور مسجد کو سیم کی وجہ سے خراب ہونے پر شہید کر دیا گیا اور 2000ء سے 2002ء کے عرصہ کے دوران مزار کے اوپر ایک سادہ کمرہ تعمیر کیا گیا جس کا صرف ایک مینار تھا اور ساتھ چھوٹی سی مسجد تعمیر کی گئی۔

مزار مبارک کی تعمیرِ نو 2012ء

مئی 2012ء کو اس فقیر نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی طرز پر سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

[1] پیر محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مٹھ شریف ضلع جھنگ میں پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے ساتھ ایک کمرے میں ہے۔

کے مزار مبارک کی از سرِ نو تعمیر شروع کرائی۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مزار مبارک کی طرح چھت کے چاروں کونوں میں مینار تعمیر کیے گئے جن پر رنگ وروغن کا کام کیا گیا اور کاشی کاری والی ٹائلیں لگائی گئیں۔ میناروں کے درمیان میں چاروں طرف گمٹیاں تعمیر کی گئیں اور اُن پر بھی کاشی کاری اور رنگ وروغن کا کام کیا گیا۔ صحن میں بھی ٹائلیں لگائی گئیں۔ تربت مبارک پر سنگِ مرمر لگایا گیا۔ اس طرح مزار مبارک کی تعمیر دوبارہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مزار کے مطابق 30 اگست 2012ء کو مکمل ہوئی۔

آپؒ کے مزار مبارک کے بارے میں شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ فرماتے ہیں:

تریاق مزار حضور انور دا، زہر و نجے نفسانی

مفہوم: سلطان التارکین سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کے مزار پر جو صدق اور خلوص سے حاضر ہو کر فیض کے لیے التجا کرتا ہے، آپؒ اس کے نفس کا زہر ختم کر کے اسے بارگاہِ حق تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔

آپؒ نے اپنے مزار سے فیض کا سلسلہ لوگوں کی طلبِ دنیا اور حبِ دنیا کی وجہ سے 1942ء سے بند کر رکھا تھا۔ اس فقیر کی التجا پر 2 ستمبر 2012ء سے فیض کا سلسلہ آپؒ کے مزار سے دوبارہ جاری ہوا جو 2017 تک جاری رہا۔

آپؒ کا مزار مبارک فتانی چوک، فتانی محلہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ہے۔

عرس مبارک

حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہؒ سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کے وصال کے وقت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مزار مبارک پر آپؒ کی صحت یابی کی عرض پیش کرنے گئے ہوئے تھے۔ وہ سیّد محمد عبد اللہ شاہؒ کے وصال کے بعد 9 شوال بروز اتوار یعنی شوال کے دوسرے اتوار واپس پہنچے اور اسی دِن آپؒ کا ختم شریف دلوایا۔ پھر پیر محمد عبد الغفور شاہؒ اپنی حیات میں ہر سال شوال کے دوسرے اتوار عرس ومیلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منعقد کرواتے رہے لیکن بعد میں سیّد محمد عبد اللہ شاہؒ کے عرس مبارک کا دِن 29 رمضان المبارک مقرر کر دیا گیا۔ 29 رمضان المبارک کو منعقد ہونے والی عرس کی یہ تقریب تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ ظہر کی نماز کے بعد 10 منٹ قوالی ہوتی جو سروری قادری روایات کے سخت خلاف ہے اور ایک دیگ چاولوں کی تقسیم کی جاتی۔ عصر کی نماز سے پہلے عرس ختم ہو جاتا، شرکت کرنے والوں کی تعداد دس یا پندرہ ہوتی۔

2012ء سے 2016ء تک سروری قادری روایات کے مطابق عرس کا عظیم الشان انعقاد

جب 30 اگست 2012ء کو اس فقیر کی زیرِ نگرانی دربار کی دوبارہ تعمیر اور تزئین وآرائش مکمل ہوگئی تو فقیر نے ہر سال سیّد محمد عبد اللہ شاہؒ کے عظیم الشان عرس کے انعقاد کی روایت شروع کی۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے ہر سال عرس مبارک کی تاریخوں میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔

عرس 2012ء

اس فقیر نے 2 ستمبر 2012ء کو سروری قادری روایات کے مطابق احمد پور شرقیہ میں مزار مبارک سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاندار عرس کے انعقاد کا آغاز کیا۔ اس عرس پاک پر حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں منقبتیں پڑھی گئیں اور ان کی حیات و تعلیمات اور اعلیٰ ترین روحانی مقام پر روشنی ڈالی گئی۔ حاضرین کو آگاہ کیا گیا کہ سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی وارث اور ان کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخ کامل اور امام ہیں۔ عرس پاک کے اختتام پر اس فقیر نے حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ان کے روحانی فیض کو دوبارہ جاری کرنے کی عرض کی۔ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اس فقیر کی تمام تر کاوشوں سے بہت راضی تھے، باطنی طور پر نہ صرف اپنے روحانی فیض کو دوبارہ جاری کرنے کی حامی بھر لی بلکہ یہ بھی فرمایا ''چونکہ آپ نے ہی اس روحانی فیض کے احیا کے لیے تمام تر کوشش فرمائی ہے اس لیے یہ فیض صرف آپ کی ہی جماعت کے لیے مخصوص ہے۔'' اس عرس کے دوران مرکزِ فقر شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے بدل کر سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کی طرف منتقل کر دیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی اس فقیر کی روحانی قوتوں میں بے پناہ اضافہ کر دیا گیا جس کی بدولت دنیا بھر سے طالبانِ مولیٰ اس فقیر کی طرف کھنچے چلے آنے لگے تاکہ طالبانِ دنیا کو نگاہِ کامل سے عشقِ حقیقی عطا کر کے ان کے دِل کی حالت بدلی جا سکے اور انہیں طالبانِ مولیٰ بنایا جا سکے۔ مجلسِ محمدیؐ کے دروازے اس فقیر کے خاص چنے ہوئے طالبوں کے لیے کھول دیئے گئے اور اس فقیر کو اجازت دے دی گئی کہ جس طالب کو چاہے قوتِ وھم اور علمِ دعوت عطا کر دیں۔ اس فقیر نے ان قوتوں کو اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے انتہائی بصیرت سے استعمال کرتے ہوئے دنیا بھر سے طالبانِ مولیٰ خصوصاً نوجوان نسل کو منتخب کیا اور انہیں عشقِ حقیقی کی قوت اور اپنی نگاہِ کرم سے روحانی بلندی عطا کر کے اس لائق بنایا کہ وہ فقر کی ترویج و اشاعت کے فرائض ادا کر سکیں۔

اس کے بعد اس فقیر نے اپنی دوسری ذمہ داری کی طرف توجہ دی اور مشائخ سروری قادری سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام مشائخ سروری قادری کی مکمل اور جامع تحقیق سے بھرپور زیرِ نظر کتاب ''مجتبیٰ آخر زمانی'' تحریر کی اور اس کا انگریزی ترجمہ The Spiritual Guides of Sarwari Qadri Order کے نام سے شائع کروایا۔ اس کے علاوہ تمام مشائخ کے عارفانہ کلام پر تحقیق کر کے ان کا اصل اور کامل کلام بمع مشکل الفاظ کے معانی ''کلام مشائخ سروری قادری'' کے عنوان سے شائع کیا اور اس کی ویڈیو ریکارڈنگ کرائی۔ ان شاندار خدمات کے عوض اس فقیر کو مجلسِ محمدیؐ سے آفتابِ فقر اور شانِ فقر جیسے القابات سے نوازا گیا۔

عرس 2013ء

2013ء میں سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی کا عرس 6 اور 7 ستمبر کو منعقد کیا گیا۔ گزشتہ سال 2012ء کے عرس کی کامیابی حاسدین اور مخالفین کو بہت ناگوار گزری چنانچہ انہوں نے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیئے۔ سجادہ نشین نے دربار پاک کے اندر سیّد محمد عبد اللہ شاہ کے پدرانہ اور مادرانہ شجرہ ہائے نسب، شجرہ فقر اور مختصر سوانح حیات کی فلیکس کو اتروا کر دربار کو تالا لگا دیا۔ اس حرکت کی وجہ سے سال 2013ء میں 6 ستمبر 2013ء کی شام نمازِ مغرب کے بعد دربار پاک کے غسل، چادر پوشی اور تاج پوشی کی رسم ادا نہ ہو سکی۔ اس فقیر نے 6 ستمبر بروز ہفتہ نمازِ مغرب کے بعد دربار پاک پر حاضری دی، تالا بند دروازہ کو بوسہ دیا اور دروازہ کے سامنے جائے نماز پر بیٹھ گیا۔ تمام مریدین اور زائرین بھی اس فقیر کے اردگرد بیٹھ گئے اور دربار پاک کا صحن زائرین سے بھر گیا۔ یہیں تلاوتِ قرآنِ پاک اور نعت خوانی کی محفل ہوئی اور سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی کی شان میں منقبتیں پڑھی گئیں۔ اس کے بعد چادر مبارک اور تاج مبارک کی زائرین کو زیارت کروائی گئی (اس کی ویڈیوز ڈیجیٹل میڈیا پر موجود ہیں)۔

اگلے دن 7 ستمبر بروز اتوار عرس پاک کی محفل دربار پاک سے کچھ فاصلہ پر مکہ سٹی میں منعقد کی گئی جس میں ملک بھر سے مریدین اور محبین نے شرکت کی۔ حاسدین جن کو مقامی انتظامیہ کی حمایت بھی حاصل تھی، عرس کو نہ روک سکے اور رکاوٹوں کے باوجود عرس پاک بھرپور طریقے سے منایا گیا۔ اس موقع پر طالبانِ مولیٰ کی کثیر تعداد نے بیعت اور بغیر بیعت کے ذکر اور تصور اسم اللہ ذات حاصل کیا۔ دربار سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی پر بند دروازہ کے باوجود عرس پاک کی محفل کے شرکا کو بہت سے روحانی مشاہدات بھی ہوئے۔ اکثر ساتھیوں کو سیّد محمد عبد اللہ شاہ کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور انہوں نے خوشخبری دی کہ محفل میں شریک ہونے والا کوئی بھی ساتھی فیض سے محروم نہیں رہا۔

عرس 2014ء

یہ فقیر 2014ء میں 2013ء ہی کی طرح عرس کی تیاریاں شروع کر چکا تھا کہ دربار سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی کے مجاور نے خانقاہ سلسلہ سروری قادری لاہور میں آ کر درخواست کی کہ اس بار عرس مبارک دربار پاک پر منعقد کیا جائے تاکہ اہلِ علاقہ اس سے مستفید ہو سکیں۔ اس کے علاوہ اہلِ علاقہ کی طرف سے بہت دباؤ ہے۔ اس طرح 11 اور 12 اکتوبر بروز ہفتہ اتوار ایک عظیم الشان عرس کا انعقاد ہوا۔ دربار پاک اور اردگرد کے علاقوں کو برقی قمقموں سے سجایا گیا اور وسیع پنڈال کا انتظام کیا گیا۔ 11 اکتوبر 2014ء بروز ہفتہ بعد نمازِ مغرب دربار پاک کو عرقِ گلاب سے غسل دیا گیا، چادر پوشی اور تاج پوشی کی گئی اور تربت مبارک کو گلاب کے پھولوں سے ڈھانپ دیا گیا۔

12 اکتوبر 2014ء کو ایک وسیع وعریض پنڈال عرس پاک کے لیے سجایا گیا جس میں عظیم الشان عرس پاک کی محفل منعقد ہوئی۔ اس محفل میں ملک بھر سے کثیر تعداد میں مریدین اور زائرین نے شرکت کی۔ محفل کے اختتام پر نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد وسیع اور عالی شان لنگر تقسیم کیا گیا۔

عرس 2015ء

حسبِ روایت 2015ء میں بھی 3 اور 4 اکتوبر بروز ہفتہ اتوار ایک پُر نور اور عالی شان عرس مبارک کی تقریب ہوئی۔ 3 اکتوبر بروز ہفتہ بعد از نمازِ مغرب مزار مبارک کو عرقِ گلاب سے غسل دیا گیا اور عطر سے معطر کیا گیا، اس کے بعد چادر پوشی اور تاج پوشی کی گئی۔ 4 اکتوبر 2015 بروز اتوار عرس مبارک کی پُر نور، وجدانی و عرفانی محفل منعقد ہوئی جس میں کثیر تعداد میں ملک بھر سے عقیدت مندوں نے قافلوں کی صورت میں شرکت کی۔ اس بار اہل علاقہ بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ محفل کے اختتام پر نمازِ ظہر کے بعد وسیع لنگر تقسیم کیا گیا۔

عرس 2016ء

22-23 اکتوبر 2016ء کو منعقد کیا جانے والا سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا عرس فقیر اور ہمارے مریدین کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور شاندار تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دِن نہ صرف حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے فیض کو جاری کروائے اور عرس پاک کو کامیابی سے مناتے ہوئے پانچ سال مکمل ہوئے تھے بلکہ اس عرصہ کے دوران یہ فقیر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے اب تک تفویض کردہ تمام ذمہ داریوں کو نہایت احسن طریقے سے مکمل کر چکا تھا۔ یہی خاص دِن ازل سے مقرر تھا صاحبزادہ محمد مرتضیٰ نجیب کو بیعت کرنے کے لیے۔ اس عرس پاک میں شرکت کے لیے تمام طالبانِ مولیٰ کو خاص الخاص تاکید کی گئی۔ اس فقیر نے عرس سے قبل ہی اس میں شامل ہونے والوں کو باطنی و روحانی فیض سے مالا مال ہو جانے کی خوشخبری سنائی اور نہ جانے والوں کو اس سے محروم رہ جانے کی تنبیہ فرما دی تھی۔

22۔ اکتوبر 2016ء کی شام یہ فقیر صاحبزادہ محمد مرتضیٰ نجیب اور دیگر مریدین کے ہمراہ سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے محل پاک پر حاضر ہوا۔ ہر طرف جشن کا سماں تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ آسمان و زمین بھی اس جشن میں شریک ہیں، ہر مرید کا دِل عجیب سی خوشی سے معمور تھا حتیٰ کہ اس فقیر کی مرید خواتین جو ظاہری طور پر احمد پور شرقیہ میں موجود نہ تھیں، نے بھی اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے اس روحانی خوشی کو محسوس کیا۔

ایک خاتون ڈاکٹر سحر وڑائچ سروری قادری نے چاند میں ہونے والی تبدیلی کا مشاہدہ کیا کہ ان دنوں چاند کی روشنی ایسی پُر کشش تھی جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ زمین و آسمان اور چرند پرند سب میں گویا اس بابرکت محفل کی دھوم مچی تھی۔

مسز عنبرین مغیث سروری قادری کا بھی مشاہدہ ہے کہ اس رات چاند معمول سے زیادہ چمک رہا تھا اور اس کی روشنی سنہرے رنگ کی

تھی۔ وہ رات عید کی رات محسوس ہوتی تھی۔

تربت مبارک کے غسل، چادر پوشی اور تاج پوشی کے بعد اس فقیر نے صاحبزادہ سلطان محمد مرتضیٰ نجیب کو حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی ﷫ کی تربت مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت فرمایا۔ فضا تکبیر و رسالت کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ بیعت کے بعد اس فقیر نے اعلان کیا کہ ظاہری طور پر صاحبزادہ محمد مرتضیٰ کو ہم نے بیعت کیا ہے لیکن باطنی طور پر پیر عبداللہ شاہ ﷫ نے خود ان کو بیعت فرمایا ہے اور انہیں اپنا نوری حضوری فرزند قرار دیا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنی وہ دستار جو انہوں نے ہمیں عطا کی تھی صاحبزادہ محمد مرتضیٰ کے سر پر رکھیں۔ پیر عبداللہ شاہ ﷫ کے لیے تو ہماری جان بھی حاضر ہے۔ اس کے بعد ہم نے اپنے سر سے دستار شریف اتار کر صاحبزادہ سلطان محمد مرتضیٰ نجیب کے سر پر رکھی اور انہیں مبارکباد دی۔ صاحبزادہ سلطان محمد مرتضیٰ نجیب نے نہایت عاجزی و ادب کے ساتھ فوراً ہماری دست بوسی کی۔ اس بابرکت موقع پر تمام حاضرین و مریدین پر خصوصی باطنی مہربانی فرمائی گئی۔

⌘ سلطان محمد عبداللہ اقبال اپنا مشاہدہ بتاتے ہیں:

سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے صاحبزادہ سلطان محمد مرتضیٰ نجیب کو بیعت کر کے سیّد محمد عبداللہ شاہ ﷫ کے سپرد کیا تو مجھے بھی باطنی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سیّد محمد عبداللہ شاہ ﷫ نے صاحبزادہ محمد مرتضیٰ نجیب کو انتہائی شفقت سے اپنے پاس بٹھایا ہوا تھا اور تمام اولیا کرام نے بہت پیار سے مجلسِ محمدی میں ان کی آمد کو خوش آمدید کہا۔ اس موقع پر سیّد محمد عبداللہ شاہ ﷫ نے فرمایا ''سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی انتھک محنتوں اور فقر کے لیے کاوشوں کی وجہ سے آپ کی پوری نسل (فرزندو دختران) کو فقر کا تحفہ عطا کیا جاتا ہے۔ آپ مدظلہ الاقدس کی نسل سے قیامت تک فقر کی خوشبو نہیں جائے گی اور اللہ کے فضل سے فقر ہی آپ کی نسل کی پہلی ترجیح ہوگی۔'' پھر آپ مدظلہ الاقدس کی جماعت کی فقر کے لیے خدمات کو قبول کیا گیا اور اسے 'صالحین' کی جماعت قرار دیا گیا۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ ﷫ نے یہ بھی فرمایا ''ہم اپنے اسی جانشین کے انتظار میں تھے اور ہمارا یہ کہنا 'کوئی مجھ جیسا ہی میرے مزار کی تعمیر کروائے گا' بلاشبہ سلطان محمد نجیب الرحمٰن کے لیے ہی تھا اور اس کا ظاہری ثبوت آپ کا نہایت عقیدت و خلوص سے محل پاک کی تعمیر کروانا اور مجھ سے فقر کا فیض جاری کروانا ہے۔''

موقع پر موجود طالبانِ مولیٰ نے اپنے اندر باطنی تبدیلی کو واضح طور پر محسوس کیا اور اپنے احساسات کو ان الفاظ میں بیان کیا:

⌘ ہمیں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے صاحبزادہ محمد مرتضیٰ نجیب صاحب کے ساتھ ساتھ ہم بھی دوبارہ بیعت ہو رہے ہیں، ہماری روح نے ایک عجیب سی لذت محسوس کی جسے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔

اس دوران بعض طالبانِ مولیٰ نے خود کو مجلسِ محمدی میں پایا اور بعض کے قلوب میں ذکرِ ھُو جاری ہو گیا۔

اس دوران جن طالبانِ مولیٰ کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی ﷫ کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی انہیں یکساں طور پر ایک بہت بڑی خوشخبری سنائی گئی ''آپ کے عظیم المرتبت مرشد کامل سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ

الاقدس کو ان کی دینِ حق کی ترویج و اشاعت کے لیے کی گئی بے مثال خدمات اور جدوجہد کے اعتراف کے طور پر 'شبیہ غوث الاعظم' کا لقب عطا کیا جاتا ہے۔''

بعض مریدین نے دیکھا کہ یہ لقب سیّدنا غوث الاعظمؓ نے خود اس فقیر کو بہت محبت سے عطا فرمایا۔ سبحان اللہ! کسی بھی مشاہدہ کے حق و سچ ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی طالبانِ مولیٰ کو حاصل ہو۔ جن طالبانِ مولیٰ کو یہ مشاہدہ نصیب ہوا ان میں سلطان محمد عبداللہ اقبال صاحب، سلطان محمد حسنین محبوب صاحب، سلطان محمد ناصر حمید صاحب، عبدالرحمٰن محبوب سروری قادری، محمد یٰسین سروری قادری اور محمد مغیث افضل سروری قادری کے نام قابلِ ذکر ہیں حتیٰ کہ ایک خاتون روحینہ بشارت سروری قادری جو کہ ظاہری طور پر عرس میں شریک نہ تھیں بلکہ لاہور میں موجود تھیں دورانِ دعوت ان کو اس لقب سے ان الفاظ میں مطلع کیا گیا ''تمہارے مرشد پاک تو غوث الاعظمؓ کی شبیہ ہیں۔''

23 اکتوبر 2016ء کا سورج پوری آب و تاب سے طلوع ہوا لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ سورج کی روشنی میں تپش نہ تھی۔ پورے پاکستان سے مریدین و معتقدین کے قافلے عرس میں شرکت کے لیے پہنچ رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں پنڈال کھچا کھچ بھر گیا۔ دس بجے اس فقیر کی پنڈال میں آمد پر گلاب کی پتیاں نچھاور کر کے شاندار استقبال کیا گیا۔ عرس کے دوران حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی شان اور تعلیمات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ شبیہ غوث الاعظم اور سلطان العاشقین کے نعرے بھی لگتے رہے اور اس فقیر اور پیر سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مضبوط روحانی تعلق کو بھی بیان کیا گیا۔

اس عرس پاک کے دوران اور بعد میں مریدین و معتقدین کو حیرت انگیز مشاہدات بھی ہوئے۔ عرس کے بعد لنگر کا وسیع انتظام کیا گیا تھا لیکن شرکاء کی تعداد متوقع تعداد سے اس قدر بڑھ گئی کہ انتظامیہ کو لنگر کم پڑ جانے کا خدشہ ہوا۔ لیکن چونکہ بارگاہِ ایزدی سے اس فقیر کے اعلیٰ روحانی مرتبہ و کمال کی ہلکی سی عکاسی مقصود تھی لہٰذا بظاہر کم نظر آنے والا لنگر شریف نہ صرف تمام شرکائے محفل کو کافی ہوا بلکہ اضافی رہا جو بعد میں غربا میں تقسیم کر دیا گیا اور دور دراز سے سفر کر کے آنے والے زائرین کے ہمراہ بھی دے دیا گیا۔

اس عرس پاک میں شرکت کے بعد جب زائرین اپنے گھروں کو لوٹے تو ان کے اہلِ خانہ نے مشاہدہ کیا کہ انکے چہرے اس طرح روشن ہیں گویا نور کی برسات ہوئی ہو۔ دور دراز کا سفر طے کر کے گھر جانے والوں کو سفر کی ہرگز تھکاوٹ نہ ہوئی بلکہ ظاہری و باطنی طور پر راحت و سکون کا احساس ہوا۔ جب عرس میں شریک مریدین اور معتقدین سے لوگوں نے پوچھا کہ تم اس عرس سے کیا لائے ہو تو انہوں نے مسرور ہو کر جواب دیا کہ جو فیض اور نور ہم اس عرس سے لائے ہیں انکا بیان الفاظ میں ممکن نہیں، وہ احساسات و جذبات وہاں موجود لوگوں کے علاوہ کسی کی فہم میں نہیں سما سکتے۔ بہت سے طالبانِ مولیٰ نے عرس کی تقریبات اور اس کے بعد ہونے والے مشاہدات بیان کیے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

سلطان محمد عبداللہ اقبال بیان کرتے ہیں:

- ایک بار میں مرشد کریم سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی اجازت اور توفیق سے دعوت پڑھ کر

حضرت سخی سلطان سیدّ محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میں حضور مرشد پاک کے ساتھ سیدّ محمد عبداللہ شاہؒ کے محل پاک میں داخل ہو رہا ہوں، وہاں محل پاک کے دروازے کے پاس ایک عورت گود میں بچہ لیے بیٹھی ہے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ یہ عورت اور بچہ مجھے کیوں دکھایا گیا ہے کہ اسی وقت سیدّ محمد عبداللہ شاہؒ نے سلطان العاشقین مدظلہ الاقدس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''اب جس کو بھی اولاد چاہیے اس بارگاہ سے طلب کرے، اللہ کے فضل سے ضرور ملے گی۔''

⁂ محمد یٰسین سروری قادری عرس سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیدّ محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ میں شامل ہوئے۔ روایت کرتے ہیں کہ 22 اکتوبر کی رات غسلِ مزار، چادر اور تاج پوشی کی تقریب کے بعد میں اپنے دل میں اسمِ اللہ ذات کا تصور کر کے سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس تشریف فرما ہیں، ان کے چہرہ مبارک پر اسمِ اللہ ذات بہت واضح طور پر تحریر ہے جس میں سے طلوعِ آفتاب کے وقت کی مانند خوشگوار سی ٹھنڈی روشنی نکل رہی ہے۔ اسی اثنا میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

⁂ محمد عمر عباس سروری قادری بیان کرتے ہیں کہ جب عرس سیدّ محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا علم ہوا تو میں بھی اس میں شریک ہوا۔ میری موٹر بائیک پر ایک شخص نے قبضہ کیا ہوا تھا اور کسی صورت واپس نہ کر رہا تھا۔ جس دن میں عرس مبارک سے روحانی برکات سمیٹتا ہوا واپس آیا تو خواب میں دیکھا کہ میری موٹر بائیک واپس مل گئی ہے۔ ایک ہفتہ کے بعد اس شخص نے خود میری بائیک مجھے واپس کر دی۔ میرے دل کو یقین ہے کہ یہ ثمرات اسی بابرکت محفلِ عرس کے ہیں۔

⁂ صوبہ پنجاب میں ملتان اور ضلع بہاولپور گرمی کی شدت کے لیے مشہور ہیں۔ حضرت سخی سلطان سیدّ محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا دربار پاک چونکہ فتانی چوک تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں واقع ہے اس لیے باقی علاقوں کی نسبت گرمی کی شدت یہاں دیر تک رہتی ہے۔ عرس پاک کی محفل کی انتظامیہ نے گرمی کی اس شدت کے پیش نظر جو پچھلے کئی دن سے برقرار تھی محفل پاک میں پنکھوں کا خصوصی انتظام کیا مگر حیران کن طور پر 22 اکتوبر کی شام جب غسلِ مزار سے عرس کی دو روزہ تقریبات کا آغاز ہوا تو موسم تبدیل ہو گیا اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو گئی اور اگلے روز اختتامِ عرس تک چلتی رہی۔ زائرین اور شرکاء نے اس خوش گوار تبدیلی کو خوب محسوس کیا۔

⁂ محمد احمد سروری قادری بیان کرتے ہیں: میری خواہش تھی کہ مجھے مجلسِ محمدیؐ کی حاضری نصیب ہو، اللہ پاک نے مرشد کریم سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی بدولت عرس سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیدّ محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے موقع پر میری یہ دلی خواہش پوری کر دی۔ میں جب عرس پاک سے واپس گھر پہنچا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی چہرے والے بزرگ ایک خوبصورت تخت پر جلوہ افروز ہیں۔ میں نے وہاں موجود لوگوں سے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں تو انہوں نے کہا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، جاؤ اور ان سے ملاقات کر لو۔'' میں نے فوراً ملاقات کی اور ان کی بارگاہ میں بیٹھ گیا۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔

⁂ محمد قدیر اقبال سروری قادری ایک قافلہ لے کر بس میں عرس سیدّ محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ

کہتے ہیں:

بس کے پریشر سسٹم میں خرابی پیدا ہوگئی اور قافلہ رک گیا۔ جب کافی دیر تک بس ٹھیک نہ ہوئی تو مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ قافلہ غسلِ مزار، چادر پوشی اور تاج پوشی کی تقریب میں شامل نہ ہو سکے گا۔ اسی پریشانی میں، میں نے سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کو فون کیا اور تمام احوال سنا کر مہربانی کی درخواست کی تو آپ مدظلہ الاقدس نے فرمایا 'اللہ پاک مہربانی فرمائے گا'۔ میں نے ڈرائیور سے کہا کہ آپ گاڑی کو آہستہ آہستہ جڑانوالہ شہر تک لے جائیں اور کمپنی سے کہیں کہ وہ فیصل آباد سے مکینک جڑانوالہ بھیج دے، ہم غسلِ مزار پاک کی تقریب میں نہ سہی عرس کی محفل میں تو پہنچ جائیں۔ ڈرائیور نے جیسے ہی گاڑی کو ایک یا دو کلومیٹر تک آہستہ رفتار سے چلایا تو اچانک گاڑی کا پریشر ورکنگ کنڈیشن میں آ گیا اور گاڑی تیز رفتار سے چل پڑی اور قافلہ عین اسی وقت دربار پاک پر پہنچ گیا جب سلطان العاشقین مدظلہ الاقدس مزار پاک میں غسل اور چادر پوشی کے لیے داخل ہوئے۔ گاڑی کا عملہ حیران تھا کہ گاڑی میں یقینی طور پر فالٹ موجود تھا اور انہوں نے اس بات کی تسلی کر کے ہی مکینک کو بلوایا تھا۔ یقیناً یہ مرشد کریم سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی دعا کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد تھی جو قافلہ کے شاملِ حال رہی۔

- سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی ﷫ اور اس فقیر سے عقیدت و محبت رکھنے والے ''محمد سہیل لکی'' عرس پاک میں شامل ہوئے۔ محمد سہیل کے پاؤں پر تین ماہ سے زخم تھا جو بہت علاج کے باوجود ٹھیک نہیں ہوا۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی ﷫ کی قبرِ اطہر کو جب آبِ زم زم اور عرقِ گلاب سے غسل دیا گیا تو حاضرینِ محفل نے اس پانی کو جو اس فقیر کے ہاتھ سے اور حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی ﷫ کی تربت مبارک کو چھو کر گرا تھا، تبرک کے طور پر اپنے چہروں اور قلب پر لگایا۔ محمد سہیل نے بھی اس متبرک پانی کے چند قطرے اپنے زخم پر لگائے۔ جب وہ عرس مبارک سے واپس گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ معجزانہ طور پر نہ صرف اس کا زخم ٹھیک ہو چکا تھا بلکہ اس کا نشان تک باقی نہ رہا جو علمِ طب کے مطابق اتنی جلدی ممکن نہ تھا۔

- اس عرس پاک کی برکت سے اس فقیر کی جماعت پر جو مہربانیاں کی گئیں ان کے اثرات بہت جلد ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ خالص مریدین کو عشقِ مرشد کی نعمت سے اس قدر مالا مال کیا گیا کہ بیشتر طالبوں، جن میں مرد اور خواتین دونوں شامل ہیں، کو مرشد کی شان میں شاعری لکھنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ یہ مریدین خود بھی اس صلاحیت کے ملنے پر خوشگوار حیرت میں مبتلا ہیں اور سب سے اہم بات یہ ظاہر ہوئی کہ عرصہ دراز سے جماعت میں پوشیدہ منافقین ظاہر ہونا اور بھاگنا شروع ہو گئے۔

- محمد یٰسین سروری قادری اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں: عرس کے اگلے دن لاہور واپسی سے قبل جب سیّد محمد عبداللہ شاہ ﷫ کے محل پاک پر الوداعی حاضری کے لیے سب مریدین سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کے ساتھ گئے تو میں مزار کے ایک کونے میں بیٹھا اپنے مرشد پاک کے نورانی چہرے کو محویت کے عالم میں دیکھ رہا تھا۔ اچانک میرے کندھے کے قریب سے ایک ہاتھ بلند ہوا اور مرشد پاک کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی میں نے ایک غیبی آواز سنی ''ایسے ہوتے ہیں شبیہ غوث الاعظم۔''

عرس 2016ء کے اختتام پر یہ فقیر 24 اکتوبر 2016ء کو لاہور واپسی کے لیے دربار سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ پر الوداعی سلام کے لیے حاضر ہوا تو وہاں تمام مشائخ سروری قادری موجود تھے۔ انہوں نے مجھے مبارکباد دی اور فرمایا ''مجلسِ محمدی سے اور سیّدنا غوث الاعظمؓ سے منظوری ہو چکی ہے کہ بطور طالبِ مولیٰ اور تلقین وارشاد کی ذمہ داریاں آپ نے جس صدق، خلوص، محنت اور لگن سے نبھائی ہیں آپ واقعی عاشقوں کے سلطان ہیں اور آج سے آپ ہی 'مرکزِ فقر' ہیں۔ آپ کی ذات فقر کا مرکز ہے۔ آپ ظاہری طور پر بھی مرکزِ فقر تعمیر کریں اور 2017ء کے عرس تک خاموش رہیں۔ خود کچھ بھی بند نہ کریں ہم بندوبست کر لیں گے اور منافقین کو بھی جماعت سے نکال دیا جائے گا۔''

عرس پاک کی تمام محافل کی ویڈیوز یوٹیوب (YouTube) پر موجود ہیں۔

YouTube

1 . Tehreek Dawat e Faqr TV تحریک دعوتِ فقر ٹی وی۔

https://www.youtube.com/user/sultanulfaqrofficial/

عرس 2017ء

عرس 2017ء کے لیے 14 اور 15 اکتوبر کی تاریخ مقرر کی گئی۔ اس فقیر نے فلیکسز اور پبلسٹی کے ذریعے اس علاقہ میں ایک دھوم مچا دی۔ احمد پور شرقیہ، اوچ شریف، بہاولپور اور اردگرد کے علاقے فلیکسز، اشتہارات اور پمفلٹ سے بھر دیئے۔ انتظامیہ، ملاؤں اور سجادہ نشین خاندان کے کان کھڑے ہو گئے کہ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔

14-15 اکتوبر تک تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے اور تیاریاں پورے ملک میں عروج پر تھیں کہ سجادہ نشین فضل حق نے عرس رکوانے کے لیے حکمِ امتناعی (stay order) حاصل کر لیا اور درخواست میں موقف اختیار کیا کہ یہ لوگ دربار اور ان کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں لیکن عرس کی تاریخ 15 اکتوبر گزرنے کے بعد درخواست اور مقدمہ 24 اکتوبر کو واپس لے لیا۔ مقصد صرف عرس رکوانا تھا۔ اس فقیر کا داخلہ بھی دربار پاک پر بند کروا دیا۔ یوں سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر اس فقیر کے 2012ء سے شروع کیے گئے عرس کا اختتام ہو گیا۔

اس کے بعد اس فقیر نے مرکزِ فقر مسجدِ زہراؓ اور خانقاہ سلطان العاشقین کی تعمیر کا اعلان کیا۔ یکم اگست 2020ء (10 ذوالحجہ 1441ھ) بروز ہفتہ عید الاضحیٰ کے دن اس کی بنیاد رکھی اور یہیں ہم مدفون ہوں گے۔ ہمارے وصال اور مدفون ہونے کے بعد اس کو ''دربارِ عالیہ سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن'' پکارا اور لکھا جائے گا اور یہی ہمارے وصال کے بعد، جب تک اللہ چاہے گا مرکزِ فقر ہو گا۔ صاحبزادہ سلطان محمد مرتضیٰ نجیب سجادہ نشین ہوں گے۔ ہمارے نام جو زمین ہو گی وہ دربار کی زمین ہو گی جو نہ تو وارثین میں قانونِ وراثت کے تحت تقسیم ہو گی، نہ ہی کوئی سجادہ نشین اسے فروخت کر سکے گا اور نہ ہی دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کر سکے گا۔

سیّد محمد عبد اللہ شاہ علیہ رحمۃ اللہ کے بارے میں چند غلط روایات اور اصل حقائق

1۔ 1999ء میں جب مزار مبارک گرا کر 2002ء تک دوبارہ تعمیر ہوا تو مزار مبارک کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ کرادی گئی تھی ''مرقد حضرت سیّد عبداللہ شاہ بخاری ولد سیّد عبدالرحمٰن دہلوی سلسلہ قادریہ''۔ یوں لگتا ہے کہ یہ عبارت بغیر سوچے سمجھے کندہ کرائی گئی تھی۔ نہ تو آپؒ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان 98 سال کا عرصہ ہے اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ بخاری ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ والد جیلانی دہلوی ہو اور فرزند بخاری۔ یہ عبارت عجیب سی محسوس ہوتی تھی۔ 2008ء میں جب سجادہ نشین دربارِ عالیہ پیر سیّد محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ جناب پیر محمد ایوب قریشی اور سجادہ نشین دربار سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پیر شمس الحق سے صورتحال معلوم کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ جب مزار مبارک کو گرا کر دوبارہ تعمیر کیا گیا تو مجاور نے بغیر صلاح و مشورہ کے یہ عبارت غلطی سے کندہ کروادی تھی جسے جلد ہی ختم کرا دیا جائے گا۔ آخر کار اس فقیر نے شعبان 1432ھ (مئی 2012) میں سجادہ نشین پیر شمس الحق اور سجادہ نشین دربار پیر عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ محمد ایوب قریشی کی اجازت سے اور مجاور حاجی نور محمد صاحب کے تعاون سے مزار کی مرمت، رنگ و روغن اور تزئین و آرائش کروائی اور اس عبارت کو درست کروا کر اصل حقائق کے مطابق یوں درج کروا دیا گیا ''سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ''

''سوانح عمری حضرت خواجہ عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' مرتب پیر محمد یوسف میں مرقوم ہے ''سیّد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں''۔

جب 2008ء میں پیر محمد ایوب قریشی سجادہ نشین دربار پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ ''ملفوظات پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' (غیر مطبوعہ) جسے پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے قلم بند کیا ہے اور جو سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے، میں درج ہے کہ آپؒ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک میں سے ہیں۔ اس باب کے آغاز میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جو شجرہ نسب درج کیا گیا ہے اس سے بھی یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک میں سے پڑپوتے ہیں نہ کہ پوتے۔

2۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی ''مرآتِ سلطانی (باھو نامہ کامل)'' میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''یہ خانقاہ احمد پور شرقیہ میں 1263ھ سے مرجع خلائق ہے۔ صاحبِ مزار مدینہ منورہ سے دربار حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ آئے اور مزار سلطان العارفین قدس سرہٗ سے براہِ راست اکتسابِ فیض کیا۔ ڈمپال (جھنگ) کے پیر عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں آئے اور مرید ہوئے۔''

اس اقتباس میں یہ بات کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار 1263ھ سے مرجع خلائق ہے، درست نہیں ہے۔ سوانح عمری حضرت خواجہ عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں

درج ہے کہ پیر محمد عبدالغفور شاہ ؒ 25 سال کی عمر میں سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحب ؒ کی ولادت 1242ھ میں ہوئی اور اس میں اگر 25 سال جمع کریں تو 1267ھ نکلتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 1267ھ تک سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ حیات تھے۔ اس لحاظ سے ڈاکٹر الطاف علی کی یہ روایت درست نہیں ہے کہ نہ صرف آپ ؒ کا وصال 1263ھ میں ہو چکا تھا بلکہ آپؒ کا مزار مبارک بھی مرجع خلائق بن چکا تھا۔

3۔ ''صاحبِ لولاک'' (بارِ اوّل، دوم اور سوم) میں طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) تحریر کرتے ہیں:

آپ (سلطان باھُو ؒ) نے تریسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اب لوگوں نے آنے والے وقت کا انتظار شروع کر دیا۔ بالآخر کوئی دو سو سال بعد وہ وقت آتا دکھائی دیا کہ جب سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب ؒ مدینہ منورہ میں روضۂ رسول اللہ ﷺ پر سوالِ فقر لے کر بیٹھ گئے اور مسجدِ نبوی ﷺ کی خدمت و غلامی شروع کر دی۔ نہ کوئی آپؒ کی طرف توجہ کرتا اور نہ آپؒ کسی سے کوئی غرض و غایت رکھتے۔ یونہی چپ چاپ خدمت کا سلسلہ چلتا رہا۔ بالآخر چھ سال بعد آقا و مولیٰ ﷺ نے اپنے غلام سے خواب میں پوچھا ''تو اس خدمت کے بدلے میں کیا چاہتا ہے؟'' سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب ؒ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے خزانۂ فقر چاہیے۔'' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ''آپ کے حصہ میں فقر کا خزانہ ضرور ہے لیکن آپؒ کو سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باھُو (ؒ) کے پاس جانا ہوگا۔'' بیداری پر سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ حیران اور پریشان ہوئے کہ میرا اس طرف یعنی ہند کی طرف جانا عجیب ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی تمام تر رشد و ہدایت کا منبع ہیں۔ ان کے در کو چھوڑ کر میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ امید و انتظار میں رات دن گزرتے رہے کہ جانے کب آقا ﷺ مہربانی فرما دیں اور خزانۂ فقر سے مالا مال کر دیں۔ اسی طرح مزید چھ سال گزر گئے۔ تب حضور ﷺ نے اپنے غلام سے دوبارہ پوچھا ''اے سیّد محمد عبداللہ! تو اس غلامی سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟'' آپؒ نے وہی عرض دہرائی ''حضور ﷺ مجھے خزانۂ فقر چاہیے۔'' اس کے جواب میں حضور ﷺ نے پھر فرمایا ''تجھے فقر کا خزانہ سخی سلطان باھُو (ؒ) سے ملے گا۔'' سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ نے آقا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ میں تو اس ملک و علاقے اور زبان و رسم و رواج اور ماحول سے ناواقف ہوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''ہم تجھے شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کرتے ہیں اور تمہیں وہاں پہنچانا ان کی ذمہ داری ہوگی۔'' اس فرمان کو لے کر سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ بغداد کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ طویل مسافت کے بعد آپؒ غوث الاعظم شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس پر پہنچے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے آپؒ کو خواب میں مراقبہ کی ترتیب بتاتے ہوئے نگاہِ شفقت کے بعد فرمایا ''آپ کو سلطان باھُو (ؒ) تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔ لہٰذا میں تمہیں اپنے بیٹے شیخ عبدالرزاق (ؒ) کے سپرد کرتا ہوں وہ تمہیں اگلے صاحبِ مزار تک پہنچائے گا اور پھر اسی ترتیب سے ہر ایک سے ملتے جانا اور ان میں ہر ایک تمہیں اگلے صاحبِ مزار تک پہنچا دے گا اور پھر اس طرح ان شاء اللہ تم اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔'' سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ نے اسی ترتیب سے اپنا سفر شروع کیا۔ بالآخر آپؒ اپنی طویل مسافت کے بعد پاکستان کے علاقہ ضلع لیہ میں پہنچے۔ یہاں آپ ؒ نے اپنے مرشد کامل کی خوشبو محسوس کی اور خیال کیا کہ لگتا ہے منزل قریب آ چکی ہے۔ اسی ترتیب سے آپؒ لعل عیسن پہنچے۔ یہاں آپؒ کو جلال و جمال کے ساتھ فقر کی

خوشبو محسوس ہوئی اور دل میں خیال کیا کہ شاید یہی میری منزل ہے پھر آپ لعل عیسن کروڑ سے مراقبہ میں ملتے ہیں اور یہی عرض کرتے ہیں ''حضور مہربانی فرمائیں اور میری امانت مجھے دے دیں۔'' اس پر لعل عیسن اپنی زبان مبارک دکھا کر فرماتے ہیں ''ہماری زبان پر مہریں لگی ہوئی ہیں۔ ہم خزانہ فقر یا تقسیمِ ولایت نہیں کر سکتے ہاں البتہ دو مزارات سے قیامت تک فیض جاری رہے گا، غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار سے اور حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں تجھے سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار تک پہنچا دوں۔'' پھر ان کی راہنمائی میں آپؒ اپنی منزل مزارِ اقدس حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے اور مراقبہ فرمایا اور دیکھا کہ سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ انتظار میں ہیں اور ملتے ہی فرمایا ''آیئے سیّد محمد عبداللہ شاہؒ ہم تو آپؒ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' (صاحب لولاک بار اوّل، دوم اور سوم)

اگر ہم اس طویل عبارت پر غور کریں اور یہ فرض کر لیں کہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے دو سو سال بعد پہنچے تو یہ سنہ 1302 ھ بنتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 1102 ہجری میں ہوا اور اگر اس میں دو سو سال جمع کر لیں تو اس حساب سے تو سیّد محمد عبداللہ شاہ مزار حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پر 1302 ھ میں پہنچے اور امانتِ الٰہیہ یعنی امانتِ فقر حاصل کی۔ یہ بات کسی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے بلکہ ناممکنات میں سے ہے اور محض فرضی، افسانوی اور تحقیق سے خالی ہے کیونکہ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 1242 ھ میں ہوئی اور آپ پچیس سال کی عمر میں یعنی 1267 ھ میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 1267 ھ سے قبل سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لا کر احمد پور شرقیہ میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ 1276 ھ میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور 1278 ھ میں پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ تشریف لائے اور 1278 ھ میں ہی شورکوٹ میں شہبازِ عارفاں پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ یعنی سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدینہ منورہ سے احمد پور شرقیہ آمد، منتقلی امانتِ الٰہیہ اور وصال وغیرہ کے تمام معاملات تیرھویں صدی ہجری میں ہی وقوع پذیر ہو چکے تھے جبکہ مصنف صاحبِ لولاک سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہند آمد 1302 ھ یعنی چودھویں صدی ہجری میں بتا رہے ہیں۔[1]

''صاحبِ لولاک'' (بار اوّل، دوم اور سوم) کی یہ عبارت تحقیق سے بالکل خالی ہے۔ مزید برآں حضرت لعل عیسنؒ (لیہ) تو سروری قادری سلسلہ کے مشائخ میں شامل ہی نہیں ہیں پھر وہاں جانے کی منطق سمجھ میں نہیں آتی لہٰذا یہ بات بھی فرضی اور افسانوی قصہ ہے۔

سجادہ نشینی یا جائیداد کا تنازعہ (1986ء ۔ 1993ء)

1986ء سے 1993ء تک سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی سجادہ نشینی اور ملحقہ اراضی کی عدالتی جنگ تین مختلف فریقین کے

[1] سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ صاحبِ لولاک کے بارِ اوّل اپریل 2004، بارِ دوم 2006 اور بارِ سوم نومبر 2008 میں موجود رہا ہے۔ جس میں یہ عبارت بھی موجود تھی۔ مارچ 2011 میں بارِ چہارم شائع ہوا، اس میں سے سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ خارج کر دیا گیا ہے۔ جس کے ساتھ ہی یہ عبارت اب صاحبِ لولاک میں موجود نہیں رہی۔

درمیان جاری رہی۔ اس تنازعہ کی مکمل تحقیق کے لیے نہ صرف سول کورٹ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور سے اس مقدمے کی عدالتی کارروائی کے تمام کاغذات کی نقول حاصل کیں بلکہ فریقین سے ذاتی طور پر مل کر چھان بین بھی کی گئی۔ جب عدالتی ریکارڈ کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ سجادہ نشینی سے زیادہ دربار سے ملحقہ 19 کنال 4 مرلے زرعی اراضی کے حصول کا تنازعہ تھا، سجادہ نشینی کا معاملہ اس کے ساتھ اس لیے منسلک کیا گیا کیونکہ قانونی طور پر یہ اراضی دربار کے سجادہ نشین کے نام تھی۔ اس معاملہ کو مختصراً بیان کرتے ہیں:

1۔ پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی تعمیر کا آغاز 1327ھ (1909ء) میں فرمایا اور بڑے فرزند پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کو سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ 1328ھ (1910ء) کو پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک دربار اور ملحقہ مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔

2۔ 26-1925 میں دربار کی توسیع کی غرض سے پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے 19 کنال 4 مرلہ اراضی مال کھاتہ نمبر 159/80 کھتونی 379 مستطیل 147/3 خسرہ جات ، 13-الف/4-0 ، 4/4-0 ، 7/4-0 ، 8/4-0 اور 9/4-0 خریدی۔

3۔ 4 فروری 1942ء (18 محرم 1361ھ) بروز بدھ پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو اُن کے بڑے صاحبزادے پیر فضل حق متفقہ طور پر سجادہ نشین مقرر ہوئے انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ نئی خرید کردہ زمین دربار کے لیے خریدی گئی ہے اس لیے اس زمین کا انتقال سجادہ نشین کے نام ہونا چاہیے کیونکہ یہ زمین سجادہ نشین اوّل پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر انتقال شدہ ہے۔ لہٰذا خانوادہ پیر عبد الحق صاحب کے مشورہ سے 30 اپریل 1942ء کو انتقال نمبر 358 کے تحت یہ زمین پیر فضل حق صاحب کو منتقل ہو گئی۔ 1942ء سے 1985ء تک اس زمین کا کوئی تنازعہ نہ تھا۔ 1986ء میں نئی جمع بندی میں انتقال نمبر 159/86 کے تحت یہ زمین ’’پیر فضل حق متولی خانقاہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کے نام منتقل ہو گئی۔

4۔ 1986 میں احمد پور شرقیہ میں رہائش کنندگان سیّد مختیار شاہ اور اُن کے آٹھ بھائی دربار سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور ملحقہ اراضی پر زبردستی قابض ہو گئے اور دعویٰ کیا کہ وہ اس مزار کے حقیقی سجادہ نشین ہیں کیونکہ ان کے نانا سیّد نورنگ شاہ دربار کے پہلے سجادہ نشین تھے اور وہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے نواسے تھے۔

5۔ پیر فضل حق سجادہ نشین نے سول جج احمد پور شرقیہ کی عدالت میں سول دعویٰ دائر کر دیا۔ یہ دعویٰ ’’پیر فضل حق بنام مختیار شاہ‘‘ کے نام سے سول کورٹ احمد پور شرقیہ میں 1986 سے 1993 تک زیرِ سماعت رہا اور اس دعویٰ میں مختلف درخواستیں داخل ہوتی رہیں اور دعویٰ در دعویٰ دائر ہوتے اور خارج ہوتے رہے۔ پیر فضل حق نے مؤقف اختیار کیا کہ اُن کا خاندان خانقاہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا شروع سے سجادہ نشین چلا آ رہا ہے اور زمین مذکورہ اُن کے والد سجادہ نشین اوّل پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی خرید کردہ ہے۔

6۔ سیّد مختیار شاہ اور اُن کے بھائیوں نے موقف اختیار کیا کہ ملحقہ زمین دربار کی ملکیت ہے اور دربار کے سجادہ نشین اوّل اُن کے نانا سیّد

نورنگ شاہ تھے۔ اس کے ثبوت کے طور پر انہوں نے ایک شجرہ نسب (مادرانہ و پدرانہ) بعنوان ''شجرۂ نسب مبارک سجادگان سیّد حافظ محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ قادری گیلانی حسنی و حسینی محلّہ فتانی احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور'' اور ایک اشٹام پیپر عدالت میں پیش کیا۔ ان کا پیش کردہ شجرہ نسب مادرانہ یہ ہے:

شجرہ نسب مادرانہ

حضرت سیّد عبد الرحمٰن (دہلی شریف بھارت)

حافظ سیّد عبد اللہ شاہ صاحب

- دختر نور بی بی (وصال عمر 7 سال)
- دختر صالحہ بی بی نا کتخدا (وصال)
- دختر گاموں بی بی زوجہ محمد ابراہیم شاہ
  - سیّد نورنگ شاہ
    - سیّد محمد نواز شاہ پسر
    - سیّد جمعہ شاہ پسر
    - دختر صورت بی بی زوجہ غلام میرن شاہ کاظمی بخاری

پسران
- سیّد اللہ داد شاہ
- سیّد قاسم علی شاہ
- سیّد محمد نواز شاہ
- سیّد مختیار حسین شاہ
- سیّد غلام علی شاہ
- سیّد احمد علی شاہ
- سیّد غلام عباس شاہ
- سیّد اقبال حسین شاہ
- سیّد غلام مصطفیٰ شاہ

دختران
- سیّدہ شاہ بی بی
- سیّدہ ممتاز بی بی

اب اس شجرہ نسب کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں دکھائے گئے بہت سے حقائق غلط نظر آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس میں دکھایا گیا ہے کہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ سیّد عبد الرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ہیں جو تاریخی لحاظ سے درست نہیں ہے۔ سیّد عبد الرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ شاہجہان کے آخری اور اورنگ زیب عالمگیر کے اوّلین دور میں ہندوستان میں رہائش پذیر رہے۔ 1088ھ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا جبکہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ 1241ھ میں پچپن سال کی عمر میں نواب بہاول خاں سوئم کے دور میں احمد پور شرقیہ (ریاست بہاولپور) تشریف لائے۔ سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے

وصال (1088ھ) اور سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ کی ولادت (1186ھ) کے درمیان ہجری تقویم کے مطابق اٹھانوے سال کا فرق ہے۔ اگر اس شجرہ نسب کو درست مان لیا جائے تو عبارت یوں ہو سکتی ہے کہ سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ اپنے والد سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی ؒ کے وصال کے 98 سال بعد پیدا ہوئے۔ کیا مذاق ہے؟ آپ ؒ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی ؒ کے نہ فرزند ہیں اور نہ پوتے ہیں بلکہ پڑپوتے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

آپ ؒ کی ازواج اور اولاد کے ضمن میں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آپ ؒ کی صرف دو صاحبزادیاں تھیں (ان کے نام بھی خانوادہ عبدالحق کے ایک شخص نے اس جعلی شجرہ کی تیاری کے سلسلہ میں سید مختیار شاہ اور ان کے بھائیوں کو دیئے)۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ آپ ؒ کی ایک تیسری صاحبزادی بھی تھی تو کیا آپ ؒ جیسے کامل عارف باللہ نے اس کا نام گانموں بی بی ہی رکھنا تھا جبکہ آپ ؒ جدی جیلانی، ہندوستانی نژاد فارسی پر عبور رکھنے والے اور حجاز میں ولادت اور پرورش کے باعث عربی پر کامل دسترس رکھنے والے حافظِ قرآن بھی تھے اور اسی لیے آپ ؒ نے اپنی دونوں صاحبزادیوں کے نور بی بی اور صالحہ بی بی جیسے خوبصورت نام رکھے۔ صاف دکھائی دیتا ہے کہ یہ شجرہ جلد بازی میں زمین پر ملکیت ثابت کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ پھر گانموں بی بی کے ایک صاحبزادے سیّد نورنگ شاہ صاحب بنائے گئے اور نورنگ شاہ کے دو فرضی بیٹے اور ایک بیٹی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ نہ تو نورنگ شاہ صاحب کا کہیں سراغ ملتا ہے، نہ ہی اُن کے بیٹوں سیّد جمعہ شاہ اور سیّد نواز شاہ کا اور نہ اُن کی اولاد کا۔ اس شجرہ نسب کے مطابق اولاد کا سلسلہ نورنگ شاہ کی اکلوتی دختر صورت بی بی زوجہ غلام میرن شاہ سے چلتا ہے۔ لیکن عدالت میں جرح کے دوران مختیار شاہ اور اس کے بھائی نہ اپنی نانی یعنی نورنگ شاہ کی زوجہ اور صورت بی بی کی والدہ کا نام بتا سکے اور نہ ہی انہیں اپنے دونوں ماموں جمعہ شاہ اور نواز شاہ کے بارے میں کچھ معلوم تھا۔ اسی لیے انہوں نے شجرہ نسب میں ان کی اولاد کے متعلق کچھ معلومات فراہم نہیں کیں اور شجرہ نسب ادھورا چھوڑ دیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قابضین دربار و رقبہ نے اس زمانہ میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایک فرضی نورنگ شاہ صاحب کو نانا بنا کر سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ کی ایک فرضی صاحبزادی گانموں بی بی کے نام کے ساتھ ملا کر اپنا شجرہ سیّد محمد عبداللہ شاہؒ صاحب کے ساتھ ملا لیا۔ آپ ؒ کی دونوں صاحبزادیوں کے ساتھ سلسلہ نسب ملایا ہی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ یہ سب کو معلوم تھا کہ ایک صاحبزادی کا بچپن میں وصال ہو گیا تھا اور دوسری صاحبزادی کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی ؒ سے اوپر شجرہ نسب دیا ہی نہیں گیا کیونکہ معلوم ہی نہیں تھا۔

شجرہ نسب مادرانہ کے ساتھ انہوں نے اپنا شجرہ نسب پدرانہ بھی داخلِ عدالت کیا۔ چونکہ ہمارا موضوع شجرہ نسب مادرانہ یعنی شجرہ نسب سیّد محمد عبداللہ شاہ سے متعلق ہے اس لیے شجرہ نسب مادرانہ پر تبصرہ بھی کر دیا ہے۔ شجرہ نسب پدرانہ ہمارے موضوع میں شامل نہیں ہے۔

7۔ نورنگ شاہ صاحب کو دربار شریف کا سجادہ نشین اوّل ظاہر کرنے کے لیے 19 مئی 1923ء کا عبدالغفور خان ولد سردار علی اکبر خان صاحب قوم بلوچ احمد پور شرقیہ کا تحریر کردہ ایک اشٹام بھی عدالتی دعویٰ کے ساتھ لف کیا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ سن 1986ء میں جاری مقدمے میں بطور ثبوت پیش کرنے کے لیے سن 1923ء کا یہ اشٹام جعلی تیار کروایا گیا ہوگا۔ اس اشٹام میں عبدالغفور خان ولد سردار علی اکبر خان صاحب تحریر کرتے

ہیں کہ انہوں نے دو نکاح کیے لیکن اولادِ نرینہ سے محروم رہے لیکن ''پیر حضرت نورنگ سلطان شاہ صاحب ولد مخدوم محمد ابراہیم شاہ صاحب سجادہ نشین دربارِ عالیہ حضرت پیر عبد اللہ شاہ صاحب ؒ'' کی دعا سے اُن کے ہاں 13 اپریل 1923ء کو ایک فرزند پیدا ہوا اور پھر وصیت کرتے ہیں کہ ان کی 979 کنال 3 مرلے اراضی جو کہ موضع علی محمد والا تحصیل احمد پور شرقیہ میں ہے، پیر نورنگ شاہ کی نذر کر دی گئی ہے اور وہ جب چاہیں ان سے یا ان کے مرنے کے بعد ان کے ورثا سے یہ اراضی لے سکتے ہیں۔ لیکن تحقیقات کے دوران معلوم ہوا کہ نہ تو یہ اراضی پیر سیّد محمد عبد اللہ شاہ صاحب ؒ کے دربار کو ملی اور نہ ہی کسی نورنگ شاہ صاحب نامی شخصیت کو موضع علی محمد والا میں۔ اس کے جواب میں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ پیر عبد الحق ؒ 1909ء سے اپنے وصال یعنی 1942ء تک دربار کے سجادہ نشین رہے اور اشٹام 1923ء کا تحریر کردہ ہے تاکہ ثابت کیا جا سکے کہ 1923ء میں سجادہ نشین نورنگ شاہ صاحب تھے نہ کہ پیر عبد الحق ؒ۔ سول کورٹ نے بھی اس اشٹام کو مسترد کر دیا۔ یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ عدالتی دستاویزات کے مطابق نورنگ شاہ صاحب سجادہ نشین کے مزار اور قبر کے بارے میں بھی ان کے وارثان لاعلم تھے۔

سیّد محمد عبد اللہ شاہ ؒ کی ایک کرامت کا یہاں ذکر کرنا چاہوں گا کہ جب یہ لوگ دربار سیّد محمد عبد اللہ شاہ ؒ اور ملحقہ مسجد اور زمین پر قابض ہو گئے تو سیّد محمد عبد اللہ شاہ ؒ نے خواب میں پیر فضل حق ؒ کو فرمایا کہ تم نے لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد نہیں کرنا، ہم خود ایک ایک کر کے ان سے نمٹ لیں گے۔ پھر ایک ایک کر کے مختیار شاہ اور اس کے بھائی اس دنیا سے رخصت ہونا شروع ہو گئے۔ احمد علی شاہ اور غلام عباس شاہ یہ ماجرا دیکھ کر شروع میں ہی ان سے علیحدہ ہو گئے اور 2005ء کے بعد تک حیات رہے لیکن باقی ایک ایک کر کے رخصت ہوتے گئے۔ اُن کے تمام سول دعویٰ جات اور درخواستیں عدم پیروی اور کورٹ فیس ادا نہ کرنے کی وجہ سے خارج ہوتے رہے اور آخرکار 1993ء تک اس خاندان کے باقی ماندہ افراد اور ان کی اولاد دربار اور زمین چھوڑ کر چلے گئے لیکن اس دوران دربار کو بہت نقصان پہنچا۔

8۔ دوسری طرف جب پیر فضل حق ؒ کے بھائی عبد القادر اور عبد العزیز کے صاحبزادوں میاں محبوب الحق، میاں انوار الحق اور صاحبزادیوں نے پیر فضل حق ؒ کو دربار پر قابضین سے عدالتی جنگ لڑتے دیکھا تو یہ لوگ بھی وارثین کے طور پر حصہ دار بن کر پیر فضل حق ؒ کے مقابل آ گئے۔ 22 اپریل 1987ء کو انہوں نے 19 کنال 4 مرلہ اراضی میں وراثت کے حصول کے لیے سول جج احمد پور شرقیہ کورٹ نمبر 6 میں فریق مقدمہ بننے کی درخواست دائر کی جو منظور ہوئی۔ میاں محبوب الحق نے 12 مارچ 1987ء کو ایک درخواست استقرارِ حق کے لیے دائر کی۔ پیر فضل حق ؒ نے اس درخواست کا جو جواب داخل کیا اُس میں لکھا کہ متولی قانوناً بڑا لڑکا ہوتا ہے اور تمام خاندان نے انہیں پیر عبد الحق ؒ کے وصال کے بعد متفقہ طور پر سجادہ نشین منتخب کیا اور 19 کنال 4 مرلہ زمین اُن سب کی رضامندی سے متولی دربار سیّد محمد عبد اللہ شاہ کے طور پر ان کے نام منتقل ہوئی۔

9۔ بہر حال اس مقدمہ نے اتنا طول کھینچا کہ درخواست پر درخواست، دعویٰ پر دعویٰ دائر ہوتا رہا۔ 14 فروری 1994ء کو پیر فضل حق سجادہ نشین کا وصال ہو گیا۔ 26 فروری 1994ء کو اُن کے بڑے صاحبزادے میاں شمس الحق سجادہ نشین سوم منتخب ہوئے اور انہوں نے 8 مارچ 1994ء کو سول جج احمد پور شرقیہ کی عدالت میں درخواست دائر کی کہ پیر فضل حق وفات پا گئے ہیں اور پیر فضل حق کے وارثان کو فریقِ مقدمہ

بناتے ہوئے معروضات پیش کرنے کی اجازت طلب کی۔ پیر شمس الحق نے متنازعہ زمین تمام وارثان میں تقسیم کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور یوں 1994ء میں یہ جائیداد انتقال نمبر 2305 اور 2306 کے تحت خانوادہ پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کے تمام وارثان میں تقسیم کر دی گئی۔

اس تنازعہ کا سیّد محمد عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح عمری سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن یہ تمام تنازعہ سلسلہ سروری قادری کے منسلکین، محبین اور اہلیانِ احمد پور شرقیہ کے علم میں ہے۔ اگر اس پر تحقیق نہ کی جاتی تو سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح عمری نامکمل رہتی۔ اگر کبھی کسی محقق کے سامنے اس تنازعہ کے کاغذات اور واقعات آتے تو اس کو عجیب صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسی بات کے پیشِ نظر ہم نے مختصراً تمام صورتحال واضح کر دی ہے اور کوئی بات پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ''جو حق بات کہنے سے خاموش رہا وہ گونگا شیطان ہے۔'' (عین الفقر)

باب سوم

سلطان الصابرین

حضرت سخی سلطان

پیر محمد عبدالغفور شاہ

ہاشمی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان الصابرین
حضرت سخی سلطان
پیر محمد عبد الغفور شاہ ہاشمی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے امانتِ الٰہیہ سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل ہوئی اور آپ سلسلہ سروری قادری کے شیخِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

ولادت باسعادت

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ 14 ذوالحجہ 1242ھ (9 جولائی 1827ء) بروز سوموار نمازِ مغرب کے وقت چوٹی ضلع ڈیرہ غازی خاں میں فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔

سلسلہ نسب

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ قریشی ہاشمی ہیں۔ 26 واسطوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا سیّد الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہٗ سے جاملتا ہے۔ شجرہ نسب اس طرح سے ہے:

پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ فضل شاہ بن شیخ جیون شاہ بن شیخ بخش شاہ بن شیخ جام شاہ بن شیخ حاصل شاہ بن شیخ قلندر شاہ بن شیخ حلیم شاہ بن شیخ جمن شاہ بن امیر داؤد بن امیر جنید بن امیر شہزاد بن امیر چاکر بن امیر بایزید بن امیر سومر بن امیر صدیق بن امیر جلال بن امیر جبل بن امیر مختار بن امیر سعد بن امیر مظہر بن امیر معاذ بن امیر برطچہ بہادر بن امیر بدیع الزماں بن حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہٗ۔[1]

ولادت کی بشارت

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی بشارت چشتی سلسلہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت خواجہ

---

[1] سوانح عمری حضرت خواجہ عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ، مرتب: پیر محمد یوسفؒ

سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے پہلے ہی دے دی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبے کا اظہار بھی فرمایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد پیر فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور اکثر ملاقات کے لیے اُن کی محفل میں جایا کرتے تھے۔ ایک بار تشریف لے گئے تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا فضل شاہ ''گھر میں کوئی امید ہے۔'' عرض کیا ''یا حضرت اہلیہ امید سے ہیں''۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''تیرے گھر میں ایک ولیٔ کامل پیدا ہونے والا ہے تجھے مبارک ہو۔''

بچپن اور شباب

حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے حُسن و جمال کا پیکر تھے، جو دیکھتا مبہوت ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 8 سال تھی کہ والد محترم وصال فرما گئے۔ اٹھارہ سال کی عمر تک آپ تمام دینی علوم حاصل کر چکے تھے۔ جیسے جیسے دین کا علم بڑھتا جارہا تھا اسی قدر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر ایک تڑپ اور پیاس بھی بڑھتی جارہی تھی۔ 20 سال کی عمر میں والدہ بھی وصال فرما گئیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بے چینی اور بے سکونی بہت زیادہ بڑھ گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بے چین ہو کر جنگلوں اور ویرانوں میں بھٹکتے پھرتے حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو جاتے۔ ایک روز دِن کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ خواب میں فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا کہ احمد پور شرقیہ چلے جاؤ، وہاں سیّد محمد عبد اللہ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں تم فقر کی امانت کے لیے منتخب ہو چکے ہو۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تقریباً 25 سال تھی۔ فوراً ہی سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس دِن جو چوٹی سے نکلے تو دوبارہ کبھی اس طرف کا رخ نہ کیا اور ساری عمر اللہ تعالیٰ کی راہ میں گزار دی۔

بیعت

جیسے ہی پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نیند سے بیدار ہوئے خواب میں ملے ہوئے حکم کے مطابق ریاست بہاول پور کے شہر احمد پور شرقیہ روانہ ہو گئے۔ طویل سفر کے بعد 8 شوال 1267ھ (5 اگست 1851ء) بروز منگل احمد پور شرقیہ پہنچے۔ شہر کے باہر ایک موچی کی دکان تھی اس سے دریافت کیا ''سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کہاں رہتے ہیں؟'' اس نے جواب دیا ''میں عبد اللہ شاہ صاحب کو نہیں جانتا۔ ایک بہاؤالدین[1] صاحب

---

[1] ''سوانح عمری حضرت خواجہ عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' میں یہ روایت یوں درج ہے ''شہر کے باہر ایک موچی کی دکان تھی اس سے دریافت کیا 'سیّد محمد عبد اللہ شاہ کہاں رہتے ہیں'؟ اس نے جواب دیا کہ ایک عبد اللہ شاہ صاحب تھے وہ برقع پہنتے تھے وہ فوت ہو گئے۔'' دراصل یہ عبد اللہ شاہ نہیں حضرت مخدوم بہاؤالدین آخر رحمۃ اللہ علیہ تھے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ حضرت بہاؤالدینؒ آخر کا معمول تھا کہ وہ لوگوں سے بچنے کے لیے برقع پہنا کرتے تھے اور اُن کی رہائش حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی تھی اور اب مزار بھی قریب ہی ہے۔ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی دوسرا عبد اللہ شاہ احمد پور شرقیہ میں موجود ہی نہیں تھا اور نہ ہی اب کسی کا مزار ہے۔ سیّد بہاؤالدینؒ آخر کا وصال 26 رمضان المبارک 1267ھ (24 جولائی 1851ء) بروز جمعرات ہوا جبکہ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ 8 شوال 1267ھ (5 اگست 1851ء) بروز منگل یعنی ان کے وصال کے 12 دِن بعد احمد پور شرقیہ پہنچے تھے۔ اس لیے ''سوانح عمری حضرت خواجہ عبد الغفور شاہ'' میں بیان کی گئی یہ روایت تاریخی لحاظ سے درست نہیں ہے۔

تھے جو برقع پہنتے تھے وہ تو فوت ہو گئے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''میں ان کا نہیں عبداللہ شاہ صاحب کا پوچھ رہا ہوں'' اس دکان پر ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے بتایا ''ایک عبداللہ شاہ ہیں جو جادوگر[1] مشہور ہیں کیونکہ نواب صاحب (بہاول خان سوئم) جب اُن کے پاس زیارت کے لیے آتے ہیں تو اجازت لے کر آتے ہیں۔ اگر آپ (رحمتہ اللہ علیہ) اجازت نہ دیں تو واپس چلے جاتے ہیں اور آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں، جب تک اجازت نہ دیں بیٹھتے نہیں اس لیے لوگوں میں مشہور ہے کہ عبداللہ شاہ صاحب نے نواب صاحب پر جادو کیا ہوا ہے اس لیے جادوگر کے نام سے مشہور ہیں۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''انہی کا پوچھ رہا ہوں''۔ اس شخص نے جواب دیا ''یہاں سے مشرق کی طرف چلے جاؤ، شہر کے باہر ہی اُن کا مکان ہے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ اسی طرف روانہ ہوئے، کچھ آگے پہنچے تو ایک گلی شروع ہو رہی تھی جس کے سرے پر ایک آدمی کھڑا ہوا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس کے قریب سے گزرنے لگے تو اس نے آپ کو آپ کے نام سے پکارا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا ''عبداللہ شاہ صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔'' اس آدمی کے ساتھ ایک حویلی میں پہنچے تو دیکھا کہ صحن میں ایک نورانی صورت بزرگ پلنگ پر بیٹھے ہیں اور باقی لوگ زمین پر بیٹھے ہیں ان میں نواب صاحب کے وزرا اور سپاہی بھی ہیں۔ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی دل میں جو بے چینی اور بے سکونی عرصہ دراز سے بسیرا کیے ہوئے تھی ختم ہو گئی اور دِل نے گواہی دی کہ یہی وہ صورت ہے جس کی تلاش میں در بدر پھر رہا ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی اور ادب سے زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے تمام احوال دریافت فرمایا، آپ نے عرض کر دیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی آپ ان کے قدموں میں گر کر رونے لگے۔ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اٹھایا اور سینے سے لگا کر فرمایا کہ آج آرام کرلو کل صبح بات کریں گے۔

صبح جب آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حویلی کے کنویں پر پڑی مٹی ہموار کرنے کو کہا۔ مٹی ہموار کرتے کرتے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ لہولہان ہو گئے اور خون جاری ہو گیا۔ مگر آپ زخمی ہونے کے باوجود کام کرتے رہے۔ کچھ دیر بعد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو بلایا اور ہاتھ دیکھنے کے بعد کہا ''تمہارے ہاتھ تو بہت نرم و نازک ہیں۔ تم نے انہیں اتنی تکلیف کیوں دی؟'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا ''حضور اللہ تعالیٰ کی تلاش میں نکلا ہوں، اگر اس دوران ہاتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں تو بھی کوئی پرواہ نہیں''۔ یہ سن کر حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''تو صحیح انتخاب ہے اور جو انتخاب کرتے ہیں وہ ایسے ہی نہیں کر لیتے''۔ اس کے بعد فوراً مرہم منگوایا۔ سیّد عبداللہ شاہؒ مرہم ہاتھوں پر لگاتے جاتے اور فرماتے جاتے ''بڑے نازک ہاتھ ہیں، بڑے نازک ہاتھ ہیں، بڑے نازک ہاتھ ہیں۔ یہی تو ہمیں چاہئیں۔'' مرہم کر کے پٹی باندھی اور تین روز بعد 11 شوال 1267ھ (8 اگست 1851ء) بروز جمعۃ المبارک بیعت فرما کر اسمِ اللہ ذات عطا فرمایا جو سونے کا بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ تمام تعلیم و تدریس، گھر بار بھول گئے اور مرشد کے در کے ہی ہو کر رہ گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 8 سال، گیارہ ماہ اور تقریباً 21 دن مرشد کے ساتھ گزارے۔

---

[1] سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ جادوگر کے نام سے اس لیے بھی مشہور تھے کہ جو بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جاتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور آپ کا ہی ہو کر رہ جاتا۔

سلسلہ چشتی میں پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت اور خلافت کی غلط روایت، اس کے خلاف قوی دلائل اور اصل حقیقت

''سوانح عمری حضرت خواجہ عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ'' جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے اور پیر عبد الرزاق کے بیٹے پیر محمد یوسف نے مرتب کی، میں درج ہے ''جس وقت آپ (پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ) جوان ہو گئے خواجہ صاحب (خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ) نے بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی۔'' یہ روایت صرف اسی کتاب میں ہے۔ اس کے علاوہ نہ تو کسی اور کتاب سے اور نہ ہی زبانی روایت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

ا۔ علمی اور تحقیقی دلائل

1۔ یہ روایت اس لیے درست نہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ جیسے سلسلہ چشتی کے عظیم المرتبت ولی جن کو باطنی طور پر علم ہو کہ پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سروری قادری سلسلہ کا شیخ بننا ہے، طریقت و فقر کے اصولوں کے خلاف نہ صرف آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بیعت کریں بلکہ خلافت بھی عطا فرمائیں۔

2۔ اسی سوانح عمری میں درج ہے کہ جب خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس وقت پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر 25 سال تھی۔ آپؒ روتے ہوئے فصلوں میں نکل گئے۔ پھر حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ نے خواب میں آپ کو سلسلہ قادری میں سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت کا حکم دیا۔ حالانکہ تصوف کا یہ اصول ہے کہ جب خرقہ خلافت مل جائے تو خلیفہ کے پاس یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ مرشد کی وفات کے بعد مرشد کے مزار سے فیض حاصل کرے، اس کو کسی دوسری بیعت کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اب حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا خلیفہ ہو اور مرشد کے ظاہری وصال کے بعد مرشد سے باطنی رابطہ نہ کر سکتا ہو اور پھر حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ خود کسی دوسرے کی بیعت کا حکم خواب میں دیں، یہ تو حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبہ کو بھی گھٹانے اور کم کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اور پھر حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے کسی اور خلیفہ کو دوسری بیعت کا حکم کیوں نہیں دیا صرف پیر محمد عبد الغفور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو کیوں یہ حکم فرمایا؟ یہ بات عقل قبول ہی نہیں کرتی۔

3۔ کسی کتاب میں بھی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا کی فہرست میں پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام نہیں ملتا۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات، اُن کے خلفا اور خلفا کے خلفا کی سوانح پر ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی کی کتاب ''خواجہ حضرت سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفا'' ایک سند کا درجہ رکھتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا تعلق خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور خلیفہ حضرت فیض بخش للّٰہ شریف ضلع جہلم کے خانوادہ سے ہے۔ وہ اس سے قبل حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات ''نافع السالکین'' کا اردو ترجمہ ''تذکرہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ'' کے نام سے کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی نے اپنی کتاب ''حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفا'' کی تصنیف کے دوران نہ صرف تونسہ شریف کے کتب خانہ بلکہ پاک و ہند کے تمام کتب خانوں اور لائبریریوں سے استفادہ کیا۔ اُن کی

کتاب میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، اُن کے پوتوں (صاحبزادوں کا وصال خواجہ صاحب کی حیات میں ہی ہو گیا تھا)، تمام خلفا اور خلفا کے خلفا کے حالاتِ زندگی مکمل تفصیل کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ 1979ء (1399ھ) میں اسلامک بک فاؤنڈیشن 249/N سمن آباد لاہور نے اِسے شائع کیا اور اس کتاب پر کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی نے ڈاکٹریٹ (Ph.D) کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی کی تحقیق کے مطابق حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا کے نام یہ ہیں:

1۔ خواجہ اللہ بخش (تونسہ شریف۔ پوتے خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ)
2۔ مولانا محمد علی مکھڈی (مکھڈ شریف کیمبل پور (موجودہ اٹک))
3۔ خواجہ شمس الدین سیالوی (سیال شریف سرگودھا)
4۔ خواجہ فیض بخش للّٰہی (للّٰہ شریف ضلع جہلم)
5۔ خلیفہ محمد باران صاحب (کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)
6۔ مولانا احمد تونسوی (تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خاں)
7۔ حافظ سید محمد علی خیر آبادی (اودھ۔ ہندوستان)
8۔ حاجی نجم الدین شیخاواٹی (راجپوتانہ۔ ہندوستان)
9۔ خواجہ محمد فاضل شاہ (گڑھی افغاناں ضلع راولپنڈی)
10۔ مولوی سرفراز فریدی (ڈیرہ اسماعیل خان)
11۔ مولوی محمد حیات دہلوی (دہلی۔ ہندوستان)
12۔ شاہ حسن عسکری دہلوی (دہلی۔ ہندوستان)
13۔ سیّد امام علی شاہ (جبّی ضلع سرگودھا)
14۔ مولوی دیدار بخش پاک پٹنی (پاکپتن)
15۔ مولوی محمد حسین پشاوری (پشاور)

ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی کے مطابق مندرجہ بالا خلفا میں سے اوّل الذکر پانچ خلفا ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنے علاقوں میں خانقاہوں کی بنیاد رکھی اور حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے کام کو آگے بڑھایا اور اُن کی خانقاہوں سے چشتیہ سلسلہ کے بڑے بڑے اولیا کرام وابستہ ہوئے۔

4۔ مرزا احمد اختر نے ''تذکرۃ الفقراء'' میں اور ہندوستان کے مشہور محقق اور دانشور ڈاکٹر ظہور الحسن شارب اجمیری نے ''تذکرہ اولیائے پاک و ہند'' میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے انہی پندرہ خلفا کا تذکرہ فرمایا ہے۔

5۔ پاکستان کے مشہور محقق اور دانشور ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے اپنی کتاب ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرہ میں اُن کے پچاس خلفا کی فہرست دی ہے جو درج ذیل ہے:

(1) خواجہ اللہ بخش تونسوی۔(2) صاحبزادہ غلام نصیر الدین کالے صاحب۔(3) حافظ محمد علی خیر آبادی۔(4) حاجی نجم الدین شیخا واٹی۔(5) حافظ محمد باران۔(6) صاحبزادہ نور بخش۔(7) مولانا فضل بخش الہٰی۔(8) خواجہ شمس الدین سیالوی۔(9) مولانا محمد علی مکھڈی۔(10) مولانا احمد تونسوی۔(11) قطب الدین۔(12) مولوی نور جہانیاں بہاولپوری۔(13) مولوی شہسوار سکنہ نواحی مہار۔(14) حاجی بختاور۔(15) حاجی برخوردار۔(16) مولوی سرفراز ڈیرہ اسماعیل خان۔(17) میاں عبدالشکور خیر آبادی۔(18) سردار خان ولایتی۔(19) حسن شاہ قندھاری۔(20) ولی اللہ خراسانی۔(21) مولوی محمد حیات دہلوی۔ (22) حسن عسکری دہلوی۔ (23) میر فضل علی جھجری۔(24) مولوی قیام الدین دہلوی۔(25) مولوی شرف الدین سوتری۔(26) شیخ احمد مدنی۔(27) مولوی صالح محمد تونسوی۔(28) میاں عبداللطیف چیناپٹنی۔(29) مولوی نور محمد ملتانی۔(30) حافظ نور الدین ڈھنڈی، نواحی مہار۔(31) مولوی امام الدین (حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات نافع السالکین کے مرتب)۔(32) نور احمد سندھی۔ (33) نور عالم، سکنہ مکھنہ۔ (34) فاضل شاہ کشمیری۔(35) امیر الدین بن فضل شاہ کشمیری۔(36) سیّد شیر شاہ پاک پٹنی۔(37) سیّد مستان شاہ کابلی۔(38) ابوالحسن لانگھوی سکنہ سنگھڑ۔(39) حافظ عظمت علی مغیروی نواحی مہار۔(40) فیض اللہ شاہ جوی۔ (41) میاں دلیل خانپوری۔(42) مولوی محمد یار بہناوری۔ (43) مولوی نور محمد نارووالہ۔(44) مولوی شمس الدین سکنہ ساہیوال۔(45) میاں نظام الدین ساکن بمبئی۔(46) مشرف الدین گروہستانی۔ (47) غلام محمد رسول پوری۔(48) غلام احمد پٹنی۔(49) پیر محمد فاضل شاہ ساکن گڑھی شریف۔(50) بجی خان سکنہ پھسڈی۔

مندرجہ بالا تمام علمی تحقیق کے مطابق حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا کی کسی فہرست میں ''پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ'' کا نام شامل نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ نہ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ بیعت ہوئے اور نہ ہی اُن سے خلافت پائی۔ اور پھر ملفوظات حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور سلسلہ سروری قادری کے مشائخ کی روایات میں کہیں بھی اُن کے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہونے یا خلافت پانے کا ثبوت نہیں ملتا۔

ب۔ روحانی دلائل

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سروری قادری سے منسلک ہیں اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ایک سے زیادہ سلاسل سے خلافت کے قائل نہیں ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشد اور طالب یا تو قادری ہوتا ہے یا چشتی یا نقشبندی یا سہروردی۔ تمام سلاسل یا ایک سے زیادہ سلاسل سے جو حصولِ خلافت کا دعویٰ کرتا ہے

سلطان باھوؒ اسے کاذب قرار دیتے ہیں اور ''اسرارِ قادری'' میں فرماتے ہیں کہ اس کی بات کا اعتبار نہ کرو کیونکہ اس حرامی کے بہت سے باپ ہیں۔ یاد رکھیے مرشد کامل روحانی باپ ہوتا ہے اور باپ ایک ہی ہوتا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے ہر طریقہ کی خلافت حاصل ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہ کرو کیونکہ اس حرامی کے بہت سے باپ ہیں۔ اس کی بات محض ایک گپ ہے۔ قادری لایحتاج نر شیر ہے۔ خدا نہ کرے کہ قادری مرید اپنے طریقہ کو چھوڑ کر کسی اور طریقہ میں داخل ہو جائے۔ قادری مرید ہر طریقے پر غالب ہے۔ (اسرارِ قادری)
- کچھ لوگ جھوٹے دعوے کرتے ہیں کہ ہمیں ہر طریقے کی خلافت حاصل ہے۔ لیکن قادری طالب کو کسی اور طریقے کی طرف رجوع کرتے ہوئے صد ہزار بار حیا آتی ہے۔ نہ وہ کسی دوسرے طریقے سے کوئی التجا کرتا ہے نہ واسطہ رکھتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- بعض تقلید کرنے والے کہتے ہیں کہ انہیں ہر طریقہ سے خلافت حاصل ہے جیسا کہ طریقہ نقشبندی، طریقہ سہروردی، طریقہ چشتی اور طریقہ قادری۔ ایسا کہنے والے کذاب (جھوٹے) ہیں۔ جس کے پاس اس اعلیٰ طریقۂ قادری کی خلافت ہوتی ہے وہ دوسرے طریقوں سے نہ کوئی سروکار رکھتا ہے نہ ان کا محتاج ہوتا ہے۔ (گنج الاسرار)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے اِن فرامین کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے کہ سروری قادری شیخ تو درکنار سروری قادری مرید بھی کسی دوسرے سلسلہ میں بیعت نہیں ہو سکتا اور نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے کسی کو یہ اجازت مل سکتی ہے۔ خاص طور پر جو طالب ازل سے سلسلہ سروری قادری کی ''امانت'' کا حامل ہو وہ کسی دوسرے سلسلہ میں جا کر بیعت ہو جائے یہ تو امانتِ الٰہیہ اور امانتِ فقر کے اصولوں کے ہی خلاف ہے۔ اس لیے یہ بات نہ صرف فقر کے اصولوں بلکہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی تعلیمات کے بھی بالکل برعکس ہے کہ پیر محمد عبدالغفور شاہؒ سلسلہ چشتی میں بیعت ہوئے ہوں گے۔ یہ بات اس وقت اور بھی دلچسپ صورتحال اختیار کر جاتی ہے کہ نہ صرف پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کے مرشد سیّد محمد عبداللہ شاہؒ سروری قادری ہیں بلکہ پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کے خلیفہ اکبر اور اُن سے امانت حاصل کرنے والے سلسلہ سروری قادری کے اٹھائیسویں شیخ کامل شہبازِ عارفاں پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ بھی سروری قادری ہیں اور ان کے بعد کے تمام مشائخ بھی سروری قادری ہیں لیکن پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کو چشتی قادری کہا جا رہا ہے۔ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کا سلسلہ ''سروری قادری'' سلسلہ ''چشتی قادری'' کیسے بنا اور اس کو اتنی شدت سے یہ ثابت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ نہ صرف سلسلہ چشتی میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے بیعت تھے بلکہ اُن سے خرقہ خلافت بھی پایا؟ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کی کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی اس لیے انہوں نے محرمِ راز سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کو اپنا فرزند قرار دیا

تھا۔ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ نے اپنی دوسری زوجہ محترمہ سے اپنے بڑے صاحبزادے پیر عبدالحقؒ کو خلافت[1] عطا فرما کر اپنے مرشد سیّد محمد عبداللہ شاہؒ کے مزار مبارک کا سجادہ نشین اور اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ وہاں کبھی لنگر بند نہ ہونے دینا۔ پیر عبدالحقؒ درویش اور صوفی منش انسان تھے۔ تعمیلِ حکم کے لیے آپؒ احمد پور شرقیہ منتقل ہو گئے اور ہمہ وقت دربار سیّد محمد عبداللہ شاہؒ پر رہنے لگے اور وسیع لنگر جاری فرمایا۔

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کی پہلی زوجہ محترمہ سے سب سے بڑے فرزند پیر محکم الدینؒ تھے جن کو پیر محمد عبدالغفور شاہؒ نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ وہ آپؒ کی زندگی میں ہی لاولد وصال فرما گئے تھے۔

پیر محمد عبدالغفور شاہؒ نے صرف پیر عبدالحقؒ اور پیر محکم الدینؒ کو خلافت عطا فرمائی۔ عام اور مشہور روایت یہی ہے کہ چھوٹے فرزند پیر عبدالرزاقؒ کو نہ تو بیعت فرمایا اور نہ ہی خلافت عطا فرمائی۔ اس کی تصدیق ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے شمارہ دسمبر 2004 کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے:

”پیر عبدالغفور شاہؒ نے مزید بیعت نہ کی حتیٰ کہ اپنے بیٹے عبدالرزاقؒ کو بھی بیعت نہ کر سکے اور وہ سلسلہ چشتیہ میں جا کر بیعت ہوئے۔“[2]

ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کی عبارت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ سلسلہ چشتیہ میں پیر محمد عبدالغفور شاہؒ نہیں بلکہ اُن کے وصال کے بعد اُن کے فرزند پیر عبدالرزاقؒ بیعت ہوئے اور یہیں سے ”چشتی قادری سلسلہ“ کا آغاز ہوا۔

1328ھ (1910ء) میں حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کا وصال ہو گیا تو ان کے دربار کی سجادہ نشینی پیر عبدالحقؒ کے چھوٹے بھائی پیر عبدالرزاقؒ نے خود بخود سنبھال لی۔ کیونکہ پیر عبدالحقؒ احمد پور شرقیہ میں سیّد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کے دربار پاک پر سجادہ نشینی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ پیر عبدالرزاقؒ کے بعد ان کے صاحبزادے پیر محمد یوسف سجادہ نشین ہوئے۔ موجودہ نظام جو دربار حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ پر چل رہا ہے پیر محمد یوسف کا وضع کردہ ہے اور انہوں نے ہی ”سوانح عمری حضرت خواجہ عبدالغفور شاہؒ“ تصنیف فرمائی ہے۔

عشقِ مرشد

”ملفوظات پیر محمد عبدالغفور شاہؒ“ مرتب پیر عبدالحقؒ (غیر مطبوعہ) میں درج ہے کہ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ فرماتے تھے:

---

[1] ملفوظات پیر محمد عبدالغفور شاہؒ میں جو سلسلہ سروری قادری درج ہے وہ وہی ہے جو بابِ اوّل میں ہم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے سلسلہ فقر میں درج کر چکے ہیں۔ اس میں سلطان باھُوؒ کے بعد سیّد محمد عبداللہ شاہؒ اور اس کے بعد پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کا نام آتا ہے۔ لیکن دربار حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ سے شائع شدہ سلسلہ شریف کا کتابچہ ”سلسلہ خاندان چشتی قادری“ جسے پیر محمد یوسف نے ترتیب دیا، میں جو چشتی اور قادری سلسلہ علیحدہ علیحدہ درج کیا گیا ہے اس میں چشتی سلسلہ میں بھی اور قادری سلسلہ میں بھی پیر محمد یوسف نے حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کے بعد اپنے والد پیر عبدالرزاق کا نام درج کیا ہے اور قادری سے پہلے سروری درج نہیں ہے۔

[2] ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور، شمارہ دسمبر 2004ء صفحہ 38، زیرِ ادارت چیف ایڈیٹر سلطان احمد علی، ایڈیٹر طارق اسماعیل ساگر۔

※ ظاہری صورت میں حسین اور حسن و جمال میں بے مثال میں نے کسی کو اپنے مرشد حضرت سیّد محمد عبد اللہ شاہؒ کے برابر اپنی تمام عمر میں نہیں دیکھا۔ آپؒ کے چہرہ مبارک پر زیادہ دیر تک کوئی نگاہ نہیں ٹکا سکتا تھا۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا تو ناممکن تھا۔ جو آدمی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں کسی بھی کام کے سلسلہ میں حاضر ہوتا وہ حضور شاہ صاحبؒ کے دیدار میں ایسا مگن ہو جاتا کہ اس کو گھر بار اور سب کام بھول جاتا حتیٰ کہ وہ لڑکے جو کھیل کود میں مصروف ہوتے وہ حضور کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر دیدار میں اتنے محو ہو جاتے کہ ان کو کھیل کود بھول جاتا۔

حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہؒ نے اپنے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہؒ کی شان میں سرائیکی میں جو کلام لکھا ہے اس کے ایک ایک لفظ سے آپؒ کا اپنے مرشد سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ سے عشق کا اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے کسی منقبت میں بھی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کا تذکرہ نہیں فرمایا ہے بلکہ ہر جگہ سیّد محمد عبد اللہ شاہؒ کو اپنا فیض رساں یعنی مرشد قرار دیا ہے۔ اس کلام میں پہلی منقبت ''چشمہ کھلیا نور حقانی'' مارچ 2002ء میں اس فقیر نے اپنی کتاب ''گلدستہ ابیات و مناجات شہباز عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہؒ'' میں سیّد بہادر علی شاہ کے نام سے صفحہ 58 تا 60 پر شائع کر دی تھی۔ ملفوظات کے مطالعہ کے دوران معلوم ہوا کہ یہ منقبت حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہؒ کی ہے جو انہوں نے اپنے مرشد حضرت سیّد محمد عبد اللہ شاہؒ کی شان میں لکھی ہے اور منقبت پر غور کریں تو کلام بھی حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہؒ کا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے آخر میں آپؒ نے اپنا تخلص عبدلؔ استعمال فرمایا ہے۔ آپؒ کا یہ کلام ثابت کرتا ہے کہ آپؒ کے مرشد صرف اور صرف سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ ہی ہیں۔

چشمہ کُھلیا نور حقانی
شاہ عبد اللہؒ فیض رسانی
احمد پور[1] وِچ نور برسدا
جتھے شاہ عبد اللہؒ وسدا
واقف لوح قلم تے مسدا[2]
ہے وچ ملک بہاول[3] خانی
شاہ عبد اللہؒ فیض رسانی

عَرف عجائب عارف باللہ
طالب ویکھ عجب سلسلہ
شکر پڑھن الحمد للہ

[1] ضلع بہاولپور کی تحصیل احمد پور شرقیہ [2] سیاہی (ink) جو لوح پر قلم سے لکھنے کے لیے استعمال ہوتی ہے یعنی پیر عبد اللہ شاہؒ لوح، قلم اور مس کے واقف ہیں [3] ریاست بہاولپور کی طرف اشارہ ہے

ویکھ جمال رسولؐ نشانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

طالب صادق سالک آون
لین مراداں جھولی پاون
کر تلقین تے راہ وکھاون
کھول سناون راز نہانی[1]
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

رمزاں مخفی جگ وچ ہلیاں
ملک[2] فلک تے مارن جھلیاں[3]
دریاں[4] نور کرم دیاں کھلیاں
تھئی سب حور پری مستانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

فیض فیاض دے ویکھ پسارے[5]
مارے جوڑ اناالحق نعرے
نالے اَن حد[6] پیا طوارے[7]
چال مجازی ہوگئی فانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

عاشق بے سر پھرے مسافر
توڑے لوگ سدے چا کافر
واللہ عار نہیں کجھ آخر
ویکھ چشمہ لعل یمانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

---

1 چھپے ہوئے 2 فرشتے 3 آوازیں بلند کرنا، خوشی منانا 4 کھڑکیاں 5 پھیلاؤ، بے حد، بے پایاں 6 بے انتہا، بے حد، جس کی کوئی حد نہ ہو 7 طور طریقے، عادات، صفات

خوبی نرگس ناز نظر دی
نیتی طاقت ہوش صبر دی
عبدؔل آہی لیل قدر دی

واہ روشن او سِرّ سبحانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

چشمہ کُھلیا نور حقانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

مندرجہ ذیل منقبت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف اپنے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حُسن کا ذکر فرما رہے ہیں بلکہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اور سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے فیض کا بھی ذکر فرما رہے ہیں:

اللہ محمدؐ پیر نوازیا یا غوثِ اعظم جیلانیؓ
واہ حضرت سلطان باھُو تینوں کیتی مہربانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی
احمد پور وچ تخت تیرا وچ مُلک بہاول خانی
حسن کمال خوابیدہ چہرہ ویکھ سیرت انسانی
اُو لُٹ پون مہتاب صحی؎۱ کر جلوہ شاہ نورانی
تاب کنوں بے تاب کرے اُو صورت یوسف ثانی
نال نظر امداد کرم دے سپر؎۲ کھولن طبقانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی
ثابت قدم شرع تے محکم تَمَّ الْفَقْر مکانی
کر تقرار نصیب ازل دا ویکھن قلم ربانی
طالبِ خاص چِھکن گِھن دوروں نالے طرح نہانی

؎۱ صحیح، اصل، حقیقی ؎۲ رکاوٹوں کا کھل جانا، حجابات کا اُٹھنا

طالب نوں تلقین کرن دس کھولن رکن یزدانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

جوڑ کلید تصور[1] دی تہہ دیوین گرم دوکانی
سالک دا کر بہت تسلا[2] بولن ڈر دہانی
ویکھ کلید تصور دی سبھ قفل کھلن ہریانی[3]
عکس کلید کریسی دل نوں روشن دوہاں جہانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

آتش مشق سڑیسی سبھ زنار تے کفرستانی
سینہ صاف کریسی سبھ وہمات ویسن[4] نفسانی
لیل نہار تھیسی وت وارد وچ ہر وقت زمانی
دہ لکھ ستر ہزار تجلّی پوسی وچ دل جانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

ویکھ ظہور اصل دیاں لاٹاں غیر تھیسی نسیانی[5]
سالک نوں سمجھائین بہہ نال استمداد[6] امکانی
کہ مذکور اظہار سنائین آکھن بات لسانی
بخش برات ازل وچ دیوین کھولن کان خزانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

نور کنوں مسرور کرین دل موج دیوے جریانی[7]
تروڑ[8] حجاب سُٹن ظلماتی کُھلے عین عیانی
کر غم دور گھنیں دلداری نال ہمت مردانی

۱ اسم اللہ ذات کا تصور ۲ تسلی ۳ حیرانی، حیران کرنے والے ۴ نفسانی خیالات دور ہو جائیں گے ۵ غیر اللہ کو بھول جانا، بھلا دینا ۶ مدد کرنا ۷ ہمیشہ جاری رہنے والا ۸ توڑ کر، ہٹا کر

در آئے دی لاج پالن[1] رکھ شیوہ شان شہانی

پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

شفقت نال سمہالین[2] ہر دم گنج[3] دیوین ارزانی[4]

ظاہر باطن کرو توجہ نال کرم احسانی

نال نظر ارشاد کرین[5] دس اسمِ اعظم[6] سبحانی

سُنیم[7] بات صفات تیری دی عجب لگی حیرانی

پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

بھاہیں[8] حسن تیرے دیاں بلیاں[9] ہوک[10] لگی تن کانی[11]

عشق چراغ بلیا وچ دل دے شوق گھتی گل گانی[12]

حُب دیدار تیرے دی غالب کیتی سِک[13] روحانی

تھی راہی گھر چھوڑ چلیم، توں واگ چھکی جسمانی

پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

وچ جناب تیرے دے پہنچیا ایہہ بندہ سفرانی

نال کرم سَدْ کول بہا تے دے سایہ سبحانی

جو احکام کیتونی بہی وت کیتم سبھ فرمانی

کر احسان کمال لطافت وَل وَل[14] قول کیتانی[15]

پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

پورا رہم قرار اوہین تے کر مشکل آسانی

شالہ قول پہنچایم قبلہ نال ہمت مردانی

صحبت دی گل یاد کیتی کجھ عبدلؔ طرح بیانی

۱؎ عزت رکھنا ۲؎ سنبھالیں ۳؎ خزانہ فقر ۴؎ سستا۔یعنی طالب کو خزانہ فقر آسانی کے ساتھ اور بے حساب عطا کرتے ہیں ۵؎ کریں ۶؎ اسم اللہ ذات ۷؎ میں نے سنی ۸؎ آگ ۹؎ جل اٹھیں ۱۰؎ درد بھری آہ ۱۱؎ کمزور، نحیف ۱۲؎ گلے کا ہار ۱۳؎ چاہت، شوق ۱۴؎ باربار ۱۵؎ جیسا کہ آپ نے وعدہ کیا ہے

ہے تلقین حقیقی اس وچ حضرت پیر پیرانیؒ
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

درج ذیل منقبت میں پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ مرشد سے حاصل ہونے والے اسرار بیان فرما رہے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی اور انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا فرزند بنایا ہوا تھا۔ اس منقبت میں آپ خود اس کا اظہار فرما رہے ہیں۔

جان ونج نال ادبدے بیٹھیم نیڑے مرد صفائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی
تُو ہیں فرزند اساڈا دل وچہ رکھ چھپائی
تھی خوشحال حضور بیٹھیم جد کامل رمز ویکھائی
کر تسکین ٹکیم[1] وچ خدمت تھیم امید سوائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

ہک دینہہ نال عنایت دے شاہ ایہ گفتار آلائی
پند[2] میری فرزند میرا سُن ہویا بہت سجائی
جیکر موت ونجیں گھن اسانوں جانے نہیں جدائی
رہن قریب ہمیش اساڈے نت دل جان رلائی
چھوڑیں ناں اسانوں ہرگز ہوسی نہیں لوائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

تھیسی گال کمال تینوں سبھ جو کُجھ اساں آلائی
گئی سستی وت چھوڑ جتھاں شہہ محکم بندھائی[3]
خامی کنوں حضور اگے میں کر تقریر سنائی
جے فرماؤ حجرے وچ پکڑ بہاں تنہائی

[1] ٹکے رہنا، قیام کرنا [2] نصیحت [3] مضبوط یا پختہ کر دی

چلّے دی بھی دیوو رخصت پوے قبول کمائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

چھ ماہ گزر گئے وچ خدمت آکھیم[1] نال جھکائی[2]
نرمی نال زبان کنوں شاہ گل ایہہ فرمائی
حجرہ گل دا جان فریبی چلّہ سبھ مکرائی
جوڑ قلعہ وچ حجرے دے چھپ بیٹھا درد ہوائی
کر دعوے فرعون وانگوں نت رکھدا فخر وڈائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

حُجرہ اصل پچھان پسر بیا کُوڑ[3] سبھ چترائی
حجرے دے وچ گم ہوون ہور دی خبر نہ کائی
چلّہ چال جمال ویکھیں جتھے اِسم کرے روشنائی
کیتا قول پلیسوں[4] اساں نالے حکم خدائی
وقت اُتے موقوف سبھ گل تھیسی بہت چنگائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

ہوسی نہیں زوال کوئی گل تھیسی نہیں اجائی[5]
غور کنوں فی الفور کرے بھی مخفی طور بھلائی
عاجز دی نت کرے تسلی وہ رہبر مولائی
عین یقین مقیم تھیا وت کرسن وعدہ وفائی
عبدلؔ جو تقدیر مقدر جان لکھی سر آئی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

---

۱ میں نے کہا ۲ ہچکچاتے ہوئے، عاجزی سے ۳ جھوٹ ۴ نبھائیں گے، پورا کریں گے ۵ بے مقصد، فضول

مندرجہ ذیل منقبت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حسن کی تعریف فرما رہے ہیں:

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی
پیر عبد اللہؒ شاہ گُل کھڑیا[1] باغوں شاہِ جیلانیؒ
شاہ خوباں محبوباں دا ہادی ہے لاثانی
شمس قمر تے لیل قدر سبھ ویکھ رہن حیرانی
عارف کامل خاص مکمل صاحب عین عیانی
سے مشتاق جمال اللہ تے جان کرن قربانی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی
پیر عبد اللہؒ شاہ گُل کھڑیا باغوں شاہ جیلانیؒ

سلک سلوک دے کھولے ہادی جانت[2] دُرمعانی[3]
کر کے جوش و خروش اُچھلے وجد دی طغیانی
ہن شہباز ہدایت دے کیا چال چلن مستانی
مارن جوڑ انالحق نعرہ ذات اللہ وچ فانی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی
پیر عبد اللہؒ شاہ گُل کھڑیا باغوں شاہ جیلانیؒ

واہ واہ سیّد پاک مکرم وجہہ اللہ نورانی
وچہ ادراک قدیم کیا پوچھن وہم خیال گمانی
کھولے لطفوں عارف کامل سبھے راز نہانی
سد حضور چا کشف کرائی اسمِ اعظم قرآنی

---

[1] کھلا [2] جانتے ہیں [3] نایاب معانی مراد رازِ حقیقی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی
پیر عبداللہؒ شاہ گُل کھڑیا باغوں شاہ جیلانیؒ

ہک طرفے وچ جس نوں چاہے سیر کھولے طبقانی
جے چاہے جھمکار اندر پہنچائے لامکانی
منزل اُس مقام پہنچائے نہیں جو وچ بیانی
کر گلزار دیدار کنوں، سب راز جانا عرفانی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی
پیر عبداللہؒ شاہ گُل کھڑیا باغوں شاہ جیلانیؒ

خادم روز ازل تے کرو خاصہ گنج ارزانی
ہر دم دم وچ قدم قدم تے کرو فیض رسانی
قلب سقیم سلیم کرو ذرہ فیضوں دے درمانی
ظاہر باطن پہنچو ہادی کر امداد روحانی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی
پیر عبداللہؒ شاہ گُل کھڑیا باغوں شاہ جیلانیؒ

شاد آباد کرو ایہہ دل سبھ فوج نسّے شیطانی
بخش تصرف کامل ہادی نور وِیکھا جسمانی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی
پیر عبداللہؒ شاہ گُل کھڑیا باغوں شاہ جیلانیؒ

ملفوظات میں درج ذیل اردو منقبت بھی ملی ہے جو پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں لکھی ہے:

مجھے بھاتے ہیں یا حضرت اذکار تیرے
میرا ورد وظیفہ ہیں وہ خوش اسرار تیرے

جو حضرت مصطفیٰ ﷺ کے ہیں تمام اطوار تیرے
جو حضرت غوث اعظمؓ کے ہیں سبھ آثار تیرے

نظارا خاص وجہہ اللہ وچ دیدار تیرے
جو اکبر حج ہوتا ہے مجھے دربار تیرے

یقین میں ایک گُلبن ہوں کنوں گلزار تیرے
یہ ہیں گُل پھَل تیرے سبھ خار تیرے

کسی سے کچھ غرض نہیں ہم ہیں سرکار تیرے
اگر زاہد و عابد ہیں دِگر[1] گناہ گار تیرے

محبت کے ہیں دلِ خموش میں بھڑکار تیرے
غلامی کے ہوئے حق سے ہمیں حقدار تیرے

حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری میں ''عبدلؔ'' تخلص استعمال فرمایا ہے اور اُن کے کلام کے ایک ایک مصرعے سے اپنے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے عشق اور محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہی سب سے بڑا ثبوت ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہی دستِ بیعت ہوئے اور اُن کے عاشق بنے اور پھر عاشق سے معشوق اور محبّ سے محبوب۔

مرشد کے ساتھ سفر

پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہر ماہ کم از کم ایک بار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک

---

[1] دوسرے

پر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ ؒ ہمیشہ اُن سفروں میں اپنے مرشد پاک کے ساتھ ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ ؒ کے مرشد پاک کبھی کسی طرف سفر کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔

مرشد کا وصال

وصال سے چھ ماہ قبل آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد سلطان التارکین سید محمد عبداللہ شاہ ؒ کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی۔ ایک دِن حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو پیر محمد عبدالغفور شاہ ؒ اجازت لے کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ کے محل پاک پر پہنچے تاکہ مرشد پاک کی صحت یابی کی عرض پیش کریں۔ مزار پاک پر پہنچتے ہی فوراً مزار پاک کے اندر تشریف لے گئے۔ ابھی آپ ؒ نے دعا شروع ہی کی تھی کہ کسی شخص نے آپ کو السلام علیکم کہا۔ آپ ؒ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو وہ آپ کے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ تھے۔ انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک پر رکھا اور بائیں ہاتھ سے آپ کو پکڑ کر سینے سے لگا لیا۔ یوں لگا جیسے نور کا ایک سمندر مزار مبارک سے نکلا اور ایک آپ کے مرشد کے سینہ سے نکلا اور وہ دونوں سمندر مل کر آپ ؒ کے سینہ کے اندر داخل ہوگئے یا یوں کہیے امانتِ الٰہیہ یا امانتِ فقر منتقل ہوگئی۔ آپ ؒ کو غش سا آ گیا۔ ہوش آنے پر اپنے مرشد کے بارے میں وہاں موجود لوگوں سے پوچھا تو سب نے نفی میں جواب دیا کہ کسی نے اُن کو نہیں دیکھا۔ مزار پر ہر طرف سے پتہ کیا گیا تو جواب نفی میں ملا کہ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ یہاں تشریف نہیں لائے۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ ؒ بہت متفکر ہوئے اور فوراً ہی احمد پور شرقیہ کے لیے واپس روانہ ہوگئے۔ جب آپ ؒ 9 شوال 1276ھ (29 اپریل 1860ء) بروز اتوار احمد پور شرقیہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کے مرشد وصال پا چکے ہیں اور ٹھیک اسی وقت اُن کا وصال ہوا جس وقت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ کے محل پاک کے اندر اُن سے آپ ؒ کی ملاقات ہوئی تھی۔ اُس دن 29 رمضان المبارک 1276ھ (20 اپریل 1860ء) اور جمعتہ المبارک کا دن تھا۔

جنگل نوردی

مرشد کے وصال نے پیر محمد عبدالغفور شاہ ؒ کو دیوانہ کر دیا۔ پاگلوں کی طرح ننگے پاؤں جنگلوں اور ویرانوں میں پھرتے۔ اگر کھانے کو کچھ مل جاتا تو کھا لیتے ورنہ بھوکے رہتے۔ دیوانگی کی یہ حالت ایک سال آپ ؒ پر طاری رہی۔ ایک دن اسی دیوانگی میں زمین پر بیٹھے ایک لکڑی سے زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے کہ یکدم آپ ؒ کے وجود کے اندر روشنی پھیل گئی اور آپ کے باطن میں آپ کے مرشد نے ظاہر ہو کر کہا ''ہمیں کہاں تلاش کرتے ہو ہم تو تمہارے اندر ہیں۔'' یوں تلاش ختم ہوئی اور آپ ؒ کو حکم ملا کہ شورکوٹ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ کے شہر چلے جائیں اور ان کے مزار پر حاضری دیتے رہیں۔ عنقریب آپ کو مستقل ٹھکانہ عطا کر دیا جائے گا۔ دوئی ختم ہو چکی

تھی۔حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں فنا ہو چکی تھی۔دل کو اطمینان اور سکون آ گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ تشریف لے گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جنگل نوردی کا عرصہ تقریباً ایک سال بنتا ہے۔10 شوال 1276ھ (30 اپریل 1860ء) کو آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشد کے مزار سے دیوانہ ہو کر نکلے اور 21 شوال 1277ھ (2 مئی 1861ء) جمعرات کو شورکوٹ پہنچے۔

شورکوٹ آمد اور قیام

21 شوال 1277ھ کو پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ میں ایک کنویں پر پہنچے جو ایک سادات خاندان کی ملکیت تھا اور اس کے ساتھ موجود چھوٹی سی مسجد میں قیام پذیر ہو گئے۔سادات کا یہ خاندان بہت غریب تھا، اُن کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔قریب ہی سے شام کے وقت ایک اور سیّد زادہ آیا اور کہا کہ میرے ساتھ میرے ڈیرہ پر چلیں وہاں چارپائی، بستر اور روٹی سب کچھ ملے گا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ہمارا ڈیرہ یہی ہے، ہماری فکر نہ کرو۔'' اسی کنویں پر آباد سادات خاندان کی سیّد زادی مرشد کامل کی تلاش میں رہتی تھی۔اسے رات کو خواب میں اشارہ ہوا کہ آج مرشد کامل تیرے در پر آیا ہوا ہے، بیعت کرنی ہے تو کر لے۔اس سیّد زادی نے اپنے خاوند کو جگایا اور کہا کہ جاؤ دیکھو باہر فقیر بیٹھا ہے یا نہیں۔اگر بیٹھا ہے تو اس کو اپنے گھر لے آؤ میں نے بیعت کرنی ہے مجھے اشارہ ہوا ہے۔وہ سیّد زادہ کنویں پر آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ایک بار میرے گھر تشریف لائیں میری بیوی نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنی ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اُس سیّد کے ہمراہ اس کے گھر گئے، سیّد زادی نے بیعت کی اور پھر خیال آیا کہ کچھ پکا کر آپ کو کھلاؤں۔گھر میں ایک پاؤ چاولوں کے سوا کچھ نہ تھا۔سیّد زادی وہ چاول پکا کر آپ کے پاس لے آئی۔آپ نے فرمایا بچوں کو بھی بلاؤ۔سیّد زادی نے عرض کیا ''قبلہ آپ کھالیں، آپ کا بچا ہوا تبرک ہم کھالیں گے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چاول کھا لیے پھر اس سیّد زادی نے تمام گھر والوں کو جگایا، تمام گھر والوں نے آپ کے بچے ہوئے چاول کھائے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے وہ پاؤ بھر چاول تمام خاندان کو کافی ہوئے۔اس کے بعد اسی کنویں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈیرہ لگا لیا۔یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تقریباً دو سال[1] تک رہا۔

یہاں پر ہی شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر 2 اگست 1861ء (25 محرم 1278ھ) بروز جمعتہ المبارک کو بیعت ہوئے۔حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ وہ خوش قسمت مرشد ہیں جن کو تلقین و ارشاد کی مسند سنبھالتے ہی محرمِ راز مل گیا، جن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت 21 فروری 1910ء تک یعنی انچاس سال قائم رہی۔

مڈ رجبانہ (گڑھ مہاراجہ) سے مراد علی سیال، پیر شاہ سیّد اور کافی لوگ شورکوٹ جا کر پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور آپ کی خدمت میں کچھ عرصہ آتے جاتے رہے۔کچھ عرصہ کے بعد مراد علی سیال اور چند مرید شورکوٹ گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مڈ رجبانہ آنے کی دعوت دی

[1] 21 شوال 1277ھ (2 مئی 1861ء) بروز جمعرات تا 6 صفر 1279ھ (3 اگست 1862ء) بروز اتوار

کہ صرف ایک رات کے لیے آپ مڈ رجبانہ تشریف لائیں، علی الصبح آپ رحمۃ اللہ علیہ کو واپس شور کوٹ پہنچا دیں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان مریدوں کے ہمراہ 7 صفر 1279ھ (4 اگست 1862ء) بروز سوموار مڈ رجبانہ تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس وقت رات کو میں کوزہ لے کر باہر آیا اور جس جگہ اب مزار مبارک ہے اس جگہ پہنچا تو حکمِ الٰہی ہوا کہ یہی جگہ آپ کے لیے مقرر ہے، آپ اسی جگہ رہائش رکھیں۔ علی الصبح مراد علی سیال کا خیال تھا کہ پیر صاحب واپس تشریف لے جائیں گے، ان کی نذر کے لیے کچھ روپے تلاش کرنے لگا مگر بہت کوشش کے باوجود بھی روپے نہ مل سکے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا ''قبلہ آپ کی نذر کے لیے رقم بہت تلاش کی ہے مگر نہیں مل سکی، اپنی ملکیت میں سے نصف رقبہ زمین آپ کی نذر کرتا ہوں منظور فرمائیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''فقیر کو زمین کی ضرورت نہیں، تمام روئے زمین فقیر کی ملکیت ہے، جس جگہ چاہے رہ سکتا ہے۔ جس کا مکان لامکاں میں ہو اس کو مکان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف ایک حجرہ کے لیے جگہ کی ضرورت ہے کیونکہ اس جگہ بیٹھنے کا حکم ہو گیا ہے۔'' مراد علی سیال نے جواب دیا ''حضور! تمام جگہ آپ کی ہے، جس جگہ چاہیں حجرہ تیار کروا لیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے یہاں پر آموں کا باغ لگا دیا۔ دریا سے گھڑوں میں پانی بھر کر لا کر آموں کے درختوں کو دیا جاتا۔ جب دریا کا پانی خشک ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آموں کو پانی دینے کے لیے ایک کنواں کھودلو۔ فقیروں نے ایک کنواں تیار کر کے آموں کو پانی دینا شروع کیا۔ جس وقت آموں کا باغ پھلوں سے لد گیا تو اردگرد کے سیالوں کو حسد ہونے لگا۔ وہ چاہتے تھے کہ فقیر کسی طرح اس جگہ سے چلا جائے اور باغ ہمارے ہاتھ لگ جائے۔ ان دنوں مہتمم صاحب بندوبست کوٹ مپال آئے ہوئے تھے۔ سیالوں نے انہیں درخواست دی کہ کوئی سیرانی فقیر اس جگہ آیا ہے اور ہمارے کنویں اور باغیچے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کو اٹھا دیا جائے۔ مہتمم صاحب نے چپڑاسی کو بھیجا کہ ایک بار فقیر صاحب کو کوٹ مپال ہمارے پاس لے آؤ۔ جس وقت چپڑاسی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا ''میں نہیں آ سکتا۔ مہتمم صاحب کو کہیں کہ جو کچھ ان کا دل چاہے لکھ دیں۔ ہم تو خدا تعالیٰ کے حکم سے بیٹھے ہیں اور خدا کے حکم ہی سے اٹھیں گے۔'' جب چپڑاسی واپس گیا اور آپ کا پیغام دیا تو مہتمم صاحب گھوڑی پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں آ گئے۔ صرف ایک چارپائی تھی جس پر آپ بیٹھے تھے۔ مہتمم صاحب آپ کے پاس چارپائی پر بیٹھ گئے۔ فقر کے مسائل شروع ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد سیالوں نے مہتمم صاحب سے کہا کہ فیصلہ تو ہو گیا ہے، ہمارا مخالف آپ کے برابر چارپائی پر بیٹھا ہے اور ہم زمین پر کھڑے ہیں۔ مہتمم صاحب نے کہا کہ چپڑاسی کہاں ہے، دو دو چابک ان سیالوں کو لگائے، مجھے اختیار ہے کہ میں اپنے برابر جس کو چاہوں بٹھاؤں۔ پھر مہتمم صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ دو گواہ مجھے بتا دیں تاکہ میں ان کا بیان لے کر درخواست کا فیصلہ کر لوں۔ پیر صاحب نے فرمایا ''میں کسی کو گواہی کے لیے نہیں کہتا، جس طرح آپ کی منشا ہو فیصلہ لکھ دیں۔'' مہتمم صاحب نے ایک بوڑھے سیال کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ کنواں کس نے بنوایا ہے اور باغیچہ کس نے لگوایا ہے؟ بوڑھے سیال نے کہا کہ جتنے آدمی اس وقت فقیر صاحب کے خلاف یہاں کھڑے ہیں تمام میرے رشتہ دار ہیں اور یہ سب بے ایمان ہیں۔ یہ کنواں فقیر صاحب نے بنوایا ہے اور یہ باغیچہ بھی فقیر صاحب نے لگوایا ہے۔ مہتمم نے صرف ایک شخص کی گواہی لے کر فیصلہ لکھنے کا ارادہ کر لیا۔ سیالوں نے کہا کہ جناب یہ فقیر صاحب سیرانی ہے، یہ کنواں اور باغیچہ فروخت کر کے کہیں اور چلا جائے گا اور ہمارا اس میں نقصان ہوگا۔ پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مہتمم کو فرمایا ''آپ یہ فیصلہ

لکھ دیں کہ جب تک ہم اس جگہ موجود ہیں کنواں اور باغیچہ ہمارا ہے۔ جس وقت ہم چھوڑ کر چلے جائیں مالکان کو تقسیم کر دیا جائے۔'' سیال اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ اب فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا ہے، ہم جس وقت چاہیں فقیر کو اٹھا دیں گے اور کنویں اور باغیچے پر قبضہ کر لیں گے۔ دوسرے دن احمد سیال نمبردار جو مڈ پرانا میں رہتا تھا، نے ایک آدمی آپؒ کی طرف بھیجا اور کہلوایا کہ ہم بہت فسادی لوگ ہیں، آپ شریف آدمی ہیں، رات کو جگہ چھوڑ کر خود بخود چلے جائیں تو بہتر ہے ورنہ ہم جھگڑا فساد کریں گے۔ جس وقت آدمی آپؒ کے پاس پہنچا اور احمد سیال کا پیغام دیا تو آپؒ نے فرمایا ''ہم تو خدا تعالیٰ کے امر سے بیٹھے ہیں، اگر آج حکم مل جائے تو ہم اسی وقت چلے جائیں گے۔ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔'' اس کے بعد سیالوں کو ایک قتل کے کیس میں مظفر گڑھ جانا پڑا۔ چھ ماہ کے بعد احمد سیال نے پھر آدمی بھیجا اور دھمکی دی کہ پہلے بھی ہم نے ایک آدمی بھیجا تھا مگر آپ نے پرواہ نہیں کی ہم آپ کی کوٹھڑی گرا دیں گے اور پودے اکھیڑ کر پھینک دیں گے۔ آپؒ نے فرمایا ''احمد سیال گہلا (دیوانہ) ہے۔ ہم تو خدا تعالیٰ کے امر سے بیٹھے ہیں، جس وقت امر ہو جائے گا ہم چلے جائیں گے۔ احمد سیال کو کہو کہ اپنے گھر کا خیال رکھے۔'' چند ہی دنوں بعد دریا میں طغیانی آئی اور احمد سیال کی بستی مڈ پرانا دریا میں بہہ گئی، کوئی چیز ہاتھ نہ آئی۔ پھر دوسری جگہ مڈ کی بستی بنائی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد احمد سیال دیوانہ ہو گیا۔ نہ کپڑوں کا ہوش رہا اور نہ کھانے پینے کا۔ جب یہ حالت سیالوں نے دیکھی تو ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔ آپؒ کے یہاں آنے سے مڈ رجبانہ مڈ شریف ہو گیا۔ شہباز عارفاں پیر سیّد بہادر علی شاہ کاظمیؒ فرماتے ہیں:

آمیاں میرے دوستا، میرے پیر دا نور ظہور ویکھو
موضع مڈ مشہور خبیث آہا، اَج مڈ شریف دا نور ویکھو
ظاہر عام نوں فیض دوا دا ای، باطن صادقاں دا کوہِ طور ویکھو
سلطان بہادر شاہ دریا ہے بخشش صحیح، صورت عبد تے معنے غفور ویکھو

آپؒ نے پورے پچاس سال مڈ شریف میں ایک ہی جگہ مقیم رہ کر قائم مقام فقیر کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ آپؒ پچاس سال اپنے حجرہ میں قیام پذیر رہے لیکن نزدیک رہنے والے لوگوں نے آکر آپؒ کی زیارت بھی نہ کی کہ فیض ہی حاصل کر لیں، البتہ دور دراز کے علاقوں سے آکر لوگوں نے آپؒ سے اسمِ اللہ ذات کا فیض حاصل کیا۔

فرمودات

ایک دفعہ پیر محمد عبد الغفور شاہؒ نے مرشد کامل اکمل کی اہمیت پر گفتگو فرماتے ہوئے پہلے ایک واقعہ سنایا کہ ایک قاضی رات کو خچر پر سوار ہو کر کسی دوست سے ملنے کے لیے جا رہا تھا کہ راستے میں جنگل سے ایک ڈاکو نکل آیا۔ اس نے کہا ''قاضی صاحب نجوم کا علم جانتے ہو؟'' قاضی نے کہا ''حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ علم نجوم پر اعتبار نہ کرو۔ ڈاکو نے کہا ''حضور ﷺ نے یہ بھی تو فرمایا ہے اَلرَّفِيْقُ ثُمَّ الطَّرِيْقُ یعنی پہلے رفیق بناؤ پھر سفر کرو۔ تمہارا کوئی رفیق ہے؟ تم تو حضور ﷺ کے فرمان کے خلاف چل رہے ہو، ایک حدیث پر عمل کر لیا ہے اور دوسری

کو چھوڑ دیا ہے۔ میں علمِ نجوم جانتا ہوں، میں نے حساب کیا ہے کہ میرا ستارہ تجھ پر غالب ہے۔ خچر سے اترو اور تمام کپڑے بھی اتار کر مجھے دے دو۔'' قاضی خچر سے اتر آیا اور خچر ڈاکو کو دے دیا اور کپڑے بھی دے دیئے، صرف ایک چادر رہ گئی۔ ڈاکو نے کہا کہ چادر بھی اتار دو۔ قاضی نے کہا ''میں نے نماز ادا کرنی ہے۔'' ڈاکو نے کہا ''مسئلہ مجھے بھی معلوم ہے تو پھر کیا دیر ہے جلدی سے چادر اتار دو۔ اگر دیر کی تو تلوار میرے پاس ہے۔'' قاضی نے چادر اتار دی اور چھپ چھپا کر کسی کے کھیت میں پہنچا اور کسی سے چادر لے کر رات کو بمشکل گھر پہنچا۔ علی الصبح جس وقت قاضی کچہری میں گیا تو اس وقت وہی ڈاکو اسی قاضی کے کپڑے پہن کر اور اسی خچر پر سوار ہو کر کچہری میں آ گیا اور قاضی کے پاس آ کر بغیر سلام کیے بیٹھ گیا۔ قاضی نے کہا ''تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟'' ڈاکو نے جواب دیا ''سلام دو قسم کا ہے۔ ایک سلام شریعت کا دوسرا تعظیم اور خوف کا۔ شریعت کا میں قائل نہیں کیونکہ میں ڈاکو ہوں اور تعظیم اپنے سے بڑے کی کی جاتی ہے، میں تم کو اپنے سے بڑا نہیں مانتا اور نہ مجھے تم سے کوئی خوف ہے۔ میں تمہیں کیوں سلام کرتا۔'' قاضی نے پوچھا ''تو اب تُو کیا کہنے آیا ہے؟'' ڈاکو نے کہا ''میرے پاس کوئی مکان نہیں ہے۔ تم اپنا مکان مجھے دے دو تاکہ میں زندگی کے دن آرام سے گزار سکوں یا اتنی رقم دے دو کہ میں نیا مکان تیار کرا سکوں۔'' بالآخر قاضی نے نقد روپے دے کر ڈاکو کو رخصت کیا۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''یہ مثال ڈاکو شیطان کی ہے جو تمام اعمال چھین کر لے جاتا ہے اور انسان کو ننگا کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ شیطان تمام ظاہری علم پڑھا ہوا ہے اور کوئی ایسا علم نہیں جو شیطان نہ جانتا ہو۔ اگر کوئی رفیق پیرِ کامل تیرے ساتھ نہ ہوگا تو تمام اعمالِ صالحہ شیطان تجھ سے چھین لے گا۔ اس لیے پیرِ کامل کے ساتھ رابطہ قائم کرنا ضروری ہے۔ جو شخص نابینا ہو اس کا فرض ہے کہ آنکھوں والے کا ہاتھ پکڑ لے اور فرمان کی تعمیل کرے، تب ہی نابینا منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔''

❋ استقامت اور طلبِ صادق کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کو پیرِ کامل کی تلاش تھی۔ اس نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میرے مال کا حساب کر کے مجھے میرا حصہ دے دو۔ انہوں نے حساب کر کے پانچ سو روپے اس کو دے دیئے۔ وہ شخص پانچ سو روپے لے کر ایک فقیر کے پاس گیا اور عرض کی کہ آپ پانچ سو روپے لے کر مجھے خدا کا راستہ سمجھا دیں۔

فقیر صاحب نے فرمایا کہ روپے لے کر خدا کا راستہ نہیں سمجھایا جاتا، میں خدا کے واسطے تمہیں سمجھاتا ہوں۔ تم عمل کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت فرمائے گا۔ مگر اس نے کہا کہ میں تو روپے دے کر ہی خدا کا راستہ سمجھوں گا۔ پھر کئی بزرگوں کے پاس گیا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم خدا کے واسطے تمہیں خدا کا راستہ سمجھاتے ہیں۔ مگر وہ بضد رہا کہ میں تو روپے دے کر خدا کا راستہ سمجھوں گا۔ آخر الامر جنگل میں روپے لے کر جا رہا تھا کہ ایک ڈاکو مل گیا، پوچھا تیرے پاس کوئی مال ہے؟ اس نے جواب دیا ''پانچ سو روپے ہیں اور یہ روپے دے کر خدا کا راستہ سمجھنا ہے۔'' ڈاکو نے کہا ''روپے مجھے دے دے میں تجھے خدا کا راستہ سمجھا دیتا ہوں۔'' اس نے روپے دے دیئے، ڈاکو روپے لے کر فرار ہو گیا اور وہ شخص تین دن اسی جگہ بیٹھا رہا۔ تیسرے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو بھیجا کہ میرا بندہ جنگل میں بیٹھا ہے اس کو تلقین کر۔ خضر علیہ السلام جنگل میں پہنچے اور اس شخص کو کہا ''خضر کے بارے میں سنا ہوا ہے؟ میں خضر ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری ہدایت کے لیے بھیجا ہے، میں تجھے تلقین کرتا ہوں اور تو اس پر عمل کر۔'' اس شخص نے کہا ''میں اپنا پیر بنا چکا ہوں اور روپے بھی دے چکا ہوں۔ میں آپ کی تلقین پر عمل نہیں کر سکتا۔ جس وقت

میرے پیر صاحب آئیں گے تو جو وہ فرمائیں گے میں اس پر عمل کروں گا۔ آج صرف تین دن گزرے ہیں، کیا میں اتنی جلدی اپنے پیر سے بے اعتقاد ہو کر آپ کو پیر بنا لوں؟ مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہوگا۔'' حضرت خضر علیہ السلام نے جنابِ الٰہی میں عرض کیا ''خداوند تعالیٰ یہ شخص میرے فرمان پر عمل نہیں کرتا۔'' حکم ہوا ''ڈاکو کو تلاش کر کے اس کو تلقین کرو تا کہ وہ واپس جا کر اس شخص کو تلقین کرے۔'' حضرت خضر علیہ السلام نے ڈاکو کو تلاش کر کے تلقین کی اور اس نے اُس شخص کو آ کر تلقین کی۔ واقعہ بیان کرنے کے بعد پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''یہ ہے طلبِ صادق۔ ہدایت کرنے والا اللہ تعالیٰ خود ہے لیکن وہ اپنے دوستوں کے ذریعے ہدایت فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو میں ہدایت کرتا ہوں وہی ہدایت پاتا ہے اور اس کو اپنے دوستوں کی طرف بھیج دیتا ہوں اور جو شخص میری بارگاہ کا رد کیا ہوا ہے اس کے لیے نہ کوئی مرشد ہے اور نہ ولی۔''

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا ''یا حضرت! اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی کیا نشانی ہے؟'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''اگر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہر مصیبت اور بلا پر راضی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر راضی ہے۔ اگر تو تکلیفوں اور مصیبتوں میں اللہ سے ناراض ہے تو اللہ بھی تجھ پر ناراض ہے۔ بموجب قولہٗ تعالیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ یعنی جو شخص اللہ کی دی ہوئی ہر مصیبت پر راضی ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہے۔''

پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا لقب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو ''سلطان الصابرین'' کے لقب سے سرفراز کیا گیا کیونکہ آپؒ نے تمام عمر دنیاداروں کی طرف سے دی گئی بے انتہا تکالیف پر صبر فرمایا حتیٰ کہ آپؒ کے قریبی عزیزوں نے بھی آپؒ کو بہت ستایا لیکن آپؒ نے کبھی شکوہ نہ فرمایا اور اللہ کے ہاں صابرین میں شمار ہوئے۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ آپ کو ''پیر محمد'' کے لقب سے مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے امانتِ فقر حاصل کی، نے اپنے مندرجہ ذیل کلام میں اسی لقب کا ذکر فرمایا ہے:

واہ ''پیر محمد'' رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

مزید فرماتے ہیں:

بشریت دے وچ ''عبد'' سدائے
بخشش وقت غفور اکھائے
جد لامکانی رتبہ پائے
''پیر محمد'' نام دھرائے

ایک اور منقبت میں فرماتے ہیں:

ہے مظہر انوار ''پیر محمد'' سائیں
ہے مخزن اسرار ''پیر محمد'' سائیں

پیر محمد عبد الغفور شاہؒ کی سوانحِ عمری میں یہ درج کیا گیا ہے کہ آپؒ کو غوث الاعظمؓ سے ''پیر محمد جی'' کا لقب ملا جو بعد میں بدل کر ''پیر محمد جیو'' ہو گیا۔

سلطان العارفینؒ کے سلسلہ سے امانتِ فقر کے حصول اور ان سے تعلق کی وجہ سے آپؒ کو سخی سلطان اور قبیلہ ہاشم اور قریش سے نسبت کی وجہ سے آپؒ کو ہاشمی قریشی کہا جاتا ہے۔

فقہی مسلک اور سلسلہ فقر

پیر محمد عبد الغفور شاہؒ اہلِ سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے اور فقہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پیروکار تھے۔ آپؒ سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخ ہیں۔

ازواج اور اولاد

پیر محمد عبد الغفور شاہؒ نے مُدر جبانہ میں دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی سے پیر محکم الدینؒ پیدا ہوئے جو آپؒ کی حیات میں ہی لاولد فوت ہوئے۔ ان کا مزار دربار حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہؒ کے ساتھ ہی باہر مغرب کی طرف ایک کمرے میں واقع ہے۔ دوسری شادی سے پیر عبد الحقؒ اور پیر عبد الرزاقؒ پیدا ہوئے جن سے اولاد کا سلسلہ چلا۔

مرشد کے مزار کی تیاری

پیر محمد عبد الغفور شاہؒ نے اپنے وصال سے ایک سال قبل 1327ھ (1909ء) میں اپنے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہؒ کے مزار مبارک کی تعمیر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے مزار کے عکس کے مطابق شروع کرا دی اور اپنے بڑے صاحبزادے پیر عبد الحقؒ کو سجادہ نشین بھی مقرر فرما دیا۔ تعمیر کا سارا کام پیر عبد الحقؒ کی زیرِ نگرانی ہی ہو رہا تھا۔ فتح دین فقیر گجرات والا تعمیر کا کام کروا رہا تھا۔ وصال سے ایک روز قبل شام کو جس وقت تمام لوگ کام سے فارغ ہوئے تو فتح دین نے آپؒ کو دربار شریف کے اندر داخل ہوتے دیکھا۔ وہ جلدی

سے زیارت کے لیے آیا کہ آج پیر صاحب تشریف لائے ہیں لیکن جب وہ دربار شریف کے اندر داخل ہوا تو پیر صاحب وہاں موجود نہ تھے۔ بڑا حیران ہوا کہ اپنی آنکھوں سے پیر صاحب کو اندر جاتے دیکھا، کہاں چلے گئے۔ علی الصبح آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے مرشد سیّد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک صفر 1328ھ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے وقت مکمل ہو چکا تھا اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کا عین بعین عکس تھا۔

خلفا

پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دو خلیفہ اصغر تھے، دونوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ اور پیر محکم الدین رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین کی روایت کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے پیر عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

منتقلی امانتِ فقر

وصال سے دو روز قبل 8 صفر 1328ھ (بمطابق 19 فروری 1910ء) بروز ہفتہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے محرم راز سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کو ہمراہ لے کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے امانتِ فقر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے کر دی۔

وصال مبارک

پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ 10 صفر 1328ھ بمطابق 21 فروری 1910ء بروز سوموار صبح کے وقت عالمِ فنا سے عالمِ بقا تشریف لے گئے۔

مزار مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک گڑھ مہاراجہ (ضلع جھنگ) سے مشرق کی جانب 13 کلومیٹر کے فاصلے پر مڈ شریف میں ہے۔

باب چہارم

شہبازِ عارفاں

حضرت سخی سلطان

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ

کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ

شہبازِ عارفاں

حضرت سخی سلطان

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ

کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو امانتِ فقر منتقل ہوئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ سروری قادری کے شیخ کامل کے منصب پر فائز ہوئے۔

سلسلہ نسب

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہٗ کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قبیلہ ایران کے شہر مشہد سے ہجرت کر کے اس وقت کے ہندوستان اور اب پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع راولپنڈی کے قریب آ کر آباد ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب یہ ہے:

سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد فتح علیؒ بن سیّد شاہ شرف بن سیّد کمال شاہ بن سیّد گل شاہ بن سیّد محمد کریم بن سیّد فتح محمد بن سیّد محمد مالی بن سیّد محمد سجاد بن سیّد محمد ملہو بن سیّد حبیب اللہ بن سیّد محمد غالب بن سیّد عبد الرحمٰن بن سیّد محمد یوسف بن سیّد محمد بن سیّد محمد فاروق بن سیّد ریاض الدین بن سیّد شہاب الدین بن سیّد سلطان محمد فخر الدین بن سیّد غیاث الدین بن سیّد ابو القاسم حسین بن سیّد محمد امیر بن سیّد عبد الرحمٰن بن سیّد محمد ثانی بن سیّد اسحاق ثانی بن سیّد محمد موسیٰ زاہد ابی الحسن بن سیّد شاہ عالم ابی الحسن بن سیّد قاسم علیم بن سیّد محمد اول عبد اللہ بن سیّد شاہ اسحاق الموفق بن حضرت امام موسیٰ کاظمؒ بن سیّد امام جعفر صادقؒ بن سیّد امام محمد باقرؒ بن سیّد امام زین العابدینؒ بن سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ بن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ابنِ ابی طالبؓ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدین راولپنڈی سے ہجرت کر کے پہلے چکوال اور پھر شورکوٹ (ضلع جھنگ) سے شمال مغرب کی جانب قصبہ حسو والی میں آباد ہوئے اور کاشتکاری کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد سیّد فتح علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ صوفی منش، درویش صفت اور دیندار انسان تھے۔ وہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور اکثر حاضری کے لیے دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ولادت باسعادت

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی ؒ کی ولادت باسعادت میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ کی روایت کے مطابق 16 اگست 1801ء (5 ربیع الثانی 1216ھ) بروز اتوار بوقتِ فجر قصبہ حسو والی تحصیل شور کوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ ابتدا ہی سے نورِ فقر آپ ؒ کے چہرۂ انور پر تاباں تھا اور آپ ؒ اسی نورِ فقر کی وجہ سے اپنے بھائیوں سے علیحدہ اور ممتاز نظر آتے تھے۔

حصول علمِ ظاہری اور دربار سلطان باھُو ؒ پر قیام

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ ؒ کے والد سیّد فتح علی ؒ جب بھی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو ؒ کے دربار پاک پر حاضری کے لیے جاتے تو آپ ؒ بھی اپنے والد کے ہمراہ ہوتے۔ انہی حاضریوں کے دوران حضرت سخی سلطان باھُو ؒ آپ ؒ کو باطنی طور پر سیراب فرماتے رہے۔

دین کی طرف آپ ؒ کی دلچسپی اور شوق کو دیکھتے ہوئے آپ کے والد ماجد نے آپ کو ملتان کے مشہور عالمِ دین اور اپنے مرشد مولانا محمد عبید اللہ ملتانی[1] ؒ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ آپ کے والد آٹھ سال کی عمر میں آپ کو لے کر ملتان روانہ ہوئے اور روانگی سے قبل حضرت سخی سلطان باھُو ؒ کے دربار پاک پر آپ کے ہمراہ حاضری دی اور سات دن دربار شریف پر قیام فرمایا۔ ان سات دنوں میں آپ کے والد سیّد فتح علی شاہ ؒ اپنے بیٹے کے لیے کرم اور مہربانی کی دعا فرماتے رہے۔ سات دن کے بعد آپ کے والد آپ کو لے کر ملتان پہنچے اور تعلیم کے لیے آپ کو اپنے مرشد مولانا محمد عبید اللہ ؒ کے حوالے کر دیا اور خود واپس حسو والی تشریف لے آئے۔ اگلے دن مولانا عبید اللہ نے تعلیم و تدریس کے لیے سیّد محمد بہادر علی شاہ ؒ کو طلب فرمایا اور آپ کے سامنے ابتدائی قاعدہ رکھا۔ آپ نے وہ قاعدہ پڑھ کر اپنے استادِ محترم کو سنا دیا، پھر پارہ حتیٰ کہ پورا قرآن پاک سنا دیا۔ مولانا نے سمجھا شاید بچہ گھر سے حفظ کر کے آیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے درسِ نظامی کی تعلیم دینی شروع کی مگر یہاں بھی وہی کیفیت تھی۔ مولانا جو کتاب سامنے رکھتے آپ کو پہلے سے ازبر ہوتی۔ اس طرح تقریباً سترہ دنوں میں آپ ؒ نے تمام کتب کی تعلیم مکمل کر لی۔ سترہ دن بعد مولانا عبید اللہ نے آپ کے والد کو خط لکھا کہ آپ کا بیٹا تعلیم مکمل کر چکا ہے آ کر لے جائیں۔ آپ کے والد پیر سیّد فتح علی شاہ ؒ خط پڑھ کر بہت رنجیدہ ہوئے کہ شاید میرا بیٹا اپنے استاد کے معیار پر پورا نہیں اترا اس سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہے۔

---

[1] مولانا محمد عبید اللہ ملتانی ؒ ملتان میں قادری سلسلہ کے بزرگ گزرے ہیں جو بہت بڑے عالم تھے۔ آپ ؒ کے مدرسہ سے لاکھوں تشنگانِ علم نے اپنی پیاس بجھائی۔ آپ ؒ نے ملتان سے شرک و بدعات کا خاتمہ فرمایا۔ آپ ؒ نے ایک جامع مسجد جھنگ صدر اور دوسری جامع مسجد خیر پور ٹامیوالی بہاولپور میں تعمیر کروائی۔ ملتان میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

اسی پریشانی کے عالم میں خط ملتے ہی فوراً ملتان پہنچے۔ آپ کے علم کے بارے میں جب مولانا نے آپ کے والد کو بتایا تو وہ بہت حیران ہوئے۔ مولانا نے آپ کے والدِ محترم سے پوچھا کہ یہ تعلیم اس بچے نے کہاں سے حاصل کی؟ آپ کے والد نے بتایا ''اس سے پہلے ان کو کسی مدرسہ میں داخل نہیں کروایا گیا۔'' جب سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلہ میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ جن سات دنوں میں ان کا قیام حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک پر رہا ان دنوں میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں علمِ لدنّی عطا فرمایا۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم آپ کو ملتان سے حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر لے آئے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد کو خواب میں حکم فرمایا ''آپ اپنے بیٹے کو یہیں ہمارے پاس چھوڑ جائیں ہم اس کے نگہبان ہیں۔'' اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے آپ کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل عرصہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گزارا۔ 8 سال کی عمر یعنی 1809ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار پاک پر آئے اور 1849ء تک تقریباً 40 سال دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر رہے۔ 40 سال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے حکم ملا کہ اب آپ گھر تشریف لے جائیں اور ہر ماہ پیر کو محفل میں حاضر ہو جایا کریں۔ 1861ء تک معاملات اسی طرح چلتے رہے اور 1861ء میں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دِن دربار پاک پر حاضر ہوئے تو آپ کو پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری دستِ بیعت کے لیے شورکوٹ جانے کا حکم ملا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جب 1825ء (1241ھ) میں سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ سے دربار سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچے تو سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ دربار پاک پر موجود تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 24 سال تھی۔ نہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اپنے مرشد پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے قبل ہوئی (آپ کی ولادت 1216ھ میں جبکہ آپ کے مرشد پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1242ھ میں ہوئی) بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے مرشد پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرصہ تلقین وارشاد کے دوران دربار پاک پر موجود رہے۔ 1825ء میں جب سکھوں نے دربار پاک پر یورش دوم کی اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد دربار پاک چھوڑ کر مختلف اطراف میں ہجرت کر گئی تو اس دوران بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار پاک پر موجود تھے بلکہ جب دربار پاک قصبہ سمندری (گڑھ مہاراجہ جھنگ) سے 1917ء (1336ھ) میں موجودہ جگہ پر منتقل ہوا تو اس وقت بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے۔

دربار سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر قیام کے دوران فرائض

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر قیام کے دوران مختلف قسم کے فرائض سرانجام دیئے۔ شروع کے بارہ سال آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زائرین کے وضو کے لیے پانی بھرنے کی ڈیوٹی سرانجام دی۔ لنگر کی تقسیم، زائرین کو ٹھہرانے اور دربار پاک کی صفائی کی ڈیوٹی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طویل عرصہ تک سرانجام دی۔

دربار پاک پر قیام کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اہم ترین کارنامہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کے نسخہ جات کی نقل کر کے ان کو محفوظ کرنا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے شمس العارفین، گنج الاسرار، کلید التوحید کلاں، کلید التوحید خورد، مجالستہ النبیؐ، محک الفقر کلاں، عین الفقر، عقلِ بیدار اور نور الہدیٰ کلاں کو نقل کر کے آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 40 سال جو دربار پاک پر گزارے ان میں سب سے اہم معمول روزانہ ذکر و تصورِ اسم اللہ ذات تھا۔

ملازم دفتر دا فرمایا ذات سخی سلطانی

ہر رات دربار شریف پر ایک باطنی محفل منعقد ہوتی تھی جس میں حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے تمام خلفا اپنے مراتب کے لحاظ سے ترتیب وار نشست فرما ہوا کرتے تھے۔ ترتیب کے لحاظ سے پیر سید محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا آخری نمبر تھا اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ آخری نمبر پر بیٹھتے۔ ایک رات حاضری کے لیے دربار شریف روانہ ہوئے تو شدید آندھی اور طوفان نے آ لیا۔ ملاح نے کہا کہ دریا میں شدید طوفان ہے، میں اس حالت میں دریا[1] کے پار کشتی نہیں لے جا سکتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ یہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ محفل میں غیر حاضری لگ جائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی طوفان میں ہی دریا میں چھلانگ لگا دی اور طوفانی موجوں میں تیر کر دریا پار کر لیا۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ دربار شریف پہنچے اور محفل میں حاضری نصیب ہوئی تو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ نورنگ سلطان جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھتے تھے، سے فرمایا کہ آج پیر صاحب بڑی محنت کر کے آ رہے ہیں لہٰذا یہ جگہ ان کے لیے خالی کر دو۔ اس طرح پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں مرتبہ اوّل حاصل ہو گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس دن سے سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے خزانہ فقر کا نگران مقرر فرما دیا گیا۔ اسی روز آپ کو حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ سے ''پیر صاحب'' کا لقب عطا ہوا اور لوگوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ ''حضور پیر صاحب'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

یہ انعامات پا کر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

ملازم دفتر دا فرمایا ذات سخی سلطانی

یہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں لکھی گئی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک طویل منقبت کا مصرعہ ہے۔ ایک روز اس فقیر نے اپنے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے اس مصرعہ کی شرح پوچھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے محبوب ہیں اور محبوب سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی جاتی اس لیے حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے باطنی خزانے پر تمام تر تصرف آپ رحمتہ اللہ علیہ کو عطا فرما دیا ہے۔ سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''زندگی بھر مجھے ایسا طالبِ صادق نہیں ملا جسے مَیں اپنا باطنی ورثہ عطا کر دیتا''، لیکن سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے ظاہری وصال کے بعد پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ وہ طالب تھے جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے معیار پر پورے اُترے اِس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خزانہ فقر کا مکمل اختیار انہیں سونپ دیا اور فرمایا ''پیر صاحب آج تک جو طالب مولیٰ بھی میرے در پر آیا

[1] دربار سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پر دریائے چناب کو عبور کر کے جانا پڑتا ہے۔ اب پُل بن گئے ہیں۔ اس زمانہ میں کشتی سے عبور کیا جاتا تھا۔

میں نے بلاواسطہ اُسے اُس کی منزل تک پہنچایا لیکن اب قیامت تک جو طالبِ مولیٰ بھی میرے پاس آئے گا وہ آپ کے واسطہ ہی سے فقر پائے گا'' یہ ہے اس مصرعہ کی شرح۔

دستِ بیعت

جب 53 سالہ ریاضت کے بعد حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی تربیت مکمل ہوگئی تو آپ کو پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کا حکم دیا گیا۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے وصال کے بعد اس وقت شورکوٹ میں مقیم تھے اور سلسلہ سروری قادری کے شیخ تھے۔ ''سوانح عمری حضرت خواجہ عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ میں پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ بیعت ہوئے اور ''ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور'' کے شمارہ اپریل 2000ء سے بھی اس کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ اِس شمارہ کی عبارت یوں ہے:

''سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ سروری قادری سلسلہ کے مردِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کریں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مؤدبانہ التماس کی کہ حضور آپ ہی میری راہبری فرمائیں۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بتاتے ہوئے ان کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ بھی وضاحت فرمادی کہ وہ شورکوٹ شہر میں قیام پذیر ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ بشارت سنتے ہی شورکوٹ روانہ ہوگئے اور پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ڈیرے پر پہنچے اور شرفِ زیارت کے بعد بیعت کی استدعا کی۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ تم بھی حکم کے تابع ہو اور ہم بھی۔ اس طرح پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دستِ بیعت فرمایا۔'' (صفحہ نمبر 18)

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے 2 اگست 1861ء (25 محرم الحرام 1278ھ) بروز جمعۃ المبارک شورکوٹ میں پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت فرمائی۔ [1]

دستِ بیعت کے بعد جب آپ سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے تو حکم ہوا ''یہ سلطان الفقر پنجم کا خزانہ فقر ہے جو تمہیں سلطان الفقر ششم کو منتقل کرنا ہے جو میری اولاد میں سے ہوگا۔ یہ سب فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے منظور ہوچکا ہے اور غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس پر مہر لگا چکے ہیں''۔ حضرت پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ میں اُسے پہچانوں گا کیسے؟ سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ''میری اولاد میں ایک مردِ کامل پیدا ہوگا جو ختنہ شدہ اور ناف بریدہ ہوگا۔ اس کے گھر میں سلطان الفقر ششم کی ولادت ہوگی''۔

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ''شہبازِ عارفاں'' ہے جو بارگاہِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے آپ کو عطا ہوا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ''پیر صاحب'' کے نام سے مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ ''سیّد'' خاندانِ سادات کے نسب کی وجہ سے اور ''سخی سلطان''

[1] روایت سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ جو انہوں نے اپنے مرشد سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے سماعت کی اور انہوں نے شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ سے۔

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے امانتِ فقر کی منتقلی کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا حصہ بنا۔

فقر کا مرکز

فقر کے مرکز سے مراد وہ ذات اور مقام ہے جہاں سے فقر عطا ہوتا ہے اور فقر کا فیض تمام طالبانِ مولیٰ کے لیے جاری کیا جاتا ہے۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے فقر کا مرکز قرار دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی فقر کا مرکز رہا۔ فقر سے متعلق تمام معاملات پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں طے پاتے اور آپ کی مہربانی سے ہی سالکینِ فقر کے معاملات طے ہوتے اور ان کے ظاہری اور باطنی مسائل حل ہوتے۔

''کراماتِ عزیزیہ'' میں سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں ''آپ (سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت سخی سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جا کر ان سے فوراً حل کروا لیتے۔''

سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اکثر شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر اکیس دن قیام فرماتے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس دورانیہ کو ''اکیہہ'' فرماتے تھے، اسی طرح نوراتہ یعنی نو رات کا قیام اور پنج راتہ یعنی پانچ رات کا قیام بھی فرماتے۔ یہی معمول میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جس کام کا بھی آغاز کرنا ہوتا دربار حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہی کرتے۔ یکم ستمبر 2012ء تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دربار فقر کا مرکز بنا رہا۔

2 ستمبر 2012ء کو سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار مبارک کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے فقر کا مرکز قرار دے دیا جو اکتوبر 2016ء تک رہا۔ اس کے بعد فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم و اجازت اور شہسوارِ فقر سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مہرِ تصدیق سے تمام مشائخ سلسلہ سروری قادری نے اس فقیر کی ذات کو فقر کا مرکز قرار دے دیا اور حکم دیا کہ ظاہری طور پر بھی فقر کا مرکز قائم کریں تاکہ فقر کا فیض آپ سے جاری رہے۔ اسی حکم کے تحت فقیر نے مسجدِ زہرؓا اور خانقاہ سلطان العاشقین کی تعمیر شروع کی جو اللہ کے فضل سے جاری ہے۔ اور جب تک اللہ چاہے گا ہمارے وصال کے بعد فقر کا فیض یہاں سے جاری رہے گا۔[1]

فیضِ اسمِ اللہ ذات

حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو عملی شکل دینے اور ان کے فیضِ سلطانی کو عام کرنے کے لیے پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے انقلابی قدم اٹھائے اور اس سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں کی تعداد میں سونے کے اسمِ اللہ ذات تیار کروائے۔ ان اسمِ اللہ ذات کی عبارت

[1] فقر کے مرکز کے متعلق مکمل تفصیلات جاننے کے لیے سلطان الفقر پبلیکیشنز کی مطبوعہ کتاب ''سلطان العاشقین'' کا مطالعہ فرمائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ خود رقم فرماتے اور اس پر سونا لگانے کے لیے ملتان میں ایک سنار کے پاس بھیجا کرتے۔ اس طرح سینکڑوں طالبانِ مولیٰ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سونے کے اسمِ اللہ ذات عطا فرمائے۔ سونے کے اسمِ اللہ ذات تیار کروانے کا سلسلہ پھر میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ شروع فرمایا اور اس کے لیے حضور پیر صاحب کا تیار کردہ اسمِ اللہ ذات ہی نمونہ بنایا گیا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس محفوظ تھا۔

ازدواجی زندگی اور اولاد

سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نکاح فرمایا مگر آپ کے معمولاتِ زندگی نے آپ کی گھریلو زندگی کو بہت متاثر کیا۔ سسرال والوں کا اصرار تھا کہ آپ فقر کا راستہ چھوڑ کر دنیاوی کام کاج اور کاشتکاری کریں۔ اتنے مجاہدے، محنت، ریاضت اور مشقت کے بعد فقر کی جو نعمت حاصل ہوئی تھی اس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دو راستے رکھے گئے، آپ کی بیوی نے کہا کہ یا تو آپ مجھے چھوڑ دیں یا پھر وہ راستہ چھوڑ دیں جس پر آپ چل رہے ہیں۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے بیوی کو طلاق دے کر دنیا سے مکمل چھٹکارا حاصل کر لیا اور باقی عمر تجرد میں گزاری۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حسن و جمال اور لباس

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے 132 سال 6 ماہ اور گیارہ دن کی عمر پائی لیکن زندگی کے آخری لمحہ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسن و جمال میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک نورِ حق سے روشن اور تاباں تھا۔ سر مبارک بڑا، بینی مبارک بلند اور قد درمیانہ تھا لیکن جب لوگوں میں کھڑے ہوتے تو سب سے دراز قد معلوم ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی مبارک طول و عرض میں برابر تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ریش مبارک کے بالوں کو دونوں رخساروں کی طرف اس طرح سنوارتے تھے کہ درمیان میں سیون (مانگ) بن جاتی اور بال دونوں رخساروں کی جانب برابر مڑ جاتے اس طرح داڑھی مبارک بڑی خوبصورت اور پیاری معلوم ہوتی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور سرمے سے بھری ہوئی معلوم ہوتیں۔ سر کے بال کانوں سے نیچے تک رہتے۔ جسم بھرا بھرا تھا۔ ہاتھ کی ہتھیلیاں ریشم کی طرح نرم اور انگلیاں لمبی اور مخروطی تھیں۔ کرتہ اور تہبند استعمال فرماتے، کبھی لمبا کوٹ بھی پہن لیا کرتے۔ دستار عموماً سفید استعمال فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تصویر موجود ہے جس میں سبز دستار ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سبز دستار بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ پاؤں میں کھسہ استعمال فرماتے۔

لباس کے معاملہ میں بہت سادہ مزاج تھے۔ ایک مرتبہ دربار سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے صحن میں بیٹھے اپنے کپڑوں میں پیوند لگا رہے تھے کہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''پیر صاحب آپ سروری قادری سلسلہ کے فقیر ہیں اور سروری قادری فقیر کو تو شاہی لباس پہننا چاہیے اور نرگھوڑے پر سواری کرنی چاہیے۔'' اس فرمان کو سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین لباس پہننا شروع فرمایا۔

ہجرت

اپنے مرشد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ حسو والی سے ہجرت فرما کر دیواسنگھ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان کچھ عرصہ عارضی طور پر مقیم رہے۔ یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ''شمس العارفین'' کے خطی نسخہ سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنا خطی نسخہ اِن الفاظ پر ختم فرماتے ہیں ''تمام شد شمس العارفین راقم آثم خادم الفقرا بہادر شاہ سلطانی 26 رمضان المبارک سابق متوطن حسّوٗ والی حال خانہ بدوش دیواسنگھ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان۔''

ترجمہ: یہ کتاب شمس العارفین 26 رمضان شریف کو اختتام پذیر ہوئی اور اِس کو لکھنے والا یہ آثم خادم الفقرا بہادر شاہ سلطانی ہے جس کا وطن پہلے حسّوٗ والی تھا اور اب خانہ بدوشوں کی طرح (عارضی طور پر) دیواسنگھ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان میں مقیم ہے۔

لیکن جلد ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ دیواسنگھ سے ہجرت فرما کر مستقل طور پر موضع فرید محمود کاٹھیہ اور نہنگ کے درمیان (شورکوٹ سے 14 کلومیٹر کے فاصلے پر جھنگ روڈ پر اڈہ قاسم آباد سے مشرق کی جانب 2 کلومیٹر) آباد ہوگئے۔ اس کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہجرت کا نام دیا۔ جس وقت آپ موضع فرید محمود کاٹھیہ اور نہنگ تشریف لائے تو وہاں جہالت عام تھی۔ لوگ دین اور معرفت کے علوم سے بے بہرہ تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں کے لوگوں کے دلوں میں دین کی شمع روشن کی اور لوگوں کو معرفتِ حق تعالیٰ اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم دی۔ موضع فرید محمود کاٹھیہ اور نہنگ کے درمیان جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ڈیرہ لگایا تھا، ایک مسجد تعمیر کرائی اور اس جگہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مشن کی بنیاد رکھی۔ یہ جگہ بعد میں ''پیر دی بھنیڑی'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ازدواجی زندگی سے چھٹکارا کے بعد اپنی زندگی اسمِ اللہ ذات کے فیض اور دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ ہر وقت لوگوں کا ایک جمِ غفیر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گرد جمع رہتا۔ سالکانِ حق اور طالبانِ حق دور دور سے فقر کی دولت حاصل کرنے کیلئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی طالب کو اسمِ اللہ ذات عطا فرماتے اسے خود لکھتے اور سونا لگوا کر عطا فرماتے۔ اس کے علاوہ دینِ حق کی تبلیغ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفتِ حق تعالیٰ کی دعوت کے سلسلہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سے سفر کیے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سفر زیادہ تر احمد پور شرقیہ بہاولپور (مزار مبارک سلطان التارکین سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ)، وہاڑی، ملتان، خانیوال اور میاں چنوں کے علاقوں کی طرف ہوا کرتے تھے۔

منتقلی امانتِ الٰہیہ (امانتِ فقر)

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک ہی خلیفہ اکبر ہیں جنہیں امانتِ فقر منتقل ہوئی۔ خلیفہ اصغر کوئی نہیں۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بھی زندگی میں ایک ہی ایسا طالب ملا جو دِل کا محرم اور مطلوب تھا۔ اس عظیم ہستی کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ تھا جن کا تعلق حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے خانوادہ سے تھا اور جن کے متعلق سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو پہلے ہی باطنی طور پر آگاہ کر دیا تھا کہ ''میری اولاد میں ایک مردِ کامل پیدا ہوگا جو ختنہ شدہ اور ناف بریدہ ہوگا اور آپ کو ہماری امانتِ فقر انہیں منتقل کرنا ہوگی۔'' اس مردِ کامل سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو خزانہ فقر منتقل کرنے سے امانتِ الٰہیہ دوبارہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی نسل میں واپس آگئی۔ اس لیے سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

پھُلا وے گلاب دیا
تینوں سانبھ سانبھ رکھاں
میرے ماہیے دے باغ دیا

سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے 13 مارچ 1932ء (6 ذیقعد 1350ھ) بروز اتوار بعد نمازِ عشاء سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اس وقت سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک 21 سال تھی۔

میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ جو سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند بھی تھے اور طالب مرید بھی، نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کے واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے ''میرے حضور (سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ) بغداد شریف جا کر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے۔ ایک مرتبہ پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ اسی روز میرے مرشد سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بعد نمازِ عشاء دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے اور عرض کی 'حضور میں چاہتا ہوں کہ ظاہری دستِ بیعت سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولادِ پاک سے کروں اس لیے آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں بغداد شریف جا کر دستِ بیعت کا فرض ادا کر آؤں۔' اس پر حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ مزارِ مبارک سے باہر تشریف لائے اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی دائیں کلائی پکڑ لی اور فرمایا کہ آپ بغداد شریف چلے جائیں یا مدینہ شریف تشریف لے جائیں، ہوگا وہی جس کا فیصلہ بہت پہلے ہو چکا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس پر مہر لگا چکے ہیں اور وہ یہ کہ آپ کی بیعت سلطان پیر بہادر علی شاہ کے ہاتھ پر ہوگی اور اس فیصلے پر سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ بھی اپنی مہرِ تصدیق ثبت کر چکے ہیں لہٰذا ابھی اور اسی وقت آپ کی دستِ بیعت سلطان پیر محمد بہادر علی شاہ سے کرائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے پیر بہادر علی شاہؒ کو آواز دی 'پیر صاحب جلدی تشریف لے آئیں، آپ کا شکار ہم نے پکڑ رکھا ہے۔' پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جو مزار مبارک کے باہر تشریف فرما تھے تجدید وضو کیلئے تالاب کی طرف لپکے تو حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا 'پیر صاحب آپ کا وضو تو ازل سے قائم چلا آرہا ہے آپ تیمّم فرمالیں'۔ چنانچہ سلطان پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تیمّم فرما کر فوراً تشریف لے آئے۔ حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ

سلطان پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا' پیر صاحب آپ انہیں دستِ بیعت فرمائیں'۔ حضرت سلطان پیر بہادر علی شاہؒ نے عرض کی' حضور آپ کی اولاد ہیں آپؒ خود ہی انہیں دستِ بیعت فرمائیں'۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے پھر فرمایا' پیر صاحب آپ انہیں دستِ بیعت فرمائیں'۔ اسی طرح جب تیسری بار حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے حکم فرمایا تو حضرت سلطان پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو دستِ بیعت فرمالیا۔''

13 مارچ 1932 سے 27 فروری 1934 تک یعنی اپنے مرشد کے وصال تک سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے تمام وقت اپنے مرشد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی رفاقت میں گزارا۔

کرامات

یوں تو سلسلہ سروری قادری میں کرامات کو حیض ونفاس کا درجہ دیا جاتا ہے اس لئے سروری قادری عارفین سے بہت کم کرامات کا ظہور ہوتا ہے لیکن بعض اوقات کرامات عارفین سے ظاہر ہو ہی جاتی ہیں۔ یہ اُن کی مرضی یا نفسی خواہش سے نہیں ہوتی بلکہ مِن جانب اللہ ہوتی ہیں۔

ایک دفعہ حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک مرید کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ایک خلیفہ اور دو گھوڑیاں تھیں۔ مرید بڑا غریب تھا اور اس کے پاس گھوڑیوں کی خدمت کے لئے کچھ نہ تھا۔ اس نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حضور عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو گھوڑیوں کو باہر لے جا کر جنگلی گھاس پر رسہ باندھ کر چھوڑ دوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اجازت دے دی۔ جب واپسی پر وہ گھوڑیوں کو لینے کے لئے اس جگہ گیا جہاں ان کو چھوڑا تھا تو گھوڑیاں اس جگہ موجود نہ تھیں۔ واپس آ کر رو رو کر عرض کرنے لگا ''حضور پیر صاحب دونوں گھوڑیاں چور لے گئے، آپ کا یہ نقصان میری وجہ سے ہوا ہے اور یہ میری بدنصیبی ہے۔'' سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو تسلی دی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ اس مرید کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ آپ کو برابر یہی جواب ملتا کہ وہ مرید اس دکھ کی وجہ سے بہت روتا ہے۔ تین سال بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ اس مرید کے گھر دوبارہ تشریف لے گئے اور اس سے پوچھا ''تو کیوں روتا رہتا ہے؟'' اس نے کہا کہ آپ کا نقصان میری بدنصیبی کی وجہ سے ہوا ہے اس لیے روتا ہوں۔ حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا'' ذرا باہر جا اور اسی جگہ پر جا کر گھوڑیوں کو دیکھ۔'' وہ مرید باہر گیا اور جا کر دیکھا تو اسی جگہ گھوڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ جب وہ خوشی خوشی گھوڑیوں کو لے کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ''جا اسی تڑپ اور مرشد سے محبت کی وجہ سے تجھے نواز دیا ہے۔''

سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت سن کر ایک آدمی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ مہربانی فرمائیں کہ خواب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کروں گا اور کل تمہیں بتاؤں گا۔ وہ شخص اگلے دِن پھر حاضر ہو گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا'' درخواست منظور ہو گئی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مکان کو خوب

پاکیزہ اور معطّر رکھو۔'' وہ شخص چلا گیا اور اگلے دن آکر عرض کی کہ حضور پیر صاحب مجھے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار نصیب نہیں ہوا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''میں عرض پیش کروں گا تم کل آنا۔'' اگلے دِن وہ شخص پھر آیا اور کہا کہ مجھے تو آج بھی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تھے لیکن تیرے مکان میں حقے اور تمبا کو کی بو پھیلی ہوئی تھی۔'' پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص سے سوال کیا کہ کیا تم حقہ پیتے ہو؟ اس نے بتایا ''جناب میں تو حقہ نہیں پیتا البتہ اس دِن میرے گھر میں کچھ مہمان آئے تھے وہ حقہ پیتے رہے اور حقے کا پانی گرا کر حقہ تازہ بھی کرتے رہے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی پلیدی کی وجہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد اس شخص نے مکان کی صفائی کروائی اور خوشبویات کا اہتمام کیا تو اس رات اُس کو خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار نصیب ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے ختم شریف کے موقع پر اعلان فرماتے کہ اس محفل میں جو حقہ یا تمبا کو پینے والے ہیں وہ باہر چلے جائیں تاکہ ختم شریف شروع کیا جا سکے کیونکہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ عین الفقر کے باب نہم میں فرماتے ہیں: ہر کہ کشد تمبا کو دو در سم کفاراں یہود، نیز بمراتب نمرود۔ ترجمہ: جو شخص تمبا کو کے کش لگاتا ہے وہ کفار اور یہود کی رسم ادا کرتا ہے اور مراتبِ نمرود پر فائز ہے۔

⁂ پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر اور دل کے محرم حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید لالہ احمد خان پٹھان جو کڑی خیسور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کا رہنے والا تھا، نے ایک دفعہ حضور پیر صاحب کی بارگاہ میں عرض کی کہ ہماری ایک خاندان سے دشمنی ہے، آپؒ مہربانی فرما کر صلح کروا دیں۔ پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جائیں اور ان دونوں گروہوں میں صلح کروا دیں۔ حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں خاندانوں کو اکٹھا بٹھا کر صلح کروا دی۔ مگر کچھ دنوں بعد مخالف گروہ نے لالہ احمد پر حملہ کر دیا اور اس پر سیدھے دس فائر کیے لیکن لالہ احمد خان محفوظ رہا۔ چند دن بعد جب حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ حضور پیر صاحب کی بارگاہ میں تشریف لے گئے تو انہوں نے فرمایا ''مخالف خاندان نے صلح نہیں مانی اور تمہارے مرید پر گولیاں چلا دیں مگر ان گولیوں کو ہم نے اپنے ہاتھ پر روک لیا۔'' پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مٹھی کھول کر وہ گولیاں حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے کر دیں۔ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ   تیر جستہ باز گرداند زِ راہ

ترجمہ: اولیا کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے وہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس موڑ دیتے ہیں۔

⁂ پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے تمام مریدین طالبِ مولیٰ تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ صرف طالبانِ مولیٰ پر ہی مہربانی فرماتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جس پر مہربانی فرما کر اسمِ اللہ ذات کا راز کھولتے وہ دیدارِ الٰہی میں اس قدر گم ہو جاتا کہ ظاہری حواس معطل ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مطلوب اور محرمِ راز حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ جن کو بعد میں امانتِ فقر منتقل ہوئی، رات کو ڈیرہ کے نزدیک والی چھوٹی نہر پر وضو کرنے گئے اور جب وضو کے لئے پانی میں ہاتھ ڈالا تو پانی انتہائی گرم تھا۔ آپ بہت حیران ہوئے اور اسی حیرانی کے عالم میں پانی کے بہاؤ کی طرف چل پڑے کہ دیکھیں ماجرا کیا ہے؟ دور جا کر آپ نے دیکھا کہ حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خلیفہ اسمِ اللہ ذات میں مستغرق پانی میں پاؤں

ڈالے بیٹھا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ جہاں وہ خلیفہ پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھا تھا اس سے پیچھے والا پانی ٹھنڈا تھا اور اس کے پاؤں سے ٹکرا کر گزرنے والا پانی گرم تھا۔ یہی کیفیت لنگر والوں کی ہوتی تھی کہ وہ اسمِ اللہ ذات میں اتنے محو اور غرق ہو جاتے کہ روٹیاں اور سالن جل جاتا تھا۔ پھر یہی جلی ہوئی روٹیاں اور سالن حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تناول فرمانا پڑتا۔ بالآخر ایک دن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکم فرمایا ''آپ جلی ہوئی روٹیاں کھاتے ہیں تو ہمیں تکلیف ہوتی ہے اس لئے آپ سالکین پر حسبِ برداشت مہربانی فرمائیں اور سالک کی برداشت اور وسعت کے مطابق اسمِ اللہ ذات کا راز منکشف کریں ورنہ تمام کی حالت مجذوبی ہو جائے گی۔ ہاں جب آپ کے مریدوں پر نزع کا عالم طاری ہو تو اس وقت جتنا چاہیں اسمِ اللہ ذات کھول دیں اور جتنا چاہیں نواز دیں۔''

عارفانہ کلام

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سالکینِ حق کے لئے ابیات (سی حرفیاں) اور منقبتیں بھی لکھیں۔ سلسلہ سروری قادری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ابیات (سی حرفیاں) اور منقبتیں بہت مقبول ہیں۔ اس فقیر نے اپنے مرشد پاک حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کو ''گلدستہ ابیات ومناجات شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے جمع کر کے مکتبہ العارفین کے زیرِ اہتمام اس وقت شائع کیا جب مکتبہ العارفین اس فقیر کی زیرِ نگرانی کام کر رہا تھا۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی کیونکہ اس سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری صرف سینہ بہ سینہ خواص تک محدود تھی۔ یہ کتاب ایک سرقہ نویس اور چور ایم۔ اے۔ شاکر (راجن پور) پیش لفظ اور کلام کی نقل کے ساتھ ہو بہو 'عارفانہ کلیات کلام شہبازِ عارفاں حضرت سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ'' کے عنوان سے بڑی ڈھٹائی سے مسلسل شائع کرتا رہا۔

اس فقیر کو مکتبہ العارفین سے علیحدہ کیے جانے کے بعد اب اس فقیر کی زیرِ نگرانی ''سلطان الفقر پبلیکیشنز'' کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس ادارے کے تحت اس فقیر نے مشائخ سروری قادری کا تمام عارفانہ کلام جمع کر کے ''کلام مشائخ سروری قادری'' کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کروایا ہے۔ اس کتاب میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ، سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ، شہبازِ عارفاں پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ، سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کا تمام عارفانہ کلام بمع مشکل الفاظ کے معانی، شامل ہے۔

ایک اردو دُعا کے علاوہ پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سارا کلام پنجابی اور سرائیکی میں ہے اور باطنی اور روحانی منازل طے کرنے والوں کے لئے مینارۂ نور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری تخیل و تصور نہیں بلکہ حقیقت اور کلامِ حق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ بیان سیدھا اور سادہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سی

حرفی کے علاوہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت سخی سلطان باھُو، اپنے مرشد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ اور سلطان التارکین سیّد محمد عبد اللہ شاہ کی شان میں منقبتیں بھی لکھی ہیں۔ آپ کی شاعری اللہ تعالیٰ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق و محبت، تصورِ اسمِ اللہ ذات اور مرشد کامل اکمل سے محبت و عشق کے گرد گھومتی ہے۔ آپ کی شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی مفصّل مضمون کو صرف ایک بیت میں بند کر دیا ہے۔ آپ کے ایک بیت کا ترجمہ کرنے کیلئے پورا ایک مضمون تحریر کرنا پڑتا ہے۔

آپ نے اردو میں جو ایک دُعا لکھی وہ یہ ہے:

پاک کر ظلماتِ عصیاں سے الٰہی دل میرا
کر منوّر نورِ عرفاں سے الٰہی دل میرا

آ پڑا ہوں در تیرے پر ہر طرف سے ہوں ملول[1]
کیجیئو یہ عرض میری اپنی رحمت سے قبول

کچھ نہیں مطلب دو عالم کے گل و گلزار سے
کر مشرف مجھ کو تو دیدارِ پُر انوار سے

آ پڑا ہوں در تیرے پر میں گنہگار و اثیم
فضل کر مجھ پر الٰہی اَنْتَ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم[2]

کر میرے دل سے تو اے واحد دوئی کا حرف دور
دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سر بسر وحدت کا نور

کر معطر روح کو بوئے محمدؐ سے میری
اور منوّر چشم کر روئے محمدؐ سے میری

دل سے پردۂ ہستی موہوم[3] کا معدوم[4] کر
اور حیاتِ ابدی عطا یا حیُّ یا قیُّوم کر

[1] اداس، رنجیدہ [2] تو عظیم فضل کا مالک ہے [3] وہم کیا گیا، فرضی [4] نیست و نابود

غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کی شان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بنام اللہ سنو فریاد یا محبوبِ سبحانیؓ
کرو ہر دم مہربانی اے محیّ الدین جیلانیؓ

توں ہیں مشہور و معروفی[1]
دیہو مقصود موقوفی[2]
کھلن احوال مکشوفی[3]
وکھایو رمز نورانی
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوبِ سبحانیؓ

تینوں چُنیا رسولؐ اللہ
تو سہرا ہیں ولی اللہ
کھلایو اسمِ ذات اللہ
کرو چا دور حیرانی
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوبِ سبحانیؓ

خدا قدرت دِتی تینوں
نوازش چا کریں جینوں
دیو حق الیقین[4] مینوں
ونجن خطرات گردانی
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوبِ سبحانیؓ

غوثِ اعظمؓ ہیں توں بغدادی
کرو ویران کوں آبادی
لین سب داد فریادی

---

[1] مقام و مرتبہ میں مشہور، جانا پہچانا۔ [2] وقف کیا گیا، مقرر کردہ، مطلوبہ مقام [3] سرارِ غیوب کا ظاہر ہونا، حجابات کا ہٹنا [4] یقین کا آخری مرتبہ۔ یقین کے تین مراتب ہیں: علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔

کرو جئیں ول قدم رانی[1]

بنام اللہ سنو فریاد یا محبوب سبحانیؒ

مندرجہ ذیل منقبت میں آپ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں۔اس منقبت کے گیارہ بند ہیں جن میں سے تین بند درج کئے جا رہے ہیں:

سبحان اللہ سلطان صاحبؒ دا محل مقدس وادی
ھُو اَللّٰہ تے یَاھُو دی ہے سَدا نِدا منادی
وجدانی عرفانی دی واہ اس جا کُل آبادی
فیض رسانی دا ہے قبلہ روز ازل دا ہادی
بخشے لکھ ہا گنج الٰہی خاص جمعیت شاہ دی
اکسیر نظر تے قُلزم رحمت تعریف اس راہنما دی
سن فریاد نمانے دی یا اکمل مرشد ہادی

ملازم دفتر دا فرمایا ذات سخی سلطانیؒ
شرف الفاظ لحاظ ہووے میں گرچہ پُر عصیانی[2]
فاجر فاسق فرض کیتا پُر عیب خطا نفسانی
شان فیاض کرم سلطانیؒ ہے بے حد بے پایانی
حساب گدا دے نال نہ زیبا شایانِ شان شاہانی
خِلعَت خاص عطا فرما یا ہادی دے پردہ نور نورانی
اے غم خانہ کاشانہ کر نال مبدّل[3] شادی
سن فریاد نمانے دی یا اکمل مرشد ہادی

طوق غلامی دا گل تیرا روز ازل دا پایا
نام تیرے دا فخر کریندیاں گزر زمانہ آیا

---

[1] قدم بڑھانا، مہربانی کرنا، توجہ کرنا [2] گناہوں سے بھرا ہوا [3] تبدیل کرنا

فیض تے کرم حضور انور دا صدہا بار آزمایا
آخر وقت وفا فرماؤ جو وعدہ فرمایا
سلطان بہادر شاہؒ تے کریو مدِ نظر[۱] دا سایہ
خِلعت[۲] خاص عطا ہووے ہر ویلے غور لقا[۳] دی
سن فریاد نمانے دی یا اکمل مرشد ہادی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک سی حرفی ''الف سے لے کری'' تک لکھی۔ اس سی حرفی میں 30 ابیات ہیں جن میں سے تین ابیات درج ذیل ہیں:-

الف آستاں سلطانؒ ہے بابِ امان، یا مطلق ہے کوہِ طور پیارے
آکھ رَبِّ اَرِنِیْ سن سَوْفَ تَرَانِیْ ،یاصفت جمال اے نور پیارے
ہوا و ہوس ہے دُھوڑ بھائی، جاروب[۴] دِلا ضرور پیارے
طلسم دا فتم سلطان بہادر شاہؒ ، تاں نور ویکھیں مستور پیارے

الف اللہ نوں اپنا کر لئییں، سخی سلطانؒ تینوں جے منظور کیتا
ایہہ نور محمدیؐ ہُئی نور اللہ، جس نور باھُو ظہور کیتا
اسم پاک باھُوؒ اللہ ھُوْ یَـاھُـو، ذکر پاک محمدؐ نور کیتا
سلطان بہادر شاہؒ جس پکایا ورد باھُو، اس نوں نور خدا ضرور کیتا

ت تصور اصل یَـاھُـو ہے، باھُو مشہور مشہود میاں
اسمآ حسنیٰ نوں ویکھ بھائی، ہے اوہ ہادی اسم موجود میاں
مسجود عُشاق ملائک دا، حق باھُوؒ معبود میاں
اس دے منکر نوں شیطان جانیں، یا مردود مَطرُود[۵] میاں

۱۔ نگاہ کے سامنے ۲۔ خاص لباس ۳۔ دیدار ۴۔ جھاڑو ۵۔ دھتکارا ہوا

سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر باب دوم میں گزر چکا ہے اور جن کو حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے امانتِ فقر منتقل ہوئی اور حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے خزانہ فقر کے وارث بنے، کی شان میں فیض کے لئے درخواست گزار نظر آتے ہیں یہ منقبت 10 بندوں پر مشتمل ہے اور ہر بند میں چار اشعار ہیں۔

حمد الٰہی ہر دم ہووے شامل جاودانی
لا محدود درود نبیؐ نوں ہر ویلے ورد زبانی
آلؑ ،اصحابؓ رسولؐ اللہ تے ہے رحمت رحمانی
حضرت پیر پیارا ربّ دا مظہر فیض ربانی
منور سارا عالم نوروں شمس صحیح فیضانی
سلطان الفقر فیاضِ دو عالم ہو محبوبِ سبحانیؒ
علمِ جمال اعلیٰ فرمایوس فیض باھُو سلطانیؒ
تریاق[1] مزار حضور انور دا زہر ونجے نفسانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

عمر تمام خراب ہوئی جناب گناہ وچالے
پا جھاتی اسماء صفاتی دور ہوون سب کالے
حقیقتِ حق تحقیق ہووے نالے کنھ کن ابھالے
دے موج وکھاؤ اوج[2] سخی کر دو جگ مالا مالے
نہ ویکھیں حالت میری نام تیرا لج پالے
توں امواج ہے بحرِ کرم دا والا منصب اعلے
کرم اپنے دا دان عطا کر قبلہ دوہیں جہانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

---

[1] زہر کے اثر کو ختم کرنے والی دوا [2] بلندی، اعلیٰ مقام

سامان لیاون سالک[1] تیرے نیکی تے بھلائی
اس بندے گندے مندے تیرے ضائع عمر ونجائی
آس افضال تساڈے دی ہک آہم جھولی پائی
محویت[2] ہاویت[3] ہووے مطلق بخش خدائی
حساب نہ زیبا بادشاہاں ادنیٰ نال گدائی
غلام کمینہ دیرینہ ہے حاضر سیس نوائی[4]

استغراق ہووے توحیدی حالت خاص عرفانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

صبح تے شام ہک نام تساڈا لیندیاں عمر گذاراں
اسم مبارک اعظم تیرا اندر باغ بہاراں
باجھ[5] تیرے نہیں ساجھ[6] کائی سر تیرے توں واراں
کر کرم تے دل نوں گرم عشق لئے ہن ساراں
غیر دی سیر[7] ونجاوٗ دل توں نور ہووے انواراں
ہادی مست الست کرو ہک حرف بلیٰ[8] پکاراں

تاثیر اسمِ اللہ دل وچ پا ہووے قبول سوال زبانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

عطا تاثیر تصرف بخشو جو بے انداز خزانہ
دریا فضل دا جاری ہووے بے حد بیکرانہ
عام تے خاص اٹھاون فائدہ، عالم مرد زنانہ
دنیا دے خطرے چھوڑ ونجن تے چھوڑے نفس آشیانہ

---

1 طالب مولیٰ، مرید 2 مکمل طور پر محو، غرق 3 ھاھویت، اللہ کے اسما وصفات اور انوار کے اظہار سے قبل کا مقام 4 سر جھکائے 5 بغیر 6 ساتھ 7 خیالات 8 اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں ارواح نے پکارا بلیٰ ''ہاں'' (بے شک تو ہی ہمارا ربّ ہے)

وقت مرن دے حاضر ہوویں رہے حیران زمانہ
زندہ قبر ایمان سلامت فیض کریں شاہانہ
یا حضرت اس عاجز دی آ آپ کریں قل خوانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

قبض[1] تے بُسط[2] ونجاوٗ ہووے استغراق مدامی[3]
ہر ویلے تینوں حاضر ویکھاں پوے قبول غلامی
بہرہ مند فنا فی الشیخوں ذوقوں رہاں سلامی
بنا محقق عارف قبلہ تاں جاوے ناکامی
افعال اقوال ہک حال ہوون الہامی[4] تے اعلامی[5]
کر پختہ آوند یا خداوند باقی رہے نہ خامی
ممتاز مفخر کر یا مرشد، دے خِلعت شاہانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

سبحان اللہ یاد آوے اکثر فیض کرم سلطانیؒ
ہک دم طے طریقت ہووے کُھلے راز نہانی
کشف حقیقت نور نظارے مطلق عین عیانی
فرعون بنایا ناگاہ مینوں صحبت بُدھ[6] امانی
دے کر دان ولاون ناہیں شیوہ شان شاہانی
اجڑی جھوک وسا یا قبلہ دے حالت وجدانی
محاق[7] مثال ضیا خورشیدی بخشو ضو نورانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

---

[1] [2] قبض اور بسط راہِ فقر میں آنے والے مختلف روحانی احوال ہیں [3] ہمیشہ کیلئے، مستقل [4] القائے باطنی [5] اعلانیہ، ظاہری [6] بدھ مت (ایک مذہب) [7] چاند کا گھٹنا، بڑھنا

کیا پرواہ اس نوں جس دا توں ہوویں پیر مکمل ہادی
موسیٰ وانگ وکھائیں ہر دم خاص مقدس وادی
فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ[1] فرمائش کر کے طرف خدا منادی
دے جمال خوشحال کرو کر دشمن دور فسادی
تیرے سنواریاں[2] غم جاون تے ظاہر ہووے شادی
ذلیل علیل جلیل ہوئے سر پا کر چھاں ہما[3] دی

ذرّی نوں خورشید بنا نفسانی نوں نورانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

کر روشن سینہ بے کینہ گنجینہ[4] دے الٰہی
اطہر اشہر[5] ہووے جگ وچ نام تیرے دی شاہی
فرما درخشاں فیض اویسی[6] ماہ کولوں تا ماہی
قائم اسمِ اللہ دا کر فرمائیو ہر دم ہمراہی
تاثیر تصرف بخشو حضرت بے حد لاتناہی
طالب نوں انوار دسیون جاوے دور سیاہی

عمّا دی حالت ہووے صادر سبحانی ما اعظم شانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

حق یقین عطا ہووے تے استعداد خدا دی
باجھ یقین نہیں کجھ حاصل ہے سب ظلمت وادی
عین یقین نصیب کرو جو چال اخص فقرا دی
توں ہوویں میں نہ ہوواں جاوے بُو ہوا دی

1۔ پارہ 16 سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 12 2۔ مرشد کا طالب کو نفس سے پاک کر کے مکمل کر دینا 3۔ مبارک پرندہ مراد مرشد 4۔ قرب و دیدارِ الٰہی کا خزانہ 5۔ پاکیزہ شہرت
6۔ باطنی رابطہ

یا مرشد وقت آخیر ہویا ہے غالب نفس عنادی
لِلّٰہ غور کرو دے غیر کولوں آزادی
سلطان بہادر شاہؒ تسلی کر نت فضل ہوسی سلطانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بھی دو منقبتیں لکھیں۔ ان دونوں منقبتوں کا ایک ایک مصرعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے مرشد سے عشق کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے:

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی
نَحْنُ اَقْرَبُ[1] دی سمجھ آئی
فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ[2] تشریح سنائی
فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا[3] ویکھ اس نوں ہرجائی
اسماء صفات اندھارا جائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

فرمایوس رکھ نگاہ ادب نوں
میرے پایاں لبھسیں ربّ نوں
مدِ نظر رکھ حِلم غضب نوں
میں موصوف صفات خدائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

[1] پارہ 26 سورۃ ق آیت نمبر 16 [2] پارہ 26 سورۃ الذاریات آیت نمبر 21 [3] پارہ 1 سورۃ البقرۃ آیت نمبر 115

جلال جمال اوصاف ہن میرے
خطا معاف کریساں تیرے
میتھوں بُھلا پرے پریرے
ربّ دی اس نوں خبر نہ کائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

عمل ارشاد بموجب کیتا
فضلوں جام محبت پیتا
راہ اغیار دا سارا سیتا
علمِ لدّنی کُھلا بھائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

فنا فقر دا راہ سکھایا
نفس خلاف طریق بتایا
مضمون ہدایت کُلی پایا
غیروں دِتی پیر جدائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

صفات حجاب ہن ذات خدا تے
بُھل جاون بے مرشد باتے

جنہاں پیر صحیح کر جاتے
دور حجاب صفات اسمائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

مرشد شاہ ہے کون و مکاں دا
آمر امر ہے کُن فکاں دا
حافظ مالک ہے سود زیاں دا
دم بدم میرے غم مٹائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

تیرا رتبہ ہے محبوبی
فرمائیں طالب نوں مطلوبی
قبلہ مثل تساڈی خوبی
سنی نہ ویکھی وچ لوکائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

مڈ شریف[1] ہے مڈ پرم دا
جیں پیتا اے جام کرم دا
واقف ہویا کنہہ قِدم[2] دا
نظر آیا راہ تسلیم رضائی

---

[1] مڈ شریف آپؒ کے پیرومرشد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحبؒ کا ڈیرہ تھا اور اب ان کا مزار مبارک بھی وہیں موجود ہے۔ [2] قدیم۔ مراد اللہ تعالیٰ کی ذات پاک جو ازل سے موجود ہے۔

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

بشریت دے وچ عبد سدائے
بخشش وقت غفور اکھائے
جد لامکانی رتبہ پائے
پیر محمد نام دھرائے
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

اکھ بنوا جاہل بے چارا
تاں ویکھیں ایہہ نور نظارا
صفاتی ہے یا ذاتی چمکارا
ویکھے کون بجز بینائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

مڈ شریف ہے خاص مدینہ
جیں روشن کیتا نوروں سینہ
نہ رہیا کبر ہوا تے کینہ
رخصت ہوئی علت[1] غائی[2]
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

سلطان بہادر شاہؒ مرشد ہے صفت خدا دی
بن آیا صورت خاص ہُما دی

1۔ باطنی بیماری 2۔ انتہائی، آخری

خلقت طالب بوم[1] ہوا دی
در پیر دے رہ نت[2] سیس نوائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد پاک حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان ایک اور منقبت میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہے مظہر انوار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں
مُڈ شریف نشان رحمٰن دا
مسجود ملائک جن انسان دا
دشمن نفس اخبث شیطان دا
ہے مظہر انوار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں
فیاضِ جہان محبوبِ الٰہی
روشن فیض از ماہ تا ماہی
علوی سفلی نامتناہی
پاون فیض جو ہن ہشیار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں
ذرہ بے مقدار کمینہ
طالب اوّل دیر دیرینہ
توں صاحب اوصاف مدینہ
دے فضلوں چمکار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

---

[1] نحوست مراد دنیا [2] ہمیشہ

مل سوہنا مینوں گل لا کے
دستور سوابق دیوچہ آکے
غم الم تمام ونجا کے
کر سینہ پُر انوار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

دے لباس مکمل نوری
فقر اخص دا خاص ضروری
دور ہووے مھجوری دوری
اغیار نہ رہے، دسیوے یار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

تیں میں دے وچ فرق نہ کوئی
دم دم نال کریں دلجوئی
ضرورت دعا منگن دی ہوئی
ھَلْ مِنْ مَّزِیْد ہویا نروار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

اصلی حالت توں ہیں توں ہیں
اس منزل توں پہنچن سُو ہیں
توں بے شبہ بجھوں ہیں
ستار تے غفار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

میں گدا تو شاہ حقیقی
جس پایا او صاحب تحقیقی
ایہ یقین ہویا تصدیقی
فضل تیرا درکار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

بِن فضلوں تیرے کُل گمراہی
غیر تساڈا کُل سیاہی
تو مطلق ہیں کُل نُور الٰہی
تیرا رہے پیار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

کدیں لباسِ رسالت پایا
حضرت آدمؑ نوحؑ ہو آیا
کدیں خلیلؑ بَھجَا[1] تے آیا
سبھ تیرے ادوار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

مُڈ شریف ہے راہ منظوری
ہر دی حاجت ہووے پوری
نال یقین رہے معموری
ہے شیوہ ابرار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

[1] آگ

بہادر شاہؒ جیں پیر پچھاتا
اُس خدا نوں صحیح کر جاتا
پورا ولی ولی سنجاتا

پا جھاتی ہو اظہار پیر محمد سائیں
ہے مخزن اسرار پیر محمد سائیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک سی حرفی بھی لکھی جو ''الف سے ی'' تک کل تیس ابیات پر مشتمل ہے۔ پڑھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے مرشد سے عشق کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں:

الف
آ میاں میرے دوستا، میرے پیر دا نور ظہور ویکھو
موضع مُڈ مشہور خبیث آہا، اج مُڈ شریف دا نور ویکھو
ظاہر عام نوں فیض دوا دا ای، باطن صادقاں دا کوہِ طور[1] ویکھو
سلطان بہادر شاہؒ دریا ہے بخشش صحیح، صورت عبد تے معنے غفور ویکھو

☆☆☆

الف
اللہ دی خبر نہ بُھلیاں نوں، بُھلے پیر توں ربّ توں بُھل گئے
رفیق بِناں طریق[2] ناہیں، اوجھڑ جنگل دے وچ رُل گئے
ہویا علم حجاب کبیر اکبر[3] تولے نفس ہوا دے تُل گئے
سلطان بہادر شاہؒ جنہاں پیر پالیا، آہے جز تے ہو اوہ کُل گئے

☆☆☆

ب
بس بھائی بے دس[4] ناہیں، مینوں پیر دی تس[5] بے وس کیتا
اللہ بس سکھایا جناب مینوں، باقی غیر معلوم ہوس کیتا
سرمہ پیر دے پیراں دی خاک پائی، مصحف[6] خاص مزار دا مس[7] کیتا
سلطان بہادر شاہؒ جداں اکھ تیز ہوئی، دیدار خدا دا بس کیتا

---

1. وادیٔ سینا کا وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا جلوہ دکھایا 2. راستہ۔ حدیث پاک الرفیق ثم الطریق (پہلے ساتھی تلاش کرو پھر راہ چلو) کی طرف اشارہ 3. حدیث پاک العلم حجاب الاکبر (علم بہت بڑا پردہ ہے) کی طرف اشارہ 4. مجھے نہ بتاؤ، نہ سمجھاؤ، بے سمجھ جس کو سمجھایا نہ جاسکتا ہو 5. پیاس، تڑپ، لگن 6. پاک کتاب جس میں الہامی صحیفے جمع ہوں 7. چھونا

ت

تار توار الست والی، سوہنے پیر دتی تعلیم مینوں
آیا کلمہ بلٰی دا یاد بھائی، تسلیم ہوئی تعظیم مینوں
صورت عبد آداب سکھا دِتّے، ہادی ہو کے ربّ کریم مینوں
سلطان بہادر شاہؒ ہوئے دکھ دور سارے، جد پیر کیتی تفہیم مینوں

☆☆☆

ث

ثابت صدق یقین سہتی، جیہڑے پیر دے آ مرید ہوئے
انہاں نَحۡنُ اَقۡرَبُ[1] پہچان لیا، اوہ ماہر حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ[2] ہوئے
فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ[3]،اوہ صاحب شان مزید ہوئے
سلطان بہادر شاہؒ قدیر ہے پیر بیلی، بے سمجھاں دے فکر بعید ہوئے

☆☆☆

ج

جاہل جیندا پیشوا ہووے، اوہ کتھوں محمدؐ دا شان جانے
صدیق تصدیق تحقیق کیتا، جیہڑا مَنۡ رَاٰنِیۡ[4] عیان جانے
جیں اللہ ہادی پہچان لیا، اوہ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ[5] جانے
سلطان بہادر شاہؒ پیر توں بُھل ناہیں، وسواس قیاس شیطان جانے

☆☆☆

ح

حول[6] نہ کر لاحول پڑھیں، جیہڑا پیر کولوں گمراہ کرے
اوہ ہے شکل انسان تے اصل شیطان،تینوں ربّ توں بے وساہ[7] کرے
سورت آخری ویکھ قرآن والی، خناس خدا پناہ کرے
سلطان بہادر شاہؒ نہ بھلیں بھلاوٹاں تے، اللہ قسمت ظِلِ اللہ کرے

۱،۲ سورۃ ق، آیت 16 ۳ سورۃ الذاریات، آیت 21 ۴ حدیث پاک مَنۡ رَاٰنِیۡ فَقَدۡ رَاَی الۡحَقَّ (ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا پس اس نے حق کو دیکھا) ۵ ترجمہ: انہیں بیان سکھایا (سورۃ الرحمٰن ۔4) ۶ شیطانی چکر میں نہ پھنس ۷ بے اعتبار

خ خوف نہیں طالباں صادقاں نوں، جیندا پیر اکمل دستگیر ہووے
چہرا پیر دا بدر منیر بھائی، طالب ویکھ کے روشن ضمیر ہووے
پیر پورا کرے تروٹاں ساریاں نوں ،ہر امر تے اوہ قدیر ہووے
سلطان بہادر شاہؒ ویکھے ہر حال تیرے، اوہ علیم، کلیم، بصیر ہووے

☆☆☆

د دل گولیں[1] جے توں ربّ لوڑیں، اللہ دل اندر ڈیرہ لانوندا اِی
ہزار کعبہ کولوں ہک دل بہتر، صوفی فتویٰ علیہ فرمانوندا اِی
لَا یَسَعُنِیۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ[2]، ہور کسے نہ جا سمانوندا اِی
سلطان بہادر شاہؒ مراد ہے دل مرشد، ظاہر عارف اللہ کہا نوندا اِی

☆☆☆

ذ ذکر تے فکر قبول تداں، دل مرشد دا رابطہ دار ہووے
حضرت عبد الغفورؒ حضور ہووے، اغیار نہ کیوں مسمار[3] ہووے
دم دم دے نال جے پیر ویکھیں، غم دور حاضر ستار[4] ہووے
سلطان بہادر شاہؒ نادان جہان سے، جنہاں پیر کولوں انکار ہووے

☆☆☆

ر رضا مند ہونونا ربّ دا اِی، جیکر پیر تینوں منظور کیتا
مقبول منظور مردود ہوسیں، مرشد شفقت توں جے تینوں دور کیتا
مرشد سایہ خداوند پاک دا اِی، تبدیل لباس ظہور کیتا
سلطان بہادر شاہؒ مسرور[5] مغفور سے، جنہاں بخش غفار غفور کیتا

---

[1] دل، باطن میں تلاش کرو، ڈھونڈو [2] حدیث قدسی ''میں نہ زمین میں سماتا ہوں اور نہ آسمان میں لیکن بندۂ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں'' [3] ختم، تباہ [4] اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام، عیبوں کو ڈھانپنے والا [5] خوش

ز

زیان کرے شیطان تنہاں، جیہڑے مرشد نوں بہندے وسار[1] بیلی
ہوئے غرق طوفان کنعان[2] وانگوں، کیتے نفس خبیث خوار بیلی
صورت پیر دی کشتی امان میاں، ہو سوار نہ رکھ افکار بیلی
سلطان بہادر شاہؒ رفیق تحقیق ہویا، سوہنا ہادی غفور غفار بیلی

☆☆☆

س

سِک[3] جیہڑے تن پیر دی ہے، اوہا سِک خدا قدیر جانے
اوہ راہ عرفان رحمٰن دا ای، اوہ خاص اخص تدبیر جانے
فنا فی الشیخ فنا فی الرسول ہوون، مشہود وجود ستیر[4] جانے
سلطان بہادر شاہؒ ہدایت خاص ایہا، صورت پیر دی جے تصویر جانے

☆☆☆

ش

شک نہیں ہویا پک مینوں، پیر پوج خدا پوجار پیارے
پیر پرست خدا پرست ہوندے، ایہہ عارفاں دے نروار[5] پیارے
پیر پرستی ہے فرض پہلا، پچھے واجب ہے ذکر اذکار پیارے
سلطان بہادر شاہؒ بےعلم گمان جنہاں، اس راہ کولوں بیزار پیارے

☆☆☆

ص

صاف طواف اطراف سارے، صورت پیر دی کعبہ خدا دا ای
پیر منّے[6] تاں ربّ منی گیا، مرشد باجھ پرست ہوا دا ای
پیر بُھلیاں نوں ربّ بُھل گیا، ایہو راہ گمراہ اغوا دا ای
سلطان بہادر شاہؒ دا راہنما ہویا، پایا خاص طریق صفا دا ای

---

[1] بھلا بیٹھتے ہیں [2] حضرت نوحؑ کے بیٹے کا نام جو نافرمانی کی وجہ سے طوفان میں غرق ہو گیا تھا [3] محبت، چاہت [4] پردے میں چھپا ہوا وجود مراد اللہ تعالیٰ
[5] صحیح طور طریق [6] مان جائے، راضی ہو جائے

ض

ضرورت ناہیں کعبے جانونے دی، جے پیر دی صورت نصیب ہووے
ظلمات وہمات خطرات گئے، خناس دی سدّ[1] تخریب[2] ہووے
روشن نور ظہور غفورؒ کیتا، وحدت واحد دی تقریب ہووے
سلطان بہادر شاہؒ ہے دلیل خدا ہادی، ایہہ رمز عجیب غریب ہووے

☆☆☆

ط

طلب تینوں جے خدا دی ہے، اوّل مرشد گول کمال میاں
پیر ملیا تے ربّ مل گیا، ایہا مثل ہے بے مثال میاں
اسمآء صفات عبارت ہن، توں معنے وکیھ جمال میاں
سلطان بہادر شاہؒ جے ہادی اللہ ویکھیں، ہوویں کامل صاحبِ حال میاں

☆☆☆

ظ

ظاہر نمود تے باطن وجود، وچ پیر دِسّے محمود بیلی
تابع امر خداوند پیر دے ہو، تاں ویکھیں ہک معبود بیلی
مرشد ہور تے ربّ نوں ہور ویکھیں، ایہو دوڈ[3] ہویا بے سود بیلی
سلطان بہادر شاہؒ میاں مت ماریاں نوں، ہے خالی قیام قعود بیلی

☆☆☆

ع

عین ویکھیں نہیں غین بھائی، نقطے غین بنایا ہے عین میاں
ونجیں نقطہ غین تاں عین ویکھیں، خود پردہ ہویوں مابین میاں
سلطان عبدالغفورؒ دا نور کرے، جینوں روشن وچ دارین میاں
سلطان بہادر شاہؒ ظلمات وہمات گئے سب، نور دِسّے کونین[4] میاں

1۔ سد باب، روک تھام 2۔ شیطانی وساوس اور خناس کی تباہ کاریاں 3۔ دھند، غبار، دھواں 4۔ دونوں جہانوں میں

غ

غرق گناہ تباہ ہوئے، شیطان کیتے حیران میاں
پیر بُھلیاں دا پیر ابلیس ہویا ، رہبر شرک اتے کفران میاں
مرشد باجھ اسلام دی ساجھ[1] گئی، ہویا دین زیان[2] ایمان میاں
سلطان بہادر شاہؒ جے پیر دھیان کیتا، ہویا بخش کرم غفران[3] میاں

☆☆☆

ف

فرق فراق نہ بھال میاں، تینوں میں دے پردے خوار کیتا
نافرمان ہویوں سوہنے پیر دا جے، شیطان بے سار گنوار[4] کیتا
باہر جگ جہان دھیان کریں، دلدار ڈیرہ دل یار کیتا
سلطان بہادر شاہؒ ہے لاہا تے مول تنہاں، جنہاں پیر دا ہک وپار کیتا

☆☆☆

ق

قریب توں بہت بعید ہویوں، جے پیر توں ہویوں بعید بیلی
سایہ پیر دا ظلِّ اِلٰہ ہویا، ہویوں دور شقی پلید بیلی
سلطان عبدالغفورؒ حضور ویکھیں، ہوسیں نور مزید ازید بیلی
سلطان بہادر شاہؒ نوں آسرا پیر دا ای، دُوّا خالی ہے گفت وشنید[5] بیلی

☆☆☆

ک

کرم ہویا ربّ پاک دا جی، جیندا کامل راہنما ہویا
یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ[6]، ضامن احمدؐ مجتبیٰ ہویا
لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ[7] شان اس دا، فرمان صحیح خدا ہویا
سلطان بہادر شاہؒ ہویا راضی پیر جداں، بے نوا[8] توں بانوا ہویا

---

1 سوجھ بوجھ، سمجھ، فہم 2 ضائع 3 بخشش، معافی 4 جاہل، بے عقل 5 بے اثر باتیں، صرف قیل وقال، حقیقت سے خالی گفتگو 6 ترجمہ: اوران (بیعت کرنے والوں) کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (الفتح۔10) 7 ترجمہ: اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہے نہ غم۔ (یونس۔62) 8 بے سہارا، لاچار

ل لَا اِلٰــــہ تینوں پیر دَسّے، تداں کفر تے شرک دی سار[1] ہووے
اِلَّا اللّٰہ پڑھیاں توحید حاصل، دل مظہر نور انوار ہووے
جاوے شرک جلی[2] خفی[3] بھائی، اغیار کولوں بیزار ہووے
سلطان بہادر شاہؒ سب نور تے نور ویکھیں، سوہنا پیر جیکر نظار ہووے

☆☆☆

ل لا نفی کر ماسوئی، اثبات رہے ہک پیر پیارے
ونجیں رات ظلمات صفات بھائی، واحد ہادی بدر منیر پیارے
وسواس قیاس خناس ہوئے، اسمآ سوا اسیر پیارے
سلطان بہادر شاہؒ جے پیر دھیان کرے، کُھل جاون کُل زنجیر پیارے

☆☆☆

م مجرم نوں محرم پیر کرے، بخشے جاہل نوں علم عیان بیلی
کافر فاسق تے جیکر نظر کرے، ہووے کامل اہلِ عرفان بیلی
وسیلہ اہلِ ایمان تے فرض ہویا، ثابت نال آیت قرآن بیلی
سلطان بہادر شاہؒ رموز تے راز کھلن، جد مرشد کرے دھیان بیلی

☆☆☆

ن نفس شیطان نابود ہوئے، جیندا پیر ہویا معبود میاں
جنہاں پیر نوں غیر خدا جاتا، مردود ہوے مطرود میاں
ابلیس صفت انکار کرن، ملکوت دا ہے مسجود میاں
سلطان بہادر شاہؒ نوں رمز ایہہ پیر دسی، وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ[4] ہوزود میاں

---

[1] خبر [2] ظاہر [3] پوشیدہ [4] ترجمہ: سجدہ کرو اور قرب پاؤ (العلق۔19)

و	ونج نہیں بوہے غیر اُتے، ہو پیر دے در دربان پیارے
ایہہ باب جنان رضوان بھائی، کرے مشکل سب آسان پیارے
آئینہ انوار خزینہ اسرار، مبین[1] کن بیان پیارے
سلطان بہادر شاہؒ انہاں ربّ پالیا، جنہاں پیر دا اِک دھیان پیارے

☆☆☆

ہ	ہدایت آپ کرے، ہو ہادی ویس وٹا[2] آوے
اسماءِ حسنیٰ نوں سوچ میاں، موصوف صفات اسماء آوے
ہو عبد لباس ہدایت دا، وچ ٹد شریف خدا آوے
سلطان بہادر شاہؒ ہے کفر جے غیر ویکھیں، ہادی مطلق راہنما آوے

☆☆☆

ی	یاد کریں سوہنے پیر نوں جے، تداں یاد آوے رحمٰن تینوں
ہوویں فانی فنا وچ شیخ جداں، ہووے پک تے جاوے گمان تینوں
ویکھیں پیر نوں غیر خدا بھائی، وسواس پائے شیطان تینوں
سلطان بہادر شاہؒ خدا پناہ ہووے، اللہ بیلی تے حق منان تینوں

فقہی مسلک اور سلسلہ فقر

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ سنت والجماعت سے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار یعنی حنفی مسلک تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخ ہیں۔

وصال مبارک

فقر کا یہ ماہتاب امانتِ فقر سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کرنے کے بعد 27 فروری 1934ء (14 ذیقعد

1۔ روشن، واضح طور پر 2۔ بدل کر

1352ھ) بروز منگل ظاہری طور پر ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کا مزار مبارک ''پیردی بھنیڑی موضع فرید محمود کاٹھیہ'' میں ہے جو شورکوٹ جھنگ روڈ پر شورکوٹ سے 13 کلومیٹر پر اڈہ قاسم آباد سے مشرق کی جانب دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ آپؒ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مزار مبارک کا عکس ہے۔ ابتدائی طور پر مسجد اور مزار کی تعمیر سلطان محمد عبدالعزیزؒ نے کروائی۔ مسجد کی بیرونی اور خانقاہ کی اندرونی تزئین و آرائش کا کام مستری لالہ موجاں والا نے سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ کی زیرِنگرانی شروع کیا۔ ابھی یہ کام جاری تھا کہ 12 اپریل 1981ء کو حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ کا وصال ہوگیا۔ اس کے بعد مزار کی تکمیل سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے فرمائی۔

مزار مبارک کے اندر اور باہر چاروں طرف نور اور رحمت برستی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ طالبانِ حق آپؒ کے مزار مبارک پر حاضری کے دوران بے پناہ قلبی سکون محسوس کرتے ہیں اور واضح طور آپؒ کے فیض سے اپنے قلب کو روشن ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

عرس مبارک

آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 25 تا 27 فروری کو منعقد ہوتا ہے۔

باب پنجم

سلطان الاولیا
حضرت سخی سلطان
محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ

سلطان الاولیا
حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امانتِ فقر سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ ہستی ہیں کہ جن سے امانتِ فقر دوبارہ خاندانِ باھو رحمۃ اللہ علیہ میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کرنے کے لیے منتقل ہوئی۔

سلسلہ نسب

حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق قبیلہ اعوان سے ہے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی۔ سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک سادہ مزاج اور صوفی منش انسان تھے۔ ایک دِن حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کا ایک خدمتگار 'طور' آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مہمان ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس کی خاطر مدارت کی۔ خدمتگار نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خود کام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا ''کیا آپ کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو اس عمر میں آپ خود کام کر رہے ہیں؟'' سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں جواب دیا۔ اس خدمتگار نے واپس جا کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر عرض پیش کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مہربانی فرمائیں کہ اللہ پاک سلطان فتح محمد کو اولادِ نرینہ عطا فرمائے۔ اسی رات طور کو خواب میں بشارت دی گئی کہ سلطان فتح محمد کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوں گے، ان میں سے ایک فقیر ہوگا جس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوگا اور دوسرا امیر ہوگا۔ اس دعا کی برکت سے ادھیڑ عمری میں سلطان فتح محمد کے ہاں دو بیٹے سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب آٹھویں پشت میں حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے:

سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان غلام میراں رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان

نور محمد رحمتہ اللہ علیہ بن سلطان محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ بن سلطان ولی محمد رحمتہ اللہ علیہ بن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ۔

ولادت باسعادت

حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 12 مارچ 1911ء (12 ربیع الاوّل 1329ھ) بروز اتوار بوقتِ سحر قصبہ سمندری دربار حضرت سخی سلطان باھُو گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ یعنی جس دِن لوگ عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منانے کی تیاریاں کر رہے تھے اسی روز آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی بشارت کے مطابق ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

پہلی نظر دیدارِ مرشد

ولادت باسعادت کے بعد سات دِن تک حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ آپ کے والدِ محترم سلطان فتح محمد رحمتہ اللہ علیہ آپ کو دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پر لے گئے۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ اس وقت دربار شریف پر قیام پذیر تھے۔ سلطان فتح محمد رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میرا بیٹا آنکھیں نہیں کھولتا آپ مہربانی فرمائیں۔ جونہی سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز صاحب کو گود میں لیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آنکھیں کھول دیں اس طرح گویا آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی نظر ہی مرشد کے دیدار کے لیے کھلی۔

بچپن اور شباب

بچپن سے ہی حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت میں ایک نورانی وقار تھا۔ جو بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا آپ کے اخلاق و گفتار سے بہت متاثر ہوتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بچپن اور شباب عام لوگوں سے بہت مختلف تھا۔ کم گو، سنجیدہ مزاج اور متین شخصیت کے مالک تھے۔ فضول کھیلوں، کاموں اور گفتگو سے گریز فرماتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اکثر وقت غور و فکر میں صَرف ہوتا تھا۔

ظاہری و باطنی تعلیم

حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی طرح کوئی ظاہری علم حاصل نہیں کیا۔ باطنی تعلیم آپ رحمتہ اللہ علیہ نے

بیعت کے بعد اپنے مرشد سیّد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ سے حاصل کی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سلطان الطاف علی کی کتب ''سلطان محمد نوازؒ حیات وتعلیمات'' اور ''مرآتِ سلطانی'' سے کچھ ابہام پیدا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی ان کتب میں سلطان محمد عبدالعزیزؒ کی باطنی تعلیم، بیعتِ تلقین اور اسمِ اللہ ذات کی تلقین کو سلطان محمد نوازؒ سے ظاہر کرتے ہیں جبکہ بیعتِ طریقت سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ سے منسوب کرتے ہیں لیکن اس کی شہادت کہیں سے بھی نہیں ملتی کہ سلطان محمد عبدالعزیزؒ نے اسمِ اللہ ذات کی تلقین یا بیعتِ تلقین سلطان محمد نوازؒ سے حاصل کی ہو۔ میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ سلطان محمد عبدالعزیزؒ کے صاحبزادے تھے۔ فقیر نے اپنے مرشد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی انتہائی قریبی رفاقت میں زندگی کے 6 سال گزارے اور ''محرم رازِ درونِ خانہ اور محرم رازِ درونِ مے خانہ'' ہوں لیکن کبھی بھی آپؒ نے سلطان محمد عبدالعزیزؒ اور سلطان محمد نوازؒ کی رفاقت یا اُن سے تلقین یا فیض کا ذکر نہیں فرمایا۔ ہمیشہ یہی فرمایا کہ مجھے یا میرے مرشد سلطان محمد عبدالعزیزؒ کو جو کچھ ملا سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کی بارگاہ سے ملا۔

بیعت

سلطان محمد عبدالعزیزؒ نے 13 مارچ 1932ء (6 ذیقعد 1350ھ) بروز اتوار بعد نمازِ عشاء سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے مزار مبارک پر سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اس وقت آپؒ کی عمر مبارک 21 سال تھی۔

میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے آپؒ کے سلطان پیر بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کے واقعہ کو اس طرح روایت فرمایا ہے ''میرے حضور (سلطان محمد عبدالعزیزؒ) بغداد شریف جا کر سیّدنا غوث الاعظمؓ کی اولاد کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے۔ ایک مرتبہ پیر سیّد محمد بہادر علی شاہؒ دربار حضرت سخی سلطان باھُوؒ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ اسی روز میرے مرشد سلطان محمد عبدالعزیزؒ بعد نمازِ عشاء دربار حضرت سخی سلطان باھُوؒ پر حاضر ہوئے اور عرض کی 'حضور میں چاہتا ہوں کہ ظاہری دستِ بیعت سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کی اولاد پاک سے کروں اس لیے آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں بغداد شریف جا کر دستِ بیعت کا فرض ادا کر آؤں۔' اس پر حضرت سخی سلطان باھوؒ مزار مبارک سے باہر تشریف لائے اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت سلطان محمد عبدالعزیزؒ کی دائیں کلائی پکڑ لی اور فرمایا کہ آپ بغداد شریف چلے جائیں یا مدینہ شریف تشریف لے جائیں، ہوگا وہی جس کا فیصلہ بہت پہلے ہو چکا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس پر مہر لگا چکے ہیں اور وہ یہ کہ آپ کی بیعت سلطان پیر محمد بہادر علی شاہؒ کے ہاتھ پر ہوگی اور اس فیصلے پر سیّدنا غوث الاعظمؓ بھی اپنی مہرِ تصدیق ثبت کر چکے ہیں لہٰذا ابھی اور اسی وقت آپ کی دستِ بیعت سلطان پیر محمد بہادر علی شاہ سے کرائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی حضرت سلطان باھُوؒ نے پیر سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کو آواز دی 'پیر صاحب جلدی تشریف

لے آئیں، آپ کا شکار ہم نے پکڑ رکھا ہے۔' پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ ؒ جو مزارِ مبارک کے باہر تشریف فرما تھے تجدید وضو کیلئے تالاب کی طرف لپکے تو حضرت سخی سلطان باھو ؒ نے فرمایا 'پیر صاحب آپ کا وضو تو ازل سے قائم چلا آرہا ہے آپ تیمم فرمالیں'۔ چنانچہ سلطان پیر بہادر علی شاہ ؒ تیمم فرما کر فوراً تشریف لے آئے۔ حضرت سلطان باھُو ؒ نے سلطان محمد عبد العزیز ؒ کا ہاتھ سلطان پیر بہادر علی شاہ ؒ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا 'پیر صاحب آپ انہیں دستِ بیعت فرمائیں'۔ حضرت سلطان پیر بہادر علی شاہؒ نے عرض کی 'حضور آپ کی اولاد ہے آپ خود ہی انہیں دستِ بیعت فرمائیں'۔ حضرت سلطان باھُو ؒ نے پھر فرمایا 'پیر صاحب آپ انہیں دستِ بیعت فرمائیں'۔ اسی طرح جب تیسری بار حضرت سلطان باھُو ؒ نے حکم فرمایا تو حضرت سلطان سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ ؒ نے سلطان محمد عبد العزیز ؒ کو دستِ بیعت فرمالیا۔"

بیعت کا یہی درست اور حقیقی واقعہ ہے جو کہ میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ اکثر سنایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بیعت کے کسی اور واقعہ کا وجود نہیں ہے اور نہ ہی کبھی آپ ؒ نے ذکر فرمایا۔

بیعت کی ایک غلط روایت

ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور نے فروری 2008ء میں "شہبازِ عارفاں سیّد بہادر علی شاہ ؒ نمبر" شائع کیا۔ اس میں سلطان احمد علی جو سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ کے منجھلے صاحبزادے ہیں، اپنے مضمون "کنہہ قدم" میں صفحہ 17 پر بیعت کا واقعہ اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح ہم نے کیا ہے۔ لیکن اے۔ کے۔ نیازی[1] اسی شمارہ میں اپنے مضمون "سیّد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی ؒ" میں صفحہ 34 پر "انتقالِ امانت فقر" کے عنوان سے اور ریاض احمد[2] پہاڑ پور والے اپنے مضمون "مرشد شاہ ہے کون و مکان دا" میں صفحہ 36 پر منتقلی امانت کے موضوع پر لکھتے ہوئے بیعت کا واقعہ اس طرح درج کرتے ہیں:

"ایک دفعہ سلطان محمد نواز نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو ؒ کی بارگاہ میں عرض کی کہ جناب مہربانی فرمائیں کہ سلطان محمد عبد العزیز ؒ کوئی مرشد پکڑ لیں۔ یہ عرض کر کے آپ مزار کے ساتھ لیٹ گئے اور خواب میں دیکھا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو ؒ ایک تخت پر تشریف فرما ہیں اور آپ ؒ کے ساتھ پیر سیّد بہادر علی شاہ ؒ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہیں حضرت سخی سلطان باھُو ؒ نے سلطان محمد عبد العزیزؒ کا ہاتھ پکڑ کر پیر سیّد بہادر علی شاہؒ کے ہاتھ میں دے دیا۔ پھر بعد میں سلطان محمد نواز نے اپنا خواب سلطان محمد عبد العزیز ؒ

[1] یہ اے۔ کے۔ نیازی کون ہیں اس کے بارے میں یہ فقیر لاعلم ہے کیونکہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ سے اپنی طویل سنگت کے دوران اس نام کے کسی شخص کو کبھی نہیں دیکھا اور خاص طور پر خواص کی محفل میں۔ یہ صاحب سلطان الفقر ششم سلطان محمد اصغر علی ؒ کے وصال کے بعد ماہنامہ مرآۃ العارفین میں لکھنا شروع ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف سلطان الفقر ششم ؒ کے وصال کے بعد ہی کسی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ ہاں سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور آپ ؒ کے ساتھیوں میں سے تھے اور انہوں نے سلطان باھو ؒ کی کتب کے تراجم کیے۔ انہوں نے بھی شمس العارفین کے ترجمہ کے پیش لفظ میں بیعت کا وہی حقیقی واقعہ بیان کیا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

[2] ریاض احمد پہاڑ پور والے کا بھی یہی حال ہے جو اے۔ کے۔ نیازی کے بارے میں بیان ہو چکا ہے اور یہ صاحب سنی سنائی باتیں لکھنے کے ماہر ہیں۔

کو سنایا۔ آپؒ خواب سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ایک دِن آپؒ اپنے مشہور گھوڑے اطلس پر سوار ہو کر پیر صاحب کی خدمت میں موضع فرید محمود کاٹھیہ پہنچے۔ آپؒ کے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سن کر سیّد محمد بہادر علی شاہؒ استقبال کے لیے باہر آ گئے۔ چونکہ سلطان باھُوؒ کی طرف سے حکم ہو چکا تھا لہٰذا آپؒ منتظر تھے۔ پیر صاحب نے سلطان محمد عبد العزیز صاحبؒ کو ایک دِن اپنے ڈیرے پر ٹھہرایا اور اگلے دِن ساتھ لے کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے دربار پر پہنچے۔ یہاں پر پیر صاحب نے آپ کو بیعت کر کے خرقہ خلافت پہنایا۔''

طارق اسماعیل ساگر نے ''صاحبِ لولاک'' میں بھی بیعت کا مندرجہ بالا غلط واقعہ درج کیا ہے۔ اس سے اُن کی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ سے قربت کا اندازہ ہوتا ہے۔

فروری 2008ء کے مرآۃ العارفین اور صاحبِ لولاک میں شائع ہونے والے بیعت کے اس واقعہ کے برعکس سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی کتاب شمس العارفین کے ترجمہ کے پیش لفظ کے صفحہ 8,7,6 پر بیعت کا حقیقی واقعہ اسی طرح اپنے مرشد حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیزؒ سے روایت کرتے ہیں جس طرح ہم پہلے درج کر چکے ہیں۔ چونکہ شمس العارفین کا ترجمہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی حیاتِ پاک میں ہی شائع ہو گیا تھا اس لیے اس واقعہ کا مستند ہونا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ اگر یہ غلط ہوتا تو آپؒ ضرور اس کی تردید فرماتے اور اس کی تصحیح کا حکم فرماتے۔

شمس العارفین کے ترجمہ کے ''پیش لفظ'' میں سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور نے جو واقعہ درج کیا ہے وہ ہم ہو بہو نقل کر رہے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

''1973 میں جب میں نے حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہؒ کے دربار پر حضرت سلطان محمد عبد العزیزؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کچھ دن اُن کی خدمت میں رہا تو ایک دن میں نے حضرت صاحبؒ سے عرض کی کہ حضور! آپ تو سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ کی اولاد ہیں، آپ کو اپنے گھرانے سے باہر آ کر حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ نے حضرت سلطان محمد بہادر شاہؒ کو اپنا باطنی ورثہ عطا فرمایا تو یہ تاکید بھی فرمائی کہ یہ میری امانت ہے جو آپ کو مستقبل قریب میں میری اولاد میں سے صاحبزادہ سلطان محمد عبد العزیز صاحب کو لوٹانی ہے۔ میری عمر سات آٹھ برس تھی کہ ایک روز مَیں دربار شریف پر گیا اور حبیب سلطان صاحب کے ساتھ کھیلتے کھیلتے ہم دونوں دربار شریف کے احاطہ میں جا نکلے، وہاں حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہؒ حضرت سلطان صاحبؒ کی کوئی کتاب نقل فرما رہے تھے۔ ہم دونوں اُن کے پاس پہنچے تو حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہؒ نے حبیب سلطان صاحب سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ حبیب سلطان صاحب نے جواب دیا کہ یہ آپ کے خلیفہ سلطان محمد عبد العزیز صاحب ہیں۔ حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ صاحبؒ نے فرمایا 'اچھا تو یہ ہیں سلطان محمد عبد العزیز صاحب!' اور ساتھ ہی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگے۔ کافی دیر تک وہ مجھے دیکھتے رہے اور مَیں انہیں دیکھتا رہا، نہ انہوں نے آنکھ

جھپکی اور نہ ہی میں نے آنکھ جھپکی، بس ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے رہے۔ اِسی دیکھا دیکھی میں انہوں نے مجھے انوارِ باطنی سے سیراب کر دیا۔ بعد میں جب میری عمر انیس[1] (19) برس ہوئی تو ایک دن میں نے دربار شریف پر حاضری دی، اُن دنوں حضور پیر بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی دربار پر آئے ہوئے تھے۔ میں محل شریف میں حاضر ہوا اور سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی 'حضور میں چاہتا ہوں کہ میں ظاہری دستِ بیعت حضور غوث پاک شاہ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولادِ پاک سے کروں اِس لیے آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں بغداد شریف جا کر بیعت کا فرض ادا کر آؤں'۔ اس پر حضور سلطان صاحبؒ مزار مبارک سے باہر نکل آئے اور اپنے دائیں ہاتھ سے میری دائیں کلائی پکڑ لی اور فرمایا 'آپ بغداد شریف چلے جائیں یا مدینہ شریف چلے جائیں، ہوگا وہی جس کا فیصلہ بہت پہلے ہو چکا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس پر مہر لگا چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ کی بیعت سلطان محمد بہادر علی شاہ صاحب کے ہاتھ پر ہوگی تاکہ نعمتِ فقر کا فیض آپ کے ذریعہ سے قیامت تک جاری رہ سکے۔ اِس فیصلے پر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ بھی مہر تصدیق لگا چکے ہیں لہٰذا ابھی اور اِسی وقت آپ کی دستِ بیعت سلطان محمد بہادر علی شاہ سے کرائی جاتی ہے'۔ اور ساتھ ہی آپ نے حضور پیر صاحب کو آواز دی کہ پیر صاحب جلدی تشریف لے آئیں، آپ کا شکار میں نے پکڑ رکھا ہے۔ حضور پیر صاحب تجدید وضو کے لیے تالاب کی طرف لپکے تو حضور حق باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا 'پیر صاحب آپ کا وضو تو ازل سے قائم چلا آرہا ہے آپ دیر کیوں کر رہے ہیں، آپ تیمّم فرمالیں'۔ چنانچہ حضور پیر صاحب تیمّم فرما کر فوراً تشریف لے آئے، حضور سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے کر فرمایا 'آپ انہیں دستِ بیعت فرمالیں'۔ حضور پیر صاحب نے عرض کی 'حضور! آپ کی اولاد ہے آپ خود ہی انہیں دستِ بیعت فرمائیں'۔ حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر فرمایا 'پیر صاحب! آپ انہیں دستِ بیعت فرمائیں'۔ اِس طرح جب تیسری بار حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا تو حضور پیر صاحب نے مجھے دستِ بیعت فرمالیا۔'' [2]

سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا لقب

سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ''سلطان الاولیا'' ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے عطا ہوا۔

---

[1] بیعت کے وقت سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تقریباً 21 سال تھی۔ سید امیر خان نیازی سے یہاں سہو ہوا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1911ء اور بیعت 1932ء میں ہوئی اس لحاظ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 21 سال بنتی ہے۔

[2] شمس العارفین تصنیف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ۔ مترجم سید امیر خان نیازی۔ بارِ اوّل 2002ء، ناشر انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھُوؒ سلطان پاکستان و عالم اسلام رجسٹرڈ دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ۔ بارِ دوم دسمبر 2004ء، ناشر العارفین پبلیکیشنز 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور۔ بارِ سوم 2007ء ناشر العارفین پبلیکیشنز میکلوڈ روڈ لاہور۔

فقہی مسلک اور سلسلہ فقر

سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ مسلکاً اہلِ سنت والجماعت سے تھے اور فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے پیروکار تھے۔ حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخ ہیں۔

عشقِ مرشد

سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا مرشد سے عشق کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ ہمیشہ مرشد کی ہمراہی میں رہنے کی کوشش کرتے، جب کبھی گھر تشریف لاتے تو اگلے ہی لمحے مرشد کے عشق میں تڑپ کر واپس مرشد کے پاس فرید محمود کاٹھیہ چلے جاتے۔ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ گھر سے مرشد کے پاس تشریف لے گئے تو پتہ چلا کہ پیر صاحب ٹینڈر روالا چلے گئے ہیں جو کہ وہاں سے تقریباً 40 کلومیٹر دور ہے۔ آپ نے بغیر آرام کئے ٹینڈر روالا کی طرف سفر شروع کر دیا۔ آپ کے پاؤں میں نیا جوتا تھا جو تنگ تھا اور کاٹتا تھا۔ جب آپ ٹینڈر روالا پہنچے تو پتہ چلا کہ حضور پیر صاحب تلمبہ تشریف لے گئے ہیں۔ تلمبہ بھی ٹینڈر روالا سے تقریباً 30 کلومیٹر دور ہے۔ ٹینڈر روالا میں مریدین نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ یہاں کچھ دیر رک کر آرام فرمالیں لیکن مرشد کے عشق میں آپ رحمتہ اللہ علیہ اس قدر بے چین تھے کہ ایک لمحہ آرام نہ کیا اور تلمبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سخت اور نئے جوتوں کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے اور ان سے خون رسنا شروع ہو گیا۔ لیکن کوئی بھی تکلیف اور رکاوٹ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو عشق کے سفر سے روکنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ ادھر حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو کشف سے پتہ چل گیا کہ میرا عاشق اور محبوب تقریباً 100 کلومیٹر سفر طے کر کے زخمی پاؤں سے ہر رکاوٹ کو توڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بستر لگوایا اور زخموں کے علاج کیلئے مرہم تیار کروایا۔ جب سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ حضور پیر صاحب کے پاس پہنچے تو حضور پیر صاحب نے خود قینچی سے آبلے کاٹ کر ان پر مرہم لگایا اور آرام کرنے کا حکم دیا۔ مرشد کی طرف سے آپؒ کو یہ حکم بھی ملا کہ آئندہ جب بھی ملنے آنا ہو گھوڑے پر سوار ہو کر آنا[1] کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی مرشد سے ملنے جاتے تو گھوڑے پر نہیں بلکہ عقیدتاً پیدل ہی جاتے تھے۔ اس سے بھی بیعت کی غلط روایت والے واقعہ کی نفی ہوتی ہے جس میں ذکر ہے کہ آپؒ اپنے گھوڑے اطلس پر سوار ہو کر بیعت کے لیے گئے کیونکہ جب بیعت کے بعد یہ حال ہے کہ کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر مرشد سے ملنے نہیں جاتے تو جب طالب مرشد کے پاس پہلی دفعہ حاضر ہوتا ہے وہ بھی بشارت کے ساتھ تو ادب اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو مرشد کی محبت اور غلامی سے سکون حاصل ہوتا تھا اور کوشش کرتے کہ مرشد کا ہر کام خود کریں۔ حضور

---

[1] کچھ لوگوں نے اس واقعہ کو حسووالی سے منسوب کیا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حسووالی تشریف لے گئے پھر وہاں سے یہ سفر شروع ہوا تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جب 1932ء میں سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سلطان پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے تو پیر صاحب اس سے کافی عرصہ قبل فرید محمود کاٹھیہ میں رہائش پذیر ہو چکے تھے۔

پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھوڑوں کا بھوسہ بڑی چھلنی سے رگڑ کر چھانا جاتا تھا۔ جب رات کو سب لوگ سو جاتے تو سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر رات کو بھوسہ چھان کر رکھ دیتے۔ یہ مشہور ہوگیا کہ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھوڑوں کا بھوسہ فرشتے چھان کر جاتے ہیں۔ ایک رات حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مرید کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ رات کو نگرانی کرے اور دیکھے کہ یہ کام کون کرتا ہے۔ رات کو مرید نے دیکھا کہ یہ کام حضرت سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کرتے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرید کی منت کی کہ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ نہ بتایا جائے۔ صبح جب حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرید سے رات کے واقعہ کے بارے میں دریافت کیا تو مرید نے بتایا کہ یہ کام ساری رات سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کام کرنے سے منع کر دیا۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے عشق میں فنا ہوئے اور مقامِ حقیقت تک پہنچے تو بے ساختہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک پر یہ کلام آگیا:

اَج ملے سوہنا پیر مینوں، اکھیں ویکھن کارن بے قرار ہویاں
سوہنا پیر ویکھن تاں قرار پاون، اے تاں ہر دم وچ انتظار ہویاں
سلطان بہادر شاہؒ دی صورت ویکھن کارن، ہر وقت طرف دربار ہویاں
سلطان محمد عبدالعزیزؒ دا یار سلطان بہادر شاہؒ ہویا، اکھیں اس جہان توں بیزار ہویاں

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کی دید و زیارت کیلئے بے تاب ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں راہ تک رہی ہیں اور صورتِ محبوب دیکھنے کیلئے بیقرار ہیں۔ چونکہ پیر بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق دربار شریف حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اس لئے میری آنکھیں بھی دربار شریف کی طرف لگ چکی ہیں اور سلطان محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہی میرے یار اور محبوب ہیں۔ اس محبوب کو میری آنکھوں نے اپنے اندر اس قدر بسالیا ہے کہ اب وہ دنیا و جہان کی کوئی چیز بھی دیکھنے کے لئے تیار نہیں یعنی میری آنکھوں نے دنیا سے بیزاری اختیار کر لی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشدِ کامل حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ تلقین اور فیضِ سلطانی اسم اللہ ذات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

آؤ سہیلیو میریو نی، جیں دیکھنا نور اللہ والا
ایہو اسم مبارک چا لکھ سینے، میرے پیر بہادر شاہؒ والا
اللّٰہ، ھُو یَا ھُو جسم اسدا، ایہو نور ہے خاص بارگاہ والا
سلطان محمد عبدالعزیزؒ دا یار نہیں شک، بے شک جانے اسنوں نور ظہور کبریا والا

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشد کامل کی شان بتانے کیلئے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو دعوتِ عام دیتے ہیں کہ آؤ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے نور کی ایک جھلک دیکھنی ہو وہ آجائے اور دیکھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور کائنات کے تمام حسن کو اکٹھا کر کے میرے محبوب میں رکھ دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر تیرے دِل کی آنکھ منور ہو تو دیکھ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی اسم ذات ہیں اور خاص بارگاہِ الٰہی کا نور ہیں۔ پھر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس میں شک نہیں لیکن اس نور کی حقیقت کو وہی تسلیم کرے گا جس پر یہ ظاہر ہوگا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اٹھیا شعلہ نوری حسُّووالیو وچ نہنگ[1] دے آیائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

اوّل سب تھیں صفت خدا دی
پچھے نعت رسول ہدیٰ ؐ دی
آئے جو اساں ول ہادی
مولا کرم کمایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

اوس[2] شعلے نور خدائی
کر انسانی شکل وکھائی
چار چوفیروں[3] ہوئی روشنائی
جلوہ حسن وِکھایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

بہادر شاہؒ سدائس نانواں[4]
دین دُنی[5] وچ پائس نانواں
وانگوں یوسف وچ بھرانواں
کیتا ربّ سوایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

صورت سوہنی خوش گفتاراں
شعلے نور پوون رخساراں

---

[1] نہنگ آپؒ کے مزار کے شمال کی جانب گاؤں ہے جہاں آپؒ نے سب سے پہلے دعوتِ معرفت کا آغاز کیا۔ [2] اُس [3] چاروں طرف [4] نام سے [5] دنیا

داڑھی وال تلّے دیاں تاراں
روغن حسن چڑھایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

کھلا متھا خوش پیشانی
چمکے جیونکر چن اسمانی
گوھڑے نین مریندے کانی
منداں رُوپ سوایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

قد سرو دے وانگ دسیوے
صورت دی کیا صفت کچیوے
ویکھن والا صدقے تھیوے
ہر کوئی گھول گھمایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

عالم فاضل کامل قاری
عابد زاہد ولی غفاری
کامل عامل راہبر قاری
لکھ بُھلیاں راہ لایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

سوہناں چہرہ نور چمکدا
جیونکر روشن چن فلک دا

صاحبِ حلم احسان خُلق دا
جس نے ملک رجھایائی[1]
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

ہر صفتوں موصوف کمالی
تاریا جنیں نوں باھُوؒ عالی
ڈھیا[2] حضوروں منصب عالی
مولا تخت بہایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

جاں سوہنا تشریف لے آیا
ہک پل ہویا عین سوایا
سارا جگ سلامی آیا
مرشد ربّ ملایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

بخت کاٹھیاں[3] دے ربّ تارے
آگئے جس دم لعل سوہارے
وچ جہالت جنگل بارے
دینی باغ لگایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

خبراں ملیاں ہر ہر تھائیں[4]
چار چوفیرے شہر گرائیں[5]

---

1. ساری دنیا کا دل موہ لیا ہے 2. پایا، ملا 3. آپؒ کے مزار سے جنوب کی طرف موضع فرید محمود کاٹھیہ جس کے قریب سیّد محمد بہادر علی شاہؒ حسنووالی سے ہجرت کر کے آباد ہوئے۔ 4. جگہ 5. اردگرد، ہمسایہ، ساتھی

خاص نہنگ والیاں تے ربّ سائیں
رحمت مینہہ برسایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

گہن مرید چمن دا مالی
گھلیا[1] سانوں پیر مڈ سیالی[2]
جیوں ملیا شان کمالی
مولا قرب ودھایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

کھڑیا باغ ہُلی خوشبوئی
وچ بھینی[3] دے رونق ہوئی
دوروں آون لگا ہر کوئی
ملکیں نام پایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

بلبل کوئلاں بن کئی ڈاراں[4]
بھج بھج آون بنھ قطاراں
سوہنا باغ لگایا یاراں
بھوراں[5] جھرمٹ پایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

جو آون سو فیض اٹھاون
باغ سجن تھی خوشبو پاون

[1] بھیجا [2] پیر مڈ سیالی سے مراد پیر بہادر علی شاہؒ کے مرشد پیر محمد عبد الغفور شاہؒ ہیں جن کی رہائش مڈ سیال میں تھی۔ [3] بیٹھک، ڈیرہ۔ مراد فرید محمود کاٹھیہ کا علاقہ [4] پرندوں کے گروہ۔ مراد یہ کہ لوگ گروہ در گروہ آپؒ کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ [5] پروانے بھنورے۔ مراد طالبانِ مولیٰ

اس سوہنے تھی صدقے جاوَن
جس اے گلشن لایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

کجھ دن سوہنی رونق لا کے
چھوڑ گئے پھر دل چرا کے
مگروں عاشق رووَن آ کے
کیوں جانی چت[1] چایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

گھلی وا[2] وچھوڑے[3] والی
چلے چھوڑ چمن دے والی
سنجاں باغ گئے کر خالی
ہر شے رنگ وٹایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

جس دم جانی چھوڑ سدھائے
ڈِگے پتے پھُل کُرمائے[4]
بلبل کوئلاں رونے پائے
بھوراں شور مچایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

رووَن عاشق سب مشتاق
کر کر سوز آواز فراقی

[1] دل [2] ہوا چلی [3] دوری، ہجر [4] مرجھائے

چھپ گئے جام وصل دے ساقی
ہر دا دل ترہایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

خلافت پیر بہادر شاہؒ والی
پیر عبدالقادر[1] شاہؒ سمہالی[2]
صاحب صورت حسن کمالی
نوروں نور لگایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

عبدالقادر شاہؒ پیر پیارا
بخشیا مولا نور ستارا
حضرت وانگوں چہرہ سارا
سگوین[3] شکل لیایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

شکر ہے مولا کرم کمایا
جس اے سوہنا بوٹا لایا
آ چاچے دا باغ سوہایا
رونق رنگ سجایائی
کالی رات جہالت اندر آ کر چانن لایائی

عالم فاضل کیتا مولے[4]
صاحبِ خُلق مِٹھا منہ بولے

---

[1] پہلے سجادہ نشین سیّد عبدالقادر علی شاہؒ جو پیر بہادر علی شاہؒ کے بھائی حافظ محمد عالم شاہؒ کے بیٹے تھے [2] سنبھالی [3] بالکل ویسی تھی [4] مولا، اللہ تعالیٰ

سارے طالب جاون گھولے
ہر اک سیس نوایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

یا ربّ صاحبزادیاں تائیں
بخشیں لمی[1] عمر خوشائیں
نالے اگوں[2] بوٹا لائیں
رکھ رحمت دا سایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

شالا ایہہ گھر فیضاں والا
آخر نوری رہے اجالا
جس تھیں جگ ہویا خوشحالا
لکھاں فیض اٹھایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

پیر قاسم[3] شاہؒ دی واری آئی
چاچے دی گدی سوہائی
عالم فاضل نور الٰہی
کُل مریداں شکر بجایائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی

[1] لمبی [2] آئندہ، مستقبل میں [3] دوسرے سجادہ نشین سیّد قاسم علی شاہؒ

محبوبِ مرشد

سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ کو اپنے مرشد سے عشق تھا اور آپؒ بھی اپنے مرشد کے محبوب تھے۔ حضور پیر بہادر علی شاہؒ آپ کو ''حضرت صاحب'' کہہ کر پکارا کرتے تھے اور ہمیشہ جب آپؒ کو سینے سے لگاتے تو فرماتے:

پُھلا وے گلاب دیا
تینوں سانبھ سانبھ رکھاں
میرے ماہیے دے باغ دیا

''کراماتِ عزیزیہ'' میں سلطان محمد فاروق صاحبؒ فرماتے ہیں کہ سلطان محمد عبدالعزیزؒ کی کرامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا آپؒ اپنے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ کے وصال کے بعد ان کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر ان سے فوراً حل کروا لیتے، یہ آپ کی شانِ محبوبیت ہے۔

سلطان محمد عبدالعزیزؒ اپنے مرشد کے وصال کے بعد اکیس اکیس دِن ان کے دربار پر قیام فرماتے اور اس دورانیہ کو ''اکیہہ'' فرماتے تھے۔ اسی طرح ''نوراتہ'' یعنی نو رات کا قیام، ''پنج راتہ'' پانچ رات کا قیام، ''تِن راتہ'' تین رات کا قیام ہوتا۔ سیّد محمد بہادر علی شاہؒ نے اپنی زندگی میں تین کمرے آپؒ کے لیے بنوائے تھے جہاں آپؒ قیام فرمایا کرتے تھے۔ یہ کمرے پہلے سلطان محمد عبدالعزیزؒ کے زیرِ استعمال رہے۔ اس کے بعد میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے زیرِ استعمال رہے۔ فروری، مارچ 2001ء میں انہیں گرا کر نئے سرے سے تعمیر کیا گیا۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ کے دربار پاک کے سجادہ نشینوں کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ 1934ء سے لے کر آج تک انہوں نے نہ تو کبھی سلطان محمد عبدالعزیزؒ کی اولاد پاک میں سے کسی کو دربار پاک پر آنے سے روکا اور نہ ہی وہ کمرے واپس لیے۔

ازدواجی زندگی اور اولاد

خاندان کے بزرگ اور رشتہ دار جب بھی شادی کیلئے سلطان محمد عبدالعزیزؒ کو مجبور کرتے آپ ہمیشہ خاموشی اختیار فرماتے۔ آخر خاندان کے تمام بزرگ پیر سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلطان محمد عبدالعزیزؒ کی شادی کیلئے عرض کیا۔ آپؒ نے بھی خاموشی اختیار فرمائی۔ رات کو پیر سیّد محمد بہادر علی شاہؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود نکاح پڑھا رہے ہیں تو آپؒ نے سلطان محمد عبدالعزیزؒ کو شادی کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل میں 1933ء میں آپؒ نے انگہ شریف (خوشاب وادی سون)

میں اپنی ہم کفو خاتون محمودہ بیگم سے نکاح فرمایا۔ اولادِ نرینہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے ہوئے:

۱۔ سلطان محمد صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ [1]

۲۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ۔ [2]

۳۔ سلطان محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ [3]

۴۔ سلطان محمد معظم علی مدظلہ الاقدس۔ [4]

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ خود باطنی تعلیم و تلقین سے نوازتے رہے اور سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمد معظم علی صاحب کو دینی درسگاہ میں تعلیم کے حصول کیلئے داخل فرمایا جہاں سے دونوں صاحبزادگان نے قرآنِ پاک حفظ کیا پھر سلطان محمد معظم علی صاحب نے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔

ہجرت

27 فروری 1934ء میں سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ سمندری (گڑھ مہاراجہ جھنگ) سے حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے شمال مشرق کی طرف نصف کلومیٹر کے فاصلے پر منتقل ہوگئے اور اس منتقلی کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''ہجرت'' کا نام دیا۔ یہ مقام اب آستانہ عالیہ سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہے۔ یہاں آکر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پکے مکانات کی بجائے ''چھپڑ'' (جھونپڑے) بنا کر رہائش اختیار کر لی۔ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ اپنے بہترین گھروں کو چھوڑ کر جھونپڑوں میں رہائش اختیار کرنا عجیب ہے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقیر کیلئے مکان ضروری نہیں ہے۔

وظائف اور روزانہ مصروفیات

سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پابندیٔ وقت کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحہ کی کمی بیشی بھی طبیعت پر گراں گزرتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا

---

[1] سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور نے صراط الصالحین جلد اوّل میں سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال 13 نومبر 1986ء جبکہ ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے مرآتِ سلطانی (باھُو نامہ کامل) میں 28 اکتوبر 1986ء درج کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے بائیں طرف (جانب غرب) قدموں کے قریب دفن کیا گیا۔ [2] سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و تعلیمات کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب ششم۔ [3] سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں 17 جولائی 2000ء کو ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو 18 جولائی 2000ء کو حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد دربار سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اندر مشرقی دیوار کے ساتھ دفن کیا گیا۔ [4] بقیدِ حیات ہیں۔

معمول تھا کہ صبح تین بجے اُٹھ کر وظائف پڑھتے حتیٰ کہ اذانِ فجر ہو جاتی۔ نمازِ فجر کے بعد چائے نوش فرماتے پھر ایک گھنٹہ کیلئے تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد ملاقاتیں اور طالبانِ مولیٰ کو تلقین وارشاد فرماتے پھر صبح کی سیر کے لیے تشریف لے جاتے۔ پھر دن کے معمولات جاری رہتے۔ وقت کی اس قدر پابندی اور کبھی نماز قضا نہ ہونے دینا ایک کرامت سے کم نہیں۔ صبح وشام کے وقت طویل چہل قدمی بھی آپ کے معمول میں شامل رہی۔ اس چہل قدمی میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی آپ کے ہمراہ ہوا کرتے اور آپ انہیں عین الفقر، نور الہدیٰ اور شمس العارفین کا درس دیا کرتے تھے۔

تلقین وارشاد

سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز کے پاس ہر طرح کے لوگ آتے اور آپ ان کو ان کی طلب کے مطابق فیض عطا فرماتے اور اسمِ اللہ ذات کی تلقین فرماتے۔ مگر آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ اسمِ اللہ ذات ہر کسی کو عطا نہیں فرماتے تھے بلکہ صرف خاص طالبانِ مولیٰ کو عطا فرماتے تھے۔

مولوی نظام الدین ملتانی نے جب شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کے تراجم کا آغاز کیا اور عین الفقر کے ترجمہ کے دوران جب وہ اس فقرہ ''مرشد مقامِ ابتدائی وطالب مقامِ انتہائی برساند طالب را بہ ابتدا'' ''مرشد ابتدائی مقام پر ہو اور طالب انتہا پر تو مرشد اپنے طالب کو اعلیٰ مقام تک لے جاتا ہے'' پر پہنچے تو بہت پریشان ہوئے، ان کو اس فقرہ کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ یہ معاملہ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کے پاس لے گئے اور عرض کیا کہ کیا یہ فقرہ صحیح ہے؟ تو پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ نے ان کو سلطان محمد عبدالعزیز کے پاس بھیج دیا۔ جب مولوی نظام الدین ملتانی نے سلطان محمد عبدالعزیز کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ اس فقرہ کا مطلب سمجھا دیں تو سلطان محمد عبدالعزیز نے جواب دیا ''مرشد ابتدا یعنی مقامِ ازل پر ہوتا ہے جہاں صرف وحدت ہی ہوتی ہے۔ اس وحدت ہی سے تمام کثرت پیدا ہوئی ہے۔ موجودہ جہان یعنی کثرت اس وحدت کی آخری صورت اور انتہا ہے اور طالب اس انتہائی منزل عالمِ کثرت میں ہوتا ہے۔ اب یہ مرشد کا کمال ہے کہ اپنے اس طالب کو مقامِ دنیا، جو آخری مقام اسفل سافلین ہے، سے نکال کر اعلیٰ مقامِ وحدت تک لے جائے۔''

حُسن اور صورت وسیرت

حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز کی سیرت اور صورت مبارکہ اس قدر جامع اور دلکش تھی کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا اور زیارت کرتا آپ کے دامِ غلامی میں آجاتا تھا۔ آپؒ کے منور چہرہ مبارک کو کوئی ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھ سکتا اور نہ کسی کو بات کرنے کی جرأت ہوتی یعنی بات

حلق میں اٹک جاتی حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود پوچھ لیتے۔ ریش مبارک گھنی تھی، اس کو طول و عرض میں برابر رکھتے تھے اور اس میں کنگھی اس طرح فرماتے کہ بال کانوں کی دونوں لوؤں کی طرف ہو جاتے اور درمیان میں سیون (مانگ) بن جاتی اس طرح ریش مبارک بہت دلکش اور خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر رقیق القلب اور نرم خو تھے کہ آپ سے کسی کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو بھی حاجت مند آجاتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے خالی نہ لوٹاتے بلکہ ہر حال میں اسے خوش کرنے کی پوری کوشش کرتے اور اگر پاس کچھ نہیں ہوتا تو گھر سے کپڑے وغیرہ منگوا کر اسے دے دیتے۔ کئی دفعہ اپنے غلاموں اور حاجت مندوں کو خود کھانا کھلاتے اور انہیں خوش کرنے کیلئے ہلکا سا مزاح بھی فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سفید تہمد اور کرتہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ سر پر سفید دستار اور پاؤں میں کُھسہ استعمال فرماتے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر سفر میں رہتے تھے اور خاص طور پر گرمیوں میں کوئٹہ کی طرف جانا آپؒ کا معمول تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قیامِ پاکستان سے قبل دہلی اور کابل کا سفر بھی فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا

سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ اکبر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے جن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امانتِ فقر منتقل فرمائی اور چھ خلفا اصغر ہوئے جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

1۔ سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ

پہلے خلیفہ اصغر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

2۔ سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

دوسرے خلیفہ اصغر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

3۔ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ (جنوبی افریقہ)

ایک بار سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کھوہار (ضلع جہلم) تشریف لے گئے۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے عرض کی کہ حضور میرا ایک بیٹا غلام محمد ہے جو اس وقت جنوبی افریقہ میں مقیم ہے۔ میں نے اسے بارہا کہا کہ تو کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت ہو جا مگر وہ ماننے سے انکار کرتا ہے

اور کہتا ہے کہ میں نے پاکستان آ کر بیعت نہیں ہونا۔ اگر کوئی مرشد کامل ہے تو وہ مجھے پاکستان سے ہی افریقہ میں بیعت کر لے۔ میں اسے ہی اپنا مرشد تسلیم کروں گا۔ یہ بات سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدمتگار غلام یٰسین کو وضو کرنے کا حکم دیا اور اسمِ اللہ ذات کی تلقین فرمائی۔ پھر اپنے مرید سے فرمایا ''مبارک ہو ہم نے تمہارے بیٹے غلام محمد کو بیعت کر لیا ہے۔'' اس کے بعد وہ وقت اور دن اپنے دوسرے خدمتگار ولایت شاہ کو حکم دے کر لکھوایا۔ کچھ دن بعد غلام محمد صاحب کا افریقہ سے خط آیا جس میں اس نے دن، وقت اور اپنے مرشد کی صورت کی علامات لکھیں اور لکھا ''میں پریشان بیٹھا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ آج نماز پڑھوں۔ پھر نماز کیلئے وضو کر کے مسجد گیا۔ نماز سے جب فارغ ہوا تو دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ میرے قریب آ کر بیٹھ گئے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بیعت کرتے ہیں اور اسمِ اللہ ذات کے متعلق تلقین کر کے چلے جاتے ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ایسی صورت میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔''

جب کچھ عرصہ بعد غلام محمد صاحب پاکستان آئے تو ان کے والد انہیں سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ملوانے کیلئے دربار شریف لے گئے۔ لیکن پہلے وہ غلام محمد صاحب کو جان بوجھ کر دوسرے صاحبزادوں کے پاس لے جاتے رہے جنہیں دیکھ کر وہ کہتے کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ پھر آخر میں سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لایا گیا، جونہی غلام محمد صاحب نے آپ کی صورت مبارک دیکھی تو پکار اٹھے ''یہی وہ بزرگ ہیں جو مجھے بیعت فرما چکے ہیں۔''

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سلطان محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر موجود تھے، اسی مرید غلام محمد نے عرض کی کہ افریقہ میں تبلیغ اسلام کی بہت ضرورت ہے، یا تو خود تشریف لے چلیں یا اپنے کسی خلیفہ کو مقرر فرمائیں۔ اس اپیل پر آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ پھر فرمایا ''کل کسی کو خلیفہ بنا دیں گے۔'' اب خلفا سوچنے لگے کہ کل کس کی ڈیوٹی افریقہ میں لگے گی۔ صبح جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نمازِ فجر کے بعد وظیفہ سے فارغ ہوئے تو غلام محمد صاحب کو مزار کے اندر بلا لیا اور انہیں مزار پاک پر ہی بیعت فرما کر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

4۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

چوتھے خلیفہ اصغر کھوہار (جہلم) کے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

5۔ پیر سیّد ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ

پانچویں خلیفہ اصغر کھوکھراں تحصیل دینہ ضلع جہلم کے پیر سیّد ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ سیّد ولایت شاہؒ کے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ ایامِ عاشورہ محرم قریب تھے اور دربار سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اور قصبہ سمندری کے راستہ میں ایک بہت بڑا گڑھا پڑا ہوا تھا۔ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادمین اور مریدین سے فرمایا کہ یہ گڑھا بھر دیا جائے تو زائرین کو آنے جانے میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے اور کوئی آنے جانے والا اس میں گر کر زخمی نہ ہو۔ دو دن بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو گڑھا اسی طرح موجود تھا۔ جب وہاں سے گزرتے ہوئے ولایت شاہؒ نے اپنے

مرشد کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے تاثرات دیکھے تو رات کو کسی کو بتائے بغیر گڑھا بھر دیا۔ اگلے دِن حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب وہاں سے گزرے تو گڑھا بھرا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ سب لوگ خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد ولایت شاہؒ نے آگے بڑھ کر عرض کیا ''حضور اس ناچیز نے یہ گڑھا بھرا ہے'' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''تو پھر سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے تمہیں بھی بھر دیا ہے'' اور انہیں سینے سے لگا کر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

6۔ میاں جیون رحمۃ اللہ علیہ

چھٹے خلیفہ اصغر جنڈانوالہ (جھنگ) کے میاں جیون رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

انتقالِ امانتِ فقر

13 اپریل 1979ء (14 جمادی الاوّل 1399ھ) بروز جمعتہ المبارک اپنے وصال سے صرف دو سال قبل سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب بیٹھ کر اپنے دائیں طرف سلطان صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بائیں طرف سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھایا اور مزار مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت فرمایا۔ پھر اپنے سر سے دستار مبارک اتار کر سلطان محمد صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا اور شورکوٹ سے دستار منگوا کر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنائی اور امانتِ فقر منتقل فرمائی۔ چونکہ امانت (فقر) دِل (باطن) میں منتقل کی جاتی ہے اور دستار ظاہری خلافت یا نظام چلانے کے لیے ظاہری طور پر سر پر سجائی جاتی ہے اس لیے سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سر کی ظاہری دستار سلطان محمد صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائی جبکہ سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو رازداری سے امانت منتقل فرمائی اور اس منتقلی کے راز کو عوام الناس کی نظر سے پوشیدہ رکھنے کے لیے ان کو اپنے سر کی دستار عطا کرنے کی بجائے ان کے لیے دستار شورکوٹ سے منگوائی۔

کرامات

ایک دن آپؒ بارہ ٹالیاں (جھنگ) میں تشریف فرما تھے۔ اپنے ایک مرید غلام محمد عرف دھوتو کو دربار شریف بھیجا کہ وہ گھوڑے کی زین وغیرہ لے آئے۔ جب دھوتو بارہ ٹالیاں سے چلا تو اس وقت دن ڈھل رہا تھا۔ دھوتو مغرب سے پہلے دربار شریف پہنچا اور وہاں گھر سے زین وغیرہ سر پر اٹھا کر چل پڑا اور سوچنے لگا کہ اب تو سواری نہیں ملے گی کیونکہ اس زمانہ میں مغرب کے بعد اس روڈ پر ٹریفک بند ہو جاتی تھی۔ پھر یہ فیصلہ کیا کہ دریا کے راستے شورکوٹ چلا جائے لیکن دریا کے قریب پہنچا تو پریشان ہو گیا کہ وہاں تو کشتی بھی نہیں تھی اور دریا میں پانی بھی گہرا تھا۔

پھر یہ سوچتے ہوئے کہ دریا میں پانی برابر نہیں ہوتا، گہرے پانی میں تیرلوں گا اور کم گہرے پانی میں دریا چل کر عبور کرلوں گا، سامان اور کپڑوں کی گٹھڑی سر پر رکھ کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ ابھی چند قدم ہی دریا میں چلا تھا کہ ڈوبنے لگا۔ پھر کوشش کر کے دریا سے باہر نکل کر کنارے پر بیٹھ کر رونے لگا کہ آج یہ مجھ پر کیسا امتحان ہے۔ کافی دیر تک گریہ وزاری کرتا رہا۔ پھر دل کو مضبوط کر کے یہ فیصلہ کیا کہ میرا مرشد کامل ہے، مجھے اس نے حکم سے دربار شریف بھیجا ہے اور میرے پاس ان کا سامان بھی ہے، میری موت دریا میں ہے تو ہو لیکن میں مرشد کے حکم کو پورا کروں گا چاہے مرجاؤں۔ یہ سوچ کر وہ دوبارہ دریا میں داخل ہوگیا، اس بار وہ پورا دریا پار کر گیا اور پانی پنڈلیوں سے بھی نیچے رہا۔ پھر رات تقریباً 12 بجے بارہ ٹالیاں پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی حضرت صاحب مسکرا دیئے اور فرمایا ''دھوتو! اگر تو پہلی بار کامل یقین اور توکل کے ساتھ چلا آتا تو تب بھی پار ہوتا لیکن تجھے اس وقت دریا کا گہرا پانی خوف دلا رہا تھا اس لئے ڈوب گیا۔ جب تو نے یقین کامل کر کے مکمل توکل اور بھروسہ کیا تو کامیاب ہوگیا۔''

سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے کہ قادری فقیر کامل تصرف کا مالک ہوتا ہے، اس کی نگاہ نشانہ پر لگنے والے تیر کی مثل ہوتی ہے یعنی جتنا بھی بڑا مجمع ہو وہ جس کو چاہے فیض سے نواز دے اور اسے حجروں میں چھپنے کی ضرورت نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے والے ہزاروں لوگ ہوتے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ دلوں کے حال دیکھ کر خاص بندوں پر مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید لالہ احمد خان پٹھان کڑی خیسور (ڈیرہ اسماعیل خان) آپؒ کے مرشد پیر سیّد محمد بہادر شاہؒ کے پاس آ کر گریہ کرنے لگا ''جناب والا! ہماری ایک خاندان سے دشمنی ہے جو بہت طاقتور ہیں۔ انہوں نے پیغام بھیجا ہے کہ ہم چند دنوں میں حملہ کے لیے آئیں گے اور تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ مہربانی فرمائیں ہماری ان سے صلح کروا دیں اور ہمارے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ ہمیں دشمن سے محفوظ رکھے۔'' پیر بہادر علی شاہؒ نے آپؒ کو حکم دیا کہ ان دو گروہوں میں صلح کروا دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو گروہوں میں صلح کروا دی اور لالہ احمد خان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ انشاء اللہ میرے مرشد پاک کے وسیلہ سے تم لوگ خیریت سے رہو گے۔ پھر چند دنوں بعد دشمنوں نے لالہ احمد خان پر کڑی خیسور میں حملہ کیا اور لالہ احمد پر سیدھے دس فائر کر کے چلے گئے لیکن لالہ احمد مکمل طور پر محفوظ رہے اور انہیں وہ گولیاں کوئی گزند نہ پہنچا سکیں۔ کچھ دنوں بعد سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان دس گولیوں کے سکے دے کر فرمایا ''یہ گولیاں ہم نے اپنے ہاتھ پر روکی ہیں۔'' یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کو ثابت کر دیا:

اولیا را ہست قدرت از الٰہ　　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

ترجمہ: اولیا کاملین کو بارگاہِ الٰہی سے وہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس موڑ دیتے ہیں۔

ایک دفعہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک کی طرف جا رہے تھے کہ ہاتھی خیل میانوالی سے رب نواز خان اپنی کار سے اتر کر دوڑتا ہوا آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں سر رکھ دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا ''بتاؤ بھائی خیریت تو ہے؟'' رب نواز خان نے رو رو کر عرض کی ''جناب میرا بیٹا قتل کے ایک جھوٹے کیس میں ملوث ہے۔ کل صبح اس کی آخری پیشی ہے۔ دعا کریں کہ اسے رہائی

مل جائے۔'' آپ ؒ نے فرمایا کہ صبر کرو میں اپنے مرشد پیر صاحب ؒ سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ خان صاحب مزار شریف کے دروازے پر بیٹھ گئے اور آپ ؒ دروازہ بند کر کے مزار مبارک کے اندر تشریف لے گئے۔ جب آپؒ حاضری دے کر واپس آئے تو آپ ؒ نے رب نواز سے فرمایا ''حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ ؒ کی دعا کی برکت سے تمہارا لڑکا بری ہو گیا ہے لیکن ایک نقرہ[1] گھوڑا شیرینی (مٹھائی۔ ہدیہ) میں لگے گا۔'' رب نواز نے عرض کیا ''جناب ایک گھوڑا یا نو؟'' تو حضرت صاحب نے فرمایا ''تم نے دینا تو ایک بھی نہیں، لیکن یاد رکھو اگر عدالت جانے سے پہلے تمہارے بیٹے عادل کی ہتھکڑی کُھل کر نیچے گر جائے تو سمجھنا میرے مرشد کی دعا ہے اور اگر نہ گرے تو سمجھنا نہیں۔'' اگلے دِن جب اسے پیشی کے لیے پولیس والے عدالت لے گئے تو اس کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھل کر گر پڑیں۔ پھر جب وہ عدالت میں پیش ہوا تو بری ہو گیا۔

ایک بار سلطان محمد عبدالعزیز ؒ گراکوٹ جو ٹانک (ڈیرہ اسماعیل خان) کے قریب ہے، تشریف لے گئے۔ یہاں آپ ؒ کے ایک مرید ملک عمر دراز نے آپ کے پاس آ کر عرض کی ''جناب میری اولاد نہیں ہے دعا فرمائیں۔'' تو آپ ؒ نے فرمایا ''اے عمر دراز! اللہ تعالیٰ تمہیں دو بیٹے عطا کرے گا، ایک کا نام عمر حیات اور دوسرے کا نام خضر حیات رکھنا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دو بیٹوں سے نوازا۔

مارچ 1979ء کے آخری دنوں میں سلطان محمد عبدالعزیز ؒ کو گردوں کی شدید تکلیف ہوئی۔ آپ بارہ ٹالیاں جو کہ بھکر روڈ جھنگ سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے مہر احمد خان مگھیانہ[2] کے ڈیرہ پر سرجن ڈاکٹر محمد یوسف کے زیرِ علاج رہے۔ ایک دِن تکلیف زیادہ ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے چیک اپ کرنے کے بعد مایوسی کا اظہار کیا لیکن آپ ؒ نے اگلے دِن صبح سویرے سلطان الفقر ششم سلطان محمد اصغر علی ؒ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا ''کل ڈاکٹر صاحب نے میری صحت کے بارے میں مایوسی کا اظہار کیا ہے لیکن آپ مایوس نہ ہوں بلکہ آپ فوراً میرے مرشد پاک پیر بہادر علی شاہ ؒ کے دربارِ عالیہ پر حاضر ہوں اور وہاں مزار مبارک پر دونوں ہاتھ رکھ کر ان کی بارگاہ میں میری صحت کی عرض پیش کریں اور پھر وہ ہاتھ کسی چیز کو لگائے بغیر واپس آ جائیں۔'' سلطان محمد اصغر علی ؒ فوراً حضور پیر صاحب ؒ کے دربار پر تشریف لے گئے اور دربارِ عالیہ پر حاضر ہو کر مزار پاک پر ہاتھ رکھے اور والدِ محترم کی صحت کا سوال عرض کیا۔ پھر اسی حکم کے مطابق اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہوئے جب واپس پہنچے تو سلطان محمد عبدالعزیز ؒ نے سلطان محمد اصغر علی ؒ کے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لگایا اور پھر گردوں کے مقام پر پھیر، اس سے یہ اثر ہوا کہ فوراً تکلیف رفع ہو گئی۔

وصال مبارک

اپریل 1981ء کے آغاز میں سلطان محمد عبدالعزیز ؒ کو آنکھوں کے آپریشن کیلئے لاہور میو ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ آپ ؒ نے 8 اپریل 1981ء کو فرمایا ''مجھے آپریشن کی ضرورت نہیں۔ کل 9 اپریل کو سلطان باھو ؒ کا عرس مبارک ہے، میں اس میں ضرور شامل

---

1. گھوڑوں کی ایک قسم 2. مہر احمد خان مگھیانہ ساکن بارہ ٹالیاں ضلع جھنگ، آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والے پہلے شخص ہیں۔

ہوں گا۔آپ لوگ مجھے گھر لے چلیں۔'' سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمد صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کیا کہ آپریشن کرا کر ہی چلیں گے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یاد رکھیں کہ میری موت لاہور میں لکھی جا چکی ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو واپس لے گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 9 اپریل کو عرس مبارک میں شمولیت کیلئے دربار شریف پر حاضری دی۔

11 اپریل کو تکلیف بڑھ گئی تو تمام برادری نے مجبور کیا کہ لاہور چلے جائیں۔جب آپ کو لاہور کیلئے لیکر چلنے لگے تو آپ نے فرمایا ''چلو رب کی رضا اسی طرح ہے''۔آپ کو 12 اپریل کو صبح سات بجے لاہور میو ہسپتال دوبارہ داخل کروا دیا گیا۔اچانک بلڈ پریشر اور شوگر لیول خطرناک حد تک گر جانے کے باعث آپ رحمۃ اللہ علیہ پر غشی طاری ہوگئی۔دن کے وقت ایک بج کر پندرہ منٹ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کھولی اور پوچھا کہ وقت کیا ہے؟ ایک مرید نے بتایا کہ سوا ایک بج چکا ہے۔استفسار کے انداز میں فرمایا ''نماز کا وقت ہوگیا؟'' اس مرید نے عرض کی کہ ابھی کچھ دیر ہے۔پھر فرمایا ''ہماری نماز کا وقت ہو چکا ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اشاروں سے تیمّم فرمایا پھر ظہر کی نماز ادا کی۔اس کے بعد حکم دیا کہ اسمِ اللہ ذات لے آؤ تاکہ وظیفہ پڑھ لوں۔جس پر یہ کہا گیا کہ وہ تو جلدی میں گھر ہی رہ گیا ہے۔اسی حالت میں 12 اپریل 1981ء بمطابق 7 جمادی الثانی 1401ھ بروز اتوار بعد نمازِ ظہر وصال فرما گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں اتوار کا دِن بہت اہمیت رکھتا ہے۔آپؒ کی ولادت، بیعت اور وصال اتوار کے دِن ہی ہوئے۔

وصال کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 70 سال ایک ماہ تھی۔13 اپریل کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ادا کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو موجودہ مزار کی جگہ پر سپردِ خاک کیا گیا۔

مزار مبارک

حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک موضع سلطان باھو، ضلع جھنگ میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے جنوب مشرق کی جانب تقریباً نصف کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ساتھ ایک عظیم الشان مسجد میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ہی مکمل ہو چکی تھی۔مسجد اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا عکس ہے۔

عرس پاک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس پاک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی ہجری تاریخ کے مطابق سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک یعنی جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کے بعد پہلے اتوار اور سوموار کو منعقد ہوتا ہے۔

باب ششم

سلطان الفقر ششم

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ

سلطان الفقر ششم

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ روحی شریف میں پانچ سلطان الفقر کے ناموں کا انکشاف فرما دیا تھا جن کے بارے میں آپ بابِ اوّل میں تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔ دو دیگر ارواح کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- ودوروحِ دیگر اولیا۔ بحرمتِ یمنِ ایشاں قیامِ دارین۔ تا آنکہ آں دوروح از آشیانہءِ وحدت برمظاہرِ کثرت نخواہند پرید، قیامِ قیامت نخواہد شد۔ سراسر نظرِ ایشاں نورِ وحدت و کیمیائے عزت بہر کس پرتوءِ عنقائے ایشاں اُفتاد، نورِ مطلق ساختند، احتیاجے بریاضت و ورد اورادِ ظاہری طالبان را نہ پرداختند۔ (رسالہ روحی شریف)

ترجمہ: اور دو ارواح دیگر اولیا کی ہیں۔ اِن ارواح مقدسہ کی برکت وحرمت سے ہی دونوں جہان قائم ہیں۔ جب تک یہ دونوں ارواح وحدت کے آشیانہ سے نکل کر عالمِ کثرت میں نہیں آئیں گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔ ان کی نظر سراسر نورِ وحدت اور کیمیائے عزت ہے۔ جس طالب پر ان کی نگاہ پڑ جاتی ہے وہ مشاہدۂ ذاتِ حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے گویا اس کا سارا وجود مطلق نور بن گیا ہو۔ انہیں طالبوں کو ظاہری ورد وظائف اور چلہ کشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔

ان دو ارواح میں سے روحِ ششم عالمِ وحدت سے 1947ء میں عالمِ ناسوت میں جلوہ فگن ہوئی اور 2003ء تک اِس عالمِ بشریت میں جلوہ گر رہی اور لوگوں کی کثیر تعداد اس نور سے منور ہوئی۔ عالمِ بشریت میں روحِ ششم کا اسمِ گرامی ''سلطان محمد اصغر علی'' ہے۔ یہی میرے مرشد، ہادی اور راہنما ہیں اور سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخِ کامل ہیں۔

ولادت باسعادت، بچپن اور تعلیم و تربیت

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 14 اگست 1947ء (27 رمضان المبارک 1366ھ) بروز جمعۃ المبارک بوقتِ سحر قصبہ سمندری گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے:

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ بن سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بن سلطان فتح محمد بن سلطان غلام رسول بن سلطان غلام میراں بن سلطان ولی محمد بن سلطان نور محمد بن سلطان محمد حسین بن سلطان ولی محمد بن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کے توسط سے سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک جا پہنچتا ہے۔[1]

بچپن

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو ازل سے سلطان الفقر کا مرتبہ حاصل ہے اس لیے بچپن ہی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک نورِ حق سے منوّر تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ حسن و جمال کا منبع تھے اور تمام بھائیوں سے حسین اور جُدا نظر آتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس حُسنِ بے مثال کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد مرشد آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے ''چَن'' (چاند) کے لقب سے مخاطب فرماتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پرائمری تک گڑھ مہاراجہ میں تعلیم حاصل کی پھر جھنگ کے اسلامیہ سکول سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور نوشہرہ وادی سون ضلع خوشاب سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

میٹرک کے امتحان کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک سولہ سال تھی۔ اس دنیاوی تعلیم کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے والد سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف ''عین الفقر'' اور ''شمس العارفین'' کی تدریس بھی مکمل کی۔

---

[1] سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کا شجرہ باب اوّل میں ہے۔

میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز[1] رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعتِ تقویٰ کر کے راہِ فقر باقاعدہ طور پر اختیار کی۔ اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کبھی بھی اپنے مرشد کے وصال تک ان سے جدا نہ ہوئے اور ہر لمحہ ہر آن اُن کے ساتھ رہے۔ مرشد کے حکم پر کمالیہ میں ٹھیکیداری کا کام شروع کیا لیکن چند دِن بعد ہی مرشد پاک کے حکم سے ٹھیکیداری کا یہ جھنجھٹ بھی چھوڑ دیا اور خود کو مرشد پاک کے لیے وقف کر دیا۔

[1] حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کی تفصیلی سوانحِ حیات کے لیے مجتبیٰ آخر زمانی کے باب پنجم کا مطالعہ فرمائیں۔

عشقِ مرشد

اگر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کو ''طالبِ مولیٰ'' کے طور پر دیکھا جائے تو طالبِ مولیٰ کی جو خصوصیات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے بیان فرمائی ہیں وہ سب آپؒ میں بدرجہ اُتّم موجود تھیں۔ حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ آپ کے والد تو تھے ہی لیکن آپ کے مرشد بھی تھے اور آپ نے ساری عمر اپنے والد کو والد نہیں بلکہ مرشد سمجھ کر ایک طالبِ مولیٰ کی طرح اُن کی اطاعت اور خدمت کی۔ آپؒ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جو اطاعتِ مرشد سے خالی ہو۔ مرشد سے عشق کا یہ حال تھا کہ آپؒ کسی بھی لمحہ مرشد سے جدا رہنا گوارا نہیں فرماتے تھے، مرشد پاک کے وصال تک آپ ہر لحۂ زندگی مرشد کے ساتھ رہے۔ اگر آپ کو مرشد کی ذات سے عشق تھا تو آپ بھی مرشد کے محبوب تھے۔ مرشد بھی آپؒ کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے، اس بات کی تصدیق ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کی مندرجہ ذیل دو عبارات سے ہوتی ہے:

1 سلطان محمد عبدالعزیز صاحبؒ زیادہ تر سفر میں رہا کرتے تھے اور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ آپ کے ساتھ سفر میں رہتے تھے۔ [1]

2 مریدین کے اصرار پر آپ (سلطان محمد عبدالعزیزؒ) نے اپنے بڑے صاحبزادے سلطان صفدر علی صاحب کو پیر قاسم علی شاہ[2] کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا اور سلطان محمد اصغر علی صاحب کو خود پڑھاتے رہے اور بعد میں سلطان محمد فاروق صاحب اور سلطان محمد معظم علی صاحب کو دینی درسگاہ میں تعلیم کے حصول کے لیے داخل کروایا جہاں سے دونوں صاحبزادوں نے قرآنِ پاک حفظ کیا پھر سلطان محمد معظم علی صاحب نے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔ [3]

ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؒ کے مرشد پاک بھی ہر لمحہ ہر آن آپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے اور ہوا بھی یہی کہ دونوں محبّ اور محبوب ہمیشہ ساتھ رہے اور آج بھی مزار مبارک میں ساتھ ساتھ آرام فرما ہیں۔

مرشد طالب کو مختلف ذمہ داریاں یا ڈیوٹیاں تفویض کر کے آزماتا ہے۔ اصل میں مرشد کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ طالب کو پرکھ لے کہ وہ یہ تفویض

---

[1] مضمون ''سلطان صفدر علی صاحب'' صفحہ نمبر 29۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور، شمارہ جون 2001 [2] سجادہ نشین دوم دربار پاک سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمیؒ جن کا ذکر مجتبیٰ آخر زمانی کے باب چہارم میں ہے۔ [3] صفحہ نمبر 26۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور، شمارہ ستمبر 2000 مضمون ''سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ''

کردہ ڈیوٹی بہ امر مجبوری کر رہا ہے، بے دلی سے کر رہا ہے یا خلوص کے ساتھ اپنے فرائض سر انجام دے رہا ہے یا اس سے کوئی ذاتی فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ڈیوٹی ادا کرتے وقت جتنا دِل میں صدق اور خلوص ہوتا ہے اسی کے مطابق فیض ملتا ہے۔

ایک دفعہ اس فقیر نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ حضور اگر مرشد باپ ہو تو فقر کے سفر میں آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''ایسا نہیں ہے۔ یہاں امتحان اور آزمائشوں کا طریقہ سب کے لیے یکساں ہے۔ اگر میں صاحبزادہ بنا رہتا تو کبھی بھی اس مقام تک نہ پہنچتا۔ جب میں نے اپنے اندر سے صاحبزادگی کو نکال دیا تو میں نے منزل کو پالیا۔'' پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''کیا خواجہ حسن بصریؒ، داوٗد طائیؒ، شیخ حبیب عجمیؒ یا پھر سیّد محمد عبداللہ شاہؒ، پیر محمد عبدالغفور شاہؒ اور پیر سیّد محمد پیر بہادر علی شاہؒ کو فقر وارثت کی وجہ سے ملا تھا؟ بھائی نجیب الرحمٰن یہاں تو سب کو ایک ہی راہ سے گزرنا پڑتا ہے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ کے عشقِ مرشد کے چند واقعات درج ذیل ہیں:

ا۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ فجر کی باجماعت نماز کے فوراً بعد گرم گرم چائے پیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک طالب جو سیّد تھا، سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور مہربانی کی التجا کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے چائے کی ذمہ داری اسے دے دی لیکن وہ سیّد صاحب اس ذمہ داری کے اسرار و رموز کو نہ سمجھ سکے۔ وہ روزانہ باجماعت نماز پڑھنے کی غرض سے سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جاتے۔ جب مرشد پاک نماز سے واپس تشریف لاتے اور چائے طلب فرماتے تو شاہ صاحب کہتے کہ حضور ابھی تیار کر کے حاضر کرتا ہوں۔ یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا، آپ رحمتہ اللہ علیہ کی چائے میں تاخیر ہو جاتی اور آپ نوش نہ فرماتے۔ سب مریدین یہ بات محسوس کر رہے تھے لیکن عرض کرنے کی کسی میں بھی ہمت نہ تھی۔ آخر ایک دِن سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور چائے کی ذمہ داری کے لیے عرض کی۔ انہوں نے فرمایا ''بیٹا اصغر علیؒ آپ بہت نفیس طبیعت کے مالک ہیں آپ یہ سخت ذمہ داری کیسے ادا کریں گے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''توفیقِ مرشد حاصل رہی تو کامیاب ہو جاؤں گا۔'' لہٰذا مرشد پاک کی طرف سے یہ ذمہ داری آپ رحمتہ اللہ علیہ کو عطا کر دی گئی۔ آپ رات کو ہی چائے کا سارا انتظام مکمل کر لیتے اور ساری رات جاگ کر گزارتے کہ کہیں آنکھ لگ گئی تو چائے میں دیر نہ ہو جائے۔ جیسے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک نماز کی ادائیگی کے بعد واپس تشریف لاتے آپ فوراً چائے اُن کی بارگاہ میں پیش کر دیتے۔ یہ ذمہ داری آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دو دن نہیں سالہا سال ادا کی۔ اس کے علاوہ مرشد پاک کے لیے کھانا بنانے کی ذمہ داری بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے طویل عرصہ تک ادا کی۔

- جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کو گھوڑوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی گئی تو آپ نے یہ ذمہ داری اتنے احسن طریقہ سے ادا کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے گھوڑوں کی تمام بیماریوں اور اُن کے علاج کا علم حاصل کیا۔ گھوڑوں کی نسلوں کے متعلق بھی آگاہی حاصل کی حتیٰ کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ گھوڑوں کی لید بھی خود اپنے ہاتھوں سے صاف فرماتے تھے۔ جب مریدین مدد کے لیے عرض کرتے تو فرماتے ''یہ میری ڈیوٹی ہے اور مجھے ہی ادا کرنی ہے۔''
- آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک نے آپ کو جب لنگر پاک کی ذمہ داری دی تو آپ نے لنگر کے فرائض بھی لگن اور محنت سے ادا کیے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنی نگرانی میں لنگر پکواتے اور خود لنگر تقسیم فرماتے اور خود ہی برتنوں کی صفائی فرماتے۔

ایک بار آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ میانوالی کے نزدیک واں بھچراں کے علاقہ تھل میں سفر میں تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی حسبِ معمول اپنے مرشد کے ہمراہ تھے۔ اس زمانہ میں دیہاتوں تو کجا شہروں میں بھی بجلی کا تصور محال تھا۔ ایک گاؤں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ آپ کے مرشد پاک کا گرمی کی وجہ سے بُرا حال ہے اور پھر قارئین جانتے ہیں صحرائی علاقہ کی گرمی ہوتی بھی کتنی شدت کی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ یہ دیکھ کر مرشد پاک کی بارگاہ میں تشریف لے گئے اور دو دِن کی چھٹی کی درخواست کی اور عرض کیا کہ ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ مرشد پاک نے اجازت دے دی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ فوراً لاہور تشریف لائے، اپنی گاڑی فروخت کر کے ایک پیڈسٹل فین اور ایک جنریٹر خرید کر بذریعہ بس واپس پہنچے اور مرشد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''پیڈسٹل فین سے ہوا جب میرے مرشد پاک کو پہنچی تو میں نے سکون کی دولت پالی۔'' مرشد پاک نے پوچھا ''چن اصغر! گاڑی کہاں ہے؟'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''حضور اس کو بیچ کر اس کی رقم بہت مبارک جگہ لگائی ہے۔''

حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک اور مسجد تعمیر کروا رہے تھے کہ رقم ختم ہوگئی۔ سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر دو ڈھائی لاکھ روپیہ ہوتا تو کام مکمل ہو جاتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ سنا تو لاہور تشریف لے گئے اور پھر اپنی گاڑی فروخت کر کے رقم لا کر مرشد پاک کی بارگاہ میں پیش کر دی اور عرض کی ''حضور آپ دربار اور مسجد مکمل فرمائیں۔'' مرشد پاک نے پوچھا ''چن اصغر گاڑی کے بغیر کیا کرو گے؟'' فرمایا! ''حضور گزارہ ہو جائے گا۔'' یہ سنت اس فقیر کو بھی ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، 2001ء میں حج کے موقع پر اس فقیر نے اپنی کار فروخت کر کے حج کے اخراجات کا انتظام کیا۔

مارچ 1979ء کا واقعہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو گردوں کی شدید تکلیف ہوئی۔ وہ بارہ ٹالیاں میں جو کہ بھکر روڈ جھنگ سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، مہر احمد خان مگھیانہ کے ڈیرہ پر ڈاکٹر محمد یوسف کے زیرِ علاج تھے۔ ایک دِن تکلیف زیادہ ہونے پر ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد مایوسی کا اظہار کیا لیکن سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اگلے دِن صبح سویرے سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا ''کل ڈاکٹر صاحب نے میری صحت کے بارے میں مایوسی کا اظہار کیا ہے لیکن آپ مایوس نہ ہوں بلکہ فوراً میرے مرشد پاک کے دربارِ عالیہ پر حاضر ہوں اور اُن کے مزار مبارک پر دونوں ہاتھ رکھ کر اُن کی بارگاہ میں میری صحت یابی کی عرض پیش کریں اور پھر وہ ہاتھ کسی چیز کو لگائے بغیر میرے پاس واپس آجائیں۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ فوراً حضرت پیر بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کے دربارِ عالیہ پر تشریف لے گئے اور مزار پاک پر ہاتھ رکھ کر مرشد پاک کی صحت یابی کا سوال عرض کیا۔ پھر حکم کے مطابق اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہوئے اور کسی چیز کو چھوئے بغیر ایک لمبا سفر طے کر کے اپنے مرشد پاک کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ کے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لگایا اور پھر گردوں کے مقام پر پھیرا تو فوراً صحت یاب ہو گئے۔

یہ تو سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے عشقِ مرشد کے چند ایک واقعات ہیں، حق تو یہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جتنا عرصہ بھی

اپنے مرشد پاک کی بارگاہ میں گزارا طالبِ مولیٰ بن کر گزارا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ اپنے مرشدِ پاک کے محبوب تھے یعنی طالب بھی مطلوب بھی۔ مریدین اور خلفا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اپنی عرضیاں اور درخواستیں سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دستِ مبارک سے اپنے مرشد پاک کو وضو کراتے، جائے نماز خود بچھاتے، گھوڑے پر خود سوار کرواتے۔ مرشد پاک کی صحت کا خیال خود رکھتے، بیمار ہونے پر ہسپتال لے کر جاتے اور ساتھ ساتھ رہتے۔ جب مرشد پاک کی صحت گھڑ سواری کے قابل نہ رہی تو ایک کار نمبر 422 خرید کر مرشد پاک کی خدمت میں پیش کی۔ یہ سنت اس فقیر کے حصہ میں بھی آئی جب 1999ء میں ایک ڈبل کیبن ہائی لکس نمبر LXM-422 خرید کر اپنے مرشد سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سیرت اور صورت دونوں میں مرشد کی ذات میں اس قدر فنا ہو گئے تھے کہ انہی کی تصویر بن گئے۔

منتقلی امانتِ فقر اور مسندِ تلقین وارشاد

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو منتقلی امانتِ فقر کے بارے میں اب تک تین روایات موجود ہیں اور تینوں کے راوی سید امیر خان نیازی[1] مرحوم ہیں۔ان روایات کو پڑھنے سے قبل یہ بات ذہن میں رہے کہ ان میں جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت انتقالِ امانتِ فقر ہے اور سلطان الاولیا سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے دو سال قبل 1979ء میں حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بیعت فرمائی۔ بیعتِ توبہ وتقویٰ تو سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سولہ سال کی عمر میں سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر کر چکے تھے اور اسم اللہ ذات کے ذکر وتصور سے کامل ہو چکے تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ 1947ء سے 1979ء تک آپ رحمتہ اللہ علیہ بیعت ہی نہ ہوئے ہوں کیونکہ بیعت کے بغیر تو اسمِ اللہ ذات کا تصور اور ذکر اسمِ اعظم ھُو کا خیال بھی محال ہے لیکن سید امیر خان نیازی اپنی روایات میں اس کو بیعت یا بیعتِ خلافت ہی لکھتے ہیں۔سید امیر خان نیازی نے وہ روایات اس طرح تحریر کی ہیں:

ا۔ 1979ء میں ایک مرتبہ حضرت صاحب (سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ) اپنے مرشد پاک حضرت سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پر تشریف فرما تھے، مَیں بھی ساتھ تھا۔ ہفتہ کے بعد میں چھٹی لے کر گھر چلا آیا، ہفتہ گزار کر میں دوبارہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آ گیا۔ جونہی حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا ''سید امیر خان! تمہیں مبارک ہو کہ سلطان محمد صفدر علی صاحب اور سلطان محمد اصغر علی صاحب کو میرے مرشدِ پاک حضور سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے دستِ بیعت فرما لیا ہے اور انہیں اپنی طرف سے خلافت بھی عطا فرما دی ہے۔''

میں بہت خوش ہوا اور عرض کی ''حضور! خیر مبارک! یہ کب اور کیسے ہوا؟'' فرمایا ''گزشتہ منگل کے روز میں محل شریف کے اندر گیا تو حضور پیر محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا 'حضرت صاحب جمعہ کے روز رات کو سلطان محمد صفدر علی صاحب اور سلطان محمد اصغر علی صاحب کو دستِ بیعت کرنا ہے آپ تیار رہیں۔' سلطان محمد اصغر علی صاحب تو میرے پاس موجود تھے لیکن سلطان محمد صفدر علی صاحب اپنے گھر دربار حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پر تھے، چونکہ پیر صاحب نے دونوں کو دستِ بیعت کرنے کا فرمایا تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ آپ باطنی تصرف سے سلطان محمد صفدر علی صاحب کو بھی بلا لیں گے اور ہوا بھی یہی کہ جمعہ کے روز سلطان محمد صفدر علی صاحب بھی صبح سویرے خود بخود پہنچ گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد جب میں

---

[1] سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے بیعت تھے، ان کے وصال کے بعد سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ اور اُن کے وصال کے بعد حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رہے اور بعد میں سلطان محمد علی صاحب کے ساتھ رہے۔ 11 جولائی 2011ء کو انتقال کر گئے۔

سلام کرنے محل شریف کے اندر داخل ہوا تو حضور پیر صاحب نے فرمایا ’آؤ اب صاحبزادگان کو دستِ بیعت کرلیں‘۔ چنانچہ بظاہر تو میں نے دونوں صاحبزادوں کے ہاتھوں کو اپنے مرشد پاک حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہؒ کے مزار پر رکھوا کر اُن کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے اور ایک ہی نظر میں دونوں کو واصل باللہ، فنافی اللہ، بقاباللہ کر دیا لیکن بباطن یہ سب کچھ حضور پیر صاحب نے خود کیا اور انہیں اپنی خلافت بھی عطا فرمادی۔‘‘میں نے حیران ہو کر حضرت صاحب سے پوچھا ’’حضور کیا ایک ہی دم میں تمام مراتب طے کرادیئے آپ نے؟‘‘ تو آپؒ نے فرمایا ’’تو اور کیا؟ میں انہیں راستے میں چھوڑ دیتا؟‘‘[۱]

۲۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی ذاتِ مبارکہ پر ایک مضمون میں آپؒ کی دنیاوی تعلیم کے حصول کا ذکر کرنے کے بعد سید امیر خان نیازی لکھتے ہیں ’’اس کے بعد آپؒ (سلطان محمد اصغر علیؒ) نے اپنے والد صاحب (سلطان محمد عبدالعزیزؒ) سے باطنی سلک سلوک کی منازل طے کیں اور علومِ باطنیہ میں کمال حاصل کر کے 1981ء میں مسندِ ارشاد سنبھالی۔[۲]

۳۔ آپؒ (سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ) کے مرشد کریم حضور قبلہ حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز صاحبؒ نے آخری ایام میں اپنے دونوں بڑے صاحبزادوں حضرت سخی سلطان محمد صفدر علی صاحب اور حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب کو حضور پیر بہادر علی شاہ صاحبؒ کے مزارِ مقدس پر حاضر فرمایا اور حضور پیر بہادر علی شاہ صاحبؒ کی بارگاہ میں وہ وعدہ پیش فرمایا جس میں حضور پیر بہادر علی شاہ صاحبؒ نے فقر کا خزانہ آپؒ کی اولاد کو خود منتقل کرنے کا عہد کیا تھا۔ مزار مبارک کے دائیں طرف حضور سلطان محمد صفدر علی صاحب کو اور بائیں طرف سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ کو بٹھایا۔ والد صاحب (حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ) نے اپنے سر مبارک والی دستار حضور سلطان محمد صفدر علی صاحب کے سر مبارک پر رکھ کر خلافت عطا فرمائی اور مائی باپ کے شہر شورکوٹ سے ایک سپیشل دستار منگوا کر حضور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے سر مبارک پر رکھی اور دونوں کو حضور پیر بہادر علی شاہ صاحبؒ کے سپرد فرمایا۔ (ماہنامہ مرآۃ العارفین شمارہ نومبر 2007۔صفحہ 75)

میرے مرشد سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق بیعت کا حقیقی واقعہ اس طرح سے ہے:

- سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ 11 اپریل 1979ء (12 جمادی الاوّل 1399ھ) بروز بدھ اپنے مرشد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ کے مزار مبارک پر پہنچے۔ 13 اپریل 1979ء (14[۳] جمادی

---

[۱] صفحہ 10-11 پیش لفظ ’’شمس العارفین‘‘ مترجم سید امیر خان نیازی۔ پہلا ایڈیشن 2002ء میں انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھوسلطان و عالم اسلام دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھُو نے شائع کیا اور بعد میں اس کتاب کو العارفین پبلیکیشنز لاہور نے شائع کیا۔

نوٹ: بریکٹ میں الفاظ ہمارے ہیں جو ہم نے قارئین کو سمجھانے کی غرض سے درج کیے ہیں۔

[۲] صفحہ 15، ماہنامہ مرآۃ العارفین شمارہ دسمبر 2004۔

[۳] بیعت بعد نمازِ مغرب ہوئی تھی اور ہجری کیلنڈر میں تاریخ غروبِ آفتاب کے بعد تبدیل ہو جاتی ہے۔

الاوّل 1399ھ) بروز جمعتہ المبارک حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ بعد ادائیگی نمازِ مغرب اپنے دونوں صاحبزادوں سلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو لے کر اپنے مرشد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے اندر تشریف لے گئے اور تربت مبارک کے قریب بیٹھ کر اپنے دائیں طرف سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ اور بائیں طرف سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو بٹھایا۔ پھر اپنے دستِ مبارک مرشد پاک (پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ) کے مزار مبارک پر رکھ کر دونوں صاحبزادگان کے ہاتھوں کو اپنے دستِ مبارک پر رکھا اور بیعت فرمایا۔ سلطان صفدر علی صاحب کے سر مبارک پر اپنے سر سے دستار مبارک اتار کر رکھی اور خلافت عطا فرمائی اور شورکوٹ شہر سے منگوائی گئی نئی دستار سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے سر مبارک پر رکھی اور امانتِ الٰہیہ، امانتِ فقر منتقل فرمائی۔

یاد رکھیے امانتِ الٰہیہ دستار کی محتاج نہیں ہے۔ امانت دِل (باطن) میں منتقل کی جاتی ہے اور دستار تو صرف سر پر سجانے کے لیے ہوتی ہے۔ یہاں پر سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے ظاہر کو ظاہر سے اور باطن کو باطن سے ملا دیا۔ فَهِمَ مَنْ فَهِمَ۔

مسندِ تلقین وارشاد

مسندِ تلقین وارشاد کا ذکر کرنے سے پہلے بیعت کے سلسلہ میں بیان ہونے والی سید امیر خان نیازی مرحوم کی مندرجہ بالا تینوں روایات کے متعلق وضاحت کرنا ضروری ہے کیونکہ انہی کی مدد سے اس بات کی تصدیق ہوگی کہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے مسندِ تلقین وارشاد کب سنبھالی۔ یہ بات تو درست ہے کہ سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو شہبازِ عارفاں سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے بیعت فرمایا اور یہ روایت فقیر نے خود سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے سماعت کی ہے۔ لیکن کچھ باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 12 اپریل 1981ء کو ہوا اور سلطان محمد صفدر علی کا وصال 13 نومبر 1986ء[1] کو ہوا یعنی اپنے والد مرشد سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے وصال سے تقریباً پانچ سال بعد تک سلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ حیات رہے۔ اب ان روایات میں موجود تضادات کا ذکر کرتے ہیں:

ا۔ جہاں تک پہلی روایت کا تعلق ہے سید امیر خان نیازی کا کہنا ہے کہ یہ روایت انہیں سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے خود بتائی ہے اور سینہ بہ سینہ یہ روایت ہمیشہ مریدین میں موجود رہی ہے۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے جب بھی کسی نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ سید امیر خان نیازی کو بلاتے کہ بیان فرمائیں۔ سید امیر خان نیازی اسے ہمیشہ یوں ہی بیان فرماتے۔ پہلی بار اسے تحریری شکل میں 2002ء میں شمس العارفین کے ترجمہ کے پیش لفظ میں درج کیا گیا۔ لیکن اس روایت پر غور کرتے وقت یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ

[1] سید امیر خان نیازی مرحوم نے صراط الصالحین جلد اوّل میں سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وصال 13 نومبر 1986ء جبکہ سلطان الطاف علی نے مرآتِ سلطانی (باھُو نامہ کامل) میں 28 اکتوبر 1986ء درج فرمائی ہے۔

بیعت کے وقت کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سلطان الفقر ششم کے مرتبہ پر فائز ہوں گے اور سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخ کامل اور سربراہ ہوں گے کیونکہ بیعت کا واقعہ 1979ء کا ہے اور ان کے سلطان الفقر کے مرتبہ کا اعلان 1997ء یعنی پورے 18 سال بعد ہوا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ سروری قادری مرشد قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہوتا ہے اور وہ کوئی بھی راز قبل از وقت ظاہر یا افشا نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو اللہ کے رازوں سے آگاہ کرتا ہے، سوائے دِل کے محرم (محرمِ راز) کے، تاکہ معین وقت آنے تک کسی بھی فتنہ وغیرہ سے بچا جا سکے۔ یہ راز سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کو معلوم تھا یا پھر محرم راز سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو کیونکہ کوئی بھی راز محرمِ راز سے پوشیدہ نہیں رکھا جاتا۔ چونکہ قبل از وقت اس راز کو افشا نہ کرنا ہی حکمت تھی اس لیے جتنی اس وقت ضرورت تھی اتنی بات سید امیر خان نیازی مرحوم کو بیعت کے وقت بتا دی گئی۔ سید امیر خان نیازی اس کو اصلاحی جماعت اور مریدین میں روایت کرتے رہے اور یہ اُن کے توسط سے روایت در روایت ہوتی رہی۔ لیکن اِس روایت میں جو عبارت شبہات کو جنم دیتی ہے وہ یہ ہے ''دونوں صاحبزادگان کو فنا فی اللہ بقا باللہ کر دیا۔'' فنا فی اللہ بقا باللہ وہ مقام ہے جہاں پر انسان کامل ہو کر تلقین و ارشاد کی مسند پر فائز ہوتا ہے اور انسانِ کامل دنیا میں صرف ایک ہوتا ہے۔ انسانِ کامل کی صفات و کمالات اور خاص نشانیوں کے متعلق آپ گزشتہ صفحات میں بھی پڑھ چکے ہیں۔ یہاں ہماری دلیل کی تصدیق کے لیے بطور یاد دہانی انہیں دہرایا جا رہا ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ انسانِ کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

- انسانِ کامل، اکمل موجودات ہے۔
- ''واحد'' مخلوق ہے جو مشاہدے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا لاتی ہے۔
- صفاتِ الٰہیہ کا آئینہ ہے۔
- مرتبہ حدِ امکان سے بالا اور مقامِ خَلق سے بلند ہے۔
- حادث ازلی اور دائم ابدی اور کلمہ فاضلہ جامعہ ہے۔
- حق تعالیٰ سے وہی نسبت ہے جو آنکھ کو پُتلی سے ہے۔
- عَالَم کے ساتھ اس کی نسبت انگشتری میں نگینے کی مانند ہے۔
- رحمت کی جہت سے اعظمِ مخلوقات ہے۔
- انسانِ کامل عَالَم کی روح ہے اور عَالَم اس کا قالب۔
- انسانِ کامل ربوبیت اور عبودیت کا جامع ہے۔ اگر اللہ واحد ہے تو اس کا خلیفہ (انسانِ کامل) بھی (دنیا میں) ''واحد'' ہے۔
- عالم میں ہر موجود حق تعالیٰ کے کسی نہ کسی اسم کا مظہر ہے اور وہی اسم اس کا ربّ ہے اور انسانِ کامل حق تعالیٰ کے اسمِ جامع اسمِ اللہ کا مظہر ہے جو سب اسماءِ الٰہی کا ربّ ہے پس ربّ الارباب ہے پس ربّ العالمین ہے۔

حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے انسانِ کامل کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ دونوں ہاتھوں سے مراد دونوں صفاتِ جلال و جمال ہیں۔ پس حضرت انسانِ کامل جو مدبرِ عالم ہے، عالم کی روح ہے لہٰذا غائب ہے اگرچہ خلیفہ سے خارج میں موجود ہے لیکن سوائے خاص اولیا کے اس کو کوئی نہیں پہچانتا لہٰذا غائب ہے۔ خلیفہ سے مراد قطبِ زماں ہے اور وہ اپنے وقت کا سلطان ہے (یہاں خلیفہ سے مراد اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں)۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول جو نئی شریعت لائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ہر زمانہ میں ''ایک'' ایسا فردِ کامل رہے گا جس میں حقیقتِ محمدیہ کا ظہور ہوگا اور وہ فنا فی الرسول کے مقام سے مشرف ہوگا۔ وہ فردِ کامل قطبِ زمان ہے اور ہر زمانہ میں ''ایک'' ولی اس منصب پر فائز کیا جاتا ہے۔

ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل سے لے کر ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی جلوہ نما ہوتے ہیں۔ [1]

چونکہ اسمِ اَللّٰہُ ذات جامع جمیع صفات و منبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصل تجلیات و ربّ الارباب کہلاتا ہے اور اس کا مظہر جو عین ثانیہ ہوگا وہ عبداللہ عین الاعیان ہوگا۔ ہر زمانے میں ''ایک شخص'' قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے۔ اس کو قطب الاقطاب یا غوث کہتے ہیں جو عبداللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ تحت امر و قرب و فرائض میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اسکے توسط سے کرتا ہے۔ [2]

حضرت شیخ مویدالدین جندی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں سورہ فاتحہ کی شرح کرتے ہوئے اسمِ اَللّٰہُ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اسمِ اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سو پھیل گئی ہے وہ حقیقتاً و معناً عالمِ حقائق اور معنی سے ہے اور سورۃً ولفظاً عالمِ صورت والفاظ سے ہے۔ جمیع حقائقِ کمالیہ سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسانِ کامل ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب اور امانتِ الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسمِ اعظم کی صورت ولیٔ کامل (انسانِ کامل) کی ظاہری صورت کا نام ہے۔ [3]

حضرت سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف 'انسانِ کامل' میں فرماتے ہیں:

وجود و تعینات میں جس کمال پر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متعین ہوئے ہیں کوئی شخص متعین نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق، احوال، افعال اور اقوال اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ ان کمالات میں منفرد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانِ کامل ہیں اور باقی انبیا و اولیا اکمل صلوٰۃ اللہ علیھم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسے ملحق ہیں جیسے کامل اکمل سے ملحق ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہیں جو فاضل کو افضل سے ہوتی ہے لیکن مطلق اکمل انسان حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارک ہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالاتفاق انسانِ کامل ہیں۔ (صفحہ 379)

---

[1] فصوص الحکم والایقان، فتوحاتِ مکیہ [2] فصوص الحکم ترجمہ مولانا عبدالقدیر صدیقی، ناشر نذیر سنز لاہور [3] تفسیر روح البیان جلد اوّل صفحہ نمبر 41 ترجمہ مولانا محمد فیض احمد اویسی ناشر مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

انسانِ کامل وہ ہے جو بمقتضائے حکمِ ذاتی بطورِ مِلک واصالت اسماءِ ذاتی وصفاتِ الٰہی کا مستحق ہو۔حق کیلئے اس (انسانِ کامل) کی مثال آئینے کی سی ہے کہ سوائے آئینہ کے کوئی شخص اپنی صورت نہیں دیکھ سکتا۔اور نہ انسان کیلئے ممکن ہے کہ سوائے اسمِ اللہ کے آئینہ کے، کہ وہ اس کا آئینہ ہے، اپنے نفس کی صورت دیکھ سکے۔انسانِ کامل بھی حق کا آئینہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ سوائے انسانِ کامل کے اپنے اسماوصفات کو کسی اور چیز میں نہ دیکھے۔وہی امانتِ الٰہیہ کا حامل ہے اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے:

✦ ''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔'' ترجمہ: ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔(صفحہ 391)

انسانِ کامل قطبِ عالم ہے جس سے اوّل سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی ابتدا ہوئی اس وقت سے لے کر ابدالآباد تک ایک ہی شے ہے۔پھر اس کے لیے رنگارنگ لباس ہیں اور باعتبار لباس کے اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے اور دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔اس کا اصلی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم اور اس کا وصف عبداللہ ہے اور اس کا لقب شمس الدین ہے۔پھر باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں، پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانہ کے لائق ہوتا ہے۔(صفحہ 388)

حقیقتِ محمدیہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کے اکمل کی صورت میں اُس زمانہ کی شان کے مطابق ظاہر ہوتی ہے۔یہ انسانِ کامل اپنے زمانہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ ہوتا ہے۔(ترجمہ فضل میراں ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں سید امیر خان نیازی مرحوم کی روایات کے مطالعہ سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتے ہیں کہ کیا دونوں صاحبزادگان بیک وقت ''انسانِ کامل'' تھے؟ اور کیا دونوں بیک وقت تلقین وارشاد کی مسند پر فائز تھے؟ انسانِ کامل تو دنیا میں ایک ہی ہوتا ہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ سلطان الفقر تو ازل سے فنافی اللہ بقاباللہ ہے یعنی امانتِ الٰہیہ کا حامل یا امانتِ فقر کا وارث ہوتا ہے اور اس کا قدم تمام غوث وقطب اور اولیا کے سر پر ہوتا ہے۔

اگرچہ 1997ء میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ ''سلطان الفقر'' کے اعلان سے قبل سید امیر خان نیازی مرحوم ان کی حقیقت اور مرتبہ سے ناواقف تھے اسی لیے یہی روایت لوگوں سے بیان کرتے رہے لیکن 2002ء میں شمس العارفین میں سلطان الفقر کی بیعت کے واقعہ کو تحریری شکل دیتے وقت تو نیازی صاحب کو علم تھا کہ ساری دنیا کو سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ سلطان الفقر کے بارے میں علم ہے۔وہ اپنی پہلی زبانی بیان کردہ روایات اور مشاہدات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ذہن پر زور دیتے تو اس روایت کی تصحیح کر سکتے تھے۔

بیعت کرتے وقت سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ سروری قادری پڑھا کرتے تھے اس میں سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں تھا اور اب تک سلسلہ سروری قادری میں سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہی آتا ہے۔اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخِ کامل

اور سربراہ سلطان الفقر ششم سلطان محمد اصغر علیؒ ہیں اور سلطان صفدر علیؒ سلسلہ سروری قادری کے شجرہ میں شامل نہیں ہیں لیکن سید امیر خان نیازی نے اس طرف بھی کبھی توجہ نہ دی۔

باقی دونوں روایات میں سید امیر خان نیازی نے وہ بات تسلیم کرلی جو ہم بیان کرنا چاہ رہے ہیں اور جو حق ہے کہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے اپنے مرشد کے وصال کے فوراً بعد 1981ء میں ہی مسندِ تلقین وارشاد سنبھال لی تھی اور اِن روایات میں سید امیر خان نیازی اس فقیر سے متفق نظر آتے ہیں۔ یہ بات سو فیصد درست ہے۔ لیکن اُن کی تیسری روایت میں یہ بات کچھ شبہات کو جنم دیتی ہے کہ سلطان محمد عبدالعزیزؒ نے اپنے سر سے اپنی دستار اتار کر سلطان محمد صفدر علیؒ کے سر مبارک پر رکھی اور شورکوٹ سے ایک دستار منگوا کر سلطان محمد اصغر علیؒ کے سر پر باندھی گئی۔ جیسا کہ آپ مندرجہ بالا سطور میں پڑھ چکے ہیں کہ دنیا میں ایک وقت میں ایک ہی انسانِ کامل یا امام الوقت ہوتا ہے اور بیشک وہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ ہی تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر سلطان محمد عبدالعزیزؒ نے اپنے سر مبارک کی دستار سلطان محمد صفدر علیؒ کے سر مبارک پر کیوں رکھی اور حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے لیے شورکوٹ سے نئی دستار کیوں منگوائی گئی؟ درحقیقت یہ ایک اشارہ تھا کہ سلطان محمد صفدر علیؒ خاندان کے سربراہ، آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیزؒ کے سجادہ نشین اور ظاہری طور پر سلسلہ سروری قادری کے سربراہ رہیں گے۔ پانچ سال تک سلطان محمد صفدر علیؒ ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ ساتھ بیعت فرماتے اور اسمِ اللہ ذات بھی عطا فرماتے رہے۔ لیکن اس دوران سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ بھی بیعت فرماتے رہے اور اسمِ اللہ ذات عطا فرماتے رہے۔ اس بات کی تصدیق سید امیر خان نیازی مرحوم کی تحریر سے ہی ہوتی ہے:

- وصالِ مرشد کے دِن (12 اپریل کو وصال ہوا 13 اپریل کو دفن کیا گیا) سے لے کر 25 دِن بعد آپؒ (سلطان الفقر ششم سلطان محمد اصغر علیؒ) جب باہر تشریف لائے تو پہلا خوش نصیب شخص ملک محمد صفدر حسین (چکوال) بیعت کے لیے حاضر ہوا۔ آپؒ نے اس کو بیعت فرما کر مسندِ ارشاد کا آغاز فرمایا۔ (ماہنامہ مرآۃ العارفین نومبر 2007ء صفحہ 75۔ بریکٹ میں الفاظ اس فقیر کے ہیں)

اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر خلافت اور سجادہ نشینی 13 اپریل 1981ء سے 13 نومبر 1986ء تک سلطان محمد صفدر علی کے پاس رہی کیونکہ خاندانی رسم ورواج کے مطابق بڑا بیٹا ہی خاندان کا سربراہ اور خلافت کا وارث بنتا ہے، لیکن اسی دوران سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے پاس باطنی وحقیقی خلافت رہی بلکہ مسندِ تلقین وارشاد پر بھی وہ ہی فائز رہے۔ فقیر ظاہری خلافت اور سجادہ نشینی کا محتاج نہیں ہوتا اور پھر اگر سلطان صفدر علیؒ کی موجودگی میں سلطان محمد اصغر علیؒ کو ظاہری خلافت بھی عطا کر دی جاتی تو خاندان اسے قبول نہ کرتا اور کسی فتنہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہوتا اور یہ خاندانی رواج کے بھی خلاف ہوتا اس لیے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ورنہ امانتِ الٰہیہ اور امانتِ فقر کے ازل سے وارث سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ ہی تھے یا دوسرے الفاظ میں حقیقی اور باطنی خلافت (امانتِ الٰہیہ، امانتِ فقر) آپؒ ہی کے پاس تھی اور ظاہری خلافت سلطان محمد صفدر علیؒ کے پاس تھی۔

کیا مرشد کامل ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی خلافت عطا کرتا ہے؟ اس کے بارے میں سید امیر خان نیازی مرحوم سلطان الفقر ششم حضرت

سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک روایت بیان کیا کرتے تھے لیکن سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد انہوں نے یہ روایت بیان کرنا بند کر دی اور خاموشی اختیار فرمالی۔ سید امیر خان نیازی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جنوری 2003ء میں وہ ایک مرتبہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں تھے اور گاڑی کی پچھلی نشست پر اُن کے ساتھ ملک شیر محمد اور ایک اور صاحب بھی تھے۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''نیازی صاحب ہم نے ایک ظاہری خلافت عطا کرنی ہے اور ایک باطنی خلافت (امانتِ فقر)۔'' نیازی صاحب فرماتے تھے کہ انہوں نے ناموں کے متعلق پوچھا کہ کس کو ظاہری خلافت عطا کرنی ہے اور کس کو باطنی؟ تو سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا۔ نیازی صاحب کے خیال میں دوسرے لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خاموشی اختیار فرمالی۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر دوسرے لوگ موجود نہ ہوتے تو اُن کو ناموں کا پتہ چل جاتا حالانکہ نیازی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ایسے راز ظاہر نہیں کیے جاتے۔

جب 13 نومبر 1986ء کو سلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے ظاہری طور پر بھی مسندِ تلقین و ارشاد سنبھال لی۔ لیکن یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ 13 اپریل 1981ء سے 13 نومبر 1986ء کے عرصہ کے دوران جب آپ رحمتہ اللہ علیہ ظاہری طور پر خاموشی کا زمانہ گزار رہے تھے اس دوران بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وسیلہ سے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت نصیب ہوئی۔ اس کو ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ ''صاحبِ اسم'' مرشد تھے اور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ تھے۔ صاحبِ اسم اور صاحبِ مسمّٰی مرشد میں فرق کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے عین الفقر میں یوں بیان فرمایا ہے:

- صاحبِ اسم صاحبِ ذکر ہے اور صاحبِ اسم ''مقامِ خَلق'' (مخلوق، یا مقامِ ناسوت) پر ہوتا ہے اور صاحبِ مسمّٰی صاحبِ استغراق ہے اور صاحبِ مسمّٰی مقامِ ''غیر مخلوق'' (مقامِ احدیت) پر ہوتا ہے۔ صاحبِ مسمّٰی پر ذکر حرام ہے کہ وہ ظاہر باطن میں ہر وقت غرق فنافی اللہ ہوتا ہے۔ (عین الفقر)

صاحبِ مسمّٰی مرشد کی تعریف کرتے ہوئے سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ محک الفقر کلاں میں فرماتے ہیں:

- اس راہ (فقر) کا تعلق عرف (شہرت، نام و ناموس) سے نہیں عرفانِ حق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ مطلق مسمّٰی فنافی اللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ راہ معرفتِ مسمّٰی کا تعلق گفتگو سے نہیں عطائے الٰہی سے ہے اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے اور وہی اسے جانتا و پہچانتا ہے۔

- مسمّٰی آں کہ باشد لازوالی نہ آں جا ذکر و فکر نہ وصالی
بود غرقش بہ وحدت عین دانی فنافی اللہ شود سرِّ نہانی

ترجمہ: مقامِ مسمّٰی لازوال مقام ہے جہاں پر ذکر، فکر و وصال کی گنجائش نہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر طالبِ اللہ فنافی اللہ فقیر ہو جاتا ہے اور اُس پر رازِ

پنہاں ظاہر ہو جاتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

اب سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے مسندِ ارشاد سنبھالنے کی طرف آتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی امانتِ الٰہیہ یا امانتِ فقر کے حقیقی وارث تھے اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مسندِ تلقین وارشاد اپنے مرشد کے وصال کے فوراً بعد 13 اپریل 1981ء کو ہی سنبھال لی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر کے رہتا ہے۔

مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ

مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کی جو صفات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں بیان فرمائی ہیں سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ ان کی مکمل اور جامع تصویر تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ مرتبہ سلطان الفقر پر فائز ہیں۔ جو سلطان الفقر کی شان ہوتی ہے وہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شان ہے اور سلطان الفقر کی تعریف رسالہ روحی شریف میں یہ فرمائی گئی ہے:

✤ ''ان کی نظر سراسر نورِ وحدت اور کیمیائے عزت ہے۔ جس طالب پر اُن کی نگاہ پڑ جاتی ہے وہ مشاہدۂ حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے گویا اس کا پورا وجود نورِ مطلق بن گیا ہو۔ انہیں طالبوں کو ظاہری ورد و وظائف اور چلہ کشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ سلطان الفقر کی اسی صفت کا مظہر تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں کو ریاضتوں، وظائف اور چلہ کشی کی مشقت میں نہیں ڈالا بلکہ محض اسمِ اللہ ذات کے تصور، اپنی صحبت اور نگاہِ کامل کی تاثیر سے زنگ آلود قلوب کو نورِ اسمِ اللہ ذات سے منور فرمایا۔ اس فقیر کا مشاہدہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک بار کی توجہ ہزار ہا ورد و وظائف سے بہتر تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ نور تھی، جس پر یہ کیمیائی نگاہ پڑی وہ نورِ مطلق بن گیا۔ اس خادم نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں لکھی ایک منقبت میں اس کا اظہار یوں کیا ہے:

✤ آپؒ کی نگاہِ کامل سے ناقصوں کو کمال ملا ‖ ملا سب کو عشق مگر خواص کو مانندِ بلالؓ ملا
✤ وہ محفلِ عشاق میں آپؒ کا دبے پاؤں آنا ‖ عاشقوں سے نگاہیں ملا کے وہ نگاہوں کا جھکانا
ہلکے سے تبسم سے وہ دِلوں کو گرمانا ‖ دید میں تڑپتی روحوں کو ایک نظر سے دیوانہ بنانا
نجیبؔ ہوا انہی اداؤں سے گھائل دلبر جانی ‖ سلطان محمد اصغر علیؒ مظہر ذاتِ ربانی

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے بعد جتنے بھی مشائخ سروری قادری یا سروری قادری سلسلہ میں جو بھی فقرا اور خلفا گزرے ہیں انہوں نے لوگوں کو صرف اسمِ اللہ ذات کے ذکر کی پہلی منزل ''اَللّٰہُ ھُوْ'' عطا فرمائی لیکن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی وہ ذات ہیں کہ جنہوں نے سلطان الاذکار ''ذکرِ ھُو'' کو خواص کی بجائے عام لوگوں میں عام کیا اور خاص الخاص طالبانِ مولیٰ کو سونے کا اسمِ ذات عطا فرمایا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جس زمانہ میں مسندِ تلقین و ارشاد پر فائز ہوئے لوگ حُبِ دنیا اور تصورِ مادیت میں غرق تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ظلمت و گمراہی کے دور میں اسمِ اللہ ذات کا تصور عطا کر کے مشاہدہ سے کمال بخشا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد

اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک فیض پہنچانے کے لئے طالبِ مولیٰ کیلئے یہ مشکل بھی آسان کر دی کہ برسوں کی محنت و مشقت کی بجائے پہلے ہی دن اسم اللہ ذات عطا فرما دیتے بلکہ بغیر بیعت کے بھی عطا فرما دیا کرتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جن لوگوں سے ریاضت کرانا چاہی انہیں جنگل یا غار میں رہنے کی بجائے تصورِ اسم اللہ ذات، صحبتِ مرشد اور مرشد کے لیے مختلف فرائض کی انجام دہی کا حکم دیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے طالبوں اور مریدین پر اس قدر مہربان اور شفیق تھے کہ ایک طالبِ مولیٰ کی غلطی پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''بیٹا مرشد کامل اپنے طالب (طالبِ صادق) سے کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ جو مرشد اپنے طالب (طالبِ صادق) سے ناراض ہوتا ہے اس میں خود نقص ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ملک بھر میں سفر کر کے لوگوں کو ان کے گھروں میں جا کر فیض یاب فرمایا۔ ایسے ہزاروں لوگوں کی مثالیں موجود ہیں جو آپ رحمتہ اللہ علیہ تک نہیں پہنچ سکے مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں اسمِ اللہ ذات کے فیض سے مستفیض کیا اور ان کے باطن کو منور کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے طالبوں کو ظاہری و باطنی ہر طریقے سے محبت کے انداز میں تلقین فرمائی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مہربان اور شفیق انداز سے محسوس ہوتا کہ طالب، طالب نہیں بلکہ مطلوب ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لاکھوں لوگوں کو واصل باللہ کر کے عارف باللہ بنایا اور ہزاروں خوش نصیبوں کو دریائے توحید میں غوطہ دے کر فنا فی اللہ کے مقام تک پہنچایا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ لوگوں کی توجہ ایک نکتہ پر مرکوز کراتے۔ جب وہ نکتہ سمجھ آ جائے تو پھر تفاسیر میں پڑنے کی حاجت نہیں رہتی۔ اور وہ نکتہ ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے۔ یہ ایسا طریقہ ہے جسے دوسرے عارفین نے بھی بیان کیا ہے۔ حضرت بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- پھڑ نکتہ چھڈ کتاباں نوں کر بند کفر دیاں باباں نوں

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''علم کثیر ہے مگر بندہ کی عمر قلیل ہے لہٰذا اس مختصر عمر میں وہ علم حاصل کر جو 'معلوم' تک پہنچا دے۔''

گویا آپ نے کثرت والے علم سے بچا کر وحدت (توحید) کے ایک نکتہ پر مرکوز ہونے کی تعلیم دی جس سے ہزاروں لوگ آسانی سے حقیقت سے روشناس ہو گئے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ تھے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- مرشدانِ کامل دنیا میں بہت پائے جاتے ہیں اور مرشدِ کامل طالبِ خالص کو سات دن کی توجہ سے واصل باللہ کرتا ہے۔ مرشدانِ مکمل دنیا میں چند پائے جاتے ہیں اور مرشدِ مکمل طالبِ خالص کو لگاتار چوبیس گھنٹے کی توجہ سے واصل باللہ کرتا ہے اور مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ دنیا میں ایک وقت میں صرف ایک ہوتا ہے جو مظہرِ ذاتِ الٰہی، امام الوقت اور خلیفۂ وقت ہوتا ہے۔ اس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ (جب فقر جب مکمل ہوتا ہے پس وہی اللہ ہے)۔ ایسے مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کی ایک نگاہِ کیمیا اثر ہی طالب کو رازِ فقر تک پہنچا دیتی ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک اسم اللہ ذات کا مظہر

تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ راہِ فقر میں مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی سروری قادری کی راہنمائی اور راہبری لازمی قرار دیتے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جولوگ مرشد کامل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر قربِ الٰہی اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ کذاب ہیں۔ان کی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ طریقت، فقر یا تصوف کی تاریخ میں آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر خود بخود راہِ سلوک کی منازل طے کرتا ہوا قربِ الٰہی میں پہنچ گیا ہو۔
- میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ آج کل مرشد کامل نایاب ہیں اور ہر طرف جعلی، فریبی، دھوکہ باز مرشد کا روپ دھار کر بیٹھے ہوئے ہیں۔بھائی اگر تم دنیا اور جنت کی طلب میں نکلو گے تو انہی لوگوں کے ہتھے چڑھو گے۔کوئی طالبِ صادق جو صدق سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا خواہاں ہو وہ کبھی بھی جعلسازوں کے ہتھے نہیں چڑھتا کیونکہ اس کا نگہبان وہ ہوتا ہے جس کی تلاش میں وہ نکلا ہوا ہوتا ہے۔پہلے اپنی طلب کو دیکھ اور درست کر پھر مرشد کی تلاش کر تجھے منزل مل جائے گی۔جب اللہ تعالیٰ کی طلب رکھنے والے، اس کی پہچان اور تلاش میں نکلنے والے ہی نہیں رہے تو مرشد کامل اکمل نے بھی ان دنیاداروں سے اپنے آپ کو چھپا لیا۔میں پھر کہتا ہوں صادق دل اور خلوصِ نیت اور دل سے تعصب کی عینک اتار کر تلاش کر تجھے اپنی منزل مل جائے گی۔ابوجہل اور ابولہب قریب ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچان نہ سکے، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے طلبِ صادق کی وجہ سے دور ہوتے ہوئے بھی پہچان لیا۔
- مرشد کامل اکمل وہ ہوتا ہے جو طالب سے ریاضت، چلہ کشی اور ورد و وظائف نہیں کرواتا بلکہ اسمِ اللہ ذات اور تصورِ اسمِ محمد ﷺ کی راہ جانتا ہے۔وہ طالب کو اسمِ اللہ ذات کا دائمی ذکر اور تصور کے لئے اسمِ اللہ اور اسمِ محمد ﷺ کا سنہری نقش عطا کرتا ہے اور مشقِ مرقوم وجودیہ کی راہ دکھا کر اسے راہِ فقر پر گامزن کر دیتا ہے کیونکہ یہ وہ طریق ہے جو سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اور کتب میں درج نہیں۔مرشد کامل ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات کے ذریعے طالب کے قلب اور وجود کو پاک کر کے اسے ربّ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔جو مرشد یہ نہیں کر سکتا وہ ناقص ہے، اس کی اتباع نہیں کرنی چاہیے۔
- مرشد کامل کی مجلس میں بیٹھنے سے دل میں محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ کون سا دوست افضل اور بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جس کا دیدار تمہیں اللہ کی یاد دلائے اور جس کی گفتار تمہارے عمل میں زیادتی کا باعث بنے۔''
- طالب کو چاہیے کہ مشاہدۂ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لئے ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات یا تصورِ اسمِ محمد ﷺ (جیسا مرشد حکم دے) جاری رکھے اور مرشد کی مجلس میں حاضری کی کثرت رکھے کیونکہ مرشد کی صحبت اور مجلس ہی ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جس میں زنگ آلود قلوب کو پاک اور صاف کر کے ان میں نورِ ایمان داخل کیا جاتا ہے۔مرشد کی ایک نگاہ وہ کام کرتی ہے جو ذکر و تصور چھ ماہ میں بھی نہیں کر سکتا جیسا کہ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''صحبت پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں۔'' طالب کو چاہیے کہ اگر مرشد کی بارگاہ میں روزانہ حاضر نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو مہینہ میں ایک بار ضرور مرشد کی مجلس میں صدق اور یقین کے ساتھ

حاضر ہو کیونکہ مرشد کی محفل اور مجلس میں حاضری کے بغیر اسمِ اللہ ذات بھی دل میں قرار نہیں پکڑتا۔

- مرشد کامل سروری قادری ہر مقام پر حاضر اور ہر کام پر قادر ہوتا ہے بس طالب کا صادق ہونا ضروری ہے۔
- ابتدا میں اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور طالب کے دل میں مرشد کی محبت پیدا کرتا ہے۔ غور وفکر کی بات یہ ہے کہ طالب تصور تو اسمِ اللہ ذات کا کر رہا ہے اور دل میں محبت مرشد کی پیدا ہو رہی ہے جبکہ اصول تو یہ ہے کہ جس کا تصور کیا جائے اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مرشد سے یہ محبت طالب کو بار بار اس کی محفل میں لے جاتی ہے اور پھر یہ محبت عشق بن جاتی ہے، پھر یہ عشق آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارک کی طرف منتقل ہوتا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کے عشق میں تبدیل ہو جاتا ہے اور طالب اپنی منزل کو پا لیتا ہے۔
- مرشد کامل کی نگاہ راہِ فقر کے تمام امراض لالچ، حسد، تکبر، کینہ، انانیت، ہوس، بغض، حبِ دنیا اور حبِ عقبیٰ کو ختم کر دیتی ہے۔
- مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر کی گئی عبادات سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتے ہیں لیکن مشاہدۂ حق تعالیٰ، حضورِ قلب، اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قربِ الٰہی مرشد کامل اکمل کی راہبری کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔
- مرشد کامل فقر کے راستہ کو مختصر کر دیتا ہے اور سالوں کا فاصلہ دنوں میں طے کرا دیتا ہے۔ جو مرشد کامل کے بغیر اس راستہ پر چلتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے اور تمام عمر بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ حدیث شریف ہے ''جس کا شیخ (مرشد) نہیں اس کا شیخ (مرشد) شیطان ہوتا ہے۔''
- مرشد کے بغیر راہِ فقر پر سفر تو بہت دور کی بات اس کے بغیر تو اس راہ پر سفر کی ابتدا بھی نہیں ہو سکتی۔
- تصورِ اسمِ اللہ ذات سے ظاہر ہونے والے اسرار اور انوار و تجلیات کو اگر طالب نہ سمجھ سکے اور کشمکش میں مبتلا ہو تو مرشد کو چاہیے کہ طالب کو تصورِ اسم محمد ﷺ عطا کرے کیونکہ اسمِ محمد ﷺ صراطِ مستقیم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔''

اس فقیر نے اپنی پوری زندگی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک سے زیادہ پُر نور چہرہ نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حسین و جمیل کسی کو دیکھا۔ جو سعید قلب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار کرتا بس آپ کے دیدار میں محو ہو جاتا اور آپ کا ہی ہو کر رہ جاتا۔ وصال کے بعد بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض جاری ہے کیونکہ سلطان الفقر کو جاودانی زندگی حاصل ہے۔

فیضِ اسمِ اللہ ذات

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے ''اسمِ اللہ ذات'' کا فیض جتنا عام کیا آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پہلے کسی اور نے نہیں کیا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صوفیا کرام کا یہ قول کہ اسمِ اعظم کو چھپانا لازم اور ظاہر کرنا حرام ہے، الٹ کر اسمِ اعظم کا چھپانا حرام اور ظاہر کرنا لازم قرار دے دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پوری زندگی اسمِ اللہ ذات کے فیض کو عام کرنے میں گزری اور اس کے لیے شہر شہر اور گاؤں گاؤں گھوم کر لوگوں کو معرفتِ الٰہی کے لیے اسمِ اللہ ذات کی دعوت دیتے رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہر آنے والے کو ''اسمِ اللہ ذات'' کا ذکر و تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ عطا فرمایا کرتے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اسمِ اللہ ذات (اللہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ھُو) اسمِ اعظم ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ نُور ہے جو سالک (طالب) کو مالک (اللہ) تک لے جاتا ہے۔ جس دل کے اندر یہ نقش ہو کر قرار پا گیا اس کے سامنے کائنات کا کوئی راز باقی نہ رہا اور وہ محرمِ راز ہو گیا۔ بشرطیکہ یہ اسمِ اعظم طالب کو کسی مرشد کامل صاحبِ مسمّٰی سے حاصل ہوا ہو۔
- اسمِ اللہ ذات تمام باطنی علوم کا منبع ہے۔ اس کے ذکر اور تصور سے باطن میں سب سے اعلیٰ مراتب یا مقام (دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری) حاصل ہوتے ہیں جو کسی دوسرے ذکر، فکر اور عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتے خواہ ساری زندگی دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے اور کمر کبڑی ہو جائے۔
- عرفانِ نفس یا انسان کو اپنی ذات کی پہچان صرف اسمِ اللہ ذات ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ کوئی دوسرا ذکر، فکر یا عبادت انسان کے باطن کے بند دروازے کے قفل کو نہیں کھول سکتی۔
- اسمِ اللہ ذات دل کی کنجی ہے۔
- اسمِ اللہ ذات سے دل کے آئینہ سے زنگ اُتر جاتا ہے اور وہ روشن اور صاف ہو جاتا ہے۔
- اسمِ اللہ ذات کا تصور دِل کو پاک کر دیتا ہے اور اس کی تاثیر پورے جسم میں اس طرح اثر کرتی ہے جیسے گولی پیٹ میں جاتی ہے اور جسم کے کسی حصہ میں ہونے والی تکلیف کو سکون پہنچتا ہے۔ اسی طرح ٹیکہ بازو میں لگتا ہے جبکہ زخم اگر پاؤں پر ہو تو ٹھیک ہو جاتا ہے۔ جب انسان اسمِ اللہ ذات کا دل میں ذکر کرتا ہے اور اس کا تصور کرتا ہے تو پہلے دل اور پھر پورا جسم اس کی تاثیر سے پاکیزہ ہو جاتا ہے۔
- اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے۔ یہ اس وقت اثر کرتا ہے جب کسی صاحبِ راز مرشد کامل اکمل سے حاصل ہوا ہو۔

- جس نے ذکرِ اسمِ **اللہ** ذات سے اپنی سانسوں کو اور تصورِ اسمِ **اللہ** ذات سے اپنے قلب (باطن) کو زندہ نہ کیا وہ دنیا سے بے مراد گیا۔
- 'ھُو' سلطان الاذکار ہے۔ جو ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو گیا وہی ''سلطان'' ہے۔
- جو اللہ تعالیٰ کی پہچان اور دیدار حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے کسی صاحبِ مسمّٰی سروری قادری مرشد کامل اکمل کی تلاش کرے اور پھر اس سے ذکر اور تصورِ اسمِ **اللہ** ذات طلب کرے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں کو اسمِ **اللہ** ذات ہی کی تلقین فرمائی اور ذکر و تصورِ اسمِ **اللہ** ذات کو زنگ آلود قلوب کو منوّر کرنے کا نسخہ اور باطن کی کنجی قرار دیا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ ذکر و تصورِ اسمِ **اللہ** ذات کے ساتھ مشق مرقومِ وجودیہ بھی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ مشق مرقومِ وجودیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

- قیامت کے دِن سب لوگ اللہ پاک کی بارگاہ میں فطری لباس میں پیش ہوں گے لیکن مشق مرقومِ وجودیہ اسمِ **اللہ** ذات کرنے والا شخص جب اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش ہو گا تو اس کا لباس ہی نورِ اسمِ **اللہ** ذات ہو گا۔
- مشق مرقومِ وجودیہ کرنے والے شخص کے جسم کو قبر کی مٹی نہیں کھاتی اور اس کا جسم قیامت تک محفوظ رہتا ہے۔ موت کے بعد اس کی قبر زندہ ہو جاتی ہے۔

نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، قبر جنہاں دی جیوے ھُو

مفہوم: اصل فقیر تو وہ ہوتے ہیں جن کی موت کے بعد بھی اُن کی قبر سے لوگوں کو روحانی فیض ملتا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کئی لاکھ انسانوں کو اسمِ **اللہ** ذات عطا فرمایا اور بھولے بھٹکے راہی اپنی نگاہِ اکمل سے صراطِ مستقیم کے مبلغ بنا دیئے۔ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں اسمِ **اللہ** ذات کا فیض جاری و ساری فرمایا جو قیامت تک جاری رہے گا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں جتنا سفر فرمایا ہے اس میں ان گنت طالبانِ مولیٰ کی بے مثال رہنمائی فرمائی۔ اس دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ سورہ احزاب کی یہ آیت اکثر تلاوت فرما کر ساتھ ساتھ ترجمہ اور مفصّل طریقے سے تفسیر بھی بیان فرماتے:

- اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۙ (سورۃ الاحزاب۔72)

ترجمہ: ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔ (صفحہ 391)

آپ رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ''وہ امانت کیا ہے؟ وہ امانت اسمِ **اللہ** ذات ہے جو ہر انسان کے سینے میں موجود ہے جسکی وجہ سے ہر انسان فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے چاہے اس بچے کے والدین غیر مسلم کیوں نہ ہو۔ کل بروز قیامت اس امانت کو صحیح سلامت لے جانے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔'' اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ قرآنِ مجید کی یہ آیتِ مبارک پڑھا کرتے تھے:

◆ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ (سورۃ الشعراء۔ 88,89)

ترجمہ اس (قیامت کے) دن نہ تمہارا مال کام آئے گا اور نہ اولاد بلکہ سلامتی والا دل کام آئے گا۔

پھر اس کی وضاحت فرماتے کہ دل کے اندر اسم اللہ ذات بطورِ امانت موجود ہے، جب تک ذکر اور تصورِ اسم اللہ ذات نہ کیا جائے تب تک نہ دل پاک ہوتا ہے اور نہ وہ امانت بندہ صحیح سلامت واپس لے جا سکتا ہے، نہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور نہ سکونِ قلب ملتا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ خاص الخاص طالبانِ مولیٰ کو تصور کے لئے سونے سے لکھا ہوا اسم اللہ ذات اور سلطان الاذکار اسمِ ھُو کا ذکر عطا فرماتے اور انہیں مشق مرقومِ وجودیہ بتائی جاتی جس پر عمل سے وہ دائمی حضوری کا شرف حاصل کرتے۔ ابتدا میں طالبوں کو شائع شدہ (Printed) اسمِ اللہ ذات تصور کے لیے اور اسم اللہ ذات کے ذکر کی پہلی منزل اللہ عطا کی جاتی۔

اس فقیر کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک چھپے ہوئے (Printed) اور سونے کے اسمِ اللہ ذات تیار کروانے کا شرف حاصل رہا ہے۔ سونے کے اسمِ اللہ ذات تیار کروانے کی ڈیوٹی ایسا اعزاز تھا کہ وہ شروع ہی اس فقیر سے ہوئی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک جاری رہی جیسا کہ طارق اسماعیل ساگر نے 'صاحبِ لولاک' کے بارِ اوّل (اپریل 2004) میں بھی ذکر کیا ہے۔ سلطان الفقر ششم رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ خالد کی زبانی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے آخری لمحات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

✲ آپ رحمتہ اللہ علیہ (سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ) نے آخری لمحات میں ہمارے ساتھی نجیب الرحمٰن صاحب سے اسمِ اللہ ذات کے متعلق پوچھا جو لاہور میں سونے کے اسمِ اللہ ذات تیار کرواتے تھے۔ اِن دنوں آپ کے گھر سے اپنے والد مرشد کے زمانے کے دو پرانے اسم اللہ ذات ملے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نجیب الرحمٰن صاحب سے کہا کہ اس طرح کے اسم اللہ ذات ہمارے لیے بھی تیار کروائیں۔ پھر پوچھا کتنے دِن لگیں گے۔ [1]

یاد رکھیئے کہ سلسلہ سروری قادری کے ہر شیخ نے اسمِ اعظم اسمِ اللہ ذات عطا فرمایا لیکن اسمِ اعظم اسمِ اللہ ذات کو جس قدر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے عام فرمایا اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فیض مخصوص لوگوں کے لئے نہیں تھا بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''ملک بھر میں تمام لوگوں کو اسمِ اللہ ذات کی دعوت دو، انہیں بلاؤ اللہ کی طرف کیوں کہ اسی میں ان کی فلاح ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ وہ ذات ہیں جنہوں نے سلطان الاذکار ''ذکرِ ھُو'' کو عام کیا۔ اس سے پہلے مشائخ سروری قادری صرف اسم اللہ ذات کی پہلی منزل کا ذکر عطا فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے امانتِ فقر کی صورت میں اسم اللہ ذات اس فقیر کے سپرد فرمایا تو وصیت فرمائی ''بھائی نجیب الرحمٰن آپ ابتدا میں ہی ذکرِ ھُو عطا کر دیا کریں کیونکہ اب اس پُرفتن، مصروفیت اور مادیت پرستی کے دور میں انسان کے پاس اتنا

[1] صفحہ نمبر 273 تا 274۔ سنِ اشاعت اپریل 2004ء۔ پہلا ایڈیشن ناشر مکتبہ العارفین لاہور۔ بعد کے ایڈیشن جو العارفین پبلیکیشنز لاہور نے شائع کیے ان میں سے یہ پیرا نکال دیا گیا ہے۔

وقت بھی نہیں کہ وہ اسمِ اللہ ذات کی چاروں منازل سے گزر سکے اور مشقت برداشت کر سکے۔'' اس کے ساتھ ساتھ اسمِ محمدؐ کے فیض کو عام کرنے کا بھی حکم فرمایا۔ یوں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قیامت تک سروری قادری مشائخ پر ابتدا میں ہی بیعت کے بعد ذکرِ ھُو عطا کرنا لازم کر دیا یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان الاذکار اسمِ ھُو کا فیض قیامت تک عام فرما گئے۔

دعوتِ فقر کے لیے جدوجہد اور مساعی

۱۔ اصلاحی جماعت کا قیام

صاحبزادہ سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ نے یکم جنوری 1986ء کو ایک انجمن قائم کی تھی جس کا نام ''انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھُو سلطان پاکستان و عالمِ اسلام'' رکھا۔ اس انجمن کے قیام کا بنیادی مقصد آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے وابستہ مریدین کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا تھا۔ 13 نومبر[۱] 1986ء کو صاحبزادہ سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔

سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے ظاہری طور پر بھی سلسلہ سروری قادری کی امامت کو سنبھال لیا اور ''اصلاحی جماعت'' کے نام سے ایک نئی جماعت 27 فروری 1989ء کو قائم کی۔ اصلاحی جماعت کا اپنا منشور اور پرچم تھا۔ اس جماعت کا مقصد اسم اللہ ذات کے فیض کو عام کرنا اور طالبانِ مولیٰ کی باطنی تربیت اور تزکیۂ نفس کرنا تھا۔

سلسلہ سروری قادری کی امامت سنبھالتے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ علما صرف ظاہر پر توجہ دے رہے ہیں باطن کی طرف اُن کی نظر نہیں ہے اور اسلام کی عبادات روح سے خالی ہو چکی ہیں۔ مسلمان ظاہر پر توجہ کی شدت سے مختلف فرقوں اور مسلکوں میں تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات فرقہ پرستی کے اندھیروں میں گم ہوتی جا رہی ہیں لہٰذا ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن میں بھی لوگوں کی تربیت کرے۔ اس لیے ''اصلاحی جماعت'' کو اللہ تعالیٰ کے اس آفاقی حکم کے تحت وجود میں لایا گیا:

✦ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (سورہ آل عمران - 104)

ترجمہ: اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، انہیں معرفتِ حق تعالیٰ کی تلقین کرے اور برائی سے روکے اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے۔

معروف سے مراد ''واقف ہونا'' ہے۔ امر بالمعروف کے معنی اللہ سے واقف ہونے یا اللہ کی معرفت حاصل کرنے کا حکم دینے کے ہیں۔ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف ہر صاحبِ صدق مسلمان پر فرض ہے۔ امر بالمعروف یا معرفت کی راہ، فقر کی راہ ہے۔

۱۔ سید امیر خان نیازی نے صراط الصالحین جلد اوّل میں تاریخِ وصال 13 نومبر 1986ء اور سلطان الطاف علی نے مرآتِ سلطانی میں 28 اکتوبر 1986ء درج فرمائی ہے۔

انسان کی زندگی کا مقصد معرفتِ حق تعالیٰ کا حصول ہے اوراس ذات کی معرفت کیلئے اسمِ اللہ ذات کی طلب وتلاش شرط ہے۔ جسے اسمِ اللہ ذات مل جاتا ہے اسے دو جہان کی روشن ضمیری حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کا دل باصفا اور روشن آئینہ بن جاتا ہے اور وہ دل میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کے مشاہدہ سے معرفتِ حقیقی پالیتا ہے، اس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو جاتا ہے۔ اسمِ اللہ ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہے اور اس کی جملہ صفات اسمِ اللہ میں مجمل ہیں۔ جب یہ اسمِ مجمل کسی صاحبِ راز کے سینہ میں منور ہوتا ہے تو اس کے نور سے دل کی کتاب تمام صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر مفصّل ہو جاتی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

◆ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (سورۃ الذاریٰت۔21)

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم (غور سے) نہیں دیکھتے۔

جس کا دل تمام صفاتِ الٰہیہ کی کتابِ مفصّل ہو وہ صاحبِ مسمّٰی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے پہلے خود اسمِ ذات اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ (سورۃ العلق۔01) (ترجمہ: پڑھ اپنے ربّ کے نام (اللہ) سے جس نے تجھے پیدا کیا) کی تعلیم دی پھر دوسروں کے تزکیہ وتعلیم کا حکم فرمایا:

◆ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ (سورۃ الجمعہ۔2)

ترجمہ: اور انہیں پاک کیجیے اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی نگاہِ پاک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو پاک فرمایا۔ ذکرِ اللہ سے وحدت کی تعلیم دی اور فکری ونظری ارتکاز بخشا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت مبارکہ اور ہر قول وفعل نکتۂ وحدت پر ارتکاز کی تعلیم دیتا ہے۔ جبکہ شرک کی وضاحت جو اللہ پاک نے قرآنِ مجید میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے:

◆ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (سورۃ الجاثیہ۔23)

ترجمہ: کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنے نفس کی خواہشات کو الٰہ (معبود) بنالیا ہے۔

چونکہ نفس کا تعلق عالمِ خَلق سے ہے اس لئے اس کی خواہشات تصورِ حقیقی سے ہٹ کر مادی تصورات میں الجھ جاتی ہیں۔ اسے مادیت اور اس کے تصور کو دنیا، پردہ اور بشریت کہتے ہیں جس کی نفی لازم ہے۔

مرشد کامل اکمل سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے تصورِ اسمِ اللہ ذات کا فیض عام فرما کر دلوں میں اللہ کا نام نقش کر دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بات واضح کر دی کہ تمام مادی تصورات کی نفی "لَآ اِلٰهَ" کر کے ذاتِ واحد "اِلَّا اللّٰهُ" کا تصور دل میں قائم کرنے سے ہی انسان کی زندگی کا مقصد یعنی معرفتِ الٰہی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ عین حقیقت ہے کہ جس چیز کو فنا ہے اس کا تصور بھی فانی اور غیر حقیقی ہے۔ تمام مخلوق فانی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کو بقا ہے اس لئے عقل مند وہ ہے جو اپنے دل کو غیر اللہ سے پاک کر لے اور ہر غیر کی محبت کو کدورت سمجھتے ہوئے ان کے تصوراتی بتوں کو توڑ دے اور اسمِ اللہ ذات کا تصور دل میں نقش کر لے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ تھے۔ اصلاحی جماعت تبلیغ کے ذریعے لوگوں کو مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کی طرف متوجہ و مائل کر کے انہیں آپؒ کی بارگاہ میں پیش کر کے معرفتِ الٰہیہ سے فیض یاب ہونے کا موقع فراہم کرتی۔ آپؒ ہمیشہ لوگوں کو طلبِ دنیا سے ہٹا کر طالبِ مولیٰ بناتے رہے۔ انہیں خواہشاتِ نفس و دنیا سے نجات دلا کر قربِ الٰہی کی طرف متوجہ کرتے رہے اور خصائلِ رذیلہ سے پاک کر کے خصائلِ حمیدہ سے مزین کرتے رہے۔

آپؒ نے لاکھوں لوگوں کو اسمِ **اللہ** ذات عطا فرمایا اور بھولے بھٹکے راہی اپنی نگاہِ کامل سے صراطِ مستقیم کے مبلغ بنا دیئے۔ آپؒ نے دس ہزار[1] کے قریب سونے سے بنے ہوئے اسمِ **اللہ** ذات خاص الخاص لوگوں کو عطا فرمائے اور ان اسمِ **اللہ** ذات کی تیاری کا اعزاز اس فقیر کو نصیب ہوا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی ذاتِ مبارک ہی اصلاحی جماعت تھی اس لیے اصلاحی جماعت کے آپؒ ہی سرپرست تھے اور آخری لمحہ تک اس جماعت پر آپؒ نے اپنا ہی کنٹرول رکھا۔ آپؒ خود اپنی زیرِ نگرانی صدور (مبلغین) کو تبلیغ کے لیے روانہ فرماتے لیکن 2001ء میں حج کے بعد آپؒ نے محرم راز مل جانے کے بعد اس طرف توجہ دینی بند کر دی تھی۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے وصال کے ساتھ ہی اصلاحی جماعت کے جسد سے بھی روح نکل گئی۔

۲۔ عالمی تنظیم العارفین

عالمی تنظیم العارفین کے قیام کا ذکر کرنے سے قبل یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ اس نظریہ کے قائل تھے کہ ریاست کی حفاظت اور جہاد کی ذمہ داری ریاست کی فوج کی ہے، کسی تنظیم یا جماعت کی نہیں۔ آپؒ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مختلف فرقوں اور مسلکوں کی بنیاد پر قائم کی گئی تنظیموں اور جماعتوں کو مسلح تربیت دینا اور انہیں مسلح کرنا ملک میں خانہ جنگی، فساد اور انارکی کا باعث بن سکتا ہے۔ آپؒ پُرامن جدوجہد کے قائل تھے۔ اگر آپؒ کا یہ نقطۂ نظر نہ ہوتا تو 1989ء میں آپؒ اصلاحی جماعت کی بجائے جہادی تنظیم قائم فرماتے کیونکہ اس وقت تو افغان اور کشمیر جہاد اپنے عروج پر تھا۔ آپؒ کا مقصد قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ اور علامہ اقبالؒ کے نظریات کے مطابق جدید اسلامی فلاحی ریاست کا قیام تھا۔ کیا آج تک کہیں بھی صرف ظاہری جہاد کے ذریعے فلاحی ریاست قائم ہوئی ہے؟ اور پھر آج کے جدید دور میں ایسا کیسے ممکن ہے۔ فلاح کے لیے ظاہری جہاد سے زیادہ باطنی جہاد کی ضرورت ہے یعنی نفس کے خلاف جہاد کی جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہادِ اکبر قرار دیا ہے۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی تمام تر مساعی اسی مقصد کے لیے وقف تھیں کہ اُمت کو اس جہادِ اکبر کے ذریعے ظاہری و باطنی فلاح کی راہ پر گامزن کر کے پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنایا جا سکے۔

اُس دور میں برپا جہاد میں مال، نام اور شہرت بہت تھی۔ جہاد کی وجہ سے بہت سی گمنام جماعتیں چند سالوں میں ملک کی امیر ترین، نامور اور مشہور جماعتیں بن گئی تھیں۔ جن کے پاس سائیکل تھے وہ لینڈ کروزروں میں گھوم رہے تھے۔ اس صورتحال کو دیکھ کر اصلاحی جماعت کے اندر

[1] ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور شمارہ فروری 2004ء

بھی ایک گروپ ایسا پیدا ہو گیا تھا جو جماعت میں ''جہادی شعبہ'' قائم کرنا چاہتا تھا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ اس کی اجازت نہ دے رہے تھے کیونکہ اصلاحی جماعت کی تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب کے حوالے سے اپنی ایک پہچان تھی جو کہ مدتوں کی جدوجہد اور ریاضت سے قائم ہوئی تھی۔ اصلاحی جماعت کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ عام لوگوں سے چندہ یا فنڈ وصول نہیں کیا جا سکتا تھا، صرف مریدین سے چندہ یا فنڈ لینے کی اجازت تھی۔

اصلاحی جماعت کے چند بااثر لوگوں سلطان محمد علی صاحب، سلطان احمد علی صاحب، ڈاکٹر رفاقت سلطان، عنایت اللہ قادری، میاں ضیاء الدین، رانا تجمل حسین (مرحوم) نے اصلاحی جماعت کی بڑی اکثریت کو اس بات پر قائل کر لیا کہ جہاد کے لیے ایک تنظیم بنائی جائے۔ جب تمام لوگوں نے آپ ؒ کی بارگاہ میں ایک علیحدہ تنظیم قائم کرنے کی درخواست پیش کی تو آپ ؒ نے بے نیازی سے فرمایا ''قائم کر لو۔'' یوں 26 دسمبر 1999ء کو ''عالمی تنظیم العارفین'' کے نام سے نئی تنظیم وجود میں آ گئی جس کا پرچم اور منشور اصلاحی جماعت سے علیحدہ تھا۔ سلطان محمد علی سرپرست اعلیٰ، میاں ضیاء الدین صدر، عنائیت اللہ قادری نائب صدر اور ڈاکٹر رفاقت سلطان جنرل سیکرٹری مقرر ہو گئے۔ سلطان الفقر ششم سلطان محمد اصغر علی ؒ اصلاحی جماعت کے سرپرستِ اعلیٰ تھے بلکہ آپ کی ذات ہی اصلاحی جماعت تھی اس لیے آپ ؒ نے اپنے آپ کو عالمی تنظیم العارفین سے علیحدہ رکھا۔ جب اس جماعت کے عہدیداروں کی حرکات کی وجہ سے اصلاحی جماعت کی ساکھ بھی متاثر ہونے لگی اور جماعت میں انتشار پیدا ہونے لگا تو آپ ؒ نے 26 اپریل 2000ء کو داروغہ والا لاہور میں جماعت کے تمام عہدیداران کو برخاست کر دیا اور کچھ عرصہ بعد رانا تجمل حسین کو اس کا سربراہ بنایا لیکن پھر محمد شہباز کو اس کا انچارج مقرر کیا گیا۔ محمد شہباز نے چند ساتھیوں کو فوجی تربیت دلائی۔ آپ ؒ نے حتی المقدور ان کو کسی فوجی کارروائی میں حصہ نہ لینے دیا لیکن اکتوبر 2001ء[1] میں عالمی تنظیم العارفین نے کشمیر میں ایک کارروائی میں حصہ لیا۔ پھر آپ ؒ نے اِن لوگوں کو اصلاحی جماعت کے پروگراموں کی سیکورٹی پر لگا دیا۔ یوں عالمی تنظیم العارفین کوئی جہادی کام نہ کر سکی البتہ معرفتِ الٰہیہ کی دعوت کا کام اصلاحی جماعت نے سلطان الفقر ششم ؒ کے وصال تک جاری رکھا۔

۳۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین کا اجرا

دسمبر 1999ء میں سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ نے اس فقیر کو فقر کی تعلیمات اور اسمِ اللہ ذات کے فیض کو عام کرنے کے لیے ایک ماہانہ رسالہ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ میں چونکہ سرکاری ملازم تھا اور سرکاری ملازم کو اور کوئی کام کرنے کی قانونی طور پر اجازت نہیں ہوتی اس لیے آپ ؒ نے مجھے ابو المرتضیٰ کی کنیت سے اس رسالہ کا چیف ایڈیٹر مقرر فرمایا۔ دفتر اصلاحی جماعت داروغہ والا لاہور میں اس ماہانہ رسالہ 'مرآۃ العارفین' کا دفتر قائم کیا گیا۔ اپریل 2000ء میں مرآۃ العارفین لاہور کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ عالمی تنظیم العارفین کے عہدیداران کی مداخلت سے تنگ آ کر ستمبر 2000ء میں اس فقیر نے ماہنامہ مرآۃ العارفین کا دفتر داروغہ والا کے دفتر سے اپنے ملکیتی گھر

[1] ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور، شمارہ نومبر 2001ء

4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور منتقل کرلیا اور اکتوبر 2000ء کا شمارہ یہاں سے شائع ہوا۔ یہ گھر اس فقیر نے پہلے ہی اپنے محبوب مرشد پاک کے لیے وقف کر رکھا تھا اور یہاں اصلاحی جماعت کا دفتر اس فقیر کی زیرِ نگرانی کام کر رہا تھا۔ اس کا افتتاح سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے 18 نومبر 1998ء (28 رجب 1419ھ) بروز بدھ شام 4 بجے اصلاحی جماعت کا پرچم لہرا کر فرمایا تھا۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین کو یہ فقیر فقر کی تعلیمات کے مطابق سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک شائع کرتا رہا۔ لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اس ماہنامہ کا انتظام سلطان احمد علی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور آخر کار اگست 2004ء میں اس فقیر کو اس رسالہ سے فارغ کر دیا گیا اور طارق اسماعیل ساگر (مرحوم) کو ایڈیٹر مقرر کر دیا گیا۔

سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے فوراً بعد اس فقیر نے بحکمِ الٰہی و اجازتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسندِ تلقین و ارشاد سنبھال لی لیکن طالبانِ مولیٰ کو باقاعدہ بیعت کرنے کا آغاز 2005ء میں 14 اگست یعنی اپنے محبوب مرشد کے یومِ ولادت پر کیا۔ پھر ''ماہنامہ سلطان الفقر لاہور'' کا اجرا اگست 2006ء میں اپنے گھر مصطفیٰ ٹاؤن لاہور سے کیا۔ جولائی 2009ء میں اس فقیر کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ 4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور کے دفتر کو ''ناشر'' ماہنامہ مرآۃ العارفین دین کی بجائے دنیاوی اور کاروباری مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے تو یہ جگہ 3 اگست 2009ء کو مرآۃ العارفین کے ''ناشر'' سے خالی کروالی گئی۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال 26 دسمبر 2003ء سے لے کر 3 اگست 2009ء تک 5 سال سات ماہ اور سات دن یہ عمارت ان کے استعمال میں رہی لیکن اس فقیر نے اس کی واپسی کا کبھی مطالبہ تک نہ کیا۔ ستمبر 2009ء میں ماہنامہ سلطان الفقر لاہور کے دفاتر یہاں منتقل ہو گئے اور اکتوبر 2009ء کا شمارہ 4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور سے شائع ہوا یعنی تاریخ نے ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرایا اور حق اپنے مقام پر واپس آ گیا۔ اب یہاں سلسلہ سروری قادری کی خانقاہ ہے اور یہیں پر تحریک دعوتِ فقر، ماہنامہ سلطان الفقر، سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) اور سلطان الفقر ڈیجیٹل پروڈکشنز کے دفاتر ہیں۔

2016ء کے عرس سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے موقع پر اس فقیر کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آئندہ دور کے لیے مرکزِ فقر[1] ہونے کا اعزاز عطا کیا گیا اور ساتھ ہی حکم دیا گیا کہ ایک ظاہری مرکزِ فقر بھی تعمیر کریں۔ لہٰذا اس حکم کے مطابق فقیر نے اب سلسلہ سروری قادری کی نئی خانقاہ سلطان العاشقین اور مسجدِ زہراؓ تعمیر کروائی ہیں جو تمام مسلم اُمہ کے لیے فقر کے فیض کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ تحریک دعوتِ فقر کے تمام شعبہ جات اور دیگر تمام سرگرمیوں کا مرکز بھی ہوں گی۔

۴۔ مکتبہ العارفین کا قیام

اسمِ اللہ ذات کے فیض کو عام کرنے کے لیے 1994ء میں سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے اصلاحی جماعت کا شعبہ

[1] مرکزِ فقر کی حقیقت اور تفصیل جاننے کے لیے مطالعہ کریں کتاب ''سلطان العاشقین''۔

نشر واشاعت قائم کیا اور سید امیر خان نیازی مرحوم کو اس کا انچارج مقرر فرمایا۔ سب سے پہلے اس شعبہ سے اردو ترجمہ کے ساتھ حضرت سخی سلطان باھوؒ کی کتاب عین الفقر شائع ہوئی جس کا ترجمہ خود سید امیر خان نیازی نے کیا تھا۔ اس کے بعد اس شعبہ کے تحت کئی تراجم اور کتب شائع ہوئیں۔ تراجم میں کلید التوحید (خورد، کلاں)، نور الہدیٰ (کلاں)، شمس العارفین، مجالستہ النبیؐ اور کتب میں صراط الصالحین (حصہ اوّل و دوم) شامل ہیں۔

عالمی تنظیم العارفین کے قیام کے بعد تنظیم کے عہدیداروں نے مکتبہ العارفین قائم کیا جس کے دو جگہ دفاتر تھے۔ لاہور میں عامر طفیل اور جوہر آباد میں حمید سلطان اس کے انچارج تھے۔ دونوں جگہوں سے اس کا کام ہو رہا تھا۔ جب عالمی تنظیم العارفین کا کام سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے 26 اپریل 2000ء کو بند فرما دیا تو یہ شعبہ بھی بند ہو گیا۔ 19 نومبر 2001ء کو حاجی محمد نواز نے لاہور میں اس فقیر کے گھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی ''مکتبہ العارفین کی شائع کردہ مختلف اشیا لاہور اور جوہر آباد میں بند پڑی ہیں اور اس شعبہ کا کام بھی بند ہے۔ آپ حکم فرمائیں تو اس شعبہ کو ایک جگہ لاہور یا جوہر آباد میں قائم کر دیا جائے تا کہ مرکز ایک ہو۔ بہتر تو یہ ہے کہ یہ شعبہ لاہور میں عامر طفیل کے پاس رہے کیونکہ یہاں نشر واشاعت کے وسیع مواقع میسر ہیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا ''اس شعبہ کو بھائی نجیب الرحمٰن کے حوالہ کر دیا جائے۔'' اور یوں یہ شعبہ اس فقیر کے سپرد کیا گیا اور اس کا دفتر ماہنامہ مرآۃ العارفین کے دفتر 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور میں ہی قائم کیا گیا۔ اس شعبہ کے تحت سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک بہت سی کتب منظرِ عام پر آئیں جن میں گلدستہ ابیات وتعلیمات حضرت سخی سلطان باھوؒ، حقیقتِ اسمِ اللہ ذات، شان سلطان الفقر مع رسالہ روحی شریف، مرشد کامل، طریقت کیا ہے؟ ابیات وسوانح حیات حضرت سخی سلطان باھوؒ، گلدستہ ابیات ومناجات حضرت سخی سلطان پیر بہادر علی شاہؒ[1] اور دیگر بہت سے پمفلٹ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بیجز، ڈائریاں اور کیلنڈر وغیرہ بھی تیار کیے گئے۔

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اس شعبہ سے بھی اس فقیر کو علیحدہ کر دیا گیا۔ اس کا نام بدل کر العارفین پبلیکیشنز کر دیا گیا اور سلطان احمد علی نے اس کا انتظام سنبھال لیا۔ جس کا اشارہ مجھے یوں دیا گیا کہ ''صاحبِ لولاک'' کتاب سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال دسمبر 2003ء کے تین ماہ بعد 12 اپریل 2004ء کو منظرِ عام پر آئی۔ اس کی تیاری اور مواد کے لیے نہ تو مجھ سے رابطہ کیا گیا اور نہ ہی اس کی اشاعت کے لیے کوئی مشورہ کیا گیا۔ پھر اس فقیر نے 2005ء میں سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) کی بنیاد رکھی جس کے تحت اس کتاب کی اشاعت کے وقت تک مندرجہ ذیل اردو اور انگلش کتب شائع ہو چکی ہیں:

---

[1] ان کتب میں سے (۱) گلدستہ ابیات وتعلیمات حضرت سخی سلطان باھوؒ (۲) حقیقتِ اسم اللہ ذات (۳) ابیات وسوانح حیات حضرت سخی سلطان باھوؒ (۴) شان سلطان الفقر مع رسالہ روحی شریف (۵) گلدستہ ابیات ومناجات پیر بہادر علی شاہؒ اس فقیر کی تالیف ہیں۔ ان میں سے حقیقت اسم اللہ ذات کو ''چنبے دی بوٹی اسم اللہ ذات''، ابیات وسوانح حیات حضرت سخی سلطان باھوؒ کو ''ابیاتِ باھوؒ'' اور گلدستہ ابیات ومناجات پیر بہادر علی شاہؒ کو ''کلیات عارفانہ کلام شہبازِ عارفاں سیّد بہادر علی شاہ، سلطان الاولیا حضرت سلطان محمد عبدالعزیز، سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ'' کے نام سے ہو بہو سرقہ اور نقل کر کے ایم۔ اے۔ شاکر۔ راجن پور والے نے اپنے نام سے شائع کروایا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

1۔ حقیقت اسمِ اللہ ذات

2۔ مرشد کامل اکمل

3۔ شمس الفقرا

4۔ مجتبیٰ آخر زمانی

5۔ حقیقتِ محمدیہ

6۔ حقیقت عید میلاد النبیؐ

7۔ خلفائے راشدینؓ

8۔ فضائل اہلِ بیت اور صحابہ کرامؓ

9۔ حیات وتعلیمات سیّدنا غوث الاعظمؓ

10۔ سوانح حیات سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

11۔ ابیاتِ باھُوؒ کامل

12۔ کلام مشائخ سروری قادری

13 ابیاتِ باھُوؒ

14۔ فقرِ اقبالؒ

15۔ سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

16۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ حیات وتعلیمات

17۔ حقیقتِ نماز

18۔ حقیقتِ روزہ

19۔ حقیقتِ زکوٰۃ

20۔ حقیقتِ حج

21۔ سیّد الشہدا حضرت امام حسینؓ اور یزیدیت

22۔ نفس کے ناسور

23۔ تزکیۂ نفس کا نبویؐ طریق

24۔ مرآۃ العارفین ۔اُردو ترجمہ وشرح (تصنیفِ لطیف حضرت امام حسینؓ)

25۔ سرّالاسرار۔اُردوترجمہ مع عربی متن (تصنیفِ لطیف سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ)

26۔ الرسالۃ الغوثیہ۔اُردوترجمہ وشرح مع عربی متن (تصنیفِ لطیف سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ)

27۔ رسالہ روحی شریف۔اُردوترجمہ وشرح (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

28۔ کشف الاسرار۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

29۔ گنج الاسرار۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

30۔ شمس العارفین۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

31۔ سلطان الوھم۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

32۔ عین الفقر۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

33۔ امیر الکونین۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

34۔ محکم الفقرا۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

35۔ قربِ دیدار۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

36۔ نورالہدیٰ کلاں۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

37۔ کلید التوحید کلاں۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

38۔ نورالہدیٰ خورد۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

39۔ تلمیذ الرحمٰن۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

40۔ گنجِ دین۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

41۔ عین العارفین۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

42۔ سلطان العاشقین

43۔ کلام درشان سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

44۔ خانقاہ سلسلہ سروری قادری

45۔ بیعت کی اہمیت اور ضرورت

46۔ عقلِ بیدار۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

47۔ اورنگ شاہی۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

48۔ اسرارِ قادری۔اُردوترجمہ وفارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُوؒ)

49۔ کلید التوحید خورد۔ اُردو ترجمہ و فارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُو)

50۔ محک الفقر کلاں۔ اُردو ترجمہ و فارسی متن (تصنیفِ لطیف حضرت سخی سلطان باھُو)

51- Sufism - The Soul of Islam - English Translation
52- The Spiritual Guides of Sarwari Qadri Order
53- Sultan Bahoo - The Life and Teachings
54- The Mohammadan Reality
55- Life History of Sultan-ul-Tarikeen Hazrat Sakhi Sultan Syed Mohammad Abdullah Shah Madni Jilani
56- Sultan Bahoo
57- Sultan-ul-Faqr VI Sultan Mohammad Asghar Ali - Life and Teachings
58- The Divine Reality of Ism-e-Allah Zaat
59- The Perfect Spiritual Guide
60- The Spiritual Reality of Prayer (Salat)
61- The Spiritual Reality of Saum
62- The Spiritual Reality of Zakat
63- The Spiritual Reality of Hajj
64- Imam Hussain and Yazid
65- Purification of Innerself in Sufism
66- The Prophet Way of Purgation of Innerself
67- Risala Roohi Sharif - English Translation and exegesis (Author Sultan Bahoo)
68- Kashf-ul-Asrar - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
69- Ganj-ul-Asrar - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
70- Shams-ul-Arifeen - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
71- Sultan-ul-Waham - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
72- Ain-ul-Faqr - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
73- Ameer-ul-Kaunain - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
74- Mohkim-ul-Fuqara - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
75- Qurb-e-Deedar - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
76- Nur-ul-Huda Kalan - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
77- Kaleed-ul-Tauheed Kalan - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
78- Nur-ul-Huda Khurd - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
79- Talmeez-ur-Rehman - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)

80- Ganj-e-Deen - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
81- Ain-ul-Arifeen - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
82- Khanqah of Sarwari Qadri Order
83- Al-Bayah - Pledge of Allegiance in Sharia & Sufism
84- Celebration of Mawlid Al-Nabi
85- The Rashidun Caliphate
86- Aqal-e-Beydar - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
87- Aureng Shahi - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
88- Asrar-e-Qadri - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
89- Kaleed-ul-Tauheed Khurd - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)
90- Mehak-ul-Faqr Kalan - English Translation with Persian Text (Author Sultan Bahoo)

اور بہت سی کتب اشاعت کے مراحل سے گزر رہی ہیں۔

۵۔ تعلیم و تلقین

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ کی پوری زندگی طالبانِ مولیٰ کی تعلیم و تلقین میں گزری۔ دن بھر لاتعداد لوگ آپ ؒ کی محفل میں آ کر بیٹھتے اور آپ ؒ کی پُرنور صحبت اور نگاہِ کامل سے فیض یاب ہوتے۔ آپ ؒ کی ان محافل سے بڑے بڑے عارف ہوئے۔ ملک کے دور دراز علاقوں سے لوگ آپ ؒ سے ملاقات کے لئے آتے اور ان محافل میں شرکت کرتے۔ آپ ؒ لوگوں کو اسمِ اللہ ذات عطا فرما کر اس کے ذکر اور تصور کا حکم فرماتے۔ نمازِ پنجگانہ ادا کرنے اور ہر نماز کے بعد ایک تسبیح درود شریف ایک تسبیح کلمہ شریف اور روزہ وتر اویح کا محبت کے ساتھ اہتمام کرنے کا حکم فرماتے۔

٦۔ تقریبات کا اہتمام

آپ ؒ پورا سال ملک بھر میں محافلِ میلادِ مصطفی ﷺ کا انعقاد فرماتے تاکہ لوگوں کے دلوں میں عشقِ مصطفی ﷺ پیدا ہو۔ خاص طور پر ہر سال آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز ؒ پر 13-12 اپریل کو میلادِ مصطفی ﷺ کا بہت بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ یہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ کو امانتِ الٰہیہ کے منتقل ہونے اور آپ ؒ کے مرشد کے وصال کی عیسوی تاریخ بھی ہے۔ میلادِ مصطفی ﷺ کا دوسرا پروگرام ہر سال اوائل ستمبر میں وادی سون میں اوچھالی شریف یا انگہ شریف کے مقام پر ہوتا۔ ان پروگراموں میں شریک ہو کر لوگ فیوض و برکات حاصل کرتے۔ ان تقریبات کے اہتمام کا مقصد اسمِ اللہ ذات کے فیض کو عام کرنا ہوتا۔ ان تقریبات میں آپ ؒ کے دستِ مبارک پر سینکڑوں لوگ بیعت ہوتے اور اسمِ اللہ ذات کی نعمت حاصل کرتے۔ تقریبات میں آپ ؒ کی طرف سے وسیع اور عالیشان لنگر (طعام) کا

اہتمام کیا جاتا جو ہر اعلیٰ و ادنیٰ کے لیے عام ہوتا۔ اس کے علاوہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سارا سال جہاں بھی جاتے اور ٹھہرتے وہیں محفلِ میلاد شروع ہو جاتی۔ ان محافل میں حمد و نعت، منقبتیں پڑھی اور شانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کی جاتی۔ محافلِ میلاد کے علاوہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی بھی کوئی اور محفل منعقد نہیں فرمائی۔ میلادِ پاک کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہماری خواہش ہے کہ ساری زندگی اپنے آقا و مولیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و نعت سنتے رہیں، ان کا عشق ہی ہماری زندگی ہے۔ عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر زندگی فضول ہے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا ''بھائی نجیب! یہ جو ہم زمین پر چل پھر رہے ہیں اور اتنے لوگ ہماری پیروی کر رہے ہیں، ہمارا احترام اور عزت کرتے ہیں، ہمارے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور بعض تو احترام میں پاؤں تک کو بوسہ دینے لگتے ہیں، یہ صرف اور صرف میرے آقا و مولا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرم اور ان کی غلامی کی وجہ سے ہے ورنہ ہماری کیا حیثیت ہے!'' مجھے نصیحت فرمائی ''تم بھی گفتار میں، تحریر میں، تقریر میں یا جو بھی ہنر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، اُن کے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان بیان کرنا اور دینِ حق کو عام کرنے کی کوشش کرنا پھر دیکھنا اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد تمہارے شاملِ حال ہوگی۔''

۷۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض کو عام کرنے کے لیے معمولاتِ سفر

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا تھا ''سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سروری قادری فقیر کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ایک جگہ بیٹھ جائے بلکہ سروری قادری فقیر کے لئے لازم ہے کہ چل پھر کر روئے زمین پر لوگوں کو اسمِ اَللّٰہُ ذات سکھائے اور لوگوں کو معرفتِ الٰہیہ کی دعوت دے۔''

سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے اسی حکم کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ سال بھر سفر میں رہتے جہاں میلادِ پاک کے اہتمام سے لوگوں کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور معرفتِ الٰہیہ کی دعوت دی جاتی اور اسمِ اَللّٰہُ ذات سکھایا جاتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ملکی سفر کے علاوہ سعودی عرب کے سفر بھی کئے جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ تین بار عمرہ شریف کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے اور پھر 28 فروری 2001ء تا 28 مارچ 2001ء آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حج مبارک ادا فرمایا۔ اس حج میں یہ فقیر بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا۔

فروری کے اواخر سے اپریل کے اوائل تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک باقاعدہ ملک بھر کا سفر ہوتا جس میں تمام شہروں اور دیہاتوں کے مریدین اپنے اپنے علاقوں میں محافلِ میلاد کا اہتمام کرتے۔ پھر 12-13 اپریل کو عظیم الشان میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اہتمام آپ رحمتہ اللہ علیہ خود فرماتے جس میں شمولیت کے لئے ملک بھر کے تمام مریدین کو دعوت دی جاتی۔ اس کے علاوہ سال میں دو سفر جو معمولاتِ زندگی میں شامل تھے، یہ تھے کہ اپریل کے بعد آپ کا قافلہ آستانہ عالیہ سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نزد دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ گڑھ مہاراجہ جھنگ سے اوچھالی نوشہرہ وادیٔ سون سکیسر ضلع خوشاب پہنچتا۔ اس قافلے میں کچھ لوگ پیدل اور کچھ گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہوتے۔ اسے گرمیوں کا سفر بھی کہا جاتا تھا کیونکہ گرمیاں آپ رحمتہ اللہ علیہ اوچھالی وادیٔ سون سکیسر میں گزارا کرتے تھے۔ دوسرے سفر کا آغاز موسم سرما کی ابتدا ستمبر میں اوچھالی سے ہوتا

اور وہاں سے قافلہ اور ڈیرہ واپس دربار شریف کی طرف روانہ ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے صاحبزادگان اس قافلہ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے۔ دربار شریف سے اوچھالی وادی سون جاتے ہوئے یہ قافلہ ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقوں پہاڑ پور، سید وخیسو روالی، کڑی خسیور، اٹھک سے گزر کر ضلع میانوالی کے علاقوں پپلاں، ڈیرہ تلوکراں، واں بھچراں، کباڑی، کچھی، چک نمبر 4MB/3MB/2MB، ڈنگہ والا ڈیرہ بجا، ادھی سرگل اور بھکر کے علاقوں کلورکوٹ، ذمے والی اور پھر میانوالی کے دیگر علاقوں سے گزر کر اوچھالی پہنچتا۔

اوچھالی سے واپس دربار شریف آتے ہوئے قافلہ وادی سون سکیسر کے علاقوں دھڈڑ، کھبکی، حافظ والا ڈھوک، ریشم والا ڈھوک، غلام پڑے والا ڈھوک، جھاٹلہ، نگری، میرا، حطار، مرید اور اڈووال سے گزر کر چکوال اور چکو ہہ میں داخل ہوتا۔ وہاں سے ضلع جہلم کے علاقوں دینہ، دادووال، بوڑھا جنگل، نئی کلاں، کھمبی، خرقہ، گوڑا اور کھوہار سے گزر کر قافلہ جھنگ کے علاقوں صاباں والا پل اور بارہ ٹالیاں سے ہوتا ہوا دربار شریف واپس پہنچتا۔

ہر سال سفر کی ترتیب میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔ جن علاقوں کا ذکر کیا گیا ہے اِن علاقوں میں قافلہ کا قیام ہوتا تھا، اس کے علاوہ اردگرد کے گاؤں اور علاقوں کے لوگ بھی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آتے اور نہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بلکہ تمام قافلہ کی دعوت کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کی دعوت قبول فرماتے اور ان لوگوں کا اپنی نگاہِ پاک سے تزکیہ فرماتے۔ جہاں قافلے کا پڑاؤ ہوتا وہاں محافلِ میلاد و محافلِ نعت کا بھی انعقاد ہوتا اور یوں لوگ اِن نورانی محافل سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے۔

۸۔ معمولاتِ سفرِ لاہور

اس کے علاوہ سارا سال آپ رحمۃ اللہ علیہ مختلف اوقات میں پاکستان کے مختلف شہروں اور قصبات میں تشریف لے جاتے۔ اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور کی طرف سفر کیا کرتے۔ مہینہ میں کم از کم ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ضرور لاہور تشریف لایا کرتے تھے۔ کبھی تبلیغ کے لیے، کبھی تنظیمی سلسلے میں اور کبھی علاج کے سلسلہ میں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو سب سے پہلے حسبِ روایت داروغہ والا میں محمد الیاس کے گھر تشریف لے جاتے کیونکہ اس فقیر کے بیعت ہونے سے قبل بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی معمول تھا۔

یہ فقیر 27 اپریل 1999ء (10 محرم الحرام 1418ھ) بروز منگل اپنے ایجوکیشن ٹاؤن لاہور والے گھر سے مصطفیٰ ٹاؤن والے گھر میں منتقل ہوا۔ اس نئے گھر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک کمرہ خصوصی طور پر تیار کروایا گیا۔ اس کے بعد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول بن گیا کہ لاہور تشریف لاتے تو ایک دِن رات کے لیے داروغہ والا تشریف لے جاتے اور اس کے بعد اس فقیر کے گھر تشریف لاتے۔ پھر جتنے دِن لاہور میں قیام ہوتا اس فقیر کے گھر میں ہی ہوتا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا ''ہمیں یا تو دربار پاک پر اپنے کمرے میں سکون ملتا ہے یا پھر بھائی نجیب الرحمٰن کے گھر میں اپنے اس کمرے میں۔''

لقب اور مرتبہ

فقر میں حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کا مرتبہ ''سلطان الفقر'' ہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سلطان الفقر ششم ہیں۔ اسی بنا پر مجلسِ محمدیؐ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ''سلطان الفقر ششم'' کا لقب عطا ہوا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا لقب اور مرتبہ ایک ہی ہے۔[1]

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبہ کا اعلان

فقر میں یہ طریق ہے کہ جب کسی ہستی نے دنیا میں فیضِ فقر عام کرنا ہوتا ہے تو باقاعدہ اس کے مرتبہ کا اعلان ہوتا ہے جیسے غوث الاعظم محیؓ الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کا اعلان یوں ہوا کہ ایک دن آپؓ بغداد سے باہر گئے تو راستے میں ایک بیمار اور خستہ حال شخص کو دیکھا جو ضعف اور لاغری کے سبب چلنے سے قاصر تھا۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ اس شخص کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا ''یا شیخ مجھ پر توجہ فرمائیں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی صحت یابی کے لیے دعا مانگی تو دیکھتے ہی دیکھتے اس شخص کی نقاہت اور لاغری دور ہوگئی۔ وہ تندرست و توانا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا ''میں تمہارے نانا کا دین ہوں، ضعف کی وجہ سے میری یہ حالت ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے مجھے نئی زندگی دی ہے اور تو 'محیؓ الدین' ہے۔'' سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وہاں سے مسجد کی طرف روانہ ہوئے تو ایک شخص ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرا اور پکارا ''سیّدی محیؓ الدین''۔ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''یہ سن کر میں حیران رہ گیا پھر مسجد میں لوگ انبوہ در انبوہ میرے چاروں طرف جمع ہو گئے اور 'محیؓ الدین محیؓ الدین' کے فلک شگاف نعرے لگانے لگے۔'' یوں آپ رضی اللہ عنہ محیؓ الدین کے لقب سے ملقب ہوئے۔

اِسی طرح اگست 1997ء میں اوچھالی (وادیٔ سون سکیسر ضلع خوشاب) میں میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوران ونہار ضلع چکوال کے ایک درویش محمد الیاس مرحوم و مغفور نے اجازت لے کر سٹیج پر رسالہ روحی شریف پڑھ کر سنایا اور خوشخبری دی کہ مجھے سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی محفل پاک سے حکم ہوا ہے کہ لوگوں میں عام اعلان کروں کہ سلطان محمد اصغر علی صاحب ''سلطان الفقر'' کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ یوں سلطان الفقر ششم کا ظہور ہوا اور مخلوق کو حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبہ سلطان الفقر کا علم ہوا۔ پھر کثیر طالبانِ مولیٰ کو خواب میں اور باطنی بشارتیں دی گئیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سلطان الفقر ششم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

---

[1] مرتبہ سلطان الفقر کے بارے میں جاننے کے لیے باب اوّل کا مطالعہ فرمائیں۔

حُسن و جمال

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حُسن و جمالِ باطنی کے ساتھ کمال درجہ کے ظاہری حُسن و جمال سے بھی متصف فرمایا تھا۔ ہم نے زمانے میں اپنے حضور جیسا حسین کوئی نہیں دیکھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بے حد حسین و جمیل تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے جسم مبارک کا ایک ایک عضو حُسنِ ازلی کا مظہر تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود ہر قسم کے ظاہری عیب سے پاک اور منزّہ تھا۔ 12 اپریل 1998ء کی شام سے لے کر 26 دسمبر 2003ء کی صبح تک اس فقیر کو نہ صرف آپ کا خاص قرب حاصل رہا بلکہ یہ فقیر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا محرمِ راز بلکہ محرمِ راز درونِ خانہ اور محرمِ راز درونِ مے خانہ رہا ہے۔ اس صحبت کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ کا حُسن و جمال جس طرح دیکھنا نصیب ہوا اس کو بیان کرنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔

قد مبارک

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نہ طویل قامت اور نہ پست قد تھے بلکہ میانہ قد کے مالک تھے۔ آپ کا قد مبارک تقریباً 5 فٹ گیارہ انچ تھا لیکن عام لوگوں کے مقابلے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ قد اور رعنائی میں حُسنِ مجسم تھے۔ میرا مشاہدہ یہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ تنہائی میں ہوتے تو قد مبارک متناسب معلوم ہوتا اور اگر کسی کے ساتھ یا ہجوم میں کھڑے ہوتے تو قد میں سب سے بارعب اور ممتاز نظر آتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کا اُس زمانہ میں کوئی موازنہ اور مقابلہ نہ تھا۔ یہ فقیر بڑے بڑے انتظامی اور سیاسی عہدوں پر متمکن لوگوں حتیٰ کہ اُس وقت کے وزیر اعظم تک کی محفل میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ گیا لیکن وہ تمام شخصیات اپنے تمام تر اعلیٰ ملبوسات، گول مٹول اور سرخ چہروں کے باوجود آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کے سحر میں دب کر رہ گئیں اور چاند کے سامنے اُن کا حُسن اور رعب ماند پڑ گیا حالانکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے جسم مبارک پر کثرت سے سرخ، بھورے اور سیاہ تِل تھے جو حسین جسم پر بے حد خوبصورت لگتے تھے، ایسے لگتا تھا کہ جیسے نگینے جڑے ہوئے ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کپڑوں کا سائز ایکسٹرا لارج (XL) تھا۔

سر مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سر مبارک بڑا تھا مگر دیکھنے سے محسوس نہیں ہوتا تھا اور جسم کے ساتھ متناسب اور خوبصورت لگتا تھا۔ عام لوگ اس کو محسوس نہ

کر سکتے تھے۔ اگر ہمیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سر مبارک کے لیے سندھی ٹوپی خریدنا پڑ جاتی تو بڑی مشکل میں پڑ جاتے کیونکہ سب سے بڑے سائز کی ٹوپی کم طلب کی وجہ سے ہر دکان پر موجود نہیں ہوتی تھی۔

سر کے مبارک بال

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سر کے مبارک بال سیدھے، گھنے اور سخت تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بال مبارک کانوں کی جڑ تک رہتے تھے لیکن کانوں کے اوپر کے بال سر کے بالوں کے مقابلے میں اتنے ہلکے ہوتے تھے کہ کان مبارک صاف نظر آتے تھے۔ بال اس سے بڑھ جاتے تو کٹوا لیتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سر کے بالوں کو بغیر مانگ نکالے پیچھے کی طرف سنوارتے یا کنگھی کرتے تھے۔ سر میں ہمیشہ سرسوں کا تیل اور برل ہیئر کریم (Bryl Hair Cream) استعمال فرمایا کرتے تھے۔ سر پر عموماً سندھی ٹوپی استعمال فرمایا کرتے، اس کے علاوہ سفید دستار شملہ کے ساتھ اور سبز دستار بغیر شملہ کے بھی استعمال فرماتے۔ کبھی کبھی سیاہ اور سنہری مُشدّی (دستار) بھی استعمال فرما لیا کرتے تھے۔ سخت سردیوں میں گرم اونی ٹوپی استعمال میں رہتی تھی۔

جبیں مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پیشانی کشادہ اور فراخ تھی اور نورِ بصیرت رکھنے والوں کو ہمیشہ اس سے نورِ اسمِ ذات کی تجلّیاں نکلتی محسوس ہوتی تھیں۔

ابرو مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ابرو مبارک ہلکے سیاہ، گہرے اور گنجان تھے اور کمان کی طرح اس طرح خمیدہ تھے کہ پیشانی کے پاس سے گنجان شروع ہوتے اور آہستہ آہستہ آنکھ مبارک کے آخری سرے تک خمیدہ ہوتے چلے جاتے۔ دونوں ابروں کے درمیان بال نہیں تھے بلکہ ہلکے ہلکے روئیں تھے جو سرسری نظر سے دیکھنے پر محسوس نہیں ہوتے تھے۔ جو طالب ہر لمحہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دیدار مبارک میں منہمک رہتے تھے ان کو ہی وہ ہلکے ہلکے بالوں کے روئیں نظر آتے تھے۔

مبارک آنکھیں

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مبارک آنکھیں سرگیں، نورِ معرفت سے لبریز، کشادہ، سیاہ اور پُرکشش تھیں۔ پُتلیوں کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا جس میں ہلکی ہلکی سرخ دھاریاں نظر آتیں جو مراقبہ یا سو کر اُٹھنے کے بعد بہت گہری محسوس ہوتی تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا تقریباً ناممکن تھا۔ آپ خود بھی شرم و حیا کا پیکر تھے، کسی کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ محفل میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھیں ہر وقت حیا کی

وجہ سے جھکی رہتی تھیں۔ کسی کو دیکھنا ہوتا تو گوشۂ چشم سے دیکھتے اور جس طالب پر یہ نگاہِ معرفت پڑ جاتی اس کے قلب کی حالت بدل جاتی۔ یہ فقیر بھی پہلے روز ہی نگاہ کی اسی ادا سے گھائل ہوا۔ آنکھوں کی پلکیں دراز اور خوبصورت تھیں۔ آنکھوں میں کبھی کبھی سرمہ بھی لگاتے تھے۔ آپؒ گرمیوں میں سخت دھوپ میں دھوپ کا چشمہ بھی استعمال فرمالیا کرتے تھے۔ آپؒ کی دور کی نظر بالکل درست تھی لیکن مطالعہ کے وقت نزدیک کی نظر کی عینک استعمال فرمالیا کرتے تھے۔ وصال سے دو ماہ قبل آپؒ کی نزدیک کی نظر کے لیے جو عینک تیار کروائی گئی اس کا نمبر 2 تھا۔ آپؒ آنکھوں کا معائنہ ہمیشہ لاہور میں پاکستان کے مشہور آئی سرجن ڈاکٹر راجہ ممتاز علی[1] مرحوم سے کروایا کرتے تھے۔ راجہ ممتاز علی مرحوم کا گھر اور کلینک اِس فقیر کے گھر کے قریب ایجوکیشن ٹاؤن لاہور میں ہی تھا۔

رخسار مبارک

آپؒ کے رخسار مبارک نہ تو اندر کو دھنسے ہوئے اور نہ ہی ابھرے ہوئے تھے بلکہ بالکل ہموار تھے، رنگ گندمی تھا۔

ہونٹ مبارک

آپؒ کے ہونٹ مبارک پتلے، دلآویز اور گلاب کی پنکھڑیوں کی مانند تھے اور آپ کے چہرہ مبارک کے حُسن کو دوبالا کرتے تھے۔ نچلے ہونٹ کے نیچے دائیں طرف زخم کا ایک ہلکا نشان باریک متوازی لکیر کی صورت میں تھا جو حُسن میں اور اضافہ کرتا تھا۔

دندان مبارک

آپؒ کے دندان مبارک ہر قسم کی آلائش سے پاک اور موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔ سامنے کے دندان مبارک کے درمیان ہلکا سا خلا تھا جو تبسم کے وقت بڑا خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔

آواز مبارک

آپؒ کی آواز مبارک محبت، حلاوت اور چاشنی کا ایک خوبصورت مرقع تھی۔ آپؒ آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح گفتگو

---

[1] پروفیسر (ر) ڈاکٹر راجہ ممتاز علی کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی لاہور کے شعبہ امراض چشم کے سربراہ رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد 8/A ایجوکیشن ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر ہوئے اور پرائیویٹ پریکٹس کرتے رہے۔ سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ انہی سے اپنی آنکھوں کا معائنہ اور علاج کروایا کرتے تھے۔ اسی سنت کی اتباع میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ تمام حیات انہی سے اپنی آنکھوں کا معائنہ کرواتے رہے۔ اپنے وصال سے چند روز قبل 7 دسمبر 2003 کو آپؒ آشوبِ چشم کے معائنہ کے لیے ڈاکٹر راجہ ممتاز علی مرحوم کے پاس تشریف لائے اور معائنہ کے بعد اس فقیر کے گھر مصطفی ٹاؤن لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ اس فقیر کا بھی ڈاکٹر راجہ ممتاز علی مرحوم سے ایجوکیشن ٹاؤن میں رہائش کے دوران گہرا تعلق رہا ہے۔ ڈاکٹر راجہ ممتاز علی مرحوم 7 مئی 2010، بروز جمعۃ المبارک انتقال فرما گئے۔

فرماتے تھے کہ بات دِل میں اتر جاتی لیکن اس طرح بات کرتے ہوئے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آواز میں ایک قسم کا دبدبہ ہوتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی چیخ کر یا بلند آواز میں گفتگو نہیں فرمائی۔

پہلی بار آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں جو حاضر ہوتا آپ رحمتہ اللہ علیہ تین بار وقفہ وقفہ سے اس کا اور اس کے اہلِ خانہ کا حال بڑی محبت اور شفقت سے دریافت فرماتے۔

مبارک کان

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کان مبارک بھی خوبصورتی میں بے مثال تھے، نہ زیادہ بڑے نہ زیادہ چھوٹے۔ موزونیت اور اعتدال کے ساتھ خوبصورت۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کان مبارک کے اوپر والے کنارے درمیان سے ہلکے سے اندر کی طرف مڑے ہوئے تھے۔

چہرہ مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند کی طرح گول تھا اور اسم اللہ ذات کا نور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے رُخِ انور پر چمکتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کی زیارت ہی سے یہ یقین کامل ہو جاتا تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی صاحبِ مسمّٰی عارفِ کامل مظہرِ ذاتِ الٰہی ہیں۔ عاشق ہر لحہ دیدار کے لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرۂ انور پر نظریں جمائے رکھنے کی کوشش کرتے تھے لیکن جلد ہی چہرۂ انور کے انوار و تجلیات انہیں نگاہیں جھکانے پر مجبور کر دیتے تھے۔ اس فقیر نے اپنی زندگی میں اس سے خوبصورت چہرۂ انور نہیں دیکھا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کلید التوحید کلاں میں فرماتے ہیں:

- سروری قادری مرشد جامع و مجمل ہوتا ہے۔ وہ باطن اور ظاہر میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبوں کے لیے کتب الاکتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ جس کے مطالعہ سے طالب فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں اور اس ذات کو بے حجاب دیکھتے ہیں۔ طالبانِ مولیٰ اگر اعتقاد، صدق اور دل کی پاکیزگی سے اس کتاب کو پڑھیں تو وہ ہر مقصود با آسانی پا لیتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

اس کتب الاکتاب کے مطالعہ سے مراد سروری قادری مرشد کے چہرہ مبارک کا مطالعہ ہے۔ جو طالب سروری قادری مرشد کے رُخِ انور کے مطالعہ کی استعداد حاصل کر لیتا ہے پھر نہ وہ طالب زبان ہلاتا ہے اور نہ مرشد۔ سروری قادری مرشد کے چہرۂ انور کا مطالعہ ہی طالب کے صدق اور اخلاص کی کسوٹی ہے۔ اس فقیر کا یہ مشاہدہ ہے کہ عام لوگوں کی محفل میں سروری قادری مرشد ظاہری طور پر زبان سے کچھ اور فرما رہا ہوتا ہے لیکن اپنے رُخِ انور سے خواص کو کچھ اور پڑھا رہا ہوتا ہے۔ سروری قادری مرشد کے چہرۂ انور کی تحریر کو جو طالب جتنا زیادہ سمجھتا ہے وہ اتنی ہی جلد فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی منزل تک پہنچتا ہے۔ ظاہرداری تو اس راہ میں لنگڑا گھوڑا اور محض رسم و رواج ہے۔

ناک مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ناک مبارک بلند تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر یہ ناک بہت خوبصورت اور موزوں محسوس ہوتی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بینی مبارک خاص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کے لیے بنائی ہے۔ بینی مبارک پر نتھنوں سے تھوڑا اوپر دونوں طرف ایک ایسی چمک تھی کہ نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ ناک مبارک کے دائیں جانب درمیان میں ایک باریک بھورا تِل بینی مبارک کو مزید خوبصورت بناتا تھا۔

ریش مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ریش مبارک گھنی اور طول وعرض میں برابر تھی۔ داڑھی مبارک کے بال نہ سخت تھے اور نہ زیادہ نرم۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ریش مبارک کے بالوں کو دونوں رخساروں کی طرف اس طرح سنوارتے تھے کہ درمیان میں مانگ (پنجابی زبان میں سیون) بن جاتی اور بال برابر برابر دونوں رخساروں کی طرف مڑ جاتے اس طرح ریش مبارک بڑی خوبصورت بن جاتی تھی۔ مونچھیں باریک اور ہونٹوں کے برابر لمبی رہتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سر، داڑھی اور مونچھوں پر مہندی کا استعمال فرمایا کرتے تھے اور یہ مہندی خاص طور پر کالی اور سرخ مہندی کو ملا کر تیار کی جاتی تھی۔

گردن مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گردن مبارک نہ زیادہ طویل تھی نہ زیادہ چھوٹی اور نہ ہی فربہی مائل۔ بلکہ موزونیت کے اعتبار سے بہت خوبصورت تھی۔ گردن کی رنگت سفید اور چاندی کی طرح چمکتی تھی۔

دستِ مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہتھیلیاں کشادہ، پُرگوشت، ریشم کی طرح نرم وملائم اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھیں۔ یہ عاجز جب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کرتا تو یوں محسوس ہوتا کہ ان ہتھیلیوں سے زیادہ نرم وملائم شے دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ ہتھیلیوں کی پشت پر کہیں کہیں باریک باریک اور ہلکے بھورے بال تھے۔ دائیں ہتھیلی کی پشت مبارک پر دو باریک بھورے تِل تھے، ایک انگشتِ شہادت سے دو انچ کے فاصلہ پر اور دوسرا بالکل اس کی سیدھ میں کلائی کے قریب۔ اسی طرح بائیں ہتھیلی کی پشت کے درمیان میں کلائی سے ذرا اوپر ایک باریک بھورا تِل تھا۔ آپ گھڑی ہمیشہ دائیں کلائی میں پہنا کرتے تھے۔

انگلیاں مبارک

آپ ؒ کے مبارک ہاتھوں کی انگلیاں لمبی، مخروطی اور اتنی خوبصورت تھیں کہ چاندی کی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ آپ ؒ کے دونوں مبارک ہاتھوں کی انگلیوں کی خصوصیت یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی آخری حصہ میں درمیان سے باریک اور سرے مخروطی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ آپ ؒ کی انگلیوں کی یہ ساخت بڑی خوبصورت، دلکش اور منفرد نظر آتی تھی۔

جسم مبارک

آپ ؒ کسی غیر محرم کے سامنے کپڑے بالکل نہیں اتارتے تھے لیکن اس فقیر کو آپ ؒ کے کپڑے تبدیل کروانے کا شرف کئی دفعہ حاصل ہوا اور سر اور داڑھی کے بال بنواتے وقت بھی آپ ؒ کے بدن مبارک کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس فقیر نے آپ ؒ کے جسمِ اطہر کو جس طرح دیکھا اسی طرح بیان کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے:

بغل مبارک

آپ ؒ کی بغلیں چاند کی چاندنی کی طرح سفید اور خوبصورت تھیں جن میں ہلکے ہلکے بھورے رنگ کے بال ہوتے تھے جنہیں آپ جمعہ کے دِن ہر ہفتہ صاف کروایا کرتے تھے۔ جب بال صاف کر کے ٹیلکم پاؤڈر لگایا جاتا تو بغل مبارک اور حسین معلوم ہوتی تھیں۔

دوش مبارک

آپ ؒ کے دونوں شانے مضبوط، پُرگوشت اور متوازن تھے اور اُن کے درمیان یکساں فاصلہ تھا۔ بائیں شانے کے درمیان ایک سرخ تِل تھا۔

سینہ مبارک

آپ ؒ کا سینہ مبارک فراخ، کشادہ، ہموار، پُرگوشت اور متناسب تھا۔ آپ ؒ کے سینہ مبارک پر بال نہ تھے بلکہ سینہ مبارک کے درمیان سے ناف تک جو لائن جاتی ہے اس کے اندر ہلکے ہلکے بال تھے جو نہ تو سیاہ اور نہ ہی بھورے رنگ کے تھے۔ اِس فقیر نے آپ ؒ کے سینہ مبارک پر دو تِل دیکھے۔

بطن مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بطن مبارک سینہ مبارک سے ہلکا سا بڑھا ہوا تھا۔ پیٹ کا یہ بڑا ہونا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مزید پُر رعب اور خوبصورت بناتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پیٹ ریشم کی طرح ملائم، چاندی کی طرح سفید اور چمکتا ہوا تھا۔ پیٹ کے درمیان متناسب ناف بطن مبارک کے حسن میں اور اضافہ کرتی تھی۔ ایسا حسین پیٹ میری نظر سے نہیں گزرا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیٹ مبارک پر ناف کے دائیں جانب دو اور بائیں جانب بھورے رنگ کا ایک تِل تھا۔

پشت مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پشت مبارک کشادہ، خوبصورت اور چاندی کی طرح چمکتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پشت مبارک پر بال بالکل نہیں تھے۔ فقیر نے ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بنیان پہناتے ہوئے آپ کی پشت مبارک پر پانچ تِل گنے۔

ٹانگیں مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک ٹانگیں بھی باقی جسم کے حساب سے متناسب تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک پنڈلیاں چاندی کی طرح چمکدار اور خوبصورت تھیں اور پنڈلیوں کے اوپری حصہ پر کالے رنگ کے ہلکے ہلکے بال تھے۔

پاؤں مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک پُرگوشت، لمبے اور پتلے تھے پاؤں کی انگلیاں بھی لمبی اور پتلی تھیں۔ بائیں پاؤں کے انگوٹھے کے شروع میں ایک بڑا تِل تھا جو خوبصورت پاؤں پر بڑا ہی حسین معلوم ہوتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر سنہری تِلّے والا کُھسہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں پورا آنے والے کھسے کا نمبر بناوٹ کے لحاظ سے کبھی $9\frac{1}{2}$ اور کبھی 10 ہوتا تھا جسے اس زمانہ میں 9 نمبر کچا اور 9 نمبر پکا سے بھی پکارا جاتا تھا۔

داستانِ حُسنِ یار کبھی تمام نہیں ہو سکتی۔ اس فقیر نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حُسنِ کامل کا احاطہ نہیں کر سکا کیونکہ حقیقی دید اور دیدار کا مقابلہ تحریر نہیں کر سکتی۔ میں اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ فقیر نے جو کچھ دیکھا اس کو صحیح معنوں میں بیان نہ کر سکا اور شاید کبھی کر بھی نہ سکوں۔

سلطان الفقر ششم کی شخصیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی قرآن وحدیث کا مکمل نمونہ تھی۔ بلکہ قرآنِ پاک اور حدیث پاک کی عملی تفسیر آپ کی ذات تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اتنی پُرکشش اور مسحور کن تھی کہ اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے اللہ تعالیٰ کی ذات یاد آتی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ::: اِذَا رَاٰہُ ذُکِرَ اللّٰہ۔

آپکی زیارت کرنے والے کونور ہی نور محسوس ہوتا۔ گویا آپ کی صورت پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (سورۃ البقرہ۔138)

ترجمہ: اللہ کا رنگ ہے، بھلا اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوسکتا ہے!

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چال ::: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (سورۃ الفرقان۔63)

ترجمہ: رحمٰن کے بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ زمین پر آہستہ (پُروقار) چلتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت ::: اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورۃ الفرقان۔63)

ترجمہ: جب ان کا جاہلوں سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو (ٹکرانے یعنی بحث ومباحثہ میں الجھنے کی بجائے) سلام کہتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ ::: فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (سورۃ الذّٰریٰت۔50)

ترجمہ: پس دوڑو اللہ کی طرف۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورۃ ص۔26)

ترجمہ: اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم ::: اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس

■ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام سلطان الفقر ■ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

■ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق ■ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ

ترجمہ: اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ کا مصداق

■ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت ■ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ (سورۃ الرعد۔11)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتی۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (سورۃ النجم۔39)

ترجمہ: انسان کچھ نہیں مگر اس کے ذمہ کوشش ہے۔

■ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت ■ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران۔104)

ترجمہ: تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور انہیں معرفت کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ یہی فلاح پانے والے ہیں۔

■ کامیابی و مہربانی ■ کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃًۢ بِاِذْنِ اللّٰہِ (سورۃ البقرہ۔249)

ترجمہ: بعض اوقات چھوٹی سی جماعت بہت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے اللہ کے حکم سے۔

■ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ■ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ○ وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ○ (سورۃ الاحزاب۔42-41)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو اور کثرت سے ذکر کرو۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔

■ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کا طریقہ ■ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً (سورۃ الاعراف۔205)

ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر سانسوں کے ساتھ خفیہ طریقے سے اور عاجزی کے ساتھ کرو۔

اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ کُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ مَیِّتٌ

ترجمہ: سانس گنتی کے ہیں جو سانس بھی ذکر اللہ کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے۔

■ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خلوت ■ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا (سورۃ المزمل۔8)

ترجمہ: اپنے ربّ کے اسم (اسم اللہ) کا ذکر کرو اور ہر طرف سے رُخ موڑ کر صرف اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

محاسن واخلاق

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ بے حد منکسر المزاج، کریم النفس اور وسیع الاخلاق تھے۔ غربا پر بے حد شفقت فرماتے، شگفتہ رو، فراخ دست، بلند اخلاق، عالی نسب اور سخی تھے۔

توکل واستغنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے توکّل واستغنا کا عالم یہ تھا کہ ساری عمر کسی حکمران، وزیر یا حاکم کے ہاں تشریف نہیں لے گئے اور نہ کبھی ان کے عطیات قبول کئے۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور کسی حاکم، امیر یا وزیر کی آمد ہوتی تو قصداً اٹھ کر باہر تشریف لے جاتے۔ یہ اس لئے تھا کہ ان کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تعظیماً کھڑا نہ ہونا پڑے۔ جہاں تک ممکن ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ دنیاداروں سے اجتناب فرماتے۔

زندگی میں صرف ایک مرتبہ 8 نومبر 1998ء (17 رجب 1418ھ) بروز اتوار آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے گھر (رائے ونڈ) میاں محمد شریف مرحوم کی دعوت پر تشریف لے گئے، مقصد صرف معرفتِ الٰہی کی دعوت دینا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں محمد نواز شریف کی والدہ کی التجا پر اپنی دستار مبارک اتار کر میاں محمد نواز شریف کے سر پر رکھی۔ اس ملاقات کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس خادم کے ذریعے پوری شریف فیملی کے لئے سونے کے اسم اللہ ذات بنوائے تاکہ اس خاندان پر مہربانی کی جاسکے اور اُن سے ذکر و تصور اسم اللہ ذات عطا کرنے کے لیے وقت مانگا لیکن نامعلوم وجوہات کی بنا پر میاں محمد شریف مرحوم نے ملنے سے انکار کر دیا اور پیغام بھجوایا کہ ہمیں اسم اللہ ذات کی ضرورت نہیں ہے، جب ضرورت ہوگی منگوالیں گے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بس اتنا فرمایا کہ یہ شاید ان کی قسمت میں نہیں تھا۔ [1]

عجز وانکساری عجز وانکساری کی دو اقسام ہوتی ہیں، ایک عجز وانکسار تو ربّ العزت کے حضور ہوتا ہے اور دوسرا معمولاتِ زندگی میں۔ ربّ العزت کے حضور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عجز وانکسار کی کوئی تمثیل ہی نہ تھی۔ ہر لمحہ اپنے خالق کے حضور سربسجود رہے اور اس کی رحمت و بخشش کے طلب گار رہے۔ عام معمولاتِ زندگی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عجز وانکسار کا یہ عالم تھا کہ کوئی عام آدمی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر بات کرتا تو ہمہ تن گوش ہو جاتے اور بڑی محبت اور توجہ سے اس کی بات سنتے۔

---

[1] یہ سب کچھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں محمد نواز شریف پر کرم اور مہربانی کے لیے کیا تاکہ اُن کے ذریعے پاکستان کو فلاحی اسلامی مملکت میں تبدیل کیا جاسکے۔

بسیار گوئی سے پرہیز آپ رحمتہ اللہ علیہ بسیار گوئی سے سخت پرہیز کرتے تھے۔ خاموش رہنا بہت پسند کرتے تھے اور ضرورت کے سوا کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالتے تھے۔

غریبوں پر شفقت غریبوں اور مسکینوں کے لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ مجسم رحمت تھے اور ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ آپ کے مریدین اور عقیدت مندوں کی اکثریت غربا پر مشتمل تھی۔ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مال و دولت کو پیار نہیں کرتا بلکہ اسے تقویٰ پسند ہے۔ کئی خستہ حال لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو راستہ میں روک لیتے اور دعا کی درخواست کرتے، آپ رحمتہ اللہ علیہ خندہ پیشانی سے ان کے لئے دعا فرماتے۔

ایثار و سخاوت آپ رحمتہ اللہ علیہ مجسم ایثار و سخاوت تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا لنگر ہر وقت جاری رہتا جہاں سے ہر روز سینکڑوں لوگ کھانا کھاتے۔ آپ لنگر کا انتظام خود فرماتے اور مہمانوں کے لئے عالی شان اور پُرتکلف کھانوں کا اہتمام فرماتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی سائل کے سوال کو ردنہ کرتے، یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی سائل آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آکر سوال کرے اور خالی لوٹ جائے۔

عفو و کرم آپ رحمتہ اللہ علیہ عفو و کرم کا پیکرِ جمیل تھے۔ اس خادم نے اپنی رفاقت کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ کو کبھی جلال میں آتے نہیں دیکھا۔ اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر درگزر فرماتے۔ اگر کوئی شخص کسی معاملہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے قسم کھا بیٹھتا تو خواہ حقیقتِ حال کچھ بھی ہو مان لیتے۔ دوسروں کے عیوب کی تشہیر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سخت ناپسند تھی۔ تعلقات کا بے حد پاس اور لحاظ فرماتے۔ سلام میں ہمیشہ سبقت فرماتے۔

رقتِ قلب آپ رحمتہ اللہ علیہ نہایت رقیق القلب تھے۔ اس فقیر نے 2001ء میں حج کے دوران روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو ہی دیکھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر فرماتے تھے تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔

حیا آپ رحمتہ اللہ علیہ میں کمال درجہ کی حیا تھی، فحش اور بے حیائی کی باتوں سے ہمیشہ روکتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے کبھی کوئی غیر مہذب بات نہ نکلی۔ کبھی بھی کپڑوں کے بغیر غسل نہ فرمایا بلکہ ہمیشہ تہبند پہن کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ تنہائی میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی کپڑے نہ اتارے۔ خواتین جب ملنے آتیں تو ہمیشہ آنکھیں جھکا کر ان سے بات کرتے۔

ہیبت و جلال اگرچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ خوش گفتار، خوش اطوار اور پیکرِ حلم و حیا تھے لیکن ہیبت و جلال کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مجالس میں انتہائی نظم و ضبط اور سکوت و سکون ہوتا تھا، لوگوں کی سانسوں کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مجلس میں کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ اپنی جگہ

سے اٹھ کر ادھر اُدھر جائے یا کوئی بات یا سرگوشی کرے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی راستے سے گزرتے تو لوگ سراپا احترام بن کر دو رُویہ کھڑے ہو جاتے۔

عظمت واحترام آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے علما اور مشائخ آپ کی مجلس میں بڑی عزت واحترام سے حاضر ہوتے۔ میں نے بڑے بڑے علما اور مشائخ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بڑے ادب واحترام سے نگاہ جھکائے بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔

معمولات ومشاغل

لباس پہلے پہل آپ رحمتہ اللہ علیہ شلوار کرتہ زیب تن فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تہمد اور کرتہ کا استعمال شروع فرمادیا۔ کرتہ کے نیچے ہمیشہ بنیان زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔ گرمیوں میں کرتہ کے اوپر ویسٹ کوٹ اور سردیوں میں اونی جرسی (Cardigan) استعمال فرمایا کرتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اعلیٰ قسم کا کھسہ یا سنہرے تلّے والی جوتی استعمال فرماتے اور سردیوں میں اونی جرابیں استعمال فرمایا کرتے تھے۔ سر پر دستار مبارک استعمال فرماتے، اکثر سفید رنگ کی دستار استعمال میں رہتی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سبز دستار اور سیاہ یا سنہری رنگ کی مُشدّی بھی استعمال فرمائی ہیں۔ عام طور پر سندھی ٹوپی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استعمال میں رہی ہے، سردیوں میں گرم اُونی ٹوپی بھی استعمال فرمالیا کرتے تھے۔ ہر روز لباس تبدیل فرماتے، تہمد آپ رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ سفید رنگ کا پہنا کرتے تھے۔ کرتہ سفید رنگ اور بوسکی کا پسند فرمایا کرتے تھے، گرمیوں میں کاٹن بھی استعمال فرماتے۔ حیات مبارک کے آخری تین سالوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہر رنگ کا کرتہ پہنا۔

اس فقیر کو آپ کے سردیوں، گرمیوں اور خاص تہواروں کے کپڑے تیار کرانے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ ایک مرتبہ آپ رحمتہ اللہ علیہ پراسٹیٹ گلینڈ کی تکلیف کے چیک اپ کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے اور حسبِ روایت داروغہ والا تشریف لے گئے۔ اگلے دن صبح آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ڈاکٹر فتح محمد مرحوم کے کلینک پر مختلف ٹیسٹ ہوئے اور ٹیسٹوں کے بعد کلینک ہی سے آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے غریب خانہ پر تشریف لے آئے۔ اس طرح خدمتگاروں کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سامان داروغہ والا سے لانے کا موقع نہ ملا، ان کا خیال تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ٹیسٹ کروانے کے بعد واپس داروغہ والا جائیں گے کیونکہ شام کو تمام ٹیسٹوں کی رپورٹس آنی تھیں۔ اس دِن تین بجے کے قریب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے میرے غریب خانے پر غسل فرمایا۔ چونکہ خدمتگار آپ کا سامان ساتھ نہ لائے تھے اس لیے پریشانی کے عالم میں انہوں نے مجھے کہا کہ اپنا کرتہ اور تہمد دے دیں۔ میرے پاس تہمد تو نہیں کرتہ شلوار تھا جو میں نے پیش کر دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہ زیب تن فرمالیا۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ ڈاکٹر فتح محمد مرحوم کے کلینک تشریف لے گئے اور خدمتگاروں سے کہا کہ سامان داروغہ والا سے منگوالیں کیونکہ اسی دن ان کی واپسی تھی۔

جب ہم ڈاکٹر فتح محمد کے کلینک میں پہنچے تو اُن کے اسسٹنٹ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو لے کر ایک کمرے کی طرف چل پڑے، میں بھی ہمراہ تھا۔ جب کمرے میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے حضور مرشد پاک سے کہا کہ جوتے اتار دیں اور مجھے اور گارڈ کو کہا کہ آپ اندر نہیں آسکتے۔ میں ان کو زبردستی ہٹا کر اندر داخل ہوا تو وہ اپریشن تھیٹر تھا۔ میں نے کہا ''کیا کرنے لگے ہو؟'' تو انہوں نے جواب دیا ''ڈاکٹر صاحب نے حکم دیا ہے کہ میں آرہا ہوں آپ اپریشن کی ابتدائی تیاریاں کریں۔'' میں نے کہا ''پہلے ہمیں رپورٹس دکھائیں اس کے بعد مشاورت سے ہم فیصلہ کریں گے

کہ اپریشن کرانا ہے یا نہیں۔'' اس طرح ہم واپس ڈاکٹر فتح محمد کے کمرہ میں آ گئے۔ ان کے کمرے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''بھائی نجیب الرحمٰن یہ کونسا کپڑا ہے جو آج ہم نے پہنا ہے۔'' میں نے عرض کی کہ حضور کرنڈی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر فرمایا ''بھائی نجیب الرحمٰن آپ نے ہمیں ہر رنگ، ہر کوالٹی (بلکہ آپ نے فرمایا کہ ہر نسل) اور ہر طرح کے کپڑے پہنائے ہیں اور یہ تم نے خلوصِ دِل سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری پیشانی پر بخت لکھ دیئے ہیں۔'' اتنے میں ڈاکٹر فتح محمد تشریف لے آئے اور انہوں نے سارا غصہ مجھ پر نکالا کہ تمہاری وجہ سے حضرت صاحب کو بڑا نقصان ہوسکتا ہے کیونکہ تم نے اپریشن رکوا دیا ہے۔ میں نے عرض کی ''کل سے محرم شروع ہونے والا ہے اور حضرت صاحب کا دربار پاک پر رہنا بہت ضروری ہے کیونکہ محرم کے دنوں میں لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ آپ رپورٹس دے دیں ہم محرم کے بعد آ جائیں گے۔'' اتنے میں سامان داروغہ والا سے آ چکا تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ دربار پاک روانہ ہو گئے۔

خوشبو کا استعمال ::: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خوشبو بہت پسند تھی اور بدبو سے سخت نفرت تھی۔ ہر روز غسل فرمانے کے بعد خوشبو لگانا معمول تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ اعلیٰ قسم کی خوشبویات استعمال فرمایا کرتے تھے۔

خوراک ::: غربا و مساکین کے لئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کا دستر خوان (لنگر) بہت وسیع تھا لیکن اپنی خوراک بہت کم اور سادہ تھی۔ عموماً آپ رحمتہ اللہ علیہ سادہ غذا استعمال فرماتے لیکن پیش کرنے پر عمدہ سے عمدہ غذا بھی تناول فرما لیتے اور پُرتکلف دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے۔

عبادات ::: عبادتِ الٰہی سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو خاص شغف تھا۔ ہمیشہ باوضو رہتے۔ بیماری کی حالت میں تیمّم فرما لیا کرتے۔ نمازِ پنجگانہ اور اسمِ اللہ ذات کا ذکر و تصور فرماتے اور وظائف عموماً نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد تنہائی میں پڑھتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ مراقبہ و مشاہدہ کی حالت میں رہتے۔

فقہی، عرفانی مسلک اور سلسلہ فقر

فقہی مسلک

فقہ میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو تھے یعنی حنفی مسلک تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چاروں فقہی مذاہب کے بارے میں نظریہ تھا کہ یہ چاروں حق ہیں اور ان میں سے کسی ایک فقہ کی مکمل اور اس کی روح کے عین مطابق پیروی لازمی ہے کیونکہ فقہی اجتہاد کی جس انتہا پر چاروں امامین، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پہنچے کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بہت بڑا فتنہ اسلام میں داخل ہو گیا ہے کہ کوئی گمراہ عالم یا اس کا گروہ فقہی مسلک تو اِن چاروں امامین پاک میں سے کسی ایک ہی کا بظاہر اختیار کر لیتا ہے لیکن اس میں نظریات اور تعلیمات اپنی شامل کر کے ایک نیا فرقہ بنا کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ کھڑی کر لیتا ہے اور اُمت کو فرقوں اور مسلکوں میں تقسیم کر کے انتشار اور فساد پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کے اس نام نہاد اجتہادی فساد سے اُمتِ مسلمہ کو محفوظ رکھے۔

سلسلہ فقر

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ فقر سروری قادری[1] ہے اور سلسلہ سروری قادری کے بارے میں آپ بابِ اوّل میں پڑھ چکے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ سروری قادری کی اس انتہا پر تھے جس کا نام سلطان الفقر ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سروری قادری مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ صاحب مسمّٰی تھے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- سروری قادری مرشد جامع و مجمل ہوتا ہے۔ وہ باطن اور ظاہر میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبوں کے لیے کتب الاکتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ جس کے مطالعہ سے طالب فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں اور اس ذات کو بے حجاب دیکھتے ہیں۔ طالبانِ مولیٰ اگر اعتقاد، صدق اور دل کی پاکیزگی سے اس کتاب کو پڑھیں تو وہ ہر مقصود با آسانی پا لیتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

اس فقیر کو حضور مرشد پاک کے ''چہرہ'' کے مطالعہ کا اعجاز حاصل رہا ہے۔ اس فقیر نے زبان سے کبھی بھی کوئی صلاح مشورہ نہیں کیا۔ جب بھی کسی

---

[1] سلسلہ سروری قادری کے مطالعہ کے لیے بابِ اوّل ملاحظہ فرمائیں۔

مضمون یا کتاب لکھنے میں مشکل پیش آئی یا راہِ فقر میں کسی امتحان یا آزمائش کا وقت آیا اور اس فقیر کی سمجھ میں کوئی حل نہ آیا تو یہ فقیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں جا کر بیٹھ جاتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل سے رخصت ہونے کا وقت آتا تو کتاب یا مضمون کا پورا خاکہ یا مسئلے کا پورا حل اور طریقہ کار سمجھ میں آ جاتا۔

فقیر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کے مطالعہ میں صرف ایک دفعہ دھوکہ کھایا ہے اور وہ ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت۔ 2003ء کے اوائل سے مجھے کثرت سے ایسے خواب آنے لگے تھے کہ حضور مرشد پاک کا وصال ہو رہا ہے یا وصال ہو گیا ہے یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھایا جا رہا ہے۔ اِن خوابوں نے مجھے ذہنی خلجان اور پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا، میں یہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ ان خوابوں نے مجھے ذہنی مریض بنا دیا تھا۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور حسبِ روایت پہلے داروغہ والا تشریف لے گئے۔ یہ مارچ یا اپریل کے اوائل کا واقعہ ہے۔ میں نے سونے کے اسمِ اللہ ذات بنانے کے لیے مختلف قسم کی ڈرائنگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دکھانے کے لیے بنائی تھیں۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ڈرائنگ کو پسند فرمایا اور سید امیر خان نیازی مرحوم کی طرف بڑھا دیا کہ دیکھیں ٹھیک بنا ہے۔ نیازی صاحب نے بھی غور سے دیکھنے کے بعد اُسے درست قرار دیا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میری طرف تھی اور گفتگو آپ سید امیر خان نیازی مرحوم سے فرما رہے تھے ''اب ایک ویگن ہو جس میں بکسوں میں سونے کے اسمِ اللہ ذات بھرے ہوئے ہوں اور ہم پورے پاکستان کا دورہ کریں اور لوگوں کو اسمِ اللہ ذات کی دعوت دیں، پتہ نہیں عمر کتنی ہے۔'' پھر زور دے کر کہا ''انشا اللہ عمر تو ابھی بہت پڑی ہے۔'' یہ فرماتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی نگاہ مجھ پر ڈالی کہ وہ پریشانی اور خلجان میرے دِل سے نکل گیا اور آپ کے سفرِ وصال کے دوران مجھے آپ کے چہرہ کے مطالعہ میں مکمل ناکامی ہوئی۔ سروری قادری مرشد کو یہ کمال بھی حاصل ہوتا ہے کہ اپنے چہرے کی تحریر ہی طالب سے چھپا لے۔

عرفانی مسلک

معرفتِ الٰہی کے بارے میں صوفیا کرام کے دو مسلک مشہور ہیں:

(۱) ہمہ اوست یا وحدت الوجود (۲) ہمہ از اوست یا وحدت الشہود۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی تھا جو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور جو اِن دونوں مسالک سے آگے ہے یعنی ''ہمہ اوست در مغز و پوست'' ترجمہ: ہر شے کے ظاہر و باطن میں ایک ہی ذات جلوہ گر ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

- وحدت الشہود کا نظریہ باطن کی دنیا کا بہت بڑا سہو ہے۔ 'ہمہ اوست' والے فرماتے ہیں کہ کائنات اور تمام موجودات اللہ کا سایہ (ظِلّ) ہے۔ بھائی جب اس ذاتِ پاک نے اپنے محبوب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہیں بنایا تو خود اس ذات کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ان کے

اس نظریہ کو درست مان لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (ترجمہ: نہ کوئی اللہ سے پیدا ہوا اور نہ اللہ کسی سے پیدا ہوا) کی تکذیب ہوتی ہے جو سراسر کفر ہے۔ اصل میں معرفتِ الٰہیہ دو قسم کی ہے، ایک معرفتِ صفاتِ حق تعالیٰ اور دوسری معرفتِ ذاتِ حق تعالیٰ۔ معرفتِ صفات کا تعلق کثرت سے اور معرفتِ ذات کا تعلق وحدت سے ہے۔ معرفتِ صفات کا تعلق عالمِ خَلق سے ہے اور معرفتِ ذات کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔ معرفتِ صفات کا تعلق عبودیت سے ہے اور معرفتِ ذات کا تعلق ربوبیت سے ہے۔ معرفتِ صفات میں تسخیرِ خلق اور رجوعاتِ خَلق ہے اور معرفتِ ذات میں استغراقِ مشاہدۂ ذاتِ حق ہے۔ معرفتِ صفات کا ذریعہ ورد وظائف، ذکر فکر، چلے، مراقبے اور بدنی و زبانی ریاضت و مشقت ہے اور معرفتِ ذات کا ذریعہ فقط تصورِ اسمِ اللّٰہ ذات ہے۔ معرفتِ صفات کی انتہائی منزل سدرۃ المنتہیٰ پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور لوحِ محفوظ کا مطالعہ ہے جبکہ معرفتِ ذات میں ابتدائی منزل ہی مشاہدۂ ذاتِ حق کا استغراق (مقام فنا فی اللہ) اور مجلسِ محمدیؐ کی دائمی حضوری ہے۔ معرفتِ صفات کا عارف صاحبِ ریاضت ہے اور معرفتِ ذات کا عارف صاحبِ راز ہے۔ صاحبِ ریاضت صاحبِ درجات ہے اور صاحبِ راز صاحبِ ذات ہے۔ صاحبِ درجات دیدارِ الٰہی سے محروم ہے لیکن صاحبِ راز کی پہلی منزل ہی دیدارِ الٰہی اور انتہا فنا فی اللہ بقا باللہ ہے۔ معرفتِ صفات کے عارف لوحِ محفوظ کا مطالعہ تو کر سکتے ہیں لیکن دیدارِ الٰہی سے محروم رہتے ہیں کیونکہ ریاضت کی راہ سے دیدارِ الٰہی ممکن ہی نہیں اور جب تک دیدار حاصل نہ ہو فنا و بقا کا تصور ہی محال ہے۔ اور پھر جو دیدارِ ذات کی منزل سے گزر کر ذاتِ حق میں فنا ہو کر سراپا وحدت نہ ہوا اُسے ہر چیز میں وحدتِ ذات کیسے نظر آئے؟ صاحبِ درجات دوئی و کثرت میں ہوتا ہے اس لیے وہ کثرت ہی کی بات کر سکتا ہے کہ اُسے نظر ہی کثرت آتی ہے اور کثرت کا ظہور چونکہ نورِ ذات کا پرتو ہے اس لیے صاحبِ درجات ''ہمہ از اوست'' کے علاوہ کہہ بھی کیا سکتا ہے؟ جو آدمی جس مرتبے پر ہوتا ہے وہ اُسی کے متعلق بتلا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں ان دونوں نظریات کا تعلق شریعت یا علم سے نہیں بلکہ معرفتِ الٰہی سے ہے اور معرفتِ الٰہی کا دارومدار باطنی مشاہدے پر ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔ البتہ بندہ جب تک مقامِ خَلق کی دید میں مشغول رہتا ہے وہ ناقص رہتا ہے اور دوئی و کثرت سے نکل کر توحیدِ ذات میں غرق نہیں ہو سکتا اور جب تک انسان توحید میں غرق نہیں ہوتا وہ نامکمل ہے۔ توحید یہ ہے کہ ظاہر باطن میں تجھے ذاتِ حق کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔ باطن میں جب طالبِ مولیٰ کو ذاتِ حق کے علاوہ کچھ اور نظر آئے تو وہ ظلمت میں ہوتا ہے نہ کہ نورِ توحید میں۔ نور کیا ہے اور ظلمات کیا ہے؟ ظلمات کے چار مقامات ہیں: مقامِ ازل، مقامِ ابد، مقامِ دنیا اور مقامِ عقبیٰ۔ گو کہ ان چاروں مقامات میں زندگی کی چہک دمک ہے لیکن عارف وہ ہے جو ان چاروں مقامات کی لذّات سے منہ موڑ کر لذّتِ دیدارِ پروردگار کے مقام سے گزر کر اُس کی ذات میں فنا ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طالبِ اللہ اگر ان چاروں مقامات میں سے کسی ایک کا مشاہدہ کر رہا ہو تو دوئی اور کثرت میں ہوتا ہے جو ظلمت ہے اس لیے وہ طالب ناقص ہے۔ ان دونوں نظریات کا تعلق عوام و علمائے اہلِ شریعت سے نہیں اس لیے وہ ان پر بحث و مباحثہ سے پرہیز ہی کریں تو بہتر ہے کہ یہ اُن کا حق نہیں۔ یہ مسئلہ صرف عارفین یا فقرا کا ہے جو اسے بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ ایک طالبِ صادق ہی اس مسئلے کا

صحیح فیصلہ کر کے اپنے مرتبے کی جانچ پڑتال کر سکتا ہے کہ اگر وہ مشاہدۂ ''ہمہ اوست در مغز و پوست''[1] کے مرتبے پر نہیں پہنچ سکا تو وہ خام و ناقص ہے کہ وہ ابھی توحیدِ ذات سے بہت دور ہے۔[2]

---

[1] ہر چیز کے ظاہر و باطن میں ایک ہی ذات (ھُو) جلوہ گر ہے۔ [2] آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مادری زبان سرائیکی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ گفتگو سرائیکی میں ہی فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس گفتگو کو اس فقیر نے اردو میں منتقل کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کی اصل روح برقرار رہے۔ کسی مرشد کامل کے مریدین کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرشد کی تعلیمات، فرمودات اور ارشادات کو محفوظ کریں، انہیں ملفوظات کا نام دیا جاتا ہے لیکن قابلِ افسوس مقام یہ ہے کہ کچھ لوگ سلطان الفقر ششم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات اور فرمودات کو اپنی کتب میں اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے تراجم میں اپنے نام کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔

گھوڑوں سے محبت

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کثیر تعداد میں خوبصورت گھوڑے تھے جن کی تعداد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے وقت تقریباً سو کے قریب پہنچ چکی تھی۔ بعض کورچشم لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گھوڑوں کی پرورش، ان سے محبت اور ان پر رقم خرچ کرنے پر اعتراضات کرتے تھے۔ شاید اُن میں سے بعض کے ذہن میں یہ بات ہو کہ جیسے آج کے دور میں خاندانی پیر ریس کورس میں ریس میں جوا کھیلنے کے لیے گھوڑے رکھتے اور دوڑاتے ہیں اسی طرح سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ بھی کرتے ہوں گے (نعوذ باللہ)۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کبھی ریس کورس گئے نہ ہی آپ کے گھوڑے کبھی ریس کورس گئے یا بھجوائے گئے اور نہ ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی اس غرض سے کسی اور جگہ گھوڑوں کی ریس کروائی اور نہ ہی حصہ لیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گھوڑے نیزہ بازی کے مقابلوں میں حصہ لیتے تھے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ بذاتِ خود بہت بڑے گھڑ سوار اور نیزہ باز تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پسندیدہ گھوڑوں کا نام نگینہ، کبوترا، اطلس اور شہباز تھا اور اُن کی بڑی محبت سے دیکھ بھال کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ شیعن نسل کے گھوڑے کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اوچھالی وادی سون سکیسر میں نیزہ بازی کے مقابلے بھی کرائے لیکن ان میں مختلف شعبوں میں جیتنے والوں کو صرف کپ انعام میں دیئے جاتے۔ ان محافل کے انعقاد کے مقاصد کیا ہوتے تھے اس کا اظہار موضوع کے آخر میں ہوگا۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ پہلے زمانہ میں سفر کے لیے گھوڑا ہی استعمال ہوتا تھا۔ گاڑیوں کا عام فیشن تو موجودہ دور میں ہوا۔ اس سے پہلے اولیا کرام تبلیغی سفروں پر جانے کے لیے گھوڑے ہی استعمال فرماتے تھے۔ پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ تبلیغی سفروں کے لیے گھوڑے ہی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ خود بھی سال میں دو سفر گھوڑوں پر فرمایا کرتے تھے اور یہ دو سفر (جن کا ذکر اسم اللہ ذات کے فیض کو عام کرنے کے لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے معمولاتِ سفر میں گزر چکا ہے) آپ رحمتہ اللہ علیہ نے زندگی کے آخری سال 2003ء تک جاری رکھے۔

گھوڑا ایک متبرک جانور ہے اور اس کا استعمال سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے۔ ہم قرآن وحدیث اور اولیا کرام کے ارشادات کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں تاکہ جاہلوں کو آئینہ دکھایا جا سکے۔

گھوڑوں کی عظمت قرآن پاک میں

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم اٹھائی ہے:

◆ وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ○ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ○ (سورۃ العدیٰت 1-2)

ترجمہ: قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو دوڑتے ہیں۔ ان کے سینے سے آواز نکلتی ہے اور جب ان کے سُم (پاؤں) پتھروں پر پڑتے ہیں تو ان سے چنگاری نکلتی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑوں سے محبت کا ایک واقعہ قرآن پاک میں بیان ہوا ہے:

ترجمہ: اور داؤد (علیہ السلام) کو ہم نے (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) جیسا بیٹا عطا کیا بہترین بندہ، کثرت سے اپنے ربّ کی طرف رجوع کرنے والا اور جب تیسرے پہر اس (حضرت سلیمان علیہ السلام) کے سامنے خوب سَدھے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے جن کو روکیے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر ٹکائے ہوئے۔ چلایئے تو ہوا ہو جائیں۔ تو حضرت (سلیمان علیہ السلام) نے کہا کہ مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی اپنے ربّ کی یاد کے لیے۔ پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہوں کے پردے میں چھپ گئے (بہت دور چلے گئے)۔ پھر حکم دیا کہ میرے پاس واپس لاؤ اور جب واپس لائے گئے تو ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگے۔ (سورۃ ص:33-30)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں گھوڑے پالنا اور رکھنا شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح جائز تھا۔ ایک دن آپ علیہ السلام کے سامنے گھوڑے لائے گئے، آپ علیہ السلام نے ان کو دوڑانے کا حکم فرمایا۔ جہاں دوڑ ہو رہی تھی وہ ایک وسیع اور گول میدان تھا جس میں گھوڑے دوڑنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے رہے تھے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور آپ علیہ السلام کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے گھوڑوں کے سواروں سے فرمایا کہ گھوڑے میرے سامنے لاؤ۔ جب گھوڑے آپ علیہ السلام کے سامنے لائے گئے تو آپ علیہ السلام ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کی رسیاں اپنے ہاتھ سے ان کے گلے میں ڈالتے۔ (تفسیر روح البیان پارہ 23 صفحہ 364، ترجمہ: محمد فیض احمد اویسی)

فتوحاتِ مکیہ میں اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے:

- آپ علیہ السلام محبت اور فرحت سے گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرتے کہ یہ ربّ تعالیٰ کی خیر ہیں۔ (فتوحاتِ مکیہ)

تفسیر روح البیان میں درج ہے:

- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جہاد کے لیے گھوڑے پیش کیے گئے اور آپ علیہ السلام ان کے معائنہ میں مشغول ہو گئے تو سورج ڈوب گیا اور عصر کا وقت گزر گیا۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ سورج واپس لے آؤ تاکہ میں عصر کی نماز پڑھ لوں۔ (پارہ 23 صفحہ 365)

گھوڑوں کی فضیلت احادیث شریف میں

- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''قیامت تک گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی اور نفع

رکھ دیا گیا ہے۔ پس تم ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان کی برکت کی دعا کیا کرو اور ان کو رسی ڈالو مگر تانت کی رسی استعمال نہ کرو۔'' (مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی انگشت مبارک گھوڑے کی پیشانی پر پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں ''گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے قیامت کے دن تک۔'' (مسلم)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''سب سے اچھا گھوڑا سیاہ رنگ والا ہے بشرطیکہ اس کی پیشانی اور ہونٹ سفید ہوں۔ اس کے بعد (دوسرے درجے پر) وہ گھوڑا ہے جس کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں لیکن اس کا دایاں حصہ سفید نہ ہو اور اگر کالا گھوڑا نہ ہو تو (سب سے اچھا گھوڑا) کمیت ہے یعنی اس کا رنگ سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو اسی نقش کے مطابق (یعنی پیشانی اور ہونٹ اور بائیں ہاتھ پاؤں پر سفیدی) ہو۔'' (ابن ماجہ۔ المستدرک)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر تم جہاد کرنا چاہو تو پھر تم سفید پاؤں والا یا بائیں طرف کے پاؤں کی سفیدی والا گھوڑا خریدو، بے شک تم غنیمت پاؤ گے اور سلامت رہو گے۔'' (مجمع الزوائد۔ المستدرک)

ایک روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر اٹھائے ہوئے زیادہ ہنہناتے والا دیکھو تو سمجھ لو فتح ان کی ہوگی اور جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر جھکائے کم ہنہنانے والا اور دم ہلانے والا دیکھو تو سمجھ لو ان کو شکست ہونے والی ہے۔'' (شفاء الصدور)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ (نسائی)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص گھوڑا باندھنے (یعنی رکھنے) کی طاقت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ گھوڑا باندھے۔'' (ابن عساکر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس گھر میں عمدہ گھوڑا ہو اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔'' (مجمع الزوائد)

گھوڑوں کا دعا کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر عربی گھوڑے کو صبح سویرے چند دعائیہ کلمات کہنے کی اجازت دی جاتی ہے (وہ گھوڑا دعا کرتا ہے) ''اے میرے پروردگار! تو نے مجھے ایک انسان کو بخش دیا اور عطا فرمایا ہے۔ پس تو مجھے اس کے نزدیک اس کے اہل و عیال میں سب سے زیادہ محبوب بنادے۔'' (مسند احمد۔ نسائی۔ مستدرک صحیح الاسناد)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک شخص نے انہیں اپنا مسئلہ بتایا کہ میرے گھر میں پتھر گرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ''جاؤ اپنے گھر میں عربی گھوڑا باندھ دو۔'' اس شخص نے گھوڑا باندھا تو پتھراؤ رک گیا۔ اس نے حضرت عبداللہ بن مبارک

رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ علاج کیسے تجویز فرمایا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

◆ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ (الانفال۔60)

ترجمہ: اور (اے مسلمانو!) ان کے (مقابلے کے) لیے تم سے جس قدر ہو سکے قوت مہیا کر رکھو اور بندھے ہوئے گھوڑوں کی (کھیپ بھی)، اس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراتے رہو اور ان کے سوا دوسروں کو بھی جن (کی چھپی دشمنی) کو تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے۔

اور فرمایا کہ اس آیت میں اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ (ان کے سوا دوسرے) سے مراد جنات ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھوڑے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کئی گھوڑے تھے۔ ذیل میں ان کا ذکر ترتیب سے کیا جاتا ہے:

1. السکب (تیز رفتار): یہ سفید پیشانی والا سرخ و سیاہ گھوڑا تھا جس کے بائیں پاؤں پر سفید لکیر تھی۔ ابنِ تاثیر کہتے ہیں کہ یہ سیاہ رنگ کا تھا۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملکیت میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے ایک بدو سے دس اوقیہ چاندی کے عوض خریدا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے اس پر غزوۂ احد میں شرکت فرمائی تھی۔ اس دن مسلمانوں کے پاس حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے اور السکب کے علاوہ کوئی تیسرا گھوڑا نہیں تھا۔

2. المرتجز (رجز پڑھنے والا): اس کا یہ نام اس کی نظم پڑھنے جیسی خوبصورت ہنہناہٹ کی وجہ سے پڑا۔ یہ سیاہ اور سفید رنگ والا تھا۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ اصیل گھوڑا تھا۔

3. اللحف (لپٹنے والا): یہ نام اس لیے پڑا کہ وہ لمبی (غاندار) دم والا تھا گویا کہ وہ اپنی دم کو زمین پر بچھانے والا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ربیعہ بن ابوالبراء یا فردہ بن عمرو الجزامی نے پیش کیا تھا۔

4. اللزاز (چمٹنے والا): گویا کہ وہ اپنی تیزی کی وجہ سے اپنی منزل سے فوراً چمٹ جانے والا تھا۔ یہ گھوڑا مقوقس نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

5. الظرب (ٹیلا۔ چھوٹا پہاڑ): یہ دیوہیکل اور مضبوط گھوڑا تھا۔ فردہ بن عمرو نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

6. الورد (سرخ زردی مائل): یہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ اس کا یہ نام اس کے رنگ کی وجہ سے پڑا۔

7. سبحہ (تیرنے والا): اس کی تیز رفتار اور خوبصورت آرام دہ چال کی وجہ سے یہ نام پڑا۔

حافظ شریف الدین الدمیاطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مذکورہ بالا سات گھوڑوں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زیادہ سواری السکب پر فرماتے۔

گھوڑوں کی خدمت واکرام کی فضیلت

- حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ تک حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اپنے عربی النسل گھوڑے کا اکرام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی اہانت کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی اہانت فرمائے گا۔'' (ذکرہ ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ فی کتاب الخیل)
- روح بن زنباع فرماتے ہیں کہ میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کے لیے ''جو'' صاف فرما رہے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد آپ کے اہل خانہ ہیں۔ میں نے عرض کیا ''کیا ان گھر والوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو آپ کی طرف سے اس کام کو سرانجام دے سکے؟'' انہوں نے فرمایا ''کیوں نہیں! لیکن میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے گھوڑے کے لیے 'جو' صاف کرے گا اور اس کے لیے (کھانے والی تھیلی میں) لٹکا دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطا فرمائے گا۔'' (شعب الایمان۔ بیہقی)
- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے کپڑے سے گھوڑے کے چہرے کو صاف فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا آپ اپنے کپڑے سے اس کا منہ صاف فرما رہے ہیں؟'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''تمہیں کیا پتہ جو رات کے وقت جبرائیل علیہ السلام نے اس (گھوڑے) کے بارے میں مجھے بتایا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''اس کے چارے کی ذمہ داری مجھے سونپ دیجیے۔'' حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کیا سارا اجر تم لینا چاہتی ہو۔ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے (اس کے چارے کے) ہر دانے کے بدلے نیکی عطا فرماتا ہے۔'' (شفاء الصدور)
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''جو شخص گھوڑا باندھتا (اپنے گھر میں رکھتا) ہے تو اس گھوڑے کا کھانا پینا، اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے ترازو میں اجر بنا کر ڈالا جائے گا۔'' (بخاری شریف)
- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص نے اللہ کے راستے میں گھوڑا باندھا (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے گھوڑا رکھا) وہ اسے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنے گا۔'' (ابن عساکر)
- حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص نے خلوصِ دل کے ساتھ گھوڑے رکھنے یا پالنے کا ارادہ کیا اسے ایک شہید کا درجہ دیا جائے گا۔'' (ذکرہ ابو عبیدہ فی کتاب الخیل وہو مرسل)
- ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بھلائی گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے والوں کی (اللہ کی طرف سے) مدد کی جاتی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والا ہاتھ کھول کر صدقہ کرنے والے جیسا ہے۔'' (ابو عوانہ۔ ابن حبان۔ المستدرک صحیح الاسناد)
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بھلائی قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی

ہےاور گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال ہتھیلیاں بھر کر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔‘‘ (موارد الظمآن)

نیزہ بازی کی فضیلت

- حضرت ابنِ عمرؓ سے بیان کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور جو میری شریعت کی مخالفت کرے گا اس کے لیے ذلت ہے۔‘‘ (صحیح بخاری)
- حضور اکرم ﷺ جو کھیل زیادہ پسند فرماتے تھے ان میں نیزہ بازی، تیراندازی، گھڑ دوڑ اور گھوڑا ناچ شامل ہیں۔ ایسی بہت سی روایات موجود ہیں کہ آپ ﷺ بہترین نیزہ باز اور گھڑ سوار تھے اور بہت سے مقابلوں میں آپ ﷺ نے خود شرکت فرمائی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور گھوڑوں کا شوق

احادیث اور روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے گھوڑے رکھے ہوئے تھے اور نہ صرف گھوڑوں سے محبت فرماتے تھے بلکہ اپنے ہاتھوں سے گھوڑوں کی خدمت کرتے تھے۔

اولیا کرام رحمۃ اللہ علیہم اور گھوڑوں کا شوق

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کے اصطبل پر بیسیوں گھوڑے کھڑے ہوتے تھے اور روایات میں آتا ہے کہ ان کے پاؤں کی نعلیں بھی سونے کی ہوتی تھیں۔ سیّد عبدالقادر اربلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ سیّدنا عبدالقادر جیلانیؓ میں فرماتے ہیں:

- بغداد میں ایک شخص نے آپؓ کے گھوڑوں کا اصطبل دیکھا جس میں اعلیٰ نسل کے چالیس گھوڑے سونے چاندی کے کھونٹوں سے بندھے ہوئے تھے جن پر ریشمی جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ (منقبت۔55)

حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ گھوڑوں پر سونے کی زین ڈال کر سواری کرتے تھے۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ بھی گھوڑے پسند فرماتے تھے اور انکی سواری فرماتے تھے۔ روایت کے مطابق ان کے پاس چالیس گھوڑے موجود تھے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اور گھوڑوں کا شوق

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ بھی گھوڑوں کا شوق رکھتے تھے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضور اکرم ﷺ نے ایک

گھوڑوں کی جوڑی عطا فرمائی تھی جس کی نسل سے آج بھی گھوڑے موجود ہیں۔

اب تو یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیا کرام رحمۃ اللہ علیہم کی سنت کو زندہ رکھا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تقریباً سو کے قریب گھوڑے تھے۔ ہر ایک دیکھنے کے قابل تھا۔ دور دراز سے لوگ ان کی زیارت کے لیے تشریف لاتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ خود بھی ماہر گھڑ سوار اور نیزہ باز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سایہ تربیت یافتہ گھڑ سوار اور نیزہ باز نہ صرف ملک میں بلکہ غیر ممالک میں بھی جاتے تھے اور نیزہ بازی کے مختلف مقابلوں میں حصہ لیتے تھے۔

ان گھوڑوں میں ایک گھوڑا ایسا تھا جس کی گردن پر ''اسم محمدؐ'' نقش تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق سال میں مختلف موقعوں پر گھڑ دوڑ اور نیزہ بازی کے مقابلے منعقد کراتے جس میں پورے ملک سے ہزاروں کی تعداد میں گھوڑے اور گھڑ سوار شرکت کرتے۔ ان محافل کے انعقاد کا مقصد لہو و لعب نہیں بلکہ فیضِ فقر کو عام کرنا اور وہ لوگ جو دینی محافل میں شرکت نہیں کرتے تھے انہیں ان محافل کے ذریعے جمع کرنا اور اُن کا تزکیۂ نفس کرنا ہوتا تھا۔ فقیر کا مشاہدہ ہے کہ وہ لوگ جو میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محافل میں تو شریک نہیں ہوتے تھے لیکن نیزہ بازی کے مقابلوں میں حصہ لیتے تھے بعد میں آہستہ آہستہ وہ محافلِ میلاد میں بھی شرکت کرنے لگتے اور پھر ان میں سے کئی ایسے بھی ہوئے جو راہِ فقر کے راہی بنے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کو جاری رکھنے اور نیزہ بازی کے کھیل کی مختلف ٹیموں کو متحد کرنے کے لیے ''محمدیہ حیدریہ سلطانیہ اعوان کلب'' کی بنیاد رکھی۔ اس کلب کے تحت نہ صرف تمام ٹیموں کے آپس میں نیزہ بازی کے مقابلے کروائے جاتے بلکہ ملک بھر میں مختلف مقابلوں اور تقریبات میں اس کلب کے پرچم اور نام کے تحت حصہ لیا جاتا۔ اس کلب کے آپ رحمۃ اللہ علیہ سرپرست تھے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ان تقریبات میں شرکت کا مقصد ایک ہی ہوتا تھا اور وہ تھا فیضِ فقر کو عام کرنا۔ [1]

---

[1] مصنف کا یہ مضمون ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے شمارہ جولائی 2003ء میں شائع ہو چکا ہے جسے معمولی رد و بدل کے ساتھ اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ صاحب لولاک میں طارق اسماعیل ساگر نے یہی مضمون تھوڑی سی رد و بدل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ازواج اور اولاد

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے دو نکاح فرمائے۔

پہلا نکاح

پہلا نکاح 1979ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خاندان میں ہم کفو خاتون سے فرمایا جن کے بطنِ مبارک سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

1۔ صاحبزادہ سلطان محمد علی مدظلہ الاقدس

آپ سلطان الفقر ششم کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت 22 اپریل 1981ء (18 جمادی الثانی 1401ھ) بروز بدھ آستانہ عالیہ حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نزد دربار حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ گڑھ مہاراجہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ آپ نے دینی تعلیم استاد العلما مولانا منظور احمد[1] مہتمم شمس المدارس جنڈانوالہ ضلع بھکر سے حاصل کی۔ 7 دسمبر[2] 1998ء کو آپ نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعتِ توبہ وتقویٰ کی اور 14 اپریل 2003ء کو دربار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دوبارہ بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی اور آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

2۔ صاحبزادہ سلطان احمد علی مدظلہ الاقدس

آپ سلطان الفقر ششم کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت بھی آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پر 25 اگست 1982ء (6 ذیقعد 1402ھ) بروز بدھ ہوئی۔ آپ نے بھی اپنے بڑے بھائی سلطان محمد علی صاحب کے ساتھ دینی تعلیم مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ 7 دسمبر 1998ء (17 شعبان 1419ھ) کو سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر اپنے بھائی سلطان محمد علی صاحب کے ساتھ بیعتِ توبہ وتقویٰ کی اور آپ کو صاحبِ مجاز کیا گیا۔ سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اگست 2004ء میں ماہنامہ مرآۃ

---

[1] مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ 4 دسمبر 2000ء کو انتقال کر گئے۔ [2] یہ بیعت دربار پاک شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پر ہوئی۔

العارفین لاہور کی ادارت اور مکتبہ العارفین (العارفین پبلیکیشنز) کی سربراہی سنبھالی۔

3- صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز مدظلہ الاقدس

آپ سلطان الفقر ششم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت بھی آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیزؒ پر 25 دسمبر 1992ء (یکم رجب 1413ھ) بروز جمعتہ المبارک ہوئی۔ آپ کو سلطان الفقر ششم نے سفروں میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔ آپ واحد صاحبزادے ہیں جنہوں نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے ہمراہ 2001ء میں حج کا فریضہ ادا فرمایا۔ اس وقت آپ مدظلہ الاقدس کی عمر صرف نو سال تھی۔ آپ کو بھی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے 7 دسمبر 1998ء کو دربار حضرت سیّد پیر محمد بہادر علی شاہ کاظمیؒ پر بیعت فرما کر صاحبِ مجاز فرمایا۔

4۔ اولادِ مادینہ میں ان مائی صاحبہ کے بطن پاک سے دو صاحبزادیوں کی ولادت ہوئی۔ سب سے بڑی صاحبزادی عینی بی بی کی ولادت 1980ء میں ہوئی۔ 1999ء میں اُن کی شادی آپؒ کے بھتیجے اور سلطان صفدر علیؒ کے چھوٹے صاحبزادے سلطان حافظ فتح محمد سے ہوئی۔ جون 2009ء میں عینی بی بی کا وصال ہو گیا۔

5- آپؒ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی فاطمہ بی بی 1994ء میں پیدا ہوئیں۔ اُن کی شادی اکتوبر 2013ء میں سلطان محمد فاروق رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے سلطان صفدر علی سے ہوئی۔

نکاحِ ثانی

دوسرا نکاح سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باطنی حکم کے مطابق 1997ء میں ملتان میں حاجی امیر بخش مرحوم و مغفور کی صاحبزادی، ولیہ کاملہ، رابعہ ثانی کوثر بی بی سے فرمایا۔ مائی صاحبہ کی عمر مبارک اس وقت 37 سال[1] تھی۔ اس نکاح کا واحد مقصد خواتین میں دعوت و تبلیغ کا کام تھا۔ آپ نے اِس فرض کو خوب نبھایا اور پورے پاکستان میں خواتین میں فقر اور معرفتِ الٰہیہ کی تبلیغ اور فروغ کے لیے بھرپور کام کیا۔ آپ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی محبوب تھیں۔ آپ نے صدق و اخلاص سے طلبِ مولیٰ کے لیے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی خدمت کی، آپؒ سے علمِ باطن حاصل کیا اور پھر خواتین میں اس کی تبلیغ و تدریس کی۔ آپ کی دعوت و تبلیغ سے لاکھوں خواتین نے سلطان الفقر ششم کے دستِ مبارک پر بیعتِ توبہ و تقویٰ کی۔ آپ نے سینکڑوں خواتین مبلغین تیار کیں جنہوں نے ملک بھر میں فقر کا پیغام خواتین تک پہنچایا۔ سلطان الفقر ششمؒ نے بھی آپ سے رفاقت کا حق یوں نبھایا

[1] آپ کی ولادت 1960ء میں ہوئی۔

کہ 1997ء سے لے کر وصال تک کا عرصہ آپ ہی کے ساتھ گزارا۔

آپ نے 2001ء میں سلطان الفقر ششم کے ہمراہ فریضۂ حج ادا کیا۔ اِس فقیر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ میدانِ عرفات میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا بھائی بنایا۔

آپ کے بطنِ مطہرہ سے دو صاحبزادیوں کی ولادت باسعادت ہوئی:

1۔ صاحبزادی عائشہ بی بی

12 اکتوبر 1998ء (20 جمادی الثانی 1419ھ) بروز سوموار پیدا ہوئیں۔

2۔ صاحبزادی خدیجہ بی بی

10 مارچ 2000ء (3 ذوالحجہ 1420ھ) بروز جمعۃ المبارک پیدا ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ گلشنِ اصغر میں سدا بہار رہے اور یہ گلشن سدا خوشیوں سے مہکتا رہے۔ (آمین)

خلفا اصغر اور صاحبِ مجاز

خلفا کے بارے میں بیان سے قبل خلافت اور صاحبِ مجاز کے بارے میں مختصراً بیان کرنا ضروری ہے:

خلافت

مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ اپنے بہت سے مریدین کو خلافت عطا کرتا ہے جن میں سے کچھ خلافت ظاہری اور کچھ باطنی ہوتی ہیں۔ خلافتِ ظاہری سے عام طور پر مرشد کے وصال کے بعد خانقاہ کا نظم و نسق چلانا مقصود ہوتا ہے۔ عمومی طور پر سجادہ نشین حضرات خلافتِ ظاہرہ کے حامل ہوتے ہیں۔ جن مریدین کو خلافتِ باطنی عطا کی جاتی ہے وہ مرشد کی کسی نہ کسی صفت سے متصف ہوتے ہیں۔ مرشد چونکہ کُل ہوتا ہے وہ کسی مرید کی محنت اور خلوص سے راضی ہو کر اس کو اپنی کسی خاص صفت سے متصف فرما کر خلافت عطا کر دیتا ہے اور یہ خلیفہ لوگوں کی اسی صفت کے تحت باطنی تربیت کرتا ہے۔ اسی صفت کے طالب اس صفت کے مرشد یا خلیفہ کے پاس آتے ہیں۔ تصوف کی عام فہم زبان میں ان خلفا کو ''خلفا اصغر'' کہا جاتا ہے۔ سروری قادری سلسلہ میں یہ ''صاحبِ اسم مرشد'' ہوتے ہیں۔

خلیفہ اکبر

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ اکبر ہوئے جن کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے امانتِ فقر منتقل فرمائی جو بفضلِ خدا یہ فقیر (سلطان العاشقین سلطان محمد نجیب الرحمٰن) ہے۔

اس کے علاوہ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے چھ خلفا اصغر اور تین صاحبِ مجاز ہوئے جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

صاحبِ مجاز

تصوف میں صاحبِ مجاز سے مراد وہ طالب ہوتا ہے جس کو مرشد لوگوں کو وظائف دینے کی اجازت دیتا ہے۔ سروری قادری سلسلہ میں صاحبِ مجاز طالب وہ ہے جسے مرشد کامل اکمل اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور عطا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

خلفا اصغر

1۔ صاحبزادہ سلطان محمد علی مدظلہ الاقدس

صاحبزادہ سلطان محمد علی مدظلہ الاقدس سلطان الفقر ششم رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے 7 دسمبر 1998ء (17 شعبان 1419ھ) بروز

سوموار 17 سال کی عمر میں شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعتِ توبہ و تقویٰ کی۔ بعد ازاں 14 اپریل 2003ء (11 صفر 1424ھ) بروز سوموار بعد نمازِ عصر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر اپنے دائیں طرف بٹھا کر دوبارہ بیعت فرمایا اور خلافت عطا فرمائی اور آستانہ عالیہ سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کا سجادہ نشین بھی مقرر فرمایا۔ سجادہ نشینی کی وجہ سے آپ کو دوسرے خلفا اصغر پر فضیلت حاصل ہے۔

2۔ صاحبزادہ سلطان معظم علی مدظلہ الاقدس

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے بھائی ہیں۔ ان کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر 10 مئی 1993ء (19 ذیقعد 1413ھ) بروز سوموار بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی اور بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

3۔ صاحبزادہ سلطان محمد شریف مدظلہ الاقدس

14 اپریل 2003ء (11 صفر 1424ھ) کے دِن ہی سلطان محمد علی کے ہمراہ سلطان الفقر ششم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بھتیجے اور سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سلطان محمد شریف مدظلہ الاقدس کو اپنے بائیں طرف بٹھا کر بیعت فرمایا اور خلافت عطا فرمائی۔

سلطان محمد علی اور سلطان محمد شریف کی بیعت کا معاملہ اس طرح سے ہے کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا دِن کو سلطان محمد علی مدظلہ الاقدس کو اپنے دائیں طرف اور سلطان محمد شریف مدظلہ الاقدس کو اپنے بائیں طرف بٹھایا اور دونوں کو بیک وقت بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی اور بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

4۔ صاحبزادہ سلطان فتح محمد مدظلہ الاقدس

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بھائی سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے داماد بھی۔ ان کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 7 دسمبر 1998ء (17 شعبان 1419ھ) بروز سوموار شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی۔

5۔ صاحبزادہ سلطان محمد معروف مدظلہ الاقدس

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے منجھلے بھائی سلطان محمد فاروق رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ان کو بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 7 دسمبر 1998ء (17 شعبان 1419ھ) بروز سوموار شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی۔ اس موقع پر سلطان محمد فاروق رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے جن کا وصال 17 جولائی 2000ء میں ہوا۔ سلطان محمد فاروق

رحمۃ اللہ علیہ کی رسمِ چہلم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ محمد معروف سلطان کی دستار بندی فرما کر سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین مقرر فرمایا۔

6۔ میاں ضیاء الدین مدظلہ الاقدس

20 ستمبر 1999ء (9 جمادی الثانی 1420ھ) بروز سوموار عرس مبارک سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر خلافت عطا فرمائی اور بیعت کی اجازت عطا فرمائی۔ اِن کا تعلق گاؤں موسیٰ والی سے ہے جو پپلاں کے قریب ضلع میانوالی میں ہے۔

صاحبِ مجاز

1۔ صاحبزادہ سلطان احمد علی مدظلہ الاقدس

سلطان احمد علی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ اِن کو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 7 دسمبر 1998ء (17 شعبان 1419ھ) کو دربار شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد پیر محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پر بیعت فرما کر صاحبِ مجاز فرمایا۔

2۔ صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز مدظلہ الاقدس

سلطان محمد بہادر عزیز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 7 دسمبر 1998ء کو دربار پاک شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد پیر محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پر بیعت فرما کر صاحبِ مجاز فرمایا۔

3۔ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ونہار چکوال سے تھا۔ آپ نے ہی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ سلطان الفقر کا ظاہری طور پر اعلان فرمایا تھا۔ آپ کو سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبِ مجاز فرمایا تھا اور اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور عطا کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ زندگی کے آخری حصہ میں آپ سمبڑیال (سیالکوٹ) منتقل ہو گئے اور وہیں 15 رمضان المبارک 1431ھ (26 اگست 2010ء) بروز جمعرات وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

تلاشِ محرمِ راز
اور
منتقلی امانتِ الٰہیہ، امانتِ فقر

امانت

امانت سے مراد امانتِ الٰہیہ، خلافتِ الٰہیہ، نیابتِ الٰہیہ یا امانتِ فقر ہے۔ منتقلی امانتِ الٰہیہ یا منتقلی امانتِ فقر سے مراد مرشد کامل اکمل کا اپنے خاص الخاص طالب جسے مجلسِ محمدیؐ سے امانتِ فقر کے لیے منتخب کیا گیا ہو، کو اپنا تمام روحانی ورثہ منتقل کرنا ہے۔ یہ طالب مرشد کا محرمِ راز یا دِل کا محرم ہوتا ہے اور اس کے بعد سلسلہ کا سربراہ اور امام ہوتا ہے۔

امانتِ الٰہیہ کے متعلق شاہ محمد ذوقی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف سرِّ دلبراں میں فرماتے ہیں:

✻ وہ بارِ امانت جس کے متحمل ہونے کی صلاحیت آسمان و زمین نے اپنے آپ میں نہ پائی اور جس کی تاب پہاڑ نہ لا سکے اور جو بوجھ نہ صرف آسمان بلکہ آسمان والوں سے بھی نہ اُٹھ سکا اور حضرتِ انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا وہ ظہورِ وجود ''یعنی ''ظہورِ ذات مع الاسما و صفات'' ہے۔ اس کو اسمِ اللہ ذات بھی کہا گیا ہے کیونکہ اسمِ اللہ ذات عین ذات پاک ہے اور بصورتِ بشریت وہ انسانِ کامل ہے۔

◆ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (سورۃ الاحزاب۔72)

ترجمہ: ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔ (سرِّ دلبراں)

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کا فرمان ہے کہ امانت سے مراد ''اسم اللہ ذات'' ہے اور اسم اللہ ذات کیا ہے؟

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

❖ اسمِ اللہ بس گرانست بس عظیم   ایں حقیقت یافتہ نبی کریم

ترجمہ: اسمِ اللہ بہت ہی بھاری اور عظیم امانت ہے۔ اس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں (کلید التوحید کلاں)

سلسلہ سروری قادری کے فقرا کاملین کے نزدیک امانت سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ''ورثہ فقر'' ہے۔ جو اس ورثہ فقر کا وارث ہوتا ہے وہی

حاملِ امانتِ الٰہیہ ہوتا ہے اور وہی خلیفہ اکبر اور سلسلہ کا سربراہ اور امام ہوتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خزانہ فقر کے مختارِ کل ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وراثت ہے اور وارث ہی وراثت تقسیم فرماتا ہے۔ جب طالب فنا فی اللہ بقا باللہ، فنا فی ھُو یا وحدت کی منزل تک پہنچ جاتا ہے اور توحید میں فنا ہو کر ''سراپا توحید'' ہو جاتا ہے تو وہی انسانِ کامل، فقیرِ کامل، امامِ مبین اور وہی مرشد کامل اکمل ہوتا ہے۔ حدیثِ نبوی ہے:

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ

ترجمہ: جہاں فقر مکمل ہوتا ہے وہی اللہ ہے۔

حاملِ امانتِ الٰہیہ وہ ہوتا ہے جو فنا فی فقر، فنا فی الرسول اور فنا فی ھُو ہوتا ہے۔

حضرت مویدالدین جندی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان جلد اوّل میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں اسمِ اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس کے معنی وہ انسانِ کامل ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب اور امانتِ الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسمِ اعظم کی صورت اس ولی کامل کی ظاہری صورت کا نام ہے۔

یعنی وہ مظہرِ الٰہی جس میں ظہورِ ذات مع الاسماء وصفات ہوتا ہے یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ طالب یا مرید جو مرشد کی ذات وتمام صفات کا مظہر ہوتا ہے اور اس کے لباس میں حقیقتاً مرشد ہی ملتبس ہوتا ہے کیونکہ وہ مرشد کی ذات میں مکمل فنا ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ واحد ہوتا ہے اور ہر زمانہ کی شان کے مطابق عام طور پر نئی جگہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اصطلاحِ تصوف اور عام فہم زبان میں اسے ''خلیفۂ اکبر'' کے نام نامی اور اسم گرامی سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

امانت جس طالب کے سپرد کی جاتی ہے وہ ازل سے منتخب شدہ ہوتا ہے۔ اس کا باطن آئینہ کی طرح پاکیزہ اور صاف ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے باطن میں بیعت فرما کر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرماتے ہیں جو اس کی باطنی تربیت کے بعد مرشد کے سپرد فرماتے ہیں۔ مرشد اُسے مختلف ظاہری و باطنی آزمائشوں اور امتحانات میں سے گزارتا ہے۔ جس طرح سونا بھٹی میں تپ کر کندن بن جاتا ہے اسی طرح یہ طالب مولیٰ اپنے بے مثل صدق، اخلاصِ نیت، شدتِ عشق، وفا وقربانی اور فضلِ الٰہی کی بدولت آزمائشوں اور امتحانات سے گزرنے کے بعد اس لائق ہو جاتا ہے کہ امانت اس کے سپرد کی جا سکے۔ وہ مرشد سے بے انتہا عشق اور مرشد کی بے لوث خدمت کی وجہ سے مرشد کی نظر میں عاشق سے معشوق، محبّ سے محبوب بن جاتا ہے۔ وہی مرشد کے دِل کا محرم، رازدار اور رازِ پنہاں سے باخبر ہوتا ہے۔ ''امانت'' کی منتقلی بھی اِن عاشق اور معشوق، محرم اور محرمِ راز کے درمیان ایک راز ہوتی ہے جو خاموشی اور رازداری سے عمل میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کرتے وقت ظاہری طور پر سب کے سامنے اپنی دستار مبارک سر سے اتار کر اپنے بڑے صاحبزادے سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے سر مبارک پر رکھی لیکن ''امانت'' بڑی رازداری سے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل فرما دی فَھِمَ مَنْ فَھِمَ (جو سمجھ گیا سو سمجھ گیا)۔

علامہ اقبالؒ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:

پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق
اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق

جس طرح ہر طالب کو مرشدِ کامل اکمل کی تلاش ہوتی ہے تاکہ معرفتِ الٰہی تک رسائی حاصل کر سکے اسی طرح ہر مرشد کامل اکمل ''محرم راز'' کی تلاش میں ہوتا ہے تاکہ اُسے ''امانتِ فقر'' منتقل کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ بھی تمام عمر ایسے محرم راز طالب کی تلاش میں رہے۔

نور الہدیٰ کلاں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں سالہا سال سے طالبانِ مولیٰ کا متلاشی ہوں لیکن مجھے ایسا وسیع حوصلے والا لائقِ تلقین اور صاحبِ یقین طالبِ صادق نہیں ملا جسے معرفت و توحید الٰہی کے ظاہری و باطنی خزانوں کی نعمت و دولت کا نصابِ بے حساب عطا کر کے تبرکاتِ الٰہی کی زکوٰۃ کی ادائیگی کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کے حق سے اپنی گردن چھڑا لوں۔

اسی کتاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

در طلب طالب بطلبم سالہا کس نیابم طالبی لائق لقا

ترجمہ: میں سالہا سال سے ایسے طالب کی تلاش میں ہوں جو لقائے الٰہی کے لائق ہو مگر افسوس مجھے ایسا طالب نہ مل سکا۔

امیر الکونین میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

کس نیابم طالبے حق حق طلب میرسانم باحضوری راز ربّ

ترجمہ: میں کوئی بھی طالبِ حق نہیں پا سکا جو (مجھ سے) حق طلب کرے اور میں اسے رازِ ربّ عطا کرتے ہوئے حضورِ حق میں پہنچا دوں۔

باھُوؒ کس نیامد طالبے لائق طلب حاضر کنم با مصطفیٰؐ توحیدِ ربّ

ترجمہ: اے باھُوؒ میرے پاس کوئی بھی اللہ کی طلب لے کر نہیں آتا جسے میں مجلسِ محمدیؐ کی حضوری عطا کر کے وحدتِ حق تک لے جاؤں۔

عین الفقر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

یہ فقیر باھُو کہتا ہے کہ میں تیس سال مرشد کی تلاش میں رہا اور اب سالہا سال سے طالبِ مولیٰ کی تلاش میں ہوں لیکن مجھے کوئی طالبِ مولیٰ نہیں ملا۔

کس نہ پرسد ز من خدا پرسی تا رسانم بعرش و با کرسی
ہیچ پردہ نماند راہِ خدا گشتہ یکتا شوی ز غیر خدا

ترجمہ: کسی نے مجھ سے قربِ خدا کی طلب نہیں کی ورنہ میں اسے عرش اور کرسی تک پہنچا دیتا۔ پھر اس کے اور اللہ کی راہ کے درمیان کوئی پردہ نہ رہتا اور وہ غیر اللہ سے جدا ہو کر اللہ کے ساتھ یکتا ہو جاتا ہے۔

پنجابی بیت کے ایک مصرعہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دل دا محرم کوئی نہ ملیا، جو ملیا سو غرضی ھُو

ترجمہ: مجھے کوئی ایسا طالب نہیں ملا جو میرے پاس صرف طلبِ مولیٰ کے لیے آیا ہو جس کو میں امانت منتقل کر سکتا۔ میرے پاس تو جو بھی آیا وہ کسی نہ کسی دنیاوی، نفسانی یا ذاتی خواہش کی تکمیل کی غرض سے آیا۔

امانت کی منتقلی کا ایک طے شدہ اصول ہے جس کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کے دفتر سوم میں یوں بیان فرمایا ہے:

- اللہ تعالیٰ اپنی امانت ایسے شخص کے دِل میں ودیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔

سلسلہ سروری قادری کے مشائخ بھی ہمیشہ شہرت سے دور رہتے ہیں۔ طالبانِ مولیٰ کے علاوہ نہ اُن کو کوئی جانتا ہے اور نہ ہی اُن کے مزارات کی شہرت دوسرے سلاسل کے مشائخ کی طرح ہوتی ہے۔ یہ لوگ اس حدیثِ قدسی کے مصداق ہوتے ہیں:

- اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَآئِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ

ترجمہ: میرے وہ اولیا بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں، انہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''تمام بندوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہیں جو اہلِ تقویٰ ہیں اور پوشیدہ ہیں۔ اگر وہ غائب ہوں تو انہیں کوئی تلاش نہ کرے، گواہی دیں تو پہچانے نہ جائیں۔ یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔'' (طبرانی، حاکم)

اور فقر یہی ہے:

''ہوویں سونا سداویں سکہ ھُو''

یعنی خالص سونا ہوتے ہوئے بھی لوگوں سے اپنی چمک چھپا کر رکھنا اور بظاہر لوہے کے سکے کی مانند نظر آنا۔ اسی قسم کے طالبِ مولیٰ کو امانت منتقل ہوتی ہے جس کی شہرت نہ ہو اور گمنامی وخمول میں زندگی بسر کرتا ہو۔ کیونکہ طلبِ شہرت وعزو جاہ تو راہِ فقر کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی حیاتِ مبارکہ میں ایسا کوئی طالب نہ ملا جس کو ''امانت'' منتقل کی جاتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس جہانِ فانی سے امانت منتقل کیے بغیر ہی وصال فرما گئے۔ پھر فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے تقریباً 139 سال بعد (12 ربیع الاوّل 1241ھ بمطابق 24 اکتوبر 1825ء بروز سوموار) سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا گیا جن کو سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے امانتِ فقر منتقل فرمائی اور یہ معاملہ طے پا گیا کہ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ''امانت'' حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اور اُن سے شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ کو، پھر اُن سے سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل ہوگی اور پھر سلطان الفقر ششم

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ پر کامل اور اکمل ہو کر دوبارہ فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹ جائے گی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے ''امانت'' ایک بار پھر اسی طریق پر منتقل ہوگی جس طریق پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ سے حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کو منتقل ہوئی تھی۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے نقشِ قدم پر تھے اور آپؒ کے بعد امانت دوبارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کی طرف لوٹ گئی تھی۔ یہ بات اس لیے بھی ثابت و درست ہے کہ آپؒ بھی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی طرح بیس سال (اپریل 1981ء۔2001ء) تک محرمِ راز اور اس طالبِ مولیٰ کی تلاش میں رہے جس کو امانت منتقل کر سکیں۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ بھی سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی طرح ہر لمحۂ زندگی محرمِ راز کی تلاش میں رہے تاکہ امانتِ الٰہی اس کے سپرد کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں آپؒ نے ایک ایک طالب پر شدید محنت کی۔ آپؒ نے 13 اپریل 1981ء کو مسندِ تلقین و ارشاد سنبھالی اور فقر کی تعلیمات کو عام کرنے اور طالبانِ مولیٰ کے تزکیہ نفس کے لیے 27 فروری 1989ء کو اصلاحی جماعت کی بنیاد رکھی۔ 1994ء تک آپؒ تندہی سے فقر کی تعلیمات سے لوگوں کے زنگ آلود قلوب کو نورِ الٰہی سے منور کرتے رہے اور اس کے بعد آپؒ نے منتخب شدہ سالکین کو فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش فرمانا شروع کیا۔

- چودہ سال کی شبانہ روز محنت کے بعد آپؒ منتخب طالبانِ مولیٰ اور اپنے خاندان کے افراد کے ہمراہ 20 رمضان المبارک 1415ھ (20 فروری تا 3 مارچ 1995ء) عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ عمرہ کی ادائیگی کے بعد آپؒ مکہ سے مدینہ منورہ پہنچے اور اِن سب کو فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں انتخاب کے لیے پیش کر دیا لیکن اِن سب کی طلب اور دعا ہی دنیا تھی اس لیے کوئی بھی بارگاہِ فقر میں شرفِ قبولیت حاصل نہ کر سکا۔ اس واقعہ سے سلطان الفقر ششمؒ کو شدید ذہنی صدمہ پہنچا اور آپؒ ظاہری طور پر بہت سی بیماریوں شوگر اور بلڈ پریشر وغیرہ میں مبتلا ہو گئے۔

- دوسرے سال 1996ء میں آپؒ 20 رمضان المبارک 1416ھ (10 فروری تا 2 مارچ 1996ء) کو دوبارہ اپنے انتخاب کردہ مریدین اور طالبانِ مولیٰ کے ہمراہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے۔ حسبِ سابق عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ شریف پہنچے اور روضۂ مبارک پر ان سب کو پیش فرمایا۔ لیکن ان میں سے بھی کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معیار پر پورا نہ اتر سکا۔

- آپؒ نے پھر طالبانِ مولیٰ کی سال بھر تربیت فرمائی اور ان میں سے منتخب کردہ طالبانِ مولیٰ کے ساتھ 20 رمضان المبارک 1417ھ (30 جنوری تا 20 فروری 1997ء) کو تیسرے عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ شریف پہنچے لیکن بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حکم ہوا کہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو فقر کے انتہائی مقام کے قابل ہو۔ یہ آپؒ کا تیسرا عمرہ مبارک تھا۔ اس کے بعد آپؒ نے اس وقت تک عمرہ یا حج کا ارادہ ملتوی فرما دیا جب تک حقیقی محرمِ راز نہ مل جائے اور اُسے اچھی طرح کندن نہ

بنالیا جائے۔

اسکے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پاکستان میں ہی دو افراد کو منتخب فرمایا اور ان میں ایک کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ دوسرا اس وقت ملک کا حکمران تھا۔لیکن اُن دونوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔حکمران نے تو اس طرف توجہ ہی نہ دی اور دوسرے حضرت یہاں ہی ظاہری خلافت نہ سنبھال سکے باطنی امانت کی حفاظت کے قابل کیا ہوتے!

اسی دوران 12 اپریل 1998ء (14 ذوالحجہ 1418ھ) کو یہ فقیر اور خادم آپ رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی میں پہنچ گیا۔ نگاہ سے نگاہ ملی اور یار نے یار کو پہچان لیا اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی ہی میرا مقصدِ حیات بن گیا۔ یہ فقیر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات میں یوں فنا ہوا کہ اپنے مرشد کی ذات کا ہی ایک نمونہ بن کر رہ گیا اور ہر لحۂ زندگی کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ڈیوٹی اور غلامی کے لیے وقف کر دیا۔ 1998ء سے 2001ء تک آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس فقیر کو ظاہری اور باطنی طور پر بہت سی آزمائشوں میں سے گزارا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیقِ الٰہی کی بدولت یہ فقیر ہر آزمائش اور امتحان میں پورا اترا۔ جب مرشد پاک نے ''امانت کے وارث'' کو اچھی طرح پرکھ لیا تو حج کا قصد فرمایا اور 28 فروری 2001 بروز بدھ آپ رحمتہ اللہ علیہ نو منتخب طالبانِ مولیٰ اور تین خواتین کے ہمراہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ جدہ پہنچتے ہی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت شدید ناساز ہوگئی۔ نقاہت اتنی ہوگئی کہ چلنا مشکل تھا۔ تمام بیماریاں شوگر، بلڈ پریشر وغیرہ بڑھ گئیں اور خاص کر پراسٹیٹ گلینڈ کی تکلیف اتنی شدت اختیار کر گئی کہ ہر دس پندرہ منٹ بعد پیشاب کی حاجت ہونے لگی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی کسی کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے:

اپنی موت سے آگاہ کوئی بشر نہیں   ساماں سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

7 مارچ کو مکہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس فقیر کو حکم فرمایا ''ہمارے لیے کفن خریدا جائے اور اُسے آبِ زم زم سے دھو کر خانہ کعبہ سے مس کیا جائے، کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس بات نے اس فقیر کے قدموں تلے سے زمین نکال دی اور ذہنی کوفت اور پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ ایک آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نازک حالت اور اوپر سے یہ حکم۔ جب اس فقیر نے کفن خریدنے کے سلسلہ میں لیت و لعل سے کام لیا تو احمد بخش کے ذریعے کفن خرید لیا گیا۔ مرشد پاک کی اس حالت نے اس فقیر کو دہلا کر رکھ دیا اور مکہ میں قیام کے دوران، حطیم میں نوافل ادا کرتے ہوئے، میزابِ رحمت کے نیچے خانہ کعبہ سے لپٹ کر، ملتزم کے پاس، سعی صفا و مروہ کے دوران، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں یہی ایک دعا مانگی:

''یا اللہ تعالیٰ، یا میرے مالک یا میرے مولیٰ! میں غیب کا علم تو نہیں جانتا لیکن مرشد پاک کی طبیعت اور حالت دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اُن کا وقتِ آخر آ گیا ہے۔ اللہ پاک میں اپنی بقیہ زندگی تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ تو میری بقیہ زندگی میرے مرشد کو لگا دے اور اُن کی عمر بڑھا دے اور مجھے اُن کی جگہ اس دنیا سے اٹھا لے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور تیرا یہ وعدہ ہے کہ یہ مقامات شعائر اللہ ہیں اور یہاں پر دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں۔ اللہ پاک میرے مرشد پاک کو میری عمر لگا دے تاکہ اُن کو اتنی مہلت مل سکے کہ وہ مجدد کی حیثیت سے ظاہر ہو کر مسلم امہ میں فرقہ پرستی کا خاتمہ فرما کر اُن کو حق پر متحد فرما سکیں تاکہ عالمِ کفر مغلوب ہو اور دنیا میں خلافت کا نظام دوبارہ قائم ہو۔''

حج کے دوران یہی دعا چند الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ اس فقیر کے دل اور زبان پر رہی اور اپنی زندگی مرشد پر نچھاور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے:

کیتی جان حوالے ربّ دے، اساں ایسا عشق کمایا ھُو

مفہوم: ہم نے اپنی زندگی اور جان کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے عشق کی حقیقت کو ثابت کیا ہے۔

9 مارچ 2001ء کو حج سے فراغت ہو چکی تھی اور 17 مارچ بعد نمازِ عشا مکہ سے مدینہ شریف روانگی کا شیڈول تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف پہنچنے کے لیے اتنے بے چین تھے کہ بار بار دریافت فرماتے کہ مدینہ شریف کب پہنچیں گے اور حدہ میں رہائش پذیر ایک ساتھی احمد بخش کو حکم دیا کہ کوشش کریں کہ 17 مارچ سے قبل روانگی ہو جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ 17 مارچ بعد نمازِ عشا ہی مدینہ شریف کو روانگی کا شیڈول برقرار رہا۔ اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بے چین رہے، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جلد از جلد آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہو کر کوئی معاملہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جوں جوں دن گزرتے جا رہے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اور صحت تھی کہ درست ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ آخر کار 18 مارچ 2001ء کو ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

مدینہ شریف پہنچ کر بھی اس فقیر کی آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں وہی دعا رہی جو مکہ شریف میں تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ مکہ میں فقیر نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے حوالہ کی تھی لیکن مدینہ شریف میں اس فقیر نے اپنی زندگی آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سپرد فرما دی کہ میری زندگی لے کر میرے مرشد پاک کی عمر بڑھا دی جائے۔ پھر 21 مارچ 2001ء کو آخر کار وہ دن آ گیا جس کا سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ بیس سال سے انتظار فرما رہے تھے اور ''امانت'' کی منتقلی کے لیے جس محرمِ راز کو لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تشریف لائے تھے وہ مقبول اور منظور ہو گیا۔

مرشد کریم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری سب سے بڑی سعادت اور خوش نصیبی تھی۔ مجھے تو 21 مارچ 2001ء کا دِن نہیں بھولتا جب نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد تمام ساتھی مختلف کاموں کے سلسلے میں اِدھر اُدھر چلے گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ صرف میں رہ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا ''چلیں آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دے آئیں۔'' اس وقت باب السلام کے پاس رش اتنا زیادہ تھا کہ داخلہ مشکل ہو رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہجوم سے بچانے کے لیے میں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے راستہ بناتا گیا۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس دِن کی حاضری میری زندگی کا سب سے اہم واقعہ ہے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ مجھ پر انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے۔ آنسو میری آنکھوں سے جاری تھے۔ جیسے ہی مرشد کریم روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جالی کے سامنے پہنچے تو اچانک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آگے والے شخص، جو کہ ویل چیئر پر سوار تھا، کی ویل چیئر کا پہیہ قالین میں پھنس گیا اور لائن رک گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چہرہ مبارک روضہ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف کیا۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ روشن نظر آ رہا تھا۔ میری ایک نظر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتی اور پھر پلٹ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر پڑتی۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا حسین منظر کبھی نہیں

دیکھا۔ عجیب محویت کا عالم تھا، اتنے میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کھڑے شُرطے (سپاہی) نے مرشد کریم کی طرف اشارہ کر کے لائنوں کے دوسری طرف کھڑے شُرطوں کو آواز دی یَا شَیْخٌ (یعنی لائن اِس شیخ کی وجہ سے رکی ہے)۔ سبحان اللہ! اُن کے منہ سے بھی 'یا شیخ (مرشدِ کامل)' نکل گیا۔ شُرطے لپک کر مرشد کریم کی طرف بڑھے تو اس وقت وہاں کھڑے ہزاروں لوگوں کی نگاہیں میرے مرشد کریم کی طرف اُٹھ گئیں۔ ہر آدمی محویت سے آپؒ کی طرف دیکھ رہا تھا، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ شُرطے نے بڑھ کر آپؒ کا بازو پکڑنا چاہا تو میں نے جلدی سے شُرطے کا ہاتھ پکڑ کر اس کو آگے ویل چیئر والے کی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ لائن اس کی وجہ سے رکی ہوئی ہے۔ شُرطوں نے جلدی سے ویل چیئر کا پہیہ سیدھا کیا اور یوں لائن دوبارہ حرکت میں آئی۔

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری کے بعد باہر نکلنے پر ہم بابِ جبرائیل کے قریب کچھ دیر رکے تو میں نے آپؒ کی بارگاہ میں عرض کی:

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری کے بعد باہر نکلنے پر ہم بابِ جبرائیل کے قریب کچھ دیر رکے تو میں نے آپؒ کی بارگاہ میں عرض کی:

''حضور عالمِ اسلام مختلف فرقوں میں بٹ چکا ہے، تمام لوگوں اور خاص طور پر ماڈرن تعلیم یافتہ لوگوں کی نظر حق کی طرف نہیں ہے۔ عالمِ اسلام کو عالمِ کفر نے متحد ہو کر گھیر رکھا ہے۔ آپ مہربانی فرمائیں کہ اسلام کا بول بالا ہو اور شیطانی گروہ مغلوب ہو۔''

مرشد پاک نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور فرمایا:-

''ہمیں تو دِل کا محرم مل گیا ہے۔''

یعنی ہمارا معاملہ تو حل ہو گیا اور کام بھی مکمل ہو گیا۔

وہیں پر آپؒ نے مجھ پر کرم اور مہربانی فرما کر باطنی طور پر سیراب کر دیا اور ساتھ ہی باطنی طور پر اس راز کو راز رکھنے کیلئے طاقت بھی عطا فرما دی۔ اس دن کے بعد سے آپؒ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک اٹھا اور طبیعت ہشاش بشاش ہو گئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپؒ کی تمام بیماریاں اور پریشانیاں ختم ہو گئی ہیں۔ آپؒ نے فرمایا ''ہم جس مقصد کے لئے آقا پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں آئے تھے وہ پورا ہو گیا اور اس عظیم مقصد کے طفیل جو ساتھی جو جو مراد لے کر آیا تھا، خواہ وہ دنیا کی تھی یا آخرت کی، اسکی وہ مراد بھی پوری ہو گئی۔'' اور یہ اس فقیر نے ہوتے ہوئے بھی دیکھا کہ جو کاروبار کی ترقی کی خواہش لے کر ساتھ گیا تھا اس کا کاروبار چمک اٹھا، اسی طرح جو بھی جس مقصد کے لیے گیا حج کے بعد اس کا مقصد پورا ہو گیا۔ ظاہری طور پر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آپؒ کے سر سے بہت بڑی ذمہ داری اور کوئی بھاری بوجھ اُتر گیا ہو۔

حج کے بعد سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ ہر کام سے لاتعلق ہو گئے، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپؒ کا مشن مکمل ہو گیا ہو۔ دو سال تک آپؒ نے سنتِ مرشد پر عمل کرتے ہوئے اپنے محرم راز اور ''وارثِ امانتِ الٰہیہ'' اس فقیر کی تلقین و ارشاد کی مسند سنبھالنے کے

لیے تربیت فرمائی کیونکہ پیر بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دو سال (1932ء تا 1934ء) حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اور سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دو سال (1979ء تا 1981ء) سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت فرمائی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیر کی دو سال (2001ء تا 2003ء) تربیت فرمانے کے بعد 26 دسمبر 2003ء کو وصال فرمایا۔

عارفانہ کلام

ابتدائے حال میں (21 تا 25 سال کی عمر تک) جب سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ پر اسمِ اللہ ذات کے اسرار و رموز اور رازِ پنہاں کھلا تو اپنے مرشد پاک سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ اور حضرت سخی سلطان باھوؒ کی شان میں سرائیکی زبان میں آپ کی زبان مبارک سے جو کلام نکلا اُسے آپؒ کی شاعری کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک سی حرفی (نامکمل) مرشد کی شان میں اور ایک منقبت حضرت سخی سلطان باھوؒ کی شان میں ہے۔ آپؒ کا سی حرفی کلام جو مرشد کے عشق میں کہا گیا ہے اس کی ''الف'' سے ''ز'' تک کل بارہ رباعیاں (دوہڑے) ہیں۔ آپؒ کا یہ کلام ''گلدستہ ابیات و مناجات حضرت سخی سلطان پیر بہادر علی شاہؒ'' جو اس فقیر نے مرتب کیا، میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ کتاب مکتبہ العارفین نے اس وقت شائع کی تھی جب مکتبہ العارفین اس فقیر کی سربراہی میں کام کر رہا تھا۔[1]

آپؒ کے اشعار میں سادگی، پختگی، گہرائی، محبت و عقیدت اور بے پناہ سچائی موجود ہے۔

آپؒ کا کلام طالبانِ مولیٰ کیلئے محبت و عشق اور آدابِ مرشد کیلئے کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے مرشد سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ کی شان میں جو کلام آپؒ نے لکھا وہ مع اردو ترجمہ کے درج کیا جا رہا ہے۔

الف آؤ سہیلیو میریونی، خدا دا نور ظہور ہویا
صورت خاص رسول کریمؐ والی، شعلہ نور خدا ظہور ہویا
صورت ھُو تے جسم باھُوؒ سوہنے دا، نام عزیز سلطانؒ مشہور ہویا
صورت عبد لباس پا کے، تے اس عاجز دا دلگیر ہویا

ترجمہ: اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے نور کا ظہور ہوا ہے۔ انوارِ الٰہیہ سے منور حقیقتِ محمدیہ والی صورت اپنے آپ کو متعارف کرا رہی ہے جو مظہرِ ذاتِ الٰہی ہے، وہ جسم سے تو حضرت سلطان باھوؒ ہے لیکن اس کا نام حضرت سلطان محمد عبدالعزیزؒ مشہور ہے۔ وہ صورت لباسِ عبد میں آ کر اس عاجز کے دل میں سما گئی ہے۔

---

[1] اس کتاب کو ایک سرقہ نویس اور چور ایم۔اے۔شاکر (راجن پور) نے ہو بہو نقل کر کے اپنے نام کے ساتھ ''کلیات عارفانہ کلام شہبازِ عارفاں سیّد محمد بہادر علی شاہؒ، سلطان محمد عبدالعزیزؒ، سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علیؒ'' کے نام سے شائع کروایا۔

ب

باھُو دے دفتر دے مالک ہو، ہو آپ باھُو سلطان سائیاں

جلوہ خود خدا رسولؐ والا، ہویا آپؒ کولوں نمودار سائیاں

لکھ وار خدا اس تے لعنت بھیج سی، جیہڑا ہوسی تیتھوں گمراہ سائیاں

سیّد محمد بہادر شاہؒ سائیں دا لاڈلا ہیں، ایہہ عاجز تیرا غلام سائیاں

ترجمہ: آپ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے ورثہ فقر کے وارث اور مالک ہیں بلکہ سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کی ذاتِ مبارک میں جلوہ گر ہیں۔ آپؒ کی ہی ذات میں وہ نورِ ازل حقیقتِ محمدیہ کے روپ میں جلوہ نما ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لاکھ بار لعنت ہو جو آپؒ کی ذات سے گمراہ ہو۔ آپ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب اور یہ عاجز (سلطان الفقر ششم رحمۃ اللہ علیہ) آپ کا غلام ہے۔

پ

پڑھ پڑھ نماز نفل گزاری، تے وَدھی وڈیائی

جد دی نظر حضور نے بھالی، دور ہوئی گمراہی

رنگ برنگے بھیس تساڈے، رتبہ ملیا شاہی

اس عاجز نوں پار لنگاوَ، تیتھے تاج شاہی

ترجمہ: عمر نفل نمازیں پڑھتے پڑھتے گزار دی لیکن اس عمل سے نفس اور زیادہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو گیا لیکن جب سے آپ نے نگاہِ فیض سے نوازا ہے دِل سے ساری سیاہی دور ہو کر قلب منور آئینہ ہو چکا ہے۔ میں تو آپ کے اندر پنہاں (فنافی الشیخ، فنافی الرسول، فنافی اللہ، بقاباللہ) اتنے روپ دیکھ کر حق الیقین پر پہنچ چکا ہوں کہ آپؒ کو فنافی ھُو کی بادشاہی حاصل ہے۔ آپؒ کے سر پر یہ تاجِ شاہی ہے اس لیے اپنی مہربانی سے اس عاجز کو بھی منزل تک پہنچا دیں۔

ت

تاج سلطانی بہت وڈ شانی، ملیا تیں وڈ شانِ

روم شام تائیں[1] دھوم دھام تیری، نویں چار چکوٹ[2] جہانِ

توں سلطان سلطاناں دا، تو مالک دو جہانِ

کیا پرواہ اس عاجز نوں، جیندا مرشد عزیز سلطانؒ

ترجمہ: بہت ہی بلند شان والا تاج شہنشاہی و بادشاہی آپ کو ملا ہے کہ آپ بہت عظیم اور بہت بلند شان والے ہیں۔ روم و شام (تمام دنیا ظاہر و باطن) تک آپ کا ہی چرچا ہے اور چاروں طرف سے دنیا آپ کی بارگاہ میں جھک رہی ہے۔ اس لئے کہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ اور سلطانوں کے سلطان ہیں اور دونوں جہان کے مالک ہیں۔ اس عاجز کیلئے کیا غم و پریشانی ہو سکتی ہے جس کا مرشد حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) ہو۔

---

1 روم و شام تک یعنی دور دور تک 2 چاروں طرف

ث ثابت صدق یقین سہتی، ایہہ کنگال تیرا غلام ہویا
نفس خبیث خوار کیتا، ایہہ وقت بڑا زوال ہویا
سلطان محمد بہادر شاہؒ دے واسطے رحمت کر، تو آپ ربّ رحمٰن ہویا
نام اللہ دا دانؑ فرماؤ، ایہہ عاجز تیتھوں قربان ہویا

ترجمہ: حق الیقین کی منزل پر پہنچ کر اس عاجز کا ایمان پختہ ہو چکا ہے اور اب یہ عاجز آپؒ کا غلام ہے لیکن اس وقت بڑا کڑا اور مشکل وقت آن پڑا ہے کہ نفس خبیث سے چھٹکارا حاصل نہیں ہو رہا اور وہ لمحہ بہ لمحہ حملہ آور ہو رہا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں آپ کے مرشد سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کا وسیلہ اور واسطہ پیش کرتا ہوں کہ اسمِ اللہ ذات کے رازِ پنہاں کو میرے دِل میں عیاں کر دیں۔ آپ صفتِ رحمٰن کے مالک ہیں اور یہ عاجز تو آپ کے حوالے اپنی جان کر چکا ہے۔

ج جد دا مرشد حضور نوں پھڑیا، چھڈے سب جنجالِ
کیا کیا میں بیان کراں، تساں آپ ویکھن ہارِ
رضا مندی عطا فرماؤ، توں مالک دوجہانِ
کیا پرواہ اس عاجز نوں، جیندا مرشد عزیز سلطانؒ

ترجمہ: جب سے میں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہے اس وقت سے اپنے تمام اشغال و مصروفیات ختم کر دیں ہیں اور آپ کی خدمت شروع کر دی ہے۔ میں اپنے کیا کیا حال سناؤں اے مرشد اکمل! اے میرے حضور آپ جناب میرے حال سے بہتر واقف ہیں۔ مجھے اپنی رضا کا شرف عطا فرماؤ کہ آپ دونوں جہاں کے مالک ہو۔ بھلا اس عاجز کو کیا غم و پریشانی لاحق ہو سکتی ہے جس کا مرشد حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ ہو۔

ح حافظ ہادی آپ نوں پھڑیا، ہکو[2] ربّ رحمانِ
آپؒ تے رب وچ فرق نہ ذرہ، جیہڑا جانڑے[3] اُوہ شیطانِ
کیا پرواہ اس نوں، جیندا مرشد عزیز سلطانِ
نام اللہ دا پار لنگاؤ، ایہہ عاجز تیرا غلامِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات رحمٰن ہے اور ہم نے آپؒ کو ہی اپنا حافظ اور ہادی بنایا ہے۔ آپؒ اور اللہ تعالیٰ میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ آپ فنافی ھُو ہو کر خود ھُو کے ساتھ موجود ہو چکے ہیں۔ جو کوئی اس راز کو نہ سمجھ سکا وہ پکا شیطان ہے۔ مجھے تو کسی بات کا ڈر اور خوف نہیں ہے کیونکہ میرے مرشد سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز (رحمتہ اللہ علیہ) ہیں۔ آپ سے اس عاجز اور غلام کی ایک التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس عاجز کو بھی فنا

[1] عطا کریں [2] ایک [3] جانے، سمجھے

فی ھُو کی منزل تک پہنچا دیں۔

خ خود خدا رسولؐ والا جلوہ، آپ کیتوئی نمودار سائیاں
اس عاجز دی کشتی داملاح آپ ہو، لیسیں امان دے پار سائیاں
ابوجہل، نمرود شیطان ہوئے، جیہڑے ہوئے تیتھوں گمراہ سائیاں
ایہہ عاجز بہت کا نہلا[1] لڑائی توں، آپے ہی بخشن ہار سائیاں

ترجمہ: آپ نے خود ہی تو اس عاجز کے دِل میں حقیقتِ محمدیہ کا راز کھول کر جلوہ عیاں کر دیا ہے۔ مجھے تو یہ یقین ہے کہ میں سلامتی سے منزل پر پہنچ جاؤں گا کیونکہ میرے ہادی اور رہبر آپ (رحمتہ اللہ علیہ) ہیں۔ جو آپ کی بارگاہ میں پہنچ کر رازِ حقیقی پانے کے باوجود گمراہ ہو کر مراجعت کر گئے وہ ابوجہل اور نمرود کی مثل ہیں۔ یہ عاجز تو نفس کے ساتھ لڑائی میں بڑا ہی کمزور ہے ایک آپ ہی کا سہارا ہے جو پار لگا دیں۔

د دل لاکے توڑ نبھاون، ایہہ سخیاں دی چالِ[2]
ہو اسم اعظم دے جسم معظم، تیرا رتبہ بہت کمالِ
خاص منزل عطا ہو، توں رحمت ذوالجلالِ
اس عاجز دیاں لجاں[3] تینوں، توں آپ ای لجپالِ

ترجمہ: ایک بار محبت کر کے آخر تک اس کا بھرم رکھنا یہ سخیوں کا طریقہ ہے۔ آپ کا مرتبہ تو بہت کمال ہے کہ آپ کے اندر اسمِ اللہ ذات سمایا ہے۔ آپ کا جسم مبارک تو اسم اعظم کی وجہ سے جسمِ معظم ہے۔ آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کا رتبہ اللہ کے جمال وجلال کا کمال ہے۔ اے رحمتِ ذوالجلال! مجھے خاص مقام ومنزل عطا فرما۔ اس عاجز کا بھرم اب آپ کے ذمے ہے کہ آپ بھرم رکھنے والے مہربان اور سخی ہیں۔

ذ ذکر تے فکر ہک تیرا ہووے، پا رحمت دا پھیرا
نور اللہ وچ غرق کرو، ذکر کچے ہک تیرا
نفس خبیث خوار ہووے، دور ہووے اندھیرا
رہبر ہادی مطلق ہیں، تَیں تے عاجز نوں ناز بتھیرا

ترجمہ: اے میرے مرشد اکمل! مجھ پر ایسی رحمت فرمائیں کہ ہر دم صرف آپ کا ذکر اور فکر ہو اور انوار الٰہیہ میں اس طرح مستغرق فرمائیں کہ ایک آپ کا دیا ہوا ذکر ہی یاد رہے۔ یہ خبیث نفس ذلیل وخوار ہو جائے اور تمام ظلمت اور اندھیرا دور ہو جائے۔ اے مرشد اکمل! آپ تو مہربان راہبر اور ہادیٔ مطلق ہیں۔ اس عاجز کو آپ پر بہت ناز ہے۔

---

[1] کمزور [2] طریقہ [3] بھرم، عزت

ر رکھ یقین ایمان کامل، بیٹھی نام تیرا چتاراں میں
تیں تے ربّ وچ فرق نہ ذرہ، بیٹھی ایہو ورد پکاراں میں
صورت تیری وچ نور اللہ دا، بیٹھی ایہو تصور پکاواں میں
اس عاجز دی ایہہ دعائیں شالا، تیئں وچ فنا ہو جاواں میں

ترجمہ: جب سے اسمِ اللہ ذات کا سرِّ نہاں اس دِل پر وارد ہوا ہے یہ عاجز یقینِ کامل کے ساتھ آپؒ کے تصور اور خیالات میں محو ہے اور آپؒ کی ذات میں وہ نورِ ازلی ہی جلوہ نما ہے۔ جب یہ عاجز اسم اللہ ذات کے تصور میں محو ہوتا ہے ہر طرف آپؒ ہی کی صورت نظر آتی ہے کیونکہ آپؒ ہی میں نورِ ذات پنہاں ہے۔ میری تو اب صرف یہی دعا ہے کہ یہ عاجز آپؒ کی ذات میں فنا ہو جائے۔

ز زمین آسمان لوح عرش کرسی، جتھے کتھیں تیرا ظہور سائیاں
لکھ وار کراں میں سجود تینوں، تیرے وچ اللہ دا نور سائیاں
مینوں فخر تے ناز تیئں والا، رکھیں قدماں وچ منظور سائیاں
نظر شفقت دی عاجز تے، ایہہ وقت بڑا مجبور سائیاں

ترجمہ: زمین و آسمان، لوحِ محفوظ، عرش اور کرسی پر بلکہ ہر جگہ تیرے ہی نور کا ظہور ہے۔ میں آپ کو لاکھوں بار سجدے کروں کہ آپ کے اندر اللہ تعالیٰ کا نور سمایا ہوا ہے۔ مجھے آپ کی ذاتِ اقدس پر فخر ہے، مجھے اپنے قدموں میں اپنی بارگاہ میں منظور رکھنا۔ اے میرے حضور میرے مرشد پاک اس عاجز پر نظرِ شفقت فرماؤ کہ یہ بہت کڑا وقت ہے۔

منقبت در شان سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک خوبصورت منقبت[1] بھی لکھی۔ وہ ذیل میں دی جا رہی ہے۔

حمد سپاس ہزاراں[2] لکھاں[3] واحد تو سبحان کوں
لکھ در لکھ درود کروڑیں ختم نبیؐ زمان کوں

[1] سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کہی گئی سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی اس منقبت کو کتابچہ ''اسرارِ سلطانی'' جو 1976ء میں سیف الرحمٰن خان کلاچوی نے کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان سے شائع کی، میں معمولی ردّ و بدل کے ساتھ صفحہ 21، 22 اور 23 پر مولوی نور محمد سکنہ ٹڈی عرف موچی کے نام سے شائع کیا ہے حالانکہ یہ منقبت سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے 1968ء میں 21 سال کی عمر میں ابتدائے حال میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں لکھی جو خطی نسخوں کی صورت میں عرصہ دراز سے سروری قادری حلقوں میں پڑھی جا رہی ہے۔ اسے پہلی بار اس فقیر کے مرتب کردہ ''گلدستہ ابیات و مناجات حضرت سخی سلطان پیر بہادر علی شاہؒ'' میں اپریل 2002ء میں شائع کیا گیا۔ مولوی نور محمد صاحب کے ہاتھ کہیں سے کوئی خطی نسخہ لگ گیا ہوگا اور انہوں نے اپنے نام سے چلا دیا۔ [2] ہزاروں [3] لاکھوں

آل اُتے اصحابؓ کُلّی ہر اک عالی شان کوں
پیر پیارا تے دلبر نیارا والی شاہِ جیلانؓ کوں
کارن[1] مدح صفات جمیلاں شرح تھیا بیان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

کُل غوث قطب ولیاں دے وچ تو سلطانؒ حقانی
عالِم عامل کامل وصلش قرب نشانی
مدرس، درس، تدریس لاہوتی عالم علمِ ربّانی
والی مالک ولایت دے وچ بانی دین مبانی
نال توجہ اسمِ ذاتی بخشیں[2] فیض جہان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

خصلت خُلق ہدایت خلقاں عنصر ذات قدیمی
جلباب[3] جبلّی[4] تے طبقات[5] طبیعی گل گُستر[6] باد نسیمی[7]
شگفت[8] شگوفہ[9] تے خوش گفت[10] عجائب متکلّم[11] کلام کلیمی
چشمہ آبِ حیات مثالی یا دُرّ[12] گوہر شان یتیمی
مِثل مسیحؑ، خصال[13] معنبر[14] سوسن[15] سہل[16] زبان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

شاہ گدا سلطان معظم دانش مند سیانے
لکھاں بانہاں بنھ سلامی در تے کھڑے نمانے
توں سلطان سبھو کجھ سردا نا کر سائیں بیگانے
میں بوٹی توں آبِ حیاتی نہ تھیون برگ کمانے

---

[1] وجہ، کیلئے [2] بخشنا [3] بہت وسیع چادر [4] قدرت [5] قدرت، فطرت، قدرت کی وسیع چادر سے مراد تمام کائنات ہے [5] ارض وسما کے ظاہری درجات، پرتیں [6] پھول کی خوشبو سے معطر ہوا [7] صبح کی تازہ ٹھنڈی ہوا [8] خوبصورت اور تازہ [9] کلی [10] خوش کلام، پیاری باتیں کرنے والے [11] اسرارِ الٰہی کے متعلق کلام کرنے والا [12] موتی [13] عادات [14] عنبر ملا ہوا، خوشبودار [15] آسمانی رنگ کا پھول جسے زباں سے تشبیہ دی جاتی ہے، چنبیلی کے پھول کو بھی کہتے ہیں [16] آسان

دیویں آب رہاں سرسبز ہمیشاں ریس[1] آوے رضوان[2] کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

وچ حضور نبی سروؐر دے تیرا رتبہ عالی
ملک ملائک دربار تیرے تے ہر دم کھڑے سوالی
جو آوے سو مقصد پاوے کوئی نہ جاوے خالی
بلند مراتب شان وڈیائی منصب دار کمالی

بہت پیارا دلبر نیارا والی شاہِ جیلانؒ کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

صاحبِ جُودِ عظیم سخاوت بخشیں گنج الٰہی
روشن کرم تُساڈا ظاہر ماہ کنوں تا ماہی
سائل آون دربار تیرے تے خیر پاون بادشاہی
حاتم جیہے لکھ کروڑیں تیتھوں کرن گدائی

دین دنیا وچ ہون حاکم کر جاری فرمان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

بحرِ محیط، نہ ساحل ڈِسے علم تیرے دی کاندھی[3]
کھانویں موج اچھلن موتی جا نہ کوئی واندی
مشرق مغرب فیض رسید دُر سیل نہ کتھ ساندی
پُر گوہر دامن خلق تمامی ہے رِیت یقین جنہاندی

سے تخت نشین اقلیم[4] ولایت کرن مخزن امن امان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

---

[1] حسرت [2] جنت کا دربان فرشتہ [3] دیوار [4] ملک، خطہ، مراد تمام کائنات

میں بھی نال یقین ارادے کامل صدق صفائی
ہر گل باغ چمن وچ سائیاں تیری کراں وڈیائی
تھی غرق سرتاپا گناہ وچ عمر تمام ونجائی
پُرہم امید نہ ٹُرن ڈیسیس تیئں کامل دی آشنائی

دست بردست گلو در پٹکا[1] نال آندم نال شفیع قرآن کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

جے میں بہت پیارا ہاں طالب نام تیرا سر دھردا
ہاں نہال[2] زہوق[3] قدیمی یا شجر زقومی[4] گھر دا
گھروں کسے نہ پٹیا بوٹا توڑے جمیا درخت زہر دا
کر زہر مبدّل[5] نال شہد دے جیویں آب خضرؑ دا

کراں عرض حضور پہنچائیں بخشائیں کُل عصیان[6] کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

نور طالب نمانے تے توں پا سوہناں اِک جھاتی
درد فراق تساڈے کٹھیا[7] نال ہجر دی کاتی[8]
دہاں ساڑے سوز فراقوں نیندر نہ آوے راتی
دے نعمت دَم کوں نال قدم دے اسم رَحِم وچ ذاتی

دوہاں جہاناں منصب لاہاں ثابت نال ایمان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

1۔ گلے میں ڈالنے والا کپڑا 2۔ تازہ لگایا ہوا پودا 3۔ ناتواں، کمزور 4۔ خاردار درخت 5۔ تبدیل کردیں 6۔ گناہ 7۔ ذبح کیا، کاٹا 8۔ چھری

فرمودات و تعلیمات

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا تسلسل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کی۔ انہیں عملی طور پر طالبانِ مولیٰ کے قلوب میں اتارا اور ان تعلیمات کے مطابق اُن کے قلوب کو نورِ اسمِ اللہ ذات سے منور فرمایا۔ اگر کسی نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیماتِ حق کو صحیح طریق سے علمی اور عملی طور پر روشناس کرایا ہے تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات طالبانِ مولیٰ کی راہنمائی کے لیے درج کیے جا رہے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مادری زبان سرائیکی تھی اور آپ سرائیکی یا پنجابی میں ہی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی لیکن آپ نے مختلف مواقع پر مختلف موضوعات پر تنہائی میں مجھ سے یا کسی مجمع میں میری موجودگی میں جو گفتگو فرمائی اس کو فقیر نے اردو میں قلمبند کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ ان تعلیمات کی اصل روح مکمل طور پر برقرار رہے۔

فقر

- فقر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی وراثت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حقیقت میں وہی حقیقی وارث ہے جو اس وراثت کا وارث ہے۔
- فقر راہِ عشق ہے۔
- فقر دراصل اللہ تعالیٰ کے دیدار اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کا علم ہے۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے)۔ ہر امتی پر یہ فرضِ عین ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر، فقر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حاصل کرے کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی بارگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔

- فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سب سے اعلیٰ خزانہ ہے اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تقسیم فرماتے ہیں۔
- اصل صراطِ مستقیم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جو فقر کی منازل کو طے کرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں پہنچ گیا اس نے صراطِ مستقیم کو پا لیا۔
- فقر اللہ تعالیٰ کا سِرّ (راز) ہے۔ جس نے اس کو فاش کر لیا وہ رازِ پنہاں سے باخبر ہو گیا اور اس راز کا محرم ہو گیا۔
- فقر کی حقیقت اور اس راز کی کنہ سے وہی واقف ہوتا ہے جس نے فقر اختیار کیا ہو اور اس کی منازل سے گزرا ہو، لذّتِ آشنائی حاصل کر چکا ہو اور جس نے باطن میں سلطان الفقر کا دیدار کیا ہو اور اس کی پہچان حاصل کی ہو۔
- فقر کی منزل پر دنیاوی مال و دولت، منصب و تکریم، شان و شوکت، آرام و آسائش، خواہشاتِ دنیا و عقبیٰ اور عزت و جان اللہ تعالیٰ کے عشق میں ختم ہو جاتے ہیں اور بندہ اللہ کی محبت میں دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔
- راہِ فقر میں تمام منازل و مقامات مرشد کامل اکمل کی نگاہ، باطنی توجہ، ذکر، تصور اور مشق مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات سے طے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ فقر کی انتہا تک پہنچنے کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔
- جب کوئی بندہ عبادات کرتا ہوا اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ دنیا و عقبیٰ (جنت) کو ٹھکرا کر اللہ سے اللہ تعالیٰ کو ہی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا فضل اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اسے باطنی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ باطن میں اس کے سامنے دنیا اور اس کی آسائشات اور عقبیٰ یعنی جنت اور اس کی نعمتیں پیش کر کے اس کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اگر بندہ (طالب) ان دونوں سے منہ موڑ لیتا ہے تو اسے فقر کی منازل سے گزارنے کیلئے باطنی طور پر اس کی راہنمائی مرشد کامل اکمل کی طرف کر دی جاتی ہے۔ مرشد کامل اکمل کی تربیت کے بعد بندہ (طالب) اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کی نظر و قلب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔
- فقر کی راہ پر چلنے والے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں اور انہی کی برکت سے دنیا پر عتاب نازل نہیں ہوتا، آسمان بارش برساتا اور زمین اجناس اگاتی ہے۔ جیسے جیسے قیامت نزدیک آتی جائے گی ان کی تعداد کم ہوتی چلی جائے گی اور جب قیامت برپا ہوگی تو ان میں سے کوئی بھی زمین پر موجود نہ ہوگا۔ جس خطہ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب یا عتاب نازل ہونا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خطہ سے ان کو اٹھا لیتا ہے اور وہ خطہ ان کے وجود سے خالی ہو جاتا ہے۔ ان کا وجود دنیا کے لئے رحمت ہے۔ اے لوگو! ان کو تلاش کر لو اور پہچان لو اس وقت سے پہلے جب توبہ کے دروازے وہ بے نیاز ذات بند کر دے۔ یہ لوگ دنیا سے اپنے آپ کو بچائے اور چھپائے رکھتے ہیں اس لئے کہ تم ان کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو اور ان سے بے ادبی اور گستاخی تمہیں کہیں مصیبت میں نہ ڈال دے۔ اب جو زمانہ گزر رہا ہے اس میں تو یہ اور پوشیدہ ہو گئے ہیں کیونکہ تمہارے دل میں ان کی طلب ہی نہیں ہے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

حقیقتِ انسان (عرفانِ نفس)

- اے انسان! کیا تو نے اپنے اندر اس حقیقت کو تلاش کیا ہے کہ اصل میں تیری حقیقت کیا ہے؟ تو کہاں سے آیا ہے؟ تیرا اس دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ اور تو نے واپس لوٹ کر کہاں جانا ہے؟
- اپنے اندر اپنی حقیقت تلاش کر۔ تیری حقیقت تو وہ ذات ہے جو تیری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ تیری اپنی ذات ہی کی تلاش میں تجھے وہ ذات مل جائے گی۔
- اپنی ذات کو پہچان۔ جب تو اپنی ذات کو پہچان لے گا تو تجھے اللہ تعالیٰ کی پہچان بھی حاصل ہو جائے گی لیکن اس حقیقت تک پہنچنے کیلئے پہلے اپنے دل سے زنگ دور کر اور نفسانی حجابات سے چھٹکارا حاصل کر۔ اس کے بعد تیرا دل ایک ایسا آئینہ بن جائے گا جس میں وہ ذات بے حجاب نظر آئے گی۔
- انسان کا باطن ایک عظیم الشان نوری جوہر اور حق کا آئینہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہوتا ہے اور اس کی وسعت اتنی زیادہ ہے کہ پوری کائنات اس میں رائی کے دانہ کے برابر نظر آتی ہے۔ یہی وہ حقیقی انسان ہے جو اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر چلا جاتا ہے۔ گوشت پوست کا یہ ظاہری جسم نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔ یہ اسی دنیا میں پیدا ہوتا ہے، یہیں ختم ہوتا ہے، یہیں دفن ہوتا اور یہیں فنا ہو جاتا ہے۔
- اپنے باطن کو بیدار کر کیونکہ وہی اصل انسان ہے، اسی کا کام عبادت ہے کیونکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ''حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔'' وہی جنت والا اور دوزخ والا ہے۔ جس کا باطن درست ہو گیا اس کا ظاہر بھی درست ہو گیا۔
- اگر تو باطن کا بند قفل کھولنا چاہتا ہے تو اس کی کلید کسی مردِ کامل (مرشد کامل اکمل) سے حاصل کر۔ باطن کے قفل کو کھولنے والی چابی اسمِ اللہ ذات ہے۔

اسمِ اللہ ذات

- اسمِ اللہ ذات تمام باطنی علوم کا منبع ہے۔ اس کے ذکر اور تصور سے باطن میں سب سے اعلیٰ مراتب یا مقام (دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری) حاصل ہوتے ہیں جو کسی دوسرے ذکر، فکر اور عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتے خواہ ساری زندگی دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے اور کمر کبڑی ہو جائے۔
- انسان کو اپنی ذات اور اللہ تعالیٰ کی پہچان صرف اسمِ اللہ ذات ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ کوئی دوسرا ذکر، فکر یا عبادات انسان کے باطن کے بند دروازے کے قفل کو نہیں کھول سکتی۔

- اسمِ اللہ ذات دل کی کنجی ہے۔
- اسمِ اللہ ذات سے دل کے آئینہ سے زنگ اتر جاتا ہے اور وہ روشن اور صاف ہو جاتا ہے۔
- اسمِ اللہ ذات کا تصور دل کو پاک کر دیتا ہے اور اس کی تاثیر پورے جسم میں اس طرح اثر کرتی ہے جیسے گولی پیٹ میں جاتی ہے اور جسم کے کسی حصہ میں ہونے والی تکلیف کو سکون پہنچتا ہے۔ اسی طرح ٹیکہ بازو میں لگتا ہے جبکہ زخم اگر پاؤں پر ہو تو ٹھیک ہو جاتا ہے۔ جب انسان اسمِ اللہ ذات کا دل میں ذکر کرتا ہے اور اس کا تصور کرتا ہے تو پہلے دل اور پھر پورا جسم اس کی تاثیر سے پاکیزہ ہو جاتا ہے۔
- اسمِ اللہ ذات ہی اسمِ اعظم ہے۔ یہ اس وقت اثر کرتا ہے جب کسی صاحبِ راز مرشد کامل اکمل سے حاصل ہوا ہو۔
- اسمِ اللہ ذات اسمِ اعظم ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ نور ہے جو سالک (طالب) کو مالک (اللہ) تک لے جاتا ہے۔ جس دل کے اندر یہ نقش ہو کر قرار پا گیا اس کے سامنے کائنات کا کوئی راز باقی نہ رہا اور وہ محرمِ راز ہو گیا۔ بشرطیکہ یہ اسمِ اعظم طالب کو کسی مرشد کامل صاحبِ مسمّٰی سے حاصل ہوا ہو۔
- جس نے ذکرِ اسمِ اللہ ذات سے اپنی سانسوں کو اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے اپنے قلب (باطن) کو زندہ نہ کیا وہ دنیا سے بے مراد گیا۔
- اب لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ دنیاوی زندگی سے منہ موڑ کر راہِ فقر میں محنت و مشقت، چلہ کشی اور زہد و ریاضت کریں۔ اس لئے ہم نے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قرب کے لئے اسمِ اللہ ذات کا فیض عام کیا ہے کیونکہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ''اگر تو چاہتا ہے کہ زریں واطلس کا لباس پہنے، اعلیٰ گھر میں رہے، آرام دہ بستر پر سوئے، مرغن کھانا کھائے اور اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت بھی حاصل کر لے تو پھر تو ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات کر۔'' موجودہ دور یہی جا رہا ہے کہ انسان کے پاس وقت نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے اسمِ اللہ ذات کے فیض کو عام کر دیا ہے۔
- اسمِ اللہ اسمِ ذات اور اسمِ اعظم ہے۔ اگر اسمِ اللہ سے 'ا' علیحدہ کر دیا جائے تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے، اگر لِ اوّل جدا کر دیا جائے تو لَہٗ رہ جاتا ہے اور اگر لِ دوم جدا کر دیا جائے تو ھُو رہ جاتا ہے۔ یہ چاروں (اللہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ھُو) اسمِ اعظم اور اسمِ ذات ہیں۔ مرشد کامل اکمل طالب کی استطاعت کے مطابق ان سے طالب کو گزارتا ہے لیکن یاد رکھ ھُو ذکرِ لاھُوت ہے اور ذکرِ لاھُوت کے بغیر دیدارِ الٰہی ناممکن ہے۔
- اسمِ ذات '' ھُو '' سلطان الاذکار ہے اور جو ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو گیا وہی سلطان ہے۔
- جو اللہ تعالیٰ کی پہچان اور دیدار حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے کسی صاحبِ مسمّٰی سروری قادری مرشد کامل اکمل کی تلاش کرے اور پھر اس سے ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات طلب کرے۔
- تصورِ اسمِ اللہ ذات سے ظاہر ہونے والے اسرار اور انوار و تجلیات کو اگر طالب نہ سمجھ سکے اور کشمکش میں مبتلا ہو تو مرشد کو چاہیے کہ طالب کو تصورِ اسمِ محمدؐ عطا کرے کیونکہ اسمِ محمدؐ صراطِ مستقیم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔''

مرشد کامل اکمل

✦ جو لوگ مرشد کامل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر قربِ الٰہی اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ کذاب ہیں۔ ان کی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ طریقت، فقر یا تصوف کی تاریخ میں آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر خود بخود راہِ سلوک کی منازل طے کرتا ہوا قربِ الٰہی میں پہنچ گیا ہو۔

✦ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ آج کل مرشد کامل نایاب ہیں اور ہر طرف جعلی، فریبی، دھوکہ باز مرشد کا روپ دھار کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بھائی اگر تم دنیا اور جنت کی طلب میں نکلو گے تو انہی لوگوں کے ہتھے چڑھو گے۔ کوئی طالبِ صادق جو صدق سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا خواہاں ہو وہ کبھی بھی جعلسازوں کے ہتھے نہیں چڑھتا کیونکہ اس کا نگہبان وہ (اللہ) ہوتا ہے جس کی تلاش میں وہ نکلا ہوا ہوتا ہے۔ پہلے اپنی طلب کو دیکھ اور درست کر پھر مرشد کی تلاش کر تجھے منزل مل جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طلب رکھنے والے، اس کی پہچان اور تلاش میں نکلنے والے ہی نہیں رہے تو مرشد کامل اکمل نے بھی ان دنیاداروں سے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ میں پھر کہتا ہوں صادق دل اور خلوصِ نیت اور دل سے تعصب کی عینک اتار کر تلاش کر تجھے اپنی منزل مل جائے گی۔ ابوجہل اور ابولہب قریب ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچان نہ سکے، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے طلبِ صادق کی وجہ سے دور ہوتے ہوئے بھی پہچان لیا۔

✦ مرشد کامل اکمل وہ ہوتا ہے جو طالب سے ریاضت، چلہ کشی اور ورد و وظائف نہیں کرواتا بلکہ اسمِ اللہ ذات اور تصورِ اسمِ محمد ﷺ کی راہ جانتا ہے۔ وہ طالب کو اسمِ اللہ ذات کا دائمی ذکر اور تصور کے لئے اسمِ اللہ اور اسمِ محمد ﷺ کا سنہری نقش عطا کرتا ہے اور مشقِ مرقومِ وجودیہ کی راہ دکھا کر اسے راہِ فقر پر گامزن کر دیتا ہے کیونکہ یہ وہ طریق ہے جو سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اور کتب میں درج نہیں۔ مرشد کامل ذکر، تصور اور مشق مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات کے ذریعے طالب کے قلب اور وجود کو پاک کر کے اسے ربّ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ جو مرشد یہ نہیں کر سکتا وہ ناقص ہے، اس کی اتباع نہیں کرنی چاہیے۔

✦ مرشد کامل کی مجلس میں بیٹھنے سے دل میں محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ کون سا دوست افضل اور بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس کا دیدار تمہیں اللہ کی یاد دلائے اور جس کی گفتار تمہارے عمل میں زیادتی کا باعث بنے۔''

✦ طالب کو چاہیے کہ مشاہدۂ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کے لئے ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اللہ ذات یا تصورِ اسمِ محمد ﷺ (جیسا مرشد حکم دے) جاری رکھے اور مرشد کی مجلس میں حاضری کی کثرت رکھے کیونکہ مرشد کی صحبت اور مجلس ہی ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جس میں زنگ آلود قلوب کو پاک اور صاف کر کے ان میں نورِ ایمان داخل کیا جاتا ہے۔ مرشد کی ایک نگاہ وہ کام کرتی ہے جو ذکر و

تصور چھ ماہ میں بھی نہیں کر سکتا جیسا کہ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''صحبت پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں۔'' طالب کو چاہیے کہ اگر مرشد کی بارگاہ میں روزانہ حاضر نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو مہینہ میں ایک بار ضرور مرشد کی مجلس میں صدق اور یقین کے ساتھ حاضر ہو کیونکہ مرشد کی محفل اور مجلس میں حاضری کے بغیر اسمِ اللہ ذات بھی دل میں قرار نہیں پکڑتا۔

- مرشد کامل سروری قادری ہر مقام پر حاضر اور ہر کام پر قادر ہوتا ہے بس طالب کا صادق ہونا ضروری ہے۔
- ابتدا میں اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور طالب کے دل میں مرشد کی محبت پیدا کرتا ہے۔ غور و فکر کی بات یہ ہے کہ طالب تصور تو اسمِ اللہ ذات کا کر رہا ہے اور دل میں محبت مرشد کی پیدا ہو رہی ہے جبکہ اصول تو یہ ہے کہ جس کا تصور کیا جائے اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مرشد سے یہ محبت طالب کو بار بار اس کی محفل میں لے جاتی ہے اور پھر یہ محبت عشق بن جاتی ہے پھر یہ عشق آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارک کی طرف منتقل ہوتا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کے عشق میں تبدیل ہو جاتا ہے اور طالب اپنی منزل کو پا لیتا ہے۔
- مرشد کامل کی نگاہ باطن کے تمام امراض لالچ، حسد، تکبر، کینہ، انانیت، ہوس، بغض، حبِ دنیا اور حبِ عقبیٰ کو ختم کر دیتی ہے۔
- مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر کی گئی عبادات سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن مشاہدہ حق تعالیٰ، حضورِ قلب، اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قربِ الٰہی مرشد کامل اکمل کی راہبری کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔
- مرشد کامل فقر کے راستہ کو مختصر کر دیتا ہے اور سالوں کا فاصلہ دنوں میں طے کرا دیتا ہے۔ جو مرشد کامل کے بغیر اس راستہ پر چلتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے اور تمام عمر بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ حدیث شریف ہے ''جس کا شیخ (مرشد) نہیں اس کا شیخ (مرشد) شیطان ہوتا ہے۔''
- مرشد کے بغیر راہِ فقر پر سفر تو بہت دور کی بات اس کے بغیر تو اس راہ پر سفر کی ابتدا بھی نہیں ہو سکتی۔

عشقِ حقیقی

- اللہ تعالیٰ کی ذات مخفی اور پوشیدہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو کائنات میں ظاہر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے ہر چیز جل کر خاک ہو گئی، اس پر اللہ تعالیٰ نے میم احمدی کا نقاب پہنا اور صورتِ احمدی اختیار کر لی تو ہر چیز کو سکون آ گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نورِ احمدی میں خود اپنے آپ کو دیکھا تو نورِ احمدی کی صورت میں اپنے تعین پر خود اپنے آپ پر عاشق ہو گیا اور پھر نورِ احمدی سے تمام مخلوقات کی ارواح کی تخلیق ہوئی۔ یعنی وحدت سے کثرت کی طرف ابتدا ہی عشق ہے۔ پھر یہی جذبۂ عشق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح مبارک کے توسط سے تمام ارواح میں منتقل ہوا۔ یہ جذبۂ عشق ایک بیج کی صورت میں ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ جیسے ہی تصورِ اسمِ اللہ ذات اور مرشد کامل کی نگاہ اس بیج پر پڑتی ہے یہ پھوٹ نکلتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ ایک تناور درخت کی شکل میں پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

- روح اور اللہ کا رشتہ ہی عشق کا ہے۔ عشق ایک بیج کی صورت میں انسان کے اندر موجود ہے مگر سویا ہوا ہے۔ جیسے جیسے ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات اور مشق مرقومِ وجودیہ اور مرشد کی باطنی مہربانی سے یہ روح کے اندر بیدار ہونا شروع ہوتا ہے ویسے ویسے روح کی اللہ کے لئے تڑپ اور کشش میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر یہی عشق ایک دن عشق (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہو جاتا ہے۔
- عشق ایسی آگ ہے کہ جب یہ بھڑک اٹھتی ہے تو باقی تمام محبتوں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے اور پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔
- عشق کی آگ جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو ہجر و فراق کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور محبوب (اللہ تعالیٰ) کے لئے طلب اور تڑپ میں متواتر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ہجر کی یہ آگ عاشق کو دن رات بے چین اور بے سکون رکھتی ہے اور وصالِ الٰہی پر پہنچ کر ہی عاشق سکون سے ہمکنار ہوتا ہے۔
- عشقِ الٰہی کے بغیر عبادات کا کوئی فائدہ نہیں۔
- عقل کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کا نور ہو جو عاجزی سے حاصل ہوتا ہے تو یہ عقل عشق کی طرف راہنمائی کرتی ہے لیکن اگر عقل پر تکبر، خود پرستی، انا پرستی، عبادت پر غرور کا حجاب پڑ جائے تو عشق کی منزل تو در کنار یہ راہِ حق سے بھی دور کر دیتی ہے اور یہ عقل حجابات در حجابات کی تہہ میں گم ہو جاتی ہے۔
- یہ عشق ہی تو ہے جو کائنات کا سب سے بڑا راز دیدارِ حق تعالیٰ عطا کرتا ہے، عقل تو اس کا انکار کرتی ہے۔
- یہ عشق ہی تو ہے جو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری عطا کرتا ہے، عقل تو اس کا انکار کرتی ہے۔
- یہ عشق ہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتشِ نمرود میں کود جانے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے کے لئے چھری کے نیچے لٹا دیتا ہے، عقل تو اس کا انکار کرتی ہے۔
- یہ عشق ہی ہے جو کربلا کے میدان میں تمام خاندان کو اپنی آنکھوں کے سامنے بے دردی اور سنگدلی سے ذبح ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ عقل تو اس کا انکار کرتی ہے اور جان بچانے کا حکم دیتی ہے۔
- یہ عشق ہے جو منصور حلاجؒ سے پھانسی کے تختہ پر انا الحق کا نعرہ بلند کرواتا ہے۔
- عشق کی بلندیوں تک عقل کی رسائی نہیں ہے کیونکہ عقل کیا، کیوں، کیسے کی قائل ہے۔
- عاشق ابتدا میں اللہ تعالیٰ کا عاشق اور انتہا میں اللہ تعالیٰ کا معشوق (محبوب) ہوتا ہے۔ عاشق کی عبادت، ریاضت، ذکر، فکر سب دیدارِ الٰہی ہے۔ اس کو دنیا و عقبیٰ کے لوگ کیسے سمجھ سکتے ہیں۔
- عشق کی انتہا یہ بیان کی گئی ہے کہ عاشق عشق کرتے کرتے اور عشق کی آزمائشوں کو کامیابیوں سے طے کرنے کے بعد جب اللہ پاک کی

بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہ معشوق بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ عاشق۔ معشوق کو جس چیز کی خواہش ہوتی ہے عاشق اسے مہیا کر دیتا ہے۔

- فقر کا آخری مرتبہ ''مرتبۂ معشوق'' (مرتبہ محبوبیت) ہی ہے اور یہاں پر معشوق کی رضا عاشق کی رضا بن جاتی ہے۔
- عقل سے ابوجہل اور ابولہب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قریب رہ کر بھی نہ پہچان سکے لیکن عشق سے حضرت اویس قرنیؓ نے دور رہ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہچان لیا۔
- عشق کی وجہ سے اصحابِ کہف کا کتا مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہو گیا۔
- عشق کی تمام منازل ذکر اور تصورِ اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ یہ مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ سے حاصل ہوا ہو۔

طالبِ مولیٰ

- طالبِ مولیٰ جسے حدیثِ قدسی میں مرد کا نام دیا گیا ہے، کو اپنی طلب میں اسی طرح صادق ہونا چاہیے جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، صاحبِ صدق۔
- صدق میں طالبِ مولیٰ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مثل ہونا چاہیے کہ مرشد پر اپنی جان، مال اور اولاد قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔
- طالبِ مولیٰ دنیا اور لذّاتِ دنیا اور عقبیٰ (جنت) کے درجات اور اس کی نعمتوں کا طلب گار نہیں ہوتا۔ اس کی طلب تو بس دیدار ہوتی ہے۔
- تُو کیسا طالب ہے، عبادات اور نیکیوں کے بدلے اللہ تعالیٰ سے ثواب اور درجات کا طلب گار ہے۔ یہ تُو عبادت کر رہا ہے یا کاروبار؟
- دنیا اور عقبیٰ (جنت) اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں اور ان کا مالک ومختار اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تو ان کے حصول کے لئے عبادت اور جدوجہد کرتا ہے تو تُو نے تو اِن کو خدا بنا لیا اور شرک میں مبتلا ہو گیا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا، پہچان اور معرفت کے حصول کیلئے عبادت کر، دنیا وعقبیٰ (جنت) کے درجات کا خیال دل سے نکال دے۔ اگر تو اللہ کی پہچان اور معرفت میں کامیاب ہو گیا تو دنیا وعقبیٰ کو وہ تیرے قدموں میں ڈھیر کر دے گا۔ انعامات کے لئے نہیں انعامات عطا کرنے والے کے لئے عبادت کر۔ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کر۔

دیدارِ الٰہی

- ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے دیدار اور اس کی رضا کے سوا کبھی کچھ نہیں مانگا۔
- دیدارِ الٰہی سے بڑی کوئی نعمت نہیں جو صرف عارفین کو عطا کی جاتی ہے۔
- دیدارِ الٰہی نورِ بصارت سے نہیں نورِ بصیرت سے حاصل ہوتا ہے اور نورِ بصیرت اسمِ اللہ ذات اور مرشد کامل اکمل کی نگاہ سے حاصل ہوتا

ہے۔

- جو دیدار کا انکار کرتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی نہیں ہے۔ اس کے نصیب میں خواری ہے اور اس خواری سے وہ خود بے خبر ہے۔
- اللہ تعالیٰ کو اسمِ اللہ ذات کے نور سے دیکھا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا فرمان ہے ''میں نے اپنے ربّ کو نورِ ربّی کے ذریعے دیکھا'' اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے ''اگر میرا ربّ خود میری تربیت نہ کرتا تو میں اسے پہچان نہ پاتا۔''
- جس طرح اس دنیا میں کسی چیز کو دیکھنے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک آنکھ (نورِ بصارت) دوسری روشنی (سورج یا مصنوعی روشنی)، اگر ایک چیز کی بھی کمی ہو تو کچھ دیکھا نہیں جا سکتا۔ اس طرح باطن میں دیکھنے کے لئے بھی دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک باطنی یا قلبی آنکھ (نورِ بصیرت) اور دوسرا اسمِ اللہ ذات کا نور۔ اللہ تعالیٰ کو اسمِ اللہ ذات کے نور ہی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 72 میں اسی باطنی اندھے پن کا ذکر ہے، فرمانِ الٰہی ہے ''جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا'' یعنی جو یہاں دیدار یا نورِ بصیرت سے محروم ہے وہ آخرت میں بھی دیدار یا نورِ بصیرت سے محروم رہے گا۔
- اسمِ اللہ ذات سے انوار و تجلیات نازل ہوتی ہیں اور اس نور میں دیدار و لقا نظر آتا ہے۔
- یاد رکھ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان پہاڑوں اور فولاد سے سخت حجاب ہے اور وہ ہے نفس۔ جب تک نفس نہیں مرتا اللہ کا دیدار حاصل نہیں ہوتا اور نفس کو کوئی عبادت قتل نہیں کر سکتی سوائے تصور اسمِ اللہ ذات اور مرشد کامل سروری قادری کے۔
- جسے دیدارِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے وہ لوگوں میں اپنی بڑائی بیان نہیں کرتا پھرتا۔ وہ ہر چیز دیکھتا ہے لیکن خاموش رہتا ہے۔
- یہ بات یاد رکھ اور اپنے دل پر لکھ لے کہ دیدارِ الٰہی کا راستہ اسمِ اللہ ذات سے کھلتا ہے بشرطیکہ یہ مرشد کامل اکمل سروری قادری سے حاصل ہوا ہو۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور طریقہ تجھے کسی نے بتایا ہے یا تو خود جانتا ہے تو وہ باطل ہے۔

فقیرِ کامل
(انسانِ کامل، وحدت، فقر فنا فی اللہ بقا باللہ)

- دیدارِ الٰہی حاصل ہونا بھی کامل مرتبہ نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی دوئی ہے۔ اصل مرتبہ تو اپنی ہستی اور خودی کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جانا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ''میں'' اور ''تُو'' کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ اسے وحدت فنا فی اللہ بقا باللہ کا مقام بھی کہا جاتا ہے اور یہی فقر کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ یہ عبدیت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے اور یہاں پر انسانِ کامل کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے اور اسے تلقین و ارشاد کی مسند پر فائز کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر طالب کا بولنا اللہ کا بولنا ہوتا ہے، اس کا سننا اللہ کا سننا ہوتا ہے، اس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہوتا ہے، اس کا چلنا اللہ کا چلنا ہوتا ہے اور اس کا پکڑنا اللہ کا پکڑنا ہوتا ہے۔
- اسمِ اللہ ذات کی دائمی ریاضت انسانی وجود کو بالکل پاک و طاہر کر دیتی ہے۔ اسمِ اللہ ذات کی تپش تو دوزخ کی آگ سے زیادہ تیز

ہے۔اگر فنافی اللہ بقا باللہ فقیر (انسانِ کامل) جلالیت کی نگاہ سے دیکھ لے تو مشرق سے مغرب تک سب کچھ جلا کر راکھ کر ڈالے۔ ہزار آفرین ہے اس وجود پر جو اس آگ کو برداشت کرتا ہے اور خلقت کو نہیں ستاتا۔ایسے فقیر کامل کی بارگاہ میں ادب واحترام سے جاؤ گے اور رہو گے تو فلاح پا جاؤ گے۔ بے ادبی اور مخالفت تمہیں دونوں جہانوں میں بے مراد کر دے گی۔ایسی عقل سے جہالت بہتر ہے جو ان کا انکار کرے، ان سے دشمنی اور مخالفت کرے اور دوسروں کو ان کی دشمنی اور مخالفت کی طرف راغب کرے۔

- بقا باللہ (فنافی ھُو) کا مقام راہِ فقر میں انسانی عروج کا بلند ترین مقام ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے: اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ (جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہیں اللہ ہوتا ہے)۔ یہ عبدیت کا بلند ترین مقام ہے کیونکہ فنافی اللہ کے مقام پر (ٹھہر جانے والا) آدمی ہمیشہ کے لئے غرق ہو جاتا ہے۔
- فقیر کامل (انسانِ کامل) خلافتِ الٰہیہ کا حامل ہوتا ہے۔اس کا مرتبہ محبوبیت کا مرتبہ ہے جو کبھی سلب نہیں ہوتا۔فقیر کامل دنیا میں صرف ایک ہوتا ہے جو طالبانِ حق کی راہِ فقر میں ظاہری اور باطنی راہنمائی کا فریضہ ادا کرتا ہے۔شروع شروع میں اس کی زیادہ شہرت نہیں ہوتی کیونکہ یہ خود کو دنیا سے چھپا کر رکھتا ہے لیکن چند سالوں کے اندر ہی اندر اس کی شہرت چار سُو پھیل جاتی ہے اور طالبانِ مولیٰ جوق در جوق اس کی طرف لپکتے چلے آتے ہیں۔اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ یہ طالبانِ مولیٰ کو چلہ کشی، مشقت اور ورد و وظائف میں نہیں ڈالتا بلکہ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے انہیں منزل پر پہنچا دیتا ہے۔
- جب تک طالب بقا باللہ (فنافی ھُو) کے مقام پر نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک ہر مقام پر خوفزدہ رہتا ہے۔
- بقا باللہ (فنافی ھُو) کے مقام پر نہ روح باقی رہتی ہے اور نہ جسم۔
- یہ مقامِ بقا باللہ (فنافی ھُو) اسمِ ھُو سے حاصل ہوتا ہے اس لئے تُو بھی کسی سروری قادری مرشد سے اسمِ ھُو کا راز حاصل کر کیونکہ اسمِ ھُو کے بغیر ھُو کا راز نہیں ملتا۔

مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری

- باطن میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری بڑا اعلیٰ مقام ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک اسمِ اللہ ذات ہے۔صحابہ کرامؓ کے لئے اسمِ اللہ ذات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظاہری چہرہ مبارک تھا اس لئے ان کو اسمِ اللہ ذات کے تصور کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لیکن اب مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لئے اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور ضروری ہے بشرطیکہ یہ وہاں سے حاصل ہوا ہو جہاں پر اسے عطا کرنے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے باطنی طور پر اجازت ہو۔ جب اسمِ اللہ ذات کے نور سے طالب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہچان ہوتی ہے تو اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ”جس نے

مجھے دیکھا بے شک اس نے حق دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔''

- جب طالب مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتا ہے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ مبارک کی زیارت سے اس کی تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور وہ فنا فی اللہ بقا باللہ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔

شریعت

- شریعت سے مراد علم ظاہر اور علم باطن کا اکٹھا ہونا ہے۔ جس کے پاس ایک علم ہے وہ اہلِ شریعت ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔
- ہم نے جو بھی مرتبہ حاصل کیا شریعت پر چل کر حاصل کیا۔
- شریعتِ مطہرہ کی مکمل پابندی، پیروی اور اتباع کے بغیر فقر کا کوئی مقام اور منزل حاصل نہیں ہو سکتی اور فقر کے تمام مدارج شریعت کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔

علم

- علم باطن کے بغیر ظاہری علم پر توجہ اور زور دینے سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور ان جھگڑوں کے بطن سے فرقے جنم لیتے ہیں۔ پھر یہ فرقے مخلوق میں نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں اور ہر طرف فتنے اور دنگا فساد پھیل جاتا ہے۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو حق پر اور برتر ثابت کرنے میں لگا رہتا ہے اور یوں لوگوں کو دین سے دور کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس علمِ باطن محبت، اخوت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔
- علم ایک نور ہے اور علم عقل کے اوپر پڑا ہوا ایک پردہ بھی ہے۔ وہ علم جو حقیقت (اللہ) تک پہنچا دے وہ نور ہے اور جو حقیقت (اللہ) سے دور کرے اور امت میں فتنہ و فساد کا موجب بنے وہ علم عقل پر پڑا ہوا حجاب ہے۔
- علم حاصل کرتے وقت اگر نیت یہ ہو کہ دولت کما کر حرص و ہوس کے تقاضوں کو پورا کیا جائے، اپنے فرقے کو حق ثابت کیا جائے، امت کو گروہوں میں تقسیم کیا جائے اور اسے لڑایا جائے تو یہ مذموم علم ہے۔ اگر علم اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قرب اور عوام کی فلاح کے لئے حاصل کیا جائے تو یہ فضیلت بخش ہے۔

کلمہ طیب

- کلمہ طیب مسلمان ہونے کی بنیاد ہے۔ جب کوئی کلمہ طیب پڑھتا ہے تو وہ زبان سے اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس اقرار کے ساتھ ہی وہ مسلمان ہو جاتا ہے جبکہ تصدیقِ قلب سے (دیکھ کر) کلمہ پڑھنا خواص کا اور اس کی حقیقت تک پہنچ جانا عارفین کا مرتبہ ہے۔

فکر، تفکر یا مراقبہ

✣ کسی علم یا چیز کو سمجھنے کے لئے جب ہم سوچ بچار کرتے ہیں تو اسے فکر، تفکر یا غور وفکر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دنیا آج مادی اور سائنسی ترقی کے جس مقام پر کھڑی ہے اس کی بنیاد سائنس دانوں کا مادیت میں غور وفکر ہی ہے۔ ہر ایجاد اور دریافت کے پیچھے غور وفکر اور تفکر پنہاں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی ذات کے اندر فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے، فرمانِ حق تعالیٰ ہے: اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ترجمہ: ''کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے۔'' انسان جب اپنے اندر فکر کرتا ہے تو اس راز تک پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں حدیثِ قدسی ہے: اَلۡاِنۡسَانُ سِرِّیۡ وَاَنَا سِرُّہٗ ترجمہ: ''انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔'' جب انسان اس راز سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا محرم راز بنا لیتا ہے۔ اس لئے فقرا من میں ڈوبنے، تن کے حجرے میں جھانکنے اور اپنے اندر داخل ہونے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

✣ یاد رہے کہ مراقبہ بھی فکر اور تفکر ہی کا نام ہے۔ ابتدائی مراقبہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے ذہن کو کسی ایک نقطہ پر یکسو کیا جاتا ہے اور عارفین کا مراقبہ یہ ہے کہ کھلی آنکھوں سے ہر چیز کا نظارہ کرتے ہیں جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے ''میں چالیس سال تک اللہ تعالیٰ سے محوِ کلام رہا اور لوگ یہ سمجھتے رہے کہ میں ان سے باتیں کر رہا ہوں۔''

ترکِ دنیا

✣ ہر وہ چیز جو قلب (باطن) کو اللہ کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر لے دنیا ہے۔

✣ ترکِ دنیا سے مراد ترکِ ہوسِ دنیا ہے یعنی دنیا سے باطنی لاتعلقی کا نام ترکِ دنیا ہے اور اس کے بغیر معرفتِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

✣ دنیا سایہ کی مانند ہے۔ اگر آپ سورج کی طرف پیٹھ کر لیں تو آپ کا سایہ آپ کے سامنے آجائے گا، اگر آپ اپنے سائے کو پکڑنے کے لیے اس کی طرف بڑھیں گے تو وہ آپ کے آگے چل پڑے گا اور آپ کے ہاتھ نہیں آئے گا لیکن اگر آپ اپنے سائے کی طرف پیٹھ کر لیں اور سورج کی طرف منہ کر کے چل پڑیں تو سایہ آپ کے پیچھے بھاگنے لگے گا۔ بالکل اسی طرح اگر آپ اللہ سے منہ موڑ کر دنیا کی طرف چل پڑیں گے تو اسے پکڑ نہیں سکیں گے لیکن اگر آپ دنیا سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف چل پڑیں گے تو دنیا آپ کے پیچھے بھاگنا شروع کر دے گی۔

✣ دنیا میں اس طرح رہ جس طرح مرغابی پانی میں رہتی ہے۔

نفس

✣ نفس بندے اور خدا کے درمیان حجابِ اکبر ہے۔ شیطان اسی کے ذریعہ انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ انسانی بدن میں ایسا چور ہے جس

کی پہچان بھی عام انسانوں کے لئے بہت مشکل ہے، اس کو قابو میں لانا اور مارنا تو اور بھی مشکل ہے۔اس کو اسمِ اللہ ذات کا تصور اور مرشد کامل اکمل کی نگاہ ہی مار سکتی ہے۔ ظاہری عبادات سے تو یہ مزید طاقتور ہو کر ریاکاری میں مبتلا کر دیتا ہے۔

✦ نفس کی چار حالتیں ہیں: امارہ جو ہر وقت برائی، گناہ، بدی، انانیت، ریاکاری اور تکبر میں مبتلا رہتا ہے اور اس حالت کا انسان کو احساس تک نہیں ہوتا۔ پھر جب مرشد کامل کی نگرانی میں طالب اسمِ اللہ ذات کا تصور شروع کرتا ہے تو یہ امارہ سے لوامہ ہو جاتا ہے یعنی برائی کرنے کے بعد انسان پچھتاوا محسوس کرتا ہے۔اس کی تیسری حالت ملہمہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو برائی کے قریب جانے ہی نہیں دیتا۔ آخری، ارفع اور اعلیٰ حالت نفسِ مطمئنہ کی ہے جو انبیا کرام، اولیا اور صدیقین کو حاصل ہے یعنی نفس مکمل طور پر انسان کے قابو میں آجاتا ہے اور یہ انسان اور اللہ کے درمیان سے ہٹ جاتا ہے۔

✦ نفس کو مارنے کا واحد طریقہ تصور اور ذکر اسمِ اللہ ذات اور مرشد کامل کی نگاہ ہے۔

اخلاصِ نیت

✦ راہِ حق میں نیت میں اخلاص کا شامل ہونا ضروری ہے۔نیت میں جس قدر خلوص ہوگا اسی قدر وہ عمل مقبول ہوگا۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے''مومن کی نیت بہتر ہے اس کے عمل سے''۔

✦ اخلاص بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ جس نے اخلاص کو پالیا اس نے گویا نفس کو قابو کر لیا اور جس نے نفس کو قابو کر لیا اس نے اللہ کو راضی کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

✦ راہِ فقر میں نیت میں اخلاص کا ہونا برسوں کا سفر مہینوں میں طے کرا دیتا ہے۔

ریاکاری

✦ ریاکاری سے مراد دکھاوا ہے یعنی کسی کام یا عمل کا مقصد صرف دکھاوا یا شہرت ہو اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے نہ ہو، مقصد صرف یہ ہو کہ لوگ نیک اور پرہیزگار سمجھیں۔راہِ حق سے ہٹانے کے لئے شیطان کے پاس ریاکاری کا حربہ بہت بڑا ہتھیار ہے، بڑے بڑے عابد زاہد اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ریا کا مرض انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور نفس اس کا آلہ کار بن جاتا ہے۔اسے ختم کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور پھر یہ انسانی فطرت کی کمزوری ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی بزرگی اور نیکی کا شہرہ اور چرچا ہو اور لوگ اسے نیک، عابد اور زاہد سمجھیں۔ اگر یہ مرض مستقل صورت اختیار کر لے تو انسان بالکل ہی گمراہ ہو کر اپنے چہرے کا نور ہی کھو بیٹھتا ہے جو اہلِ مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ جہاں تک طلبِ مولیٰ یا راہِ فقر کے سفر کا سوال ہے تو وہ بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ ایک حدیث شریف میں اسے چھوٹا شرک قرار دیا گیا ہے اور شرک کرنے والے کا فقر سے کیا تعلق۔

تسلیم و رضا

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں ''ہم نے اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے دیدار اور رضا کے سوا کچھ نہیں مانگا۔'' آپؒ تسلیم و رضا کے متعلق فرماتے ہیں:

- فقر کا مرکز اور محور تسلیم و رضائے الٰہی ہے۔ مصیبت و پریشانی، دکھ اور سکھ، سکون اور اضطراب، آسانی اور تنگی، بیماری اور صحت، بھوک اور سیری، عزت اور ذلت، امیری اور غریبی، غرض ہر حال میں اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنا اور سرِ تسلیم خم رکھنا ہی اس کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہے۔ جو خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے، اس کی خوشنودی کی خاطر اپنی مرضی اور منشا سے دست بردار ہو جاتا ہے اور اس ضمن میں جو تکالیف اور مصائب اس پر وارد ہوتے ہیں انہیں خوش دلی سے قبول کرتا ہے وہی دیدارِ الٰہی کا حق دار بنتا ہے۔
- طالب مولیٰ جب مقامِ رضا کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو قضا (تقدیر) اس کے حوالے کر دی جاتی ہے۔
- تو اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوا کہ ہر کام تیری مرضی اور منشا کے مطابق ہو۔
- تسلیم و رضا کی منزل سے گزر کر ہی دیدار کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔
- مرشد کامل اکمل کی اسمِ اللہ ذات کے ذریعہ طالب کی تربیت اس میں تسلیم و رضا کی عادت کو اتنا پختہ کر دیتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور فعل پر پیار آتا ہے۔

عاجزی وانکساری

- اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے اپنی طرف عاجزی وانکساری کے ذریعہ راستہ کھولا۔
- عاجزی وانکساری راہِ فقر میں آنے والی مشکلات اور آزمائشوں میں قلعہ بندی کا کام دیتی ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے آنے والا کبھی خالی واپس نہیں جاتا۔
- دیدارِ الٰہی، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب عاجزی وانکساری سے حاصل ہوتے ہیں۔
- اللہ کی بارگاہ میں جو جتنا عجز اختیار کرتا ہے وہ اتنا ہی محبوب ہوتا ہے۔
- عاجزی وانکساری راہِ فقر میں بہت بڑا ہتھیار ہے جو طالب کو شیطانی و نفسانی حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
- عاجزی وانکساری اسمِ اللہ ذات کے تصور سے حاصل ہوتی ہے۔ ظاہری عبادات سے نفس موٹا ہو کر تکبر، انانیت اور ریاکاری اختیار کرتا ہے۔

وفا اور قربانی

- راہِ فقر راہِ عشق ہے اور عشق قربانی کا طلب گار ہے۔ اس راہ میں اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوتی جب تک طالب اپنا سب کچھ اور ہر شے اللہ کی راہ میں قربان نہیں کر دیتا۔ اس سلسلہ میں طالب کو صحابہ کرامؓ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ وفا اور قربانی کی مثالیں سامنے رکھنی چاہئیں کیونکہ طالبانِ مولیٰ کے لئے یہ مثالیں مشعلِ راہ ہیں۔
- فقر کی نعمت حاصل کرنے کے لئے اپنا مال، جان اور گھر بار سب داؤ پر لگا دینا چاہیے پھر صلہ کی امید بھی نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی غم کرنا چاہیے۔
- جنہوں نے زندگی میں ہی اپنا سب کچھ مرشد کے حوالے کر دیا وہ حیات جاودانی حاصل کر گئے اور اسی عشق و مستی میں زندگی گزار رہے ہیں۔
- قربِ الٰہی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک انسان اپنا گھر بار راہِ خدا میں قربان نہیں کر دیتا اور تکالیف و مصائب میں مرشد کے ساتھ وفا میں ذرا بھی کمی نہیں آتی۔

توفیقِ الٰہی

- راہِ فقر میں ''توفیقِ الٰہی'' (فضلِ الٰہی) تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کی بنیاد ہے۔ طالب کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ راہِ فقر میں آگے بڑھنے کی کوشش کرے لیکن ہر کامیابی کو توفیقِ الٰہی کی بدولت سمجھے۔ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ ہمت و کوشش کے عوض عدل و انصاف کی طلب گار ہوتی ہے مگر صادق طالبِ مولیٰ خدا سے عدل نہیں فضل کی التجا کرتا ہے۔ راہِ فقر راہِ عشق ہے۔ عاشق تو عشق بس عشق کی خاطر کرتے ہیں، صلے میں کچھ مانگنا عشق کی فطرت نہیں۔ سچا طالب تو اس راہ میں مقامات کا بھی طلبگار نہیں ہوتا۔ اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور بھی اللہ تک پہنچنے کا بہانہ یا وسیلہ ہے اس لئے وہ اس کے عوض کسی بھی چیز کی امید اور خواہش ترک کر کے سب کچھ فضلِ ربّی پر چھوڑ دیتا ہے اور اس سے صرف نعمتِ دیدار ہی کا طلب گار رہتا ہے۔
- راہِ فقر میں کامیابی اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کے بغیر ممکن نہیں ہے لیکن اس کے فضل و کرم کے لئے نیت میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے۔
- راہِ فقر میں توفیقِ الٰہی اصل میں ''مرشد کامل'' کو کہتے ہیں۔ جب تک توفیقِ الٰہی شاملِ حال نہ ہو کوئی کام کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتا۔

توکّل

- توکل فقر کی بنیاد ہے۔ اللہ پاک سے عشق کا تقاضا ہے کہ اپنا ہر کام اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ ظاہری طور پر تو کوشش کی جائے لیکن باطنی طور پر اللہ پر توکل کر کے طالب اپنی مرضی سے دستبردار ہو جائے۔
- متوکلین پر شیطان کا زور نہیں چلتا کیونکہ وہ ہر کام میں اللہ پر توکل اور بھروسا کرتے ہیں جس سے اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔
- متوکل آدمی روزی معاش کی فکر نہیں کرتا۔ عام لوگوں کا رزق کوشش اور جدوجہد کے نتیجے میں ملتا ہے لیکن خواص کا رزق اللہ تعالیٰ مہیا کرتا ہے۔

استقامت

- راہِ فقر میں سب سے بڑی کرامت استقامت ہے۔
- مستقل مزاجی اور استقامت سے راہِ فقر کی مشکلات اور آزمائشوں سے گزرتے ہوئے منزلِ مقصود پر پہنچنا ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس دنیا میں بشری ظہور سے قبل بھی نبی تھے اور کائنات میں باطنی طور پر موجود تھے۔ حالتِ بشریت میں ظہور کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبی تھے اور کائنات میں باطنی اور ظاہری دونوں طرح موجود تھے اور ظاہری وصال کے بعد اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باطنی حیات کے ساتھ کائنات میں موجود ہیں اور عاشقوں کو اپنے دیدار مبارک سے نوازتے ہیں اور ان کی راہنمائی فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا، بے شک شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔'' اب کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا ترجمہ ذرا غور سے پڑھیے ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے رسول ہیں۔'' اس کو ہم یوں لے سکتے ہیں کہ جو دور بھی گزر رہا ہو اس کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں، جو گزر گیا اس کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں اور جو گزر رہا ہے اس کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں اور جو آئے گا اس کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں۔ ''فعل حال مطلق'' کا صیغہ ''موجود'' کو ظاہر کرتا ہے اور رسول وہ ہوتا ہے جو ''موجود'' ہو اس لئے جو حیات النبیؐ کا منکر ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُمتی نہیں ہے اور جھوٹا ہے۔

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ ہر سال باقاعدگی سے دو مرتبہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظیم الشان محافل منعقد کیا کرتے تھے۔ پہلی 12-13 اپریل اور دوسری ستمبر کے پہلے ہفتہ میں۔ ان محافل میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے وسیع اور عالیشان لنگر (طعام) کا اہتمام کیا جاتا جو ہر اعلیٰ اور ادنیٰ کے لیے عام ہوتا۔ اس کے علاوہ آپ سارا سال جہاں بھی جاتے اور ٹھہرتے وہیں محفلِ میلاد شروع ہو جاتی۔ ان محافل میں حمد و نعت، منقبتیں پڑھی اور شانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کی جاتی۔ محافلِ میلاد کے علاوہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی بھی کوئی اور محفل منعقد نہیں کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے ''ہماری خواہش ہے کہ ساری زندگی اپنے آقا و مولا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و نعت سنتے رہیں، ان کا عشق ہی ہماری زندگی ہے۔ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر زندگی فضول ہے۔'' آپ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا ''بھائی نجیب! یہ جو ہم زمین پر چل پھر رہے ہیں اور اتنے لوگ ہماری پیروی کر رہے ہیں، ہمارا احترام اور عزت کرتے ہیں، ہمارے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور بعض تو احترام میں پاؤں تک کو بوسہ دینے لگتے ہیں، یہ صرف اور صرف میرے آقا و مولا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرم اور ان کی غلامی کی وجہ سے ہے ورنہ ہماری کیا حیثیت ہے!'' مجھے نصیحت فرمائی ''تم بھی گفتار میں، تحریر میں، تقریر میں یا جو بھی ہنر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، اُن کے اہلِ بیتؓ اور صحابہ کرامؓ کی شان بیان کرنا اور دینِ حق کو عام کرنے کی کوشش کرنا پھر دیکھنا اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد تمہارے شاملِ حال ہوگی۔''

عظمتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

- راہِ فقر میں تمام مقامات اور منازل اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے وسیلہ سے عطا ہوتے ہیں۔ جو اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا منکر اور بے ادب ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔
- عشق کی حقیقت حاصل کرنی ہو تو امامِ عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا میں کردار سے حاصل کرو۔ اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے سے چشمہ جاری ہو سکتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ سے یہ بعید نہ تھا کہ آپ کے ایک اشارے سے کربلا میں چشمے جاری ہو جاتے اور فرات اپنا رخ بدل کر آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں آجاتا اور یزیدی لشکر ریت میں دھنس جاتا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کسی لمحہ بھی اس انجام سے بچنے کی دعا نہ کی بلکہ صبر و استقلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور سارا خاندان راہِ خدا میں قربان کر دیا۔ اسے کہتے ہیں ''سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔'' عشق اور تسلیم و رضا کا ایسا اعلیٰ مرتبہ اولادِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی خاصہ ہے اور امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اس امتحان میں پورا اتر کر اس کو عملی طور پر ثابت بھی کیا۔ طالبِ مولیٰ جب بھی عشق کے میدان میں آزمائشوں اور تکالیف کی وجہ سے ڈگمگانے لگے تو ذرا سا کربلا کے میدان میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کردار کو دیکھ لے تو یہی اس کے لئے مشعلِ راہ ہوگا۔

عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

- اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین اُمت کا سب سے اعلیٰ گروہ، ممتاز طبقہ اور اعلیٰ ترین جماعت ہے۔ یہ وہ مقدس لوگ ہیں جو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک میں اس قدر فنا ہو گئے تھے کہ وہ صبغۃ اللہ یعنی اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔ ان سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ ایسے ساتھی اور طالبِ مولیٰ کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے ساتھی اور محرم راز بنے۔ انہوں نے ہر مصیبت، دکھ اور تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ انہیں ستایا گیا، کوڑوں کی ضربیں لگائی گئیں، دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا، زنجیریں باندھ کر تپتے صحرا کی ریت پر کھینچا گیا، تختہ دار پر چڑھایا گیا، لوہے کے اوزار گرم کر کے داغا گیا، پتھروں کے نیچے دبایا گیا غرض ظلم وستم کا ہر پہاڑ توڑا گیا لیکن یہ ظلم وستم ان کو ان کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جدا نہ کر سکے۔ یہ لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایسے عاشق تھے کہ دن رات کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جس میں یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جدا ہوتے ہوں۔ یہ تعلق یا قبولِ اسلام کا معاملہ نہ تھا یہ تو عشق کا معاملہ تھا۔ ان کے قلوب کو یہ گوارا ہی نہ تھا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنکھوں سے اوجھل ہوں۔ اس عشق نے ان کے دلوں سے ہر محبت کو دھو ڈالا، بس وہ تھے اور اُن کا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔
- اصحابِ کبارؓ کی زندگیاں طالبِ مولیٰ کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ اگر روشنی حاصل کرنی ہے تو ان کی زندگیوں سے کر، اگر عشق کے متعلق جاننا ہے تو ان کی زندگیوں کو دیکھ۔
- اصحابِ کبارؓ کی عبادت صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار تھا۔

سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ

- پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظم حضرت محیّ الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ کی مہر کے بغیر نہ تو کوئی راہِ فقر میں قدم رکھ سکتا ہے اور نہ ولی اور عارف بن سکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ سر سے قدم تک انوارِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے تھے اور ابتدا سے انتہا تک فقر کا بارِ گرانی اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستِ بیعت فرمایا اور آج تک امانتِ فقر آپؓ کے توسط سے منتقل ہوتی ہے۔ مرشد کامل جب طالب کی تربیت مکمل کر لیتا ہے تو اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سے قبل پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہٗ طالب کی تربیت فرماتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہٗ کی اجازت اور مہر کے بغیر کوئی طالب مجلسِ محمدیؐ میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا آپ رضی اللہ عنہٗ کا مرتبہ بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔

حضرت سخی سلطان باھوؒ

✦ اولیا کرام میں سب سے بلند مرتبہ عارفین کا ہے اور حضرت سخی سلطان باھوؒ عارفین کے سلطان ہیں۔ آپؒ سلطان الفقر کے مرتبہ پر بھی فائز ہیں۔ آپؒ کا طالبانِ مولیٰ پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپؒ نے اسمِ اللہ ذات کا راز عیاں کیا اور کتب کے ذریعہ اس راز کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا جس سے عام لوگوں کو راہِ فقر سے آگاہی ہوئی۔ اس سے پہلے یہ سینہ بہ سینہ چلتا رہا۔

✦ تمام اولیا کرام کے مزارات سے حاجت مندوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں لیکن دنیا میں دو دربار ایسے ہیں جہاں سے فقر ملتا ہے۔ فقر کا سوال کرنے والا ان درباروں سے خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا۔ ان میں ایک پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظمؓ کا مزار مبارک ہے اور دوسرا سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کا مزار مبارک ہے۔

✦ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے برصغیر میں سلسلہ سروری قادری عام کیا اور عام مشائخ اور سلاسل کی طرح چلہ کشی، زہد و ریاضت کی بجائے تصورِ اسمِ اللہ ذات سے دیدار کا دروازہ کھولا۔

✦ حضرت سخی سلطان باھوؒ کے در سے لاکھوں لوگوں نے فیض اور فقر پایا۔ آپؒ کا فیض تا قیامت جاری رہے گا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپؒ کو مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔

✦ جب تمام سلاسل صرف ظاہری حالت میں نام کے طور پر باقی رہ جائیں گے تو حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ ہی دنیا میں نور پھیلائے گا۔ آپؒ کا اعلان ہے کہ اگر کوئی اللہ کا طالب ہے تو میرے در پر آئے، میں اسے راہِ فقر عطا کر دوں گا۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ میں علمِ دیدارِ الٰہی کا عالم ہوں، اگر کسی نے دیدار کا علم حاصل کرنا ہے تو میرے پاس چلا آئے۔

سلسلہ سروری قادری

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سلسلہ سروری قادری ہی حقیقی قادری سلسلہ ہے جس میں اب تک پیر دستگیر سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کا فیض جاری ہے اور چونکہ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہیں اس لیے سلسلہ سروری قادری بھی قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور اسی طریق پر ہے۔ اسی لیے جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کو امانت کے لیے کوئی محرمِ راز نہ ملا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو منتخب کر کے بھجوایا۔ جب سیّد محمد عبد اللہ شاہ کو کوئی محرمِ راز نہ ملا تو پیر عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منتخب کر کے ان کے پاس بھیجا۔ پیر عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے محرمِ راز پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ اور خصوصاً

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھورحمتہ اللہ علیہ کے منتخب شدہ تھے۔ اسی طرح میرے حضور (سلطان عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ) ازلی انتخاب تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے خود مزار مبارک سے نکل کر پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کروایا۔ اس لیے جو حقیقی سروری قادری مشائخ اور سلسلہ سروری قادری کا منکر ہے وہ مردار دنیا کا طالب ہے اور مردار دنیا ہی اس کی پناہ گاہ ہے اللہ تعالیٰ نہیں۔

کرامات

کرامت دو قسم کی ہوتی ہے ایک مادی یا ظاہری دوسری روحانی یا باطنی ۔ مادی یا ظاہری کرامت عوام الناس کیلئے ہوتی ہے کیونکہ ظاہر بین ظاہری کرامت کو مانتے ہیں ۔ روحانی یا باطنی کرامت خواص کیلئے ہوتی ہے اور اس کرامت کو خواص ہی جانتے ہیں ۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری اور باطنی کرامات بے شمار ہیں لیکن اُن میں سے چند منتخب کرامات کو استفادہ کے لیے شائع کیا جا رہا ہے ۔

- سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو وصیت فرمائی تھی:

''بیٹا میں نے دنیا داروں سے بہت بھلائی کی ۔ جو بھی کوئی سوال لے کر آیا میں اسے پورا ہی کرتا رہا لیکن بیٹا یہ دنیا بے وفا ہے ، دنیا دار وفا نہیں کرتے لہٰذا میرے بعد اگر تم سے کوئی اسمِ اللہ ذات اور معرفتِ الٰہی کا سوال کرے تو دِل کھول کر عطا کرنا لیکن اگر کوئی دنیا مانگے تو خیال کرنا۔''

اس وصیت کا اصل مقصد یہ تھا کہ جب کسی انسان کو دنیا (دولت) مل جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتا ہے کیونکہ معرفتِ الٰہی ورثۂ انبیا ہے اور دنیا اور دولت ورثۂ فرعون وقارون ہے اور ورثۂ فرعون وقارون بھلا خدا کی طرف کیسے راغب ہونے دیتا ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ جب بھی کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کاروبار ، اولاد یا کسی اور دنیاوی کام کے لیے حاضر ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ''پہلے اسمِ اللہ ذات پاک لے لو ، اس کا ذکر اور تصور کرو ، ذاتِ باری تعالیٰ کو پہچانو ، تمہارا یہ دنیاوی مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا ۔'' گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طالبانِ دنیا کو پہلے طالبانِ مولیٰ بنایا پھر انہیں مطلوب تک پہنچایا ۔

- سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا ''میرا بیٹا محمد اصغر علی فقر کو اس طرح سنبھالے گا کہ قیامت تک اس طرح فقر کو کوئی نہیں سنبھال سکے گا ۔''

واقعی یہ قول حق ثابت ہوا ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی گمنامی وخمول میں گزاری ، شہرت اور ذرائع ابلاغ سے ہمیشہ دور رہے اور نہ ہی ایسی کوئی کرامت ظاہر فرمائی جو پوری دنیا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت بلند کر دیتی ۔ دنیا دار ملتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا دار سمجھتا ، آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے برتاؤ بھی اسی کے مطابق کرتے ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہچان صرف طالبِ مولیٰ کو حاصل ہوئی اور طالبِ مولیٰ ہی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پہچانا ۔ اصل میں مرشد کامل کی ذات آئینہ کی طرح شفاف ہوتی ہے ، اس میں ہر شخص کو اپنی ہی صورت دکھائی دیتی ہے اور اسی کے مطابق اس کی پہچان بھی حاصل ہوتی ہے ۔ دنیا دار کو اس ذات میں دنیا دار ہی دکھائی دے گا اور صرف طالبِ مولیٰ کو ہی اس میں حق دکھائی دے گا ۔ جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ایک

حکایت میں بیان فرماتے ہیں:

ایک بادشاہ کسی مرشدِ کامل کا مرید تھا، اُس نے کسی سے کہا کہ جا کر میرے مرشد کو دیکھ کر آؤ کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ وہ آدمی گیا اور دیکھا کہ مرشد کے مصلّے پر کتا بیٹھا ہے۔ اس نے بادشاہ کو اپنے مشاہدہ سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ کسی اور کو بھیج کر پتہ کرو۔ دوسرے آدمی کو بھیجا گیا۔ وہ گیا اور دیکھا کہ مرشد کے مصلّے پر خنزیر بیٹھا ہے۔ اس نے آکر اپنا مشاہدہ بیان کیا تو بادشاہ خود چلا گیا اور دیکھا کہ مصلّے پر اس کا مرشد خود بیٹھا ہے۔ اس نے مرشد سے یہ حقیقت بیان کی تو مرشد نے کہا ''اے بادشاہ! جس نے میرے بجائے مصلّے پر کتے کو دیکھا وہ ایک طالبِ دنیا تھا اور جس نے میرے بجائے خنزیر کو دیکھا وہ ایک دیوث (بیوی کی دلالی کھانے والا) تھا۔'' فقیر باھُوؒ کہتا ہے کہ فقرا آئینے کی مثل ہوتے ہیں اس لیے دیکھنے والا انہیں جس صورت میں دیکھتا ہے وہ اس (دیکھنے والے) کی اپنی ہی صورت ہوتی ہے۔ (محک الفقر کلاں)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسی صفات کا انسان خود حامل ہوتا ہے وہ اسی طرح ولی کامل میں خود کو دیکھتا ہے کیونکہ ولی کامل ایک آئینہ ہوتا ہے اور سلطان الفقر تو وہ شفاف آئینہ ہے جس میں عکس بالکل واضح نظر آتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہی کرامت بہت بڑی ہے کہ لاکھوں لوگوں کو معرفتِ الٰی اللہ تک پہنچایا لیکن ذرائع ابلاغ اور شہرت سے دور رہے۔

اس فقیر کا فقر کا سفر اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے در تک پہنچنا بھی آپ کی ہی ایک کرامت ہے۔ اس فقیر نے 1997ء میں معرفتِ حق تعالیٰ کے لیے زہد و ریاضت اور مختلف وظائف کا ذکر شروع کیا جو آہستہ آہستہ اسماالحسنٰی کے ذکر تک پہنچ گیا پھر یہ فقیر اسمِ اللہ ذات کے ذکر تک پہنچ کر رک گیا۔ اسمِ اللہ کا ذکر تو فقیر زبان ہی سے کیا کرتا تھا لیکن یہ خیال دِل میں جڑ پکڑ گیا کہ اس کا طریقہ کوئی اور ہے اور اس کے لیے کسی مرشدِ کامل قادری کی ضرورت ہے، اس کی راہنمائی کے بغیر سب کچھ ناممکن ہے۔ ایک رات خواب میں سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''بیٹا! بہت محنت کر لی اب ہمارے پاس آجاؤ۔'' لیکن کہاں جاؤں نہ اتا پتا معلوم نہ ٹھکانہ۔ اس صورت کی تلاش میں بہت سے مزارات، درباروں اور مختلف مرشدوں کے پاس گیا مگر خواب والی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ایک سال اسی بے قراری میں گزر گیا۔ پھر ایک رات سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ نے دوبارہ خواب میں زیارت عطا کی اور فرمایا ''بیٹا اب تو آ ہی جاؤ۔ بہت ہو گیا ہم انتظار کر رہے ہیں۔'' اس خواب کے صرف دو دِن بعد میرے ایک جاننے والے کا فون آیا جس نے بتایا کہ وہ اپنے مرشد کے پاس جا رہے ہیں اور پوچھا ''کیا میرے ساتھ چلیں گے؟'' میں تو پہلے ہی ہر روز صبح تیار ہو کر نکل جاتا تھا تلاشِ مرشد کے لیے۔ دفتر سے غائب۔ عجیب صورتحال تھی۔ 12 اپریل 1998ء کا دِن تھا۔ سلطان الفقر کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔ آپ کے کمرہ کے باہر بہت بڑا ہجوم تھا۔ کوئی بس نہ چلتا تھا۔ میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے محل پاک پر چلا گیا اور جا کر عرض کی ''حضور اب تو تھک چکا ہوں مہربانی فرمائیں۔'' وہاں کچھ وقت گزار کر پھر واپس سلطان الفقر کے کمرہ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور آخر تھک کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ کے سامنے والے پلاٹ میں بیٹھ گیا کہ اگر قسمت میں ہو گا تو بلا لیں گے۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ عبدالمجید نے آواز لگائی کہ لاہور سے جو نجیب صاحب آئے ہیں انہیں حضور یاد فرما رہے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ دِل کی کلی کھل اٹھی۔ فوراً اٹھ کر دوڑا۔ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا سامنے پلنگ پر خواب والی صورت

نظر آئی۔ فوراً ہاتھوں کو بوسہ دیا اور قدموں میں بیٹھ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''آ گئے ہو'' ان الفاظ کو بھری محفل میں میرے سوا کسی نے نہ سنا۔ بیعت کی درخواست کی تو سلطان الفقر نے فرمایا ''بیعت کرتے ہیں اب اتنی جلدی کیا ہے''۔ یہ تقریباً ظہر کا وقت تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بعد نمازِ مغرب بیعت فرمایا۔ بیعت کے بعد دست بوسی کرتے ہوئے ایسی نگاہ ڈالی کہ دِل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ جی چاہتا تھا کہ بار بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار ہی کرتا رہوں۔ وہ دِن اور آج کا دِن زندگی کا ہر لمحہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عشق اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ڈیوٹی سے عبارت ہے۔

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت تو یہ فقیر ہے۔ جو لوگ میرے بیعت (12 اپریل 1998) ہونے سے پہلے مجھے جانتے تھے وہ بیعت کے بعد دیکھتے تو حیران رہ جاتے کہ یہ انسان اتنا کیسے بدل گیا! میں نے خود اس حقیقت کو کئی دفعہ تحریر کیا ہے:

میں ہوں کون............ میں کیا اور میری ذات کیا؟ اور زندگی کا مقصد صرف دنیا تک محدود! .... شب و روز یکساں .... صرف ضروریاتِ زندگی کا حصول مقصدِ حیات .... انسان کے مقصدِ حیات سے بے خبر دنیاوی زندگی کو خوشحال اور آرام دہ بنانے کی جدوجہد .... زیادہ سے زیادہ دنیاوی مال و متاع میں اضافہ کرنے کی فکر .... یہ تھی میری زندگی .... ایک دِن اللہ پاک کی نگاہِ رحمت .... اس گناہ گار پر پڑی .... اور تقدیر نے پکڑ کر سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچا دیا .... نگاہ سے نگاہ ملی .... دنیا بدل گئی .... یار نے یار کو پہچان لیا .... 12 اپریل 1998ء (15[1] ذوالحجہ 1418ھ) اتوار کی شام .... بعد نمازِ مغرب .... آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالا .... میری زندگی کا سب سے پُر مسرت اور قیمتی لمحہ یہی تھا .... آپ کی نگاہ پڑی اور میری زندگی کا زاویہ نظر تبدیل ہو گیا۔

آہستہ آہستہ دنیا کے شکنجے سے نکال کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقت سے روشناس کرایا۔ 12 اپریل 1998 سے 26 دسمبر 2003ء .... آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک ظاہری ساتھ رہا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اسم **اللہ** ذات کی امانت اس فقیر کے سپرد کر کے عالم جاودانی کی طرف رخصت فرما گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی ہی میری زندگی کا اصل حاصل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں میری یہ حالت ہوتی تھی کہ دس پندرہ دِن تک آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہ ہوتو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جسم سے روح نکل چکی ہے، دِل میں نورِ ایمان کم ہوتا محسوس ہوتا اور دنیا کی لذتیں اپنی طرف کھینچنے لگتیں۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہی دِل میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا ایک سمندر موجزن ہو جاتا، دنیا اور خواہشاتِ دنیا سے نفرت محسوس ہونے لگتی تھی۔

یک زمانہ صحبت با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

---

1. 12 اپریل 1998ء کو 14 ذوالحجہ تھی۔ چونکہ بیعت نمازِ مغرب کے بعد ہوئی تھی اور اسلامی تاریخ مغرب کے وقت تبدیل ہوتی ہے اس لیے سن ہجری کے مطابق 15 ذوالحجہ 1418ھ درست تاریخ ہے۔ اور پھر 12 اپریل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا دِن اور 13 اپریل آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امانت الٰہیہ منتقل ہونے اور آپ کے مسند تلقین و ارشاد پر فائز ہونے کا دِن بھی ہے۔

پھر عشق بڑھتا گیا۔ جوں جوں عشق کی تپش میں اضافہ ہوتا گیا دنیا کی ہر شے سے بے نیازی سی ہوگئی۔

عاشق شوہدے دِل کھڑایا، آپ وی نالے کھڑیا ھُو
کھڑیا کھڑیا ولیا ناہیں، سنگ محبوباں دے رَلیا ھُو
عقل فکر دیاں سب بُھل گیاں، جد عشقے نال جا ملیا ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں عشق جوانی چڑھیا ھُو

ترجمہ: عاشق بیچارے نے پہلے تو عشق میں دل گم کر دیا۔ اس کے بعد خود بھی عشقِ محبوب میں گم ہو گیا اور ایسا گم ہوا کہ پھر واپس نہیں آیا اور گروہِ محبوبین میں شامل ہو گیا۔ جب سے عشق سے ملاقات ہوئی ہے سب عقل و فکر بھول چکا ہے۔ اے باھُوؒ! میں ان کے قربان جاؤں جن کا عشق اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور انہوں نے محبوب کو پا لیا۔

اور جب عشق کی آگ اپنی انتہا کو پہنچی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اصل حقیقت کی پہچان ہو گئی۔ پھر میں...... میں نہ رہا، عشق کی آگ میں خود کو گم کر بیٹھا۔ جب عشق کی آگ میں گم ہوا تو میری اپنی ذات یا ہستی بھی عشق کی اس آگ میں گم ہو کر فنا ہو گئی۔

بلھے شاہؒ دی ذات نہ کائی میں شوہ عنایت پایا اے

میری ذات کو اور اسی طرح لاکھوں طالبوں کی ذات کو یکسر تبدیل کر دینا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ناقابلِ فراموش کرامت ہے۔

اسمِ اللہ ذات ''توحید'' ہے اور یہ بیج کی صورت میں انسانی قلب میں موجود ہے۔ مرشد جب اس کے ذکر اور تصور کا حکم دیتا ہے اور اپنی نگاہِ خاص سے اسمِ اللہ ذات کے وسیلہ سے طالب کے قلب پر نگاہ ڈالتا ہے تو یہ بیج پھوٹ نکلتا ہے۔ پھر مرشد اس کی آبیاری کرتا ہے اور یہ انسانی قلب میں ذاتِ حق کے جلوہ کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسمِ اعظم کے اس دفینے اور خزینے کو سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے جنسِ نایاب سے جنسِ ارزاں بنا دیا۔ اسمِ اعظم (اسمِ اللہ ذات) کے راز کو خلقِ خدا پر اس قدر کھولا کہ ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور لاکھوں دلوں کو نورِ حق سے منور فرمایا۔ ورنہ ماضی میں سالہا سال زہد و ریاضت، چلہ کشی اور ورد و وظائف کے بعد اسمِ اعظم عطا کیا جاتا تھا۔ بقول حضرت شیخ موید الدین جندیؒ ''اسمِ اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کا چھپانا لازم اور ظاہر کرنا حرام ہے[1]'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ظاہر کرنا لازم اور چھپانا حرام قرار دے دیا۔ کیونکہ زمانہ اب اس نہج اور مقام پر پہنچ چکا ہے کہ لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں کہ اسمِ اعظم حاصل کرنے کے لیے زہد و ریاضت، چلہ کشی اور ورد و وظائف کریں۔ اب تو اسمِ اللہ ذات کی دعوت کی طرف بھی بڑی مشکل سے لوگ متوجہ ہوتے ہیں۔ یہی کرامت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے تمام اولیا اور مشائخ سے ممتاز کرتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے معرفتِ حق تعالیٰ (فقر) کا راستہ سالک کے لیے بہت آسان اور مختصر کر دیا۔

---

[1] تفسیر روح البیان جلد اوّل

ملک صفدر حسین وہ شخص ہیں جن کو سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کے وصال کے 25 دِن بعد گھر سے باہر نکلنے پر بیعت فرمایا تھا، وہ بنک منیجر تھے۔ وہ بتاتے ہیں: ''میرے ایک دوست محمد الیاس کا تعلق سرگودھا سے تھا جو ایک بڑا زمیندار تھا۔ وہ شراب و شباب کا رسیا اور عیاش آدمی تھا۔ میں کچھ عرصہ اس کے ساتھ سرگودھا رہا۔ ہماری دوستی ہوگئی، پھر میں سرگودھا سے تبادلہ کے بعد خوشاب آگیا۔ کافی عرصہ ہماری ملاقات نہ ہوئی۔ طویل عرصہ بعد ملاقات ہوئی تو میں محمد الیاس کو دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ مسلسل شراب نوشی نے اسے جسمانی ہی نہیں دماغی مریض بھی بنا دیا تھا۔ اس دوران میں نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت کر لی تھی اور میری زندگی میں انقلاب آچکا تھا۔ دوستی کا تقاضا یہ تھا کہ میں اپنے دوست کو تباہی اور بربادی سے بچاؤں۔ میں نے اسے راغب کرنے کی کوشش کی تو محمد الیاس نے کہا 'چھوڑو میں ان فضول چکروں میں نہیں پڑتا' میں بضد ہوا کہ کم از کم ایک مرتبہ تم میرے مرشد (رحمتہ اللہ علیہ) سے مل تو لو۔ میرے اصرار پر محمد الیاس رضامند ہوگیا۔ میں اسے مرشد پاک رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا اور عرض پیش کی کہ میرے اس دوست پر توجہ فرمائیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صرف ایک نظر محمد الیاس کی طرف دیکھا۔ حیرت انگیز طور پر محمد الیاس اپنی جگہ سے قریباً اُچھل کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں گرا اور بچوں کی طرح سسکیاں لے لے کر رونے لگا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے تسلی دی اور میں محمد الیاس کو باہر لے آیا۔ میں باہر آیا تو وہ بضد ہوا کہ مجھے فوراً بیعت کرواؤ۔ میں نے کہا کہ ابھی ٹھہر جاؤ لیکن وہ کہاں ٹھہرنے والا تھا، اُس نے مجھ سے پوچھا 'صفدر! تم کتنے عرصے سے بیعت ہو؟' میں نے کہا 'چار سال سے۔' اس نے کہا 'تمہیں چار سال میں کچھ نظر نہیں آیا، کچھ دکھائی نہیں دیا؟ مجھے تو جب حضور نے ایک نظر دیکھا تو سب کچھ مجھ پر روشن ہوگیا تھا۔' میں خاموش رہا۔ محمد الیاس کی کیفیت یک لخت بدل گئی، وہ بیعت کے لیے بضد تھا۔ میں نے دوبارہ عرض پیش کی کہ حضور اسے بیعت فرمالیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ظہر کے بعد کا وقت دیا اور اُسے بیعت کر لیا۔ جب محمد الیاس بیعت ہوا تو اس کی آنکھوں پر قریباً آخری نمبر کی عینک لگی تھی، عجیب و غریب دورے پڑا کرتے تھے۔ شراب کے بغیر ایک پل زندہ رہنا اس کے لیے ناممکن تھا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر بیعت کے فوراً بعد نارمل ہوگیا۔ عینک اتر گئی۔ داڑھی رکھ لی۔ چہرہ نورانی ہوگیا۔ تمام جسمانی بیماریاں ختم ہوگئیں اور اب وہ ایک مکمل بدلا ہوا انسان تھا۔ کوئی دیکھے تو یقین نہیں کرتا تھا کہ یہ وہی الیاس ہے۔ یہ ہے میرے مرشد کی نگاہِ کامل کا کمال۔''

نوٹ: یہ وہی محمد الیاس ہیں جنہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سلطان الفقر ہونے کا اعلان کیا تھا اور صاحبِ مجاز بھی ہوئے۔

ملک محمد صفدر کہتے ہیں: میں اپنے مرشد سے کُھل کر کبھی کوئی فرمائش نہیں کرتا تھا کیونکہ میرا ایمان ہے کہ وہ ہمارے دِلی معاملات سے آگاہ ہیں۔ میری شادی کو کافی عرصہ ہوگیا اور کوئی اولاد نہیں تھی۔ میں نے اسے اپنی قسمت جان کر قبول کر لیا اور کبھی اس طرف قیاس ہی نہ گیا۔ ایک مرتبہ جب میری قائد آباد تعیناتی تھی تو میرے مرشد پاک رحمتہ اللہ علیہ میرے ہاں تشریف لائے۔ میرے ساتھ میرا ایک بھتیجا موجود تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کی کہ میرا بھتیجا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تمہارا بیٹا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضور۔ فرمایا کہ بتایا ہی نہیں تم نے...... میں نے عرض کی ''حضور آپ سے کیا پوشیدہ ہے؟'' اس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے توقف فرمایا۔ حاضرین پر نگاہ ڈالی اور کہا ''سب مل کر دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ صفدر حسین کو بیٹا عطا فرمائے۔'' سب نے دعا کی، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آمین کہا اور آپ کی روانگی کے ایک ہفتہ بعد اللہ نے مجھے

میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعے اس خوشخبری کا یقین دلا دیا۔ (صاحبِ لولاک)

یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں سے بہت سے لوگوں کو اولاد کی نعمت نصیب ہوئی۔

☸ ملک محمد صفدر روایت کرتے ہیں: پپلاں میں میرے ایک ہمسائے بڑے اچھے دوست تھے۔ وہ ذرا پڑھے لکھے آدمی تھے اور میں ان کے سامنے اکثر اپنے مرشد پاک کے فضائل بیان کرتا رہتا تھا۔ ایک روز مجھے کہنے لگے ''صفدر صاحب آپ کی باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن یہ پیر لوگ خلافِ شرع بہت کام کرتے ہیں، اپنے مریدین سے سجدے کرواتے ہیں۔'' میں نے کہا کہ آپ ایک مرتبہ میری درخواست پر میرے مرشد سے مل تو لیں، وہ صاحب راضی ہو گئے۔ ہم دونوں مرشد پاک کی خدمت میں دربار شریف پہنچے۔ میں نے مہمان کا تعارف کروایا اور ابھی صرف ان کا نام ہی بتایا تھا کہ ایک مرید اندر آ گیا اور اُس نے واقعی جھکتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سلام کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اُسے کندھے سے پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا ''یاد رکھو کہ سجدہ صرف اللہ کے سامنے کیا جاتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا کفر ہے۔'' میرا ساتھی حیران رہ گیا کیونکہ ہم نے مرشد پاک سے اس سلسلے میں ظاہراً کوئی بات ہی نہیں کی تھی۔ اُس نے میرے کان میں سرگوشی کی اور درخواست کی کہ اسے فوراً بیعت کرواؤں۔ میں نے عرض پیش کی اور حضرت سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے اُسے بیعت کر لیا۔ (صاحبِ لولاک)

☸ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ میانوالی میں ہرنولی موڑ کے قریب ''بالا'' تشریف لے گئے، وہاں ایک مرید کا بیٹا فوت ہوا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس بچے کی قبر پر گئے اور تھوڑی دیر بعد اس کے والد سے فرمایا ''ہم نے تیرے بیٹے کے دِل پر اسمِ اللہ ذات نقش کر دیا ہے۔'' حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ رسالہ روحی شریف میں فرماتے ہیں ''ہمیں کیا زندہ، کیا مردہ، کیا مسلم، کیا کافر سب کو تلقین کا حکم ملا ہے''۔ یہ واقعہ اس قوت اور تصرف کی ادنیٰ سی مثال ہے۔ (ماہنامہ مرآۃ العارفین نومبر 2007)

☸ محمد شاہ کہتے ہیں ''میں بابو جی سرکار کا مرید ہوں۔ میرا ایک نواسہ تھا جو بول نہیں سکتا تھا۔ کئی بار گولڑہ شریف لے کر گیا لیکن اس کو آرام نہ آیا حتیٰ کہ اس کی عمر پانچ سال ہو گئی۔ ایک دن ہمارے گاؤں سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ میں نے حق باھو رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد پاک سمجھ کر عرض کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جونہی اس بچے کی طرف نگاہ اٹھائی بچے کے منہ سے نکلا 'حق ھُو' اور اسکی آواز جاری ہو گئی۔'' (ماہنامہ مرآۃ العارفین نومبر 2007ء)

☸ سید امیر خان نیازی مرحوم سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے اور سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی رہے۔ ان کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حکم فرمایا ''نیازی صاحب سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب عین الفقر کا ترجمہ فرمائیں۔'' نیازی صاحب نے عرض کیا ''حضور میں فارسی نہیں جانتا۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دوبارہ فرمایا ''نیازی صاحب بسم اللہ کریں۔'' یوں نیازی صاحب فارسی نہ جاننے کے باوجود سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی فارسی کتب کے مترجم بن گئے۔

☸ حاجی محمد نواز اور محمد عنایت اللہ مرحوم نہ تو کسی مدرسہ سے تعلیم یافتہ ہیں اور نہ ہی کسی عالم سے علم حاصل کیا۔ ان دونوں کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہِ کامل سے علمِ قرآن اور علمِ تفسیر حاصل ہوا۔

صوفی اللہ دتہ ان پڑھ تھے اور قصاب کا کام کرتے تھے، نہ دین کا پتا تھا نہ دنیا کا۔ سلطان الفقر ششم رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے تو بڑے مقرر بنے۔ وہ سلطان الفقر ششم رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عرس پاک کی ہر محفل میں نقابت کے فرائض اس طرح انجام دیتے کہ بڑے بڑے لوگوں کو حیران کر دیتے۔

1999ء میں اس فقیر کا تبادلہ کسی دوسری جگہ ہوگیا۔ میں چونکہ دنیاوی معاملات کو حضور مرشد پاک رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا تھا اس لیے خاموش رہا۔ حاجی محمد نواز کسی کام کے سلسلہ میں مجھے ملنے کے لیے میری پرانی تعیناتی کی جگہ تشریف لے گئے تو میں اُن کو وہاں نہ ملا۔ انہوں نے جا کر حضور مرشد پاک کی بارگاہ میں عرض کیا کہ نجیب صاحب کا تبادلہ ہوگیا ہے۔ اُسی شام آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فون آیا اور فرمایا ''بھائی نجیب الرحمٰن! سنا ہے کہ آپ کا تبادلہ ہوگیا ہے؟'' میں نے عرض کیا ''حضور اللہ پاک جہاں رکھے وہاں خوش رہنا چاہیے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''پرانی والی جگہ ٹھیک ہے وہاں تم کرسی پر بیٹھ کر آرام سے کام کرتے ہو، ہمیں خوشی ہوتی ہے ہم تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔ تھوڑی سی ظاہری کوشش کرو انشاء اللہ تبادلہ منسوخ ہوجائے گا۔'' اب میں ظاہری کوشش کیا کرتا، سوچا صبح دیکھیں گے۔ صبح آفس پہنچا تو 2 بجے کے قریب دفتر سے اطلاع آئی کہ نجیب الرحمٰن صاحب آپ کا تبادلہ منسوخ ہوگیا ہے پرانی جگہ واپس آجائیں۔

استاد العلما مولانا منظور احمد شمس المدارس جنڈانوالہ ضلع بھکر کے مہتمم تھے اور ممتاز علما میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ موجودہ دور کے تمام پیروں، مشائخ اور سجادہ نشینوں سے اُن کی ملاقات ہوچکی تھی اور اُن کا نقطۂ نظر آج کل کے پیروں اور مشائخ کے بارے میں عامیانہ تھا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے اُن کو اوچھالی وادی سون سکیسر کے میلادِ مصطفیٰؐ کے پروگرام میں شرکت اور خطاب کی دعوت دی۔ جیسے ہی وہ تشریف لائے اور اُن کی نظر سلطان الفقر ششم کے چہرہ مبارک پر پڑی، بڑھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں تھام لیے۔ دیکھنے والے حیران و پریشان رہ گئے اور پھر اسمِ اللہ ذات کا تصور اور عین الفقر کا مطالعہ اُن کا وظیفہ بن گیا۔ اصلاحی جماعت کے دفاع میں پیش پیش رہتے کیونکہ بعض علما حضرات دیدارِ الٰہی پر اعتراضات کرتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ جو اعتراض کرے مجھے اس کے پاس لے چلو میں اس کے اعتراضات کا جواب دوں گا۔ اصلاحی جماعت کے ہر پروگرام میں شرکت فرماتے اور اختتامی تقریر اُن کی ہوتی۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دو صاحبزادوں سلطان محمد علی اور سلطان احمد علی کو تعلیم کے لیے اُن کے درس میں داخل کروایا۔ 4 دسمبر 2000ء کو جب اُن کا انتقال ہوا تو سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ تعزیت کے لیے تشریف لے گئے اور اُن کی قبر پر دونوں ہاتھ رکھ کر فرمایا ''کون کہتا ہے مولانا صاحب انتقال کر گئے ہیں، وہ تو زندہ ہیں۔''

12-13 اپریل کا میلادِ مصطفیٰؐ کا پروگرام تھا جس میں استاد العلما مولانا منظور احمد جنڈانوالہ (مرحوم) اور مولانا فیضی (مرحوم) اپنے بیٹے سمیت شریک تھے۔ 13 اپریل کو ابتدائی خطاب مولانا فیضی (مرحوم) کا اور اختتامی خطاب استاد العلما مولانا منظور احمد جنڈانوالہ (مرحوم) کا تھا۔ مولانا فیضی (مرحوم) نے اپنی تقریر کے آغاز میں ویڈیو کیمرہ بند کروا دیا کیونکہ اُن کے نقطۂ نظر سے ویڈیو بنانا شرعاً حرام تھا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے میلادِ مصطفیٰؐ کی انتظامیہ کو مولانا فیضی کی بات ماننے کا حکم دیا۔ استاد العلما مولانا منظور احمد جنڈانوالہ نے اپنی تقریر کے آغاز میں

ہی وڈیو کیمرہ دوبارہ آن کروادیا اور پروگرام کی وڈیو دوبارہ بننی شروع ہوگئی۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ پروگرام کے اختتام پر مولانا فیضی مرحوم جب گھر واپس پہنچے تو اُن کے بیٹے پر ایک عورت کے اغوا کی تہمت لگ گئی اور مخالف پارٹی نے پرچہ درج کروادیا۔ وقوعہ 13 اپریل کا تھا۔ جب دورانِ تفتیش، تفتیشی آفیسر کو یہ بتایا گیا کہ مولانا فیضی اپنے بیٹے سمیت 13 اپریل کو میلادِ مصطفیؐ کے ایک پروگرام میں دربار سلطان باھُوؒ پر تھے تو تفتیشی آفیسر تفتیش کے لیے مولانا فیضی اور اُن کے بیٹے کے ساتھ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور اُن کے بیان کی تصدیق چاہی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے میلادِ مصطفیؐ کے پروگرام کی وڈیو منگوا کر تفتیشی آفیسر کو دکھائی جس میں دونوں باپ بیٹے سٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے۔ تفتیشی آفیسر نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کیا اور وڈیو بطور ثبوت ساتھ لے گیا اور یوں مولانا فیضی کے بیٹے کی جان بخشی ہوئی۔ یہ معاملہ دیکھ کر مولانا فیضی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گئے اور معافی مانگی۔

سروری قادری مشائخ کی یہ رِیت ہوتی ہے کہ کسی علاقہ، شہر یا گاؤں میں پہلی بار جب جائیں اور جس گھر میں قیام کریں پھر ہمیشہ اُن کا قیام اسی گھر میں ہوتا ہے۔ میرے بیعت ہونے سے قبل سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ جب لاہور تشریف لاتے تو اُن کا قیام داروغہ والا میں محمد الیاس کے گھر میں ہوتا۔ میں مصطفیٰ ٹاؤن والے گھر میں 27 اپریل 1999ء کو منتقل ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے لیے ایک علیحدہ اور خاص کمرہ تیار کروایا جس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ضرورت اور سہولت کی ہر چیز موجود تھی۔

اس وقت تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گرمیوں، سردیوں، تمام سالانہ تہواروں اور پروگراموں کے کپڑے بنانے کی ڈیوٹی اس فقیر کو مل چکی تھی۔ میں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے 1999ء کے گرمیوں کے کپڑے اپریل 1999ء کے آخر میں ہی تیار کروا لیے تھے لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بھجوائے نہیں تھے۔ میری دلیل یہ تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ لاہور میں میرے گھر اپنے اس نئے کمرے میں تشریف لائیں تو کپڑے پیش کروں گا لیکن سروری قادری مشائخ کی رِیت آڑے آرہی تھی۔ ایک دِن اسمِ اللہ ذات کا تصور کر کے میں نے باطنی طور پر یہ عرض پیش کی ''بیشک یہ رِیت برقرار رہے اور آپ لاہور میں آئیں تو پہلے داروغہ والا ہی تشریف لے جائیں لیکن ایک دِن وہاں گزار کر اس خادم کے گھر اپنے اس خاص کمرہ میں تشریف لے آئیں اور پھر جتنے دِن لاہور میں قیام کریں اس خادم کے گھر میں ہی کریں اور واپس روانگی بھی یہیں سے ہو۔'' 8 مئی 1999ء کو آپ رحمتہ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور رِیت کے مطابق محمد الیاس کے گھر داروغہ والا تشریف لے گئے۔ وہاں میں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں اگلے دن اپنے ہاں ناشتہ کی دعوت پیش کی تو آپ نے قبول فرمالی۔ 9 مئی کی صبح تقریباً 11 بجے آپ رحمتہ اللہ علیہ اس فقیر کے گھر تشریف لائے اور کمرہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ایک ایک خاص ساتھی کو بلا کر کمرہ دکھاتے رہے۔ ناشتہ کرنے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خدمتگاروں کو غسل کی تیاری کا حکم دیا اور میری طرف دیکھ کر فرمایا:

''بھائی نجیب ہمارے کپڑے کہاں ہیں؟''

میں نے کپڑے پیش کیے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تمام کپڑوں کو پسند فرمایا اور ایک سوٹ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''آج غسل کے بعد یہ پہنیں گے۔'' پھر یہ معمول بن گیا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی لاہور تشریف لاتے حسبِ رِیت محمد الیاس کے گھر داروغہ والا تشریف لے جاتے اور ایک رات کے قیام

کے بعد اس فقیر کے گھر تشریف لے آتے اور پھر جتنے دِن بھی لاہور میں قیام ہوتا اس فقیر کے گھر ہی ہوتا اور واپسی بھی یہیں سے ہوتی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا تھا ''ہمیں یا تو دربار پاک پر اپنے کمرے میں آرام اور سکون ملتا ہے یا یہاں بھائی نجیب الرحمٰن کے گھر اپنے اس کمرے میں۔''

راجہ محمد افتخار مُلک کے مشہور و معروف نیورو سرجن تھے، اُن کا انتقال ملتان میں ایک فوکر طیارہ کے حادثہ میں ہوا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے اُن سے قریبی تعلقات تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ علاج کے سلسلہ میں اُن سے مشاورت کیا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں اور پاؤں پر سوجن ہو جاتی تھی۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ڈاکٹر راجہ افتخار احمد سے مشورہ کیا تو انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ایک گولی کھانے کے لیے دی۔ ایک رات تقریباً دو بجے کے قریب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے فون کیا کہ اب سوجن کے ساتھ درد بھی رہتا ہے اس لیے تم فوراً ڈاکٹر راجہ افتخار احمد کے پاس جاؤ اور اُن کو بتاؤ۔ میں نے فوراً گاڑی نکالی اور اُن کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈاکٹر راجہ محمد افتخار ملک کے مشہور و معروف نیورو سرجن تھے اور پھر ایک خاص فرقہ سے اُن کا تعلق ہونے کی بنا پر اُن کے حفاظتی انتظامات بہت سخت تھے۔ میں سارا راستہ یہی سوچتا رہا کہ اُن سے تو دِن کو ملاقات مشکل ہے پھر اتنی رات گئے اُن کو سوتے سے کیسے اٹھایا جائے؟ وہ اس وقت ملنا بھی پسند کریں گے یا نہیں؟ میں نے جیسے ہی رات کے تقریباً سوا دو بجے گاڑی اُن کے گیٹ کے سامنے روکی تو اندر سے سیکورٹی گارڈز نے بندوق تان لی اور حکم دیا کہ جلدی سے گاڑی کو گیٹ سے دور کرو ورنہ گولی چلا دیں گے۔ میں نے اُن کو کچھ بتانے کی کوشش کی تو انہوں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے اپنا حکم دہرایا۔ میں نے گاڑی گیٹ سے دور کر کے کھڑی کی اور ابھی سوچ ہی رہا تھا کیا کروں کہ اتنے میں ڈاکٹر راجہ افتخار احمد کی کار گیٹ کے پاس آ کر رکی، اُن کے ساتھ پولیس موبائل بھی تھی۔ میں جلدی سے ڈاکٹر صاحب کی گاڑی کی طرف بڑھا تو موبائل پولیس والوں نے مجھ پر بندوقیں تان لیں۔ ڈاکٹر راجہ افتخار احمد نے مجھے پہچان لیا کیونکہ میں مرشد پاک کے ساتھ اکثر ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارہ سے پولیس والوں کو منع کیا اور مجھے بلا کر مسئلہ پوچھا۔ میں نے صورتِ حال عرض کی تو انہوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس کاغذ پنسل ہے؟ میں جلدی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور کاغذ پنسل لے کر واپس آیا تو انہوں نے ایک شربت (Syrup) لکھ کر کہا کہ ابھی سروسز ہسپتال جیل روڈ پر فلاں میڈیکل سٹور پر چلے جاؤ اور وہاں سے یہ شربت (Syrup) لے کر حضرت صاحب کو بھجوا دو۔ میں حیران تھا کہ کہاں راجہ افتخار احمد نیورو سرجن کو دِن کے وقت ملنا اتنا مشکل اور کہاں رات گئے یہ ملاقات۔ میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ملاقات کا انتظام ایسے کیا جا چکا ہے۔ بہر حال میں نے شربت (Syrup) لے کر اصلاحی جماعت کے ایک لڑکے کے ہاتھ فوراً حضور مرشد پاک کو بھجوا دیا۔

خانوادہ سلطان باھُوؒ کے ایک فرد جو ایوب خان کے دور سے ہر انتخاب میں کامیاب ہوتے آ رہے تھے اور وزیر مملکت اور پارلیمانی سیکرٹریوں کے عہدوں پر بھی متمکن رہے تھے، نے 1997ء کے الیکشن میں بھی حصہ لینے کا ارادہ کیا اور اس کا اعلان برادری کے ایک اجتماع میں کیا۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ اس اجتماع میں ایک ہار اُس کے گلے میں ڈالنے کے لیے اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے گلے میں ہار پہنانا چاہا تو اس نے متکبرانہ انداز میں کہا کہ مجھے آپ کے ہار کی ضرورت نہیں ہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ

مبارک جھٹک کر ہٹا دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پاس کھڑے خانوادہ سلطان باھُوؒ کے ایک اور صاحبزادے کے گلے میں وہ ہار پہنا دیا اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی مبارک کرے۔'' اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے اور کافی دیر تنہا مزار مبارک کے اندر کمرے میں رہے۔ باہر آکر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ نہ صرف ہمارے منتخب کردہ صاحبزادے بلکہ اس کی پارٹی بھی بھاری اکثریت سے جیتے گی، اس کا وعدہ ہم سے پیر صاحب نے فرمالیا ہے۔ یہ اعلان آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت فرمایا تھا جب کہ ابھی کاغذاتِ نامزدگی تک داخل نہیں ہوئے تھے۔ یہ فقیر 1998ء میں بیعت ہوا تھا اس لیے اس واقعہ کا شاہد تو نہیں لیکن سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبانِ مبارک سے کئی دفعہ یہ واقعہ سنایا تھا۔ وہ صاحبزادے جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ مبارک جھٹکا تھا نہ صرف اس سال انتخابات میں بُری طرح ہار گئے بلکہ بعد میں بھی ہارتے رہے۔ مشرف کے دور میں ہونے والے انتخابات میں اپنے خاندان والوں کے کہنے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری طور پر اس صاحبزادے کی انتخابی مہم چلائی کیونکہ وہ خود چل کر آیا تھا۔ جس زور وشور سے آپ رحمۃ اللہ علیہ انتخابی مہم چلا رہے تھے اس فقیر نے اپنے نزدیکی ساتھیوں کو بتا دیا تھا کہ یہ کبھی انتخاب نہیں جیت سکے گا کیونکہ یہ ظاہر کو دیکھتا ہے باطن کو نہیں اور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے ظاہر ہی دکھا رہے ہیں، کاش یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو سمجھ جاتا تو آپ کو یہ ظاہری مہم نہ چلانا پڑتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا ہی کافی ہوتا۔ وہی ہوا جس خدشہ کا اظہار اس فقیر نے کیا تھا، وہ صاحبزادہ صاحب انتخاب بُری طرح سے ہار گئے۔

⁂ محمد سعید لاہور میں کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اس نے ماہنامہ مرآۃ العارفین پر سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر دیکھ لی دل بے قرار ہو گیا۔ بیڈن روڈ پر محمد الیاس کی دکان پر آیا تو وہاں فریم میں سلطان الفقر کی تصویر پھر دیکھی تو بیقراری مزید بڑھ گئی اور رونا شروع کر دیا پھر کہنے لگا کہ مجھے ابھی سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے چلو۔ لاکھ سمجھایا کہ کچھ دنوں بعد بس جائے گی چلے جانا لیکن اس کا کہنا تھا کہ ابھی جانا ہے۔ کار کرایہ پر لے کر محمد الیاس اُسے سلطان الفقر ششم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے گئے، تمام راستے روتا رہا۔ سلطان الفقر کی بارگاہ میں پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی پاگلوں کی طرح آپ کے قدموں سے لپٹ گیا۔ بیعت ہوا اسمِ **اللّٰہ** ذات لیا۔ زندگی کی کایا ہی پلٹ گئی۔ کہاں وہ سعید کہاں اب یہ اصل سعید۔ بعد میں اُس نے سلطان الفقر کا تعارف کرانا زندگی کا مشن بنا لیا۔

⁂ کئی نشہ کرنے والے، آوارہ گرد نوجوان آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے تو راہِ حق کے مبلغ بن گئے۔ اس سلسلہ میں قصور سے شاہد، جو اَب وفات پا چکے ہیں، ہیروئین کے عادی تھے اور گھر والے اُن کی اس عادتِ بد سے بہت تنگ تھے۔ اُن کے بھائی اُنہیں سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے گئے اور نگاہِ کرم کی درخواست کی، بیعت ہوا اور تربیت لے کر صدر (اصلاحی جماعت میں مبلغ کو صدر کہا جاتا تھا) بن گیا اور لوگوں کو راہِ حق کی دعوت دینے لگا، اسی حالت میں اس کا انتقال ہوا۔

⁂ قصور کے لیاقت علی ایک عجیب مصیبت اور پریشانی کا شکار تھے۔ اُن کی شادی اُن کی فرسٹ کزن سے ہوئی تھی اور اس شادی (cousin marriage) کی وجہ سے اُن کے بچے پیدائش کے کچھ عرصہ بعد بیمار ہو کر فوت ہو جاتے تھے۔ سلسلہ کچھ یوں تھا کہ بچے پیدا

ہوتے وقت تندرست ہوتے لیکن کچھ عرصہ بعد اُن کا قد بڑھنا بند ہو جاتا، جسم کمزور پڑنا شروع ہو جاتا۔ آخر معذور ہو کر بستر پر لیٹ جاتے اور آہستہ آہستہ موت کے منہ میں چلے جاتے۔ لیاقت علی نے اپنا، اپنی بیوی اور بچوں کا علاج لاہور اور کراچی کے مشہور چائلڈ سپیشلسٹ اور گائناکالوجسٹ سے کرانے کی کوشش کی لیکن ہر طرف سے یہی جواب ملا کہ اس بیماری کا پوری دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے، دوسری شادی کر لو۔ بیوی نے بھی دوسری شادی کی اجازت دے دی۔ ایک دِن سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ لیاقت علی کے گھر قصور تشریف لے گئے اور بچوں کے بارے میں پوچھا تو لیاقت علی نے تفصیل بتائی اور عرض کیا کہ پانچ فوت ہو چکے ہیں ایک بسترِ مرگ پر ہے۔ اس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمہارے ہاں اولاد بالکل صحیح اور تندرست پیدا ہوگی اور تندرست ہی رہے گی اور ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد لیاقت علی کی جو اولاد بھی ہوئی بالکل تندرست اور صحیح سلامت ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے حق فرمایا ہے کہ کامل فقیر قادری ہر کام پر قادر ہوتا ہے۔

❖ ملک اعجاز کا تعلق آپ رحمتہ اللہ علیہ سے بہت پرانا تھا اور دور کی رشتہ داری بھی تھی۔ ان کے والد کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کرنل صاحب کہا کرتے تھے۔ ملک اعجاز بتاتے ہیں: ایک مرتبہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نوشہرہ (وادی سون سکیسر) میں میرے نزدیکی گاؤں تشریف لائے وہاں بارش نہیں ہو رہی تھی لوگوں نے بارش کے لیے دعا کی التجا کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''کرنل صاحب پر پانی ڈالیں اللہ تعالیٰ بارش کر دے گا۔'' لوگوں نے والد صاحب پر پانی ڈالا لیکن بارش نہ ہوئی۔ اگلے دِن عرض کی تو فرمایا کہ تم لوگوں نے پانی کم ڈالا ہوگا۔ ہم نے والد صاحب پر خوب پانی ڈالا، اگلے روز ایسی موسلا دھار بارش ہوئی جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آئی تھی۔ اللہ کی مشیت کچھ عرصہ بعد والد صاحب کی وفات ہوگئی۔ سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ والد صاحب کی وفات کے کچھ دنوں بعد پھر اس علاقے میں گئے تو نزدیکی گاؤں کے لوگ آ گئے اور بارش کے لیے دعا کی درخواست کی، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''میں نے تمہیں بارش کا نسخہ دے دیا ہے۔'' میں نے عرض کی کہ والد صاحب تو اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''ان کی قبر پر دو گھڑے پانی ڈالو۔'' ہم نے ایسا ہی کیا اور وہاں بھی موسلا دھار بارش ہوگئی اور تین دِن مسلسل بارش ہوتی رہی۔ بعد میں لوگوں کے ہاتھ میں یہ نسخہ آ گیا، وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آتے اور اجازت لے کر کرنل محمد حسین صاحب کی قبر پر پانی ڈالتے تو بارش شروع ہو جاتی۔
(صاحبِ لولاک)

❖ جنوری 2001ء کے آخر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ گینگرین کی تکلیف کے سلسلہ میں جیل روڈ پر واقع عمار ہسپتال میں داخل ہوئے۔ 7 فروری 2001ء کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حکم فرمایا کہ اسی سال حج کے لیے جانا ہے فوراً انتظامات کرو۔ پھر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے فرمایا ''اس سال حج کرنا ہم دونوں کے لیے بہت ضروری ہے۔'' جہاں تک سرکاری حج اسکیم کا تعلق تھا تو وزارتِ مذہبی امور نومبر 2000ء میں حج درخواستیں وصول کر کے قرعہ اندازی سے کامیاب لوگوں کے ناموں کا اعلان بھی کر چکی تھی[1] میں پریشانی کے عالم میں ہسپتال سے نکلا تو جیل روڈ کی دوسری طرف ٹریول ہاؤس والوں کا بینر آویزاں نظر آیا کہ حج پر جانے والے رابطہ کریں۔ میں ٹریول ہاؤس کے دفتر میں داخل ہوا تو معلوم ہوا

[1] اس زمانہ میں حج کا علیحدہ پاسپورٹ بنتا تھا جو صرف حج کے لیے کارآمد ہوتا تھا، حج کے بعد وہ ختم ہو جاتا تھا۔

کہ اوپن حج اسکیم کے تحت درخواستیں دینے کی آخری تاریخ 10 فروری ہے۔ اس زمانے میں یہ ایک حج اسکیم تھی جس میں اپنے انٹرنیشنل پاسپورٹ پر حج کیا جاسکتا تھا، اس میں مکہ و مدینہ میں رہائش اور کھانے کا انتظام خود کرنا پڑتا تھا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ دو دِن میں سب انتظام کیسے کریں۔ کل 12 نفوس نے حج پر جانا تھا جن میں ٹریول ایجنٹ کو ریٹرن ٹکٹ کی ادائیگی، ویزہ فیس اور ٹریول ایجنٹس کی فیس کی ادائیگی شامل تھی جو کل ملا کر 10 لاکھ سے زائد رقم بنتی تھی۔ دو ساتھیوں نے مکمل اور دو نے نصف ادائیگی کی تھی۔ باقی تمام رقم کا انتظام ایک دِن میں کرنا پھر سب کے ہیلتھ سرٹیفکیٹ بنوانا، پاسپورٹ، شناختی کارڈ اکٹھے کرنا بڑا مشکل اور ناممکن کام لگ رہا تھا۔ اس فقیر نے اپنی 1994ء ماڈل کرولا ڈیزل کار فروخت کر کے باقی رقم کا بندوبست کیا۔ مرشد پاک کی مہربانی سے آخر کار 9 فروری کی شام مغرب کے بعد تمام پاسپورٹ اور مکمل کاغذات اور رقم ٹریول ایجنٹ آصف (ٹریول ہائٹس) کے حوالے کر دی گئی۔ 10 فروری 2001ء کو عین وقت پر تمام کیسز اسلام آباد میں جمع ہو گئے۔ یہ ایک کرامت ہی تھی کہ جب 7 فروری کو حضور مرشد پاک نے حکم فرمایا تو میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا لیکن دو دِن میں سب کچھ ہو جانا حیران کن ہے۔ کہاں سے ہوا، کیسے ہوا

؎ عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

23 فروری 2001ء کو اطلاع ملی کہ ویزے لگ گئے ہیں۔ یہ فقیر اور دو دوسرے ساتھی سرکاری ملازم تھے اور ہمارے پاسپورٹ بھی سرکاری تھے اس لیے ہمیں ملک سے باہر جانے کے لیے چھٹی (Ex-Pakistan leave) کی ضرورت تھی۔ میں ایک ساتھی جس کا نام نوید شوکت[1] تھا، کے ساتھ چھٹی کے لیے ڈرائی پورٹ مغل پورہ پر کلکٹر کسٹم کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے چھٹی دینے سے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا تم نے مجھ سے پوچھ کر حج کے لیے درخواست دی تھی۔ جب میں نے کہا کہ ہم نے پاسپورٹ کے لیے اجازت (NOC) لی ہے تو اس نے کہا کہ بھاگ جاؤ میں تو الٹا تمہارے خلاف کاروائی کروں گا۔ ہم شدید غصے اور رنج کی حالت میں کلکٹر کے کمرے سے نکلے۔ میں تو اپنے دفتر چلا گیا لیکن نوید شوکت نے ڈر اور گھبرا کر ساری صورتحال فون پر حضور مرشد پاک کی بارگاہ میں عرض کر دی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''آج آرام کرو کل چھٹی لینے چلے جانا۔'' اس نے یہ بات واپس آکر مجھے بتائی تو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے کل پھر چلیں گے کیونکہ دِن بھی بہت کم رہ گئے تھے اور چھٹی کے بغیر ہمیں پاکستان سے باہر جانے نہ دیا جاتا۔ ایئر پورٹ پر ہی روک لیا جاتا۔ اسی دِن تین بجے کے قریب ایڈیشنل کلکٹر ڈرائی پورٹ ڈاکٹر محمد سعید نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ کیا معاملہ تھا؟ تم کلکٹر کے پاس گئے تھے اور وہاں کافی گرمی سردی ہوئی ہے۔ میں نے انہیں ساری بات بتائی تو انہوں نے پوچھا کہ تم کتنے آدمی ہو؟ میں نے کہا! تین۔ انہوں نے کہا کہ تم ایسا کرو کہ آج کسٹم ہاؤس چلے جاؤ اور فائل وغیرہ تیار کروالو میں کل کلکٹر سے بات کروں گا تو چھٹی انشاء اللہ منظور ہو جائے گی۔ دوسرے دو ساتھیوں کا اصرار تھا کہ ابھی کسٹم ہاؤس چلتے ہیں اور کام کروا لیتے ہیں لیکن مرشد پاک کا حکم تھا کہ کل جانا ہے اس لیے میں نے انکار کر دیا اور کسی کو بتائے بغیر گھر آ گیا اور موبائل بند کر دیا۔ اگلے

---

[1] نوید شوکت سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد ہمارے ساتھ رہا پھر فقر سے منحرف ہو گیا اور کسی دوسرے فرقہ کے نظریات اختیار کر لیے۔ ظاہر اور عقل پرست تھا اور انہی کی طرف چلا گیا۔

دِن ہم ہیڈ کوارٹر کسٹم ہاؤس پہنچے اور اپنی فائلیں تیار کروائیں، مختلف برانچوں سے ہمارے متعلق رپورٹیں لی گئیں پھر فائل اسسٹنٹ کلکٹر (ایڈمن) اور ایڈیشنل کلکٹر سے ہوتی ہوئی ایک گھنٹہ میں کلکٹر کے کمرہ میں پہنچ گئی۔ یہ دو دِن کا کام تھا جو مرشد پاک کی مہربانی سے ایک گھنٹہ میں ہو گیا۔ جب فائلیں کلکٹر صاحب کے کمرہ میں چلی گئیں تو اُن کے پرسنل اسسٹنٹ نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ کلکٹر اگلے دو دِن فائلیں ہی نہ دیکھے تم خود اندر چلے جاؤ اور درخواست کرلو۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم نے اندر نہیں جانا اور نہ درخواست کرنی ہے اگر اللہ کو منظور ہوا تو فائلیں خود بخود باہر آجائیں گی۔ یہی ہوا پندرہ منٹ بعد فائلیں باہر آگئیں اور چھٹیاں منظور ہو چکی تھیں۔

فریضہ حج کے بعد شیڈول کے مطابق مدینہ شریف روانگی میں دس دِن باقی تھے لہٰذا حضور مرشد پاک احمد بخش[1] کے گھر حدہ کسی طرح منتقل ہو گئے حالانکہ حج کے ایام میں حجاج کو مکہ کی حدود سے نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ جیسے ہی کوئی شہر مکہ سے باہر نکلنے کی کوشش کرے اُسے پکڑ کر دوبارہ مکہ پہنچا دیا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں مکہ سے باہر جانے والے تمام راستوں پر محکمہ جوازات (امیگریشن) کی چیک پوسٹ قائم ہیں۔ 9 مارچ 2001ء فجر کی نماز کے بعد مرشد کریم سے رابطہ کے لیے حدہ فون کیا تو کریم بخش نے اطلاع دی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حکم دیا ہے کہ جو ساتھی مکہ شریف میں ہیں ان کو فوراً حدہ لانے کا انتظام کیا جائے اس لیے تمام ساتھی جمعۃ المبارک کی نماز مسجد حرام میں ادا کریں اور بعد نمازِ جمعہ بابِ فہد کے پاس ہمارا انتظار کریں۔ نمازِ جمعہ کے بعد جب ہم بابِ فہد کے پاس مقررہ جگہ پہنچے تو احمد بخش اور کریم بخش ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ مرشد کریم نے حکم فرمایا ہے کہ سب ساتھی آج حدہ ان کے پاس منتقل ہو جائیں۔ احمد بخش صاحب نے ایک مسئلہ بتایا کہ حدہ مکہ کی حدود سے باہر ہے اور حجاج کو مکہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ راستہ میں محکمہ جوازات (امیگریشن) کی چیک پوسٹ ہے۔ اگر کوئی حاجی باہر جانے کی کوشش کرے تو محکمہ جوازات کا عملہ اسے پکڑ کر واپس مکہ پہنچا دیتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اب اس مسئلے کو کیسے حل کیا جائے کیونکہ یہاں قوانین پر سختی سے عملدرآمد کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا مرشد کریم کا حکم ہے اللہ کا نام لے کر شروع کرتے ہیں۔ احمد بخش چونکہ حدہ میں کام کرتے تھے اور ہمارے ساتھ پکڑے جانے پر ان کا ویزہ اور اقامہ منسوخ ہو سکتا تھا اس لیے وہ علیحدہ اپنی کار پر روانہ ہوئے اور ہم علیحدہ ویگن کرایہ پر لے کر حدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اللہ پاک کا کرم دیکھیں کہ جیسے ہی ہم جوازات کی چیک پوسٹ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ چیک پوسٹ خالی پڑی ہوئی ہے۔ ہمیں کسی نے نہ روکا اور ہم بڑی آسانی سے حدہ پہنچ گئے۔ احمد بخش صاحب بڑے حیران تھے کیونکہ اس چیک پوسٹ پر چوبیس گھنٹے عملہ موجود رہتا ہے اور چیکنگ کے لیے گاڑیوں کی لمبی لمبی لائنیں لگی رہتی ہیں۔ ہم ان کی حیرانگی پر مسکرا دیئے، ہمیں تو معلوم تھا کہ ہم سلطان الفقر کے غلام ہیں اور یہ سب ان کی کرامات ہیں۔ حج کے سفر کے دوران پہاڑ نظر آنے والی مشکلات اسی طرح دور ہوتی رہیں۔

23 مارچ 2001ء کو مرشد کریم نے مجھے بلا کر اپنی دستار مبارک عطا فرمائی اور حکم فرمایا کہ اسے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اگر مس کر لیا جائے تو ایک متبرک تحفہ ہوگا۔ فقیر دستار مبارک لے کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہوا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہو کر روضہ پاک کی طرف گیا۔ رش کی وجہ سے روضہ پاک تک پہنچنا بہت مشکل نظر آ رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی آخری صف میں کھڑے

---

[1] مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے مرید تھے اور سعودی عرب میں مکہ اور جدہ کے درمیان حدہ نامی شہر میں آباد تھے۔

ہو کر آگے بڑھنا شروع کیا تو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہربانی سے راستہ بنتا چلا گیا اور میں اصحابِ صفہ کے چبوترے پر نفل ادا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ اصحابِ صفہ کے چبوترے کے آگے روضۂ پاک کے ساتھ والے چبوترے پر بالکل اگلی صف میں پہنچ گیا۔ میرا چہرہ اس وقت خوشی سے چمک رہا تھا کیونکہ یہ بات ایک کرامت سے کم نہ تھی۔ اب میرے اور روضۂ پاک کے درمیان ایک شرطہ (سپاہی، محافظ) حائل تھا جو روضہ پاک کی طرف کمر کیے قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس کی نظر تمام حجاج پر بھی تھی۔ عشاء کی اذان کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر جب ادھر ادھر ہوا تو میں نے نہ صرف دستار مبارک کو روضۂ پاک سے مس کیا بلکہ جی بھر کر روضہ مبارک کی دیوار کو بوسے دیئے اور عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد وہیں بیٹھ کر دعائیں مانگیں۔ واپسی پر جب دستار مبارک میں نے مرشد کریم کی بارگاہ میں پیش کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''لگتا ہے آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بڑی مہربانی فرمائی ہے۔'' میں نے عرض کی کہ حجاج کرام روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہاتھ لگانے کو ترستے رہتے ہیں لیکن میں نے جی بھر کر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بوسے دیئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''جب آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مہربانی و کرم فرماتے ہیں تو تمام بند راستے کھل جاتے ہیں۔'' حج سے واپس آکر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہ مبارک دستار مجھے عطا فرما دی جسے میں نے اب تک متبرک تحفہ کے طور پر سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔

✲ فروری 2003ء میں فورٹرس سٹیڈیم میں میلہ مویشیاں منعقد ہوا جس میں نیزہ بازی کے مقابلے بھی شامل تھے۔ حضور مرشد پاک کے گھوڑے پہلی بار میلہ مویشیاں کی نیزہ بازی میں حصہ لے رہے تھے۔ حضور مرشد پاک مائی صاحبہ کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔ گھوڑوں کو فورٹرس سٹیڈیم میں ضلعی انتظامیہ کی جانب سے مختص کی گئی جگہ پر رکھا گیا۔ جبکہ حضور مرشد پاک اور مائی صاحبہ اس فقیر کے گھر مصطفیٰ ٹاؤن قیام پذیر ہوئے۔ میری سب سے چھوٹی بیٹی صاحبزادی فاطمہ کو پیدا ہوئے تقریباً ڈیڑھ ماہ ہوا تھا اور حضور مرشد پاک نے ہی اس کا نام فاطمہ رکھا تھا۔ حضور مرشد پاک اور خاص طور پر مائی صاحبہ کا لاہور آنے کا خاص مقصد صاحبزادی فاطمہ کو دیکھنا اور پیار کرنا بھی تھا۔ ان دنوں حالات بھی تنگ تھے۔ حضور مرشد پاک کے ہمراہ 35 یا 40 ساتھی تو ہوتے ہی تھے پھر دور و نزدیک سے بھی سینکڑوں لوگ ملنے آتے تھے۔ اتنے لوگوں کے کھانے کا انتظام کرنا کسی واحد انسان کے بس کی بات نہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ سب کچھ بحسن و خوبی سرانجام پا جاتا تھا۔ چار دِن گزر رہے تھے کہ میری اہلیہ نے بتایا کہ رقم ختم ہوگئی اور اب شام کے کھانے کے انتظام کے لیے پیسے نہیں ایسا کریں کہ میرا کچھ زیور لے جائیں اور بازار میں فروخت کر آئیں۔ میں نے کہا کہ دوپہر کا کھانا حضور کو کھلا کر جاتا ہوں۔ کھانے کے دوران میرے چہرے کی طرف دیکھ کر حضور مرشد پاک نے پوچھا ''بھائی نجیب الرحمٰن کچھ پریشان دکھائی دیتے ہو؟'' میں نے کہا ''حضور آپ کی مہربانی ہو تو کوئی مشکل نہیں ہے۔'' حضور مرشد پاک نے غور سے میری طرف دیکھا اور کہا ''اگر تمہارے قلب کی یہی حالت رہی تو ہر مشکل اور امتحان میں کامیاب رہو گے۔'' کچھ لمحوں بعد مجھے اطلاع ملی کہ کوئی شخص مجھ سے ملنے آیا ہے۔ میں باہر گیا تو ایک ایسا شخص کھڑا تھا جس نے چار سال قبل مجھ سے رقم ادھار لی تھی اور بار بار تقاضا کرنے کے باوجود واپس نہیں کر رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو کہا ''آج میرے پاس کہیں سے رقم آئی تھی تو سوچا چلو پہلے نجیب صاحب کا ادھار چکتا کر آئیں۔'' اس نے -/25000 روپے مجھے دیئے اور اجازت لے کر چلا گیا۔ میں نے گھر آکر وہ رقم اہلیہ کے حوالے کی، انہوں نے پوچھا

کہ رقم کہاں سے آئی ہے۔ میں نے کہا ''اللہ نے بھیجی ہے۔'' جب میں حضور مرشد پاک کے کمرہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ زیرِلب مسکرا رہے تھے۔

بعض طالبِ ناقص ایسے ہوتے ہیں جو مرشد کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے ہی ایک دولت کے پجاری نے، جو ظاہری طور پر بہت بڑا طالبِ مولیٰ بنا ہوا تھا اور اب بھی ہے، سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ 2003ء کے اوائل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی دوسری زوجہ محترمہ کے لیے گاڑی کی ضرورت تھی۔ اس طالبِ ناقص کے پاس اسی طرح کی ایک گاڑی تھی جو اس فقیر نے حج کے موقع پر فروخت کر دی تھی۔ اس شخص نے اس فقیر کے ساتھ ایک ہی وقت میں وہ گاڑی خریدی تھی۔ اس کی گاڑی اور اس فقیر کی گاڑی 1994ء ماڈل کی کرولا ڈیزل کار تھی اور دونوں ایک ہی قیمت پر خریدی گئیں تھیں اور دونوں کا نمبر 422 تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ غالباً مارچ یا اپریل میں لاہور تشریف لائے اور داروغہ والا میں محمد الیاس کے گھر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں، جس میں یہ فقیر اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے، یہ نام نہاد طالبِ مولیٰ حاجی محمد نواز کے ساتھ داخل ہوا۔ حاجی محمد نواز نے سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ یہ ساتھی اپنی گاڑی آپ کو صرف آٹھ لاکھ میں دینے کو تیار ہے حالانکہ اس کی قیمت چودہ لاکھ ہے۔ اس شخص کا تعلق بڑے امیر خاندان سے تھا، اگر وہ طالبِ مولیٰ ہوتا تو گاڑی بغیر کسی قیمت کے مرشد کو پیش کر دیتا۔ یہ فقیر اس شخص کی دھوکہ دہی سے آگاہ ہو گیا تھا کیونکہ میری ایسی ہی گاڑی ساڑھے چھ لاکھ میں فروخت ہوئی تھی لیکن خاموش رہا کیونکہ فقیر نے محسوس کر لیا تھا کہ سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ اس شخص سے ایک خاص تعلق اور رشتہ داری کی وجہ سے اس کے اس دھوکہ سے پردہ نہیں اٹھانا چاہتے یا شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ 422 نمبر کی گاڑی اس کے پاس رہنے ہی نہ دینا چاہتے ہوں کیونکہ اس نمبر 422 سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یوں خاص قلبی تعلق تھا کہ آپ نے اسی نمبر کی گاڑی اپنے مرشد پاک کی بارگاہ میں پیش کی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اِس خادمِ خاص اور محرمِ راز نے بھی اسی نمبر کی گاڑی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ''آپ نے اتنی سستی گاڑی دے کر ہم پر احسان کیا ہے۔'' جب وہ شخص چلا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف بڑی محبت اور پیار سے دیکھا اور فرمایا ''ایک دفعہ ایک شخص کسی سلسلہ میں میرے حضور (مرشد پاک) کو دھوکہ دے رہا تھا اور ہمیں اس کی اور اس کے دھوکے کی حقیقت معلوم تھی۔ ہمیں اس کی اس حرکت پر غصہ بھی آ رہا تھا لیکن ہم کچھ بولے نہیں کہ مرشد کی رضا بھی یہی تھی۔ اس شخص کے جانے کے بعد میرے حضور نے مجھ سے فرمایا کہ محمد اصغر علی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، جو ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے اس سے ہم خود نمٹ لیتے ہیں۔'' اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ وہ طالبِ ناقص جس نے ساڑھے چھ لاکھ کی گاڑی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آٹھ لاکھ میں فروخت کی تھی اُس کو ہمیشہ دنیا کے پیچھے بھاگتے دیکھا، فراڈ، دھوکہ دہی اس کی فطرت میں رچ بس گیا بلکہ اس فقیر نے تو اس واقعہ کے فوراً بعد ہی محسوس کر لیا تھا کہ وہ باطنی طور پر اندھا ہو چکا ہے۔

عالمی تنظیم العارفین نے صرف ایک کاروائی مقبوضہ کشمیر میں کی۔ اس سلسلہ میں مجاہد احمد رضا اپنا ایک واقعہ سنایا کرتے ہیں ''وسط اکتوبر (2001ء) میں ہم ضلع بارہ مولا کی تحصیل اوڑی میں کاروائی کے بعد واپس لوٹ رہے تھے کہ جیسے ہی ایک پہاڑ کو عبور کرنے کے لیے ہم اس کی

چوٹی پر پہنچے تو میرا پاؤں پھسل گیا اور میں پہاڑ کی چوٹی سے تیزی سے گہری کھائی کی طرف پھسلنے لگا۔ رفتار اتنی تیز تھی کہ پتھر اور کنکر میرے پھسلنے سے میرے ساتھ گر رہے تھے۔ دِل میں خیال آیا کہ اب تو شہادت یقینی ہے کہ راستے میں یا تو کسی پتھر سے سر ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا یا ہزاروں فٹ گہری کھائی میں جا گروں گا۔ شہادت کو یقینی سمجھ کر میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ تیزی سے گرنے اور جسم پر آنے والی خراشوں کی وجہ سے حواس شل ہو چکے تھے کہ اچانک مرشد پاک (سلطان الفقر ششم) نظر آئے اور آپ نے مجھے اپنے ہاتھوں پر اس طرح اُٹھا لیا جس طرح ماں اپنے بچے کو بازوؤں پر اُٹھا لیتی ہے۔ آپ نے میرے سر اور جسم پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور سیدھا کھڑا کر دیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر آپ سے لپٹنا چاہا تو آپ غائب ہو چکے تھے۔ جسم پر ہاتھ لگایا تو خراش تک نہیں آئی تھی۔ میں نے اوپر ساتھیوں کو آواز دی جو میری شہادت کا یقین کر چکے تھے، انہوں نے اوپر سے رسہ پھینکا اور میں رسے کے سہارے پہاڑ کی چوٹی پر واپس پہنچ گیا۔" (ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور۔ جنوری 2002ء)

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کچھ ایسے ساتھی بھی تھے جن کی طلب معرفتِ حق تعالیٰ کی بجائے طلبِ دنیا تھی۔ ان میں سے کسی کی طلب اولادِ نرینہ تھی اور کسی کی کاروبار چلنے کی، کسی کی بیماری سے صحت یابی کی تھی تو کسی کی مالی تنگی دور ہونے کی، کوئی حکیم تھا تو اس کی حکمت نہ چلتی تھی جبکہ مخالفین کے ہاں رش پہ رش لگا رہتا تھا، کسی کو گاڑی کی طلب تھی تو کوئی ایم پی اے بننا چاہتا تھا اور کوئی شہرت کی طلب رکھتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی بھر یہی کوشش رہی کہ یہ ساتھی طلبِ دنیا سے ہٹ کر طلبِ مولیٰ کی طرف متوجہ ہوں تو دنیا کے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے لیکن یہ ساتھی اپنی طلب سے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ جن ساتھیوں نے آخر زندگی تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رفاقت نبھائی اور اپنی طلب پوری نہ ہونے پر مایوس نہ ہوئے بلکہ مسلسل آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دامن سے بندھے رہے، آپ رحمتہ اللہ علیہ سے محبت کرتے رہے، مختلف فرائض ادا کرتے رہے اور آزمائشوں سے گزرتے رہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وصال کے بعد ان تمام کی طلب پوری کر دی۔ جس کے اولادِ نرینہ نہ تھی اُن کو اولادِ نرینہ مل گئی، کاروبار چل نکلے، گاڑیاں مل گئیں، حکیم کی حکمت چل نکلی، ضرورت سے زیادہ مال مل گیا، جو ایم پی اے بننا چاہتا تھا وہ ایم پی اے بن گیا اور جو شہرت کے طلب گار تھے انہیں شہرت مل گئی۔ گویا آپ رحمتہ اللہ علیہ سے رفاقت کے دوران انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ جو بھی بھلائی اور خدمت کی، جس صورت میں بھی کی اور جس طلب اور نیت کے ساتھ کی، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وصال کے بعد ایک سال کے اندر اندر سب کے احسان اُتار دیئے اور اُن کو بدلے میں اُن کی طلب اور احسان سے بھی بڑھ کر نواز دیا۔ یہ وہ کرامتیں ہیں جن کا مشاہدہ شاید یہ لوگ نہ کرتے ہوں لیکن اس فقیر نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک ایک شخص کی طلب پوری ہوتے دیکھی ہے۔

المختصر بے شمار لوگوں کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں سے اولاد اور اولادِ نرینہ کی نعمت نصیب ہوئی، بیماروں کو شفا ملی اور بے روزگاروں کو روزگار ملا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود دکھی لوگوں کے لیے ایک نعمت سے کم نہ تھا۔

وصال سے قبل سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے منتقلی امانتِ فقر (محرم راز) اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معیار پر پورا اترنے والے اصحاب کے بارے میں باطنی بشارات

کیا سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے امانتِ فقر کی منتقلی یا محرمِ راز اور دوسرے منتخب اصحاب کے بارے میں کوئی ظاہری یا باطنی بشارت دی تھی؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ظاہری طور پر یہ بات بتانے سے ہزاروں مریدین کے قلوب دکھ اور رنج میں مبتلا ہوتے کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معیار پر پورے نہیں اتر سکے اور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ''خُلقِ محمدی'' کی صفت سے متصف تھے، کسی کے دِل کو ہلکا سا رنج پہنچانا یا تکلیف دینا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گوارا نہ تھا۔ ہاں باطنی بشارات بہت زیادہ دی گئیں۔

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید ساجد حسین جن کا تعلق دینہ سے ہے اور لاہور میں مقیم ہیں، انہوں نے ایک خواب اگست 2003ء سے نومبر 2003ء تک تین مرتبہ دیکھا اور اس کا ذکر انہوں نے دورانِ سفر اور اکثر ملاقاتوں میں کیا۔ خواب کچھ اس طرح تھا:

''دیکھتا ہوں حضور مرشد پاک کی محفل لگی ہوئی ہے اور بہت سے لوگ اس میں موجود ہیں۔ حضور مرشد پاک ایک پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں ''ہم نے اپنی پوری سنگت میں بتیس یا تینتیس[1] (تعداد ان کو یاد نہیں رہی) ساتھیوں کا انتخاب کیا ہے جو ہمارے معیار پر پورے اترے ہیں۔'' اتنے میں نجیب صاحب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضور مرشد پاک ان کی طرف دیکھ کر فرماتے ہیں 'بھائی نجیب الرحمٰن! تم ان لوگوں میں شامل نہیں ہو، تمہارا معاملہ ان لوگوں سے علیحدہ اور خاص ہے۔' اتنے میں محفل سے دو لوگ اٹھتے ہیں اور حضور مرشد پاک کا گریبان پکڑ لیتے ہیں اور پھر میں (ساجد حسین) اور کچھ دوسرے اہلِ محفل اُن لوگوں کو پکڑ کر باہر لے جاتے ہیں۔''

ساجد حسین اس محفل میں مجھ فقیر کے سوا کسی کو نہ پہچان سکے۔

---

[1] یہ اکتیس افراد ہیں۔ ان میں سے بعض وفا، بعض قربانی، بعض محبت، بعض صبر، بعض شکر، بعض ریاضت، بعض توکل، بعض ترک اور بعض صدق کی وجہ سے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے انتخاب پر پورے اترے۔ ان کے ناموں سے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے پردہ نہیں اٹھایا۔

وصال مبارک

28 فروری 2001ء کو جب سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سعودیہ پہنچے تو جدہ پہنچتے ہی آپ ؒ کی طبیعت شدید ناساز ہو گئی، نقاہت اتنی ہو گئی تھی کہ چلنا پھرنا مشکل تھا۔ تمام بیماریاں شوگر، بلڈ پریشر بڑھ گئیں خاص طور پر پیشاب (پراسٹیٹ گلینڈ) کی تکلیف اتنی شدت اختیار کر گئی کہ ہر دس پندرہ منٹ بعد پیشاب کی حاجت ہونے لگی۔ آپ ؒ سے جب بھی ملاقات ہوتی آپ یہ شعر پڑھتے:

اپنی موت سے آگاہ کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

07 مارچ 2001ء کو مکہ میں دورانِ حج آپ ؒ نے اس فقیر کو حکم فرمایا کہ آبِ زم زم سے ہمارا کفن دھو کر اس کو خانہ کعبہ سے مس کیا جائے۔ اس بات نے مجھے ذہنی طور پر پریشان کر دیا۔ جب میں نے لیت ولعل سے کام لیا اور کہا کہ یہاں کاٹن کا کفن نہیں ملتا تو آپ ؒ نے احمد بخش کو فرمایا کہ کاٹن کے کفن کا بندوبست کریں۔ احمد بخش نے جدہ سے بڑی مشکل سے کاٹن کا کفن منگوایا، آپ ؒ نے اس کو میرے حوالے کر کے کہا کہ آبِ زم زم سے دھو کر اسے خانہ کعبہ سے مس کیا جائے۔ حکم کی تعمیل میں مسجد حرام کے باہر کفن کو آبِ زم زم سے دھو کر خشک کیا اور خانہ کعبہ سے مَس کرنے کے لیے مسجد حرام کے اندر داخل ہوا۔ حالانکہ مسجد حرام کے ہر دروازے پر ایک خاتون اور ایک مرد پہرے دار ہوتا ہے جو کسی چیز کو بھی اندر نہیں لے جانے دیتے پھر بھی جب میں کفن کا کپڑا لے کر دروازے سے گزرا تو کسی نے پوچھا تک نہیں۔ اس کپڑے کو خانہ کعبہ سے اچھی طرح مس کیا گیا لیکن وسوسوں نے میرے دِل میں گھر کر لیا تھا۔ مدینہ روانگی کے وقت کفن کا کپڑا جدہ میں حاجی احمد بخش کے گھر ہی رہ گیا اور ہم مدینہ سے سیدھے جدہ اور پھر لاہور آ گئے لیکن بعد ازاں آپ ؒ نے اسے منگوا لیا۔ آخری دو سالوں میں آپ ؒ کا یہ تکیہ کلام بن چکا تھا۔

''سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں''

آپ ؒ آخری سفر میں آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز ؒ سے 28 نومبر 2003ء عید الفطر کے دوسرے روز ملک عطا محمد کے پاس کوٹ فتح خاں تشریف لے گئے۔ اگلے روز 29 نومبر کو ملک اعجاز کے پاس اسلام آباد تشریف لے گئے، وہاں چار دِن گزار کر آپ ؒ 5 دسمبر 2003ء کو لاہور تشریف لائے اور محسن سلطان کے گھر دو دِن قیام کیا۔ 7 دسمبر کو آپ ؒ اس فقیر کے گھر لاہور تشریف لائے، آپ کے ہمراہ سلطان محمد علی، سلطان محمد معظم علی، سلطان احمد علی، سلطان محمد بہادر عزیز، سلطان محمد شریف اور بہت سے دیگر ساتھی تھے۔ یہاں آپ ؒ

نے 13 دسمبر 2003ء تک قیام کیا۔ یہاں آپؒ سے خانوادہ سلطان باھُوؒ کے صاحبزادگان کی کثیر تعداد نے ملاقات کی اور آپ کے ساتھ ناشتہ اور کھانا میں شریک ہوئے۔ اس کے علاوہ کثیر تعداد میں مریدین نے بھی یہاں آپؒ سے ملاقات کی۔ 13 دسمبر 2003ء کو صبح آپؒ ملتان تشریف لے گئے۔ پروگرام کے مطابق آپؒ نے وہاں سے شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ کے مزار مبارک پر تشریف لے جانا تھا لیکن 15 دسمبر 2003ء کو رانا تجمل حسین (مرحوم) آپ کے پاس ملتان پہنچ گئے اور آپؒ کو ملتان سے لاہور اپنے گھر لے آئے۔ اس فقیر کو اپنے مرشد پاک کی خوشبو لاہور میں محسوس ہونا شروع ہو گئی تھی۔ ملتان فون کیا تو محمد علی[1] ولد حاجی امیر بخش نے جواب دیا کہ پھول کو اپنے اردگرد تلاش کرو۔ یہ فقیر خوشبو کے تعاقب میں رانا تجمل حسین (مرحوم) کے گھر آپؒ کے پاس پہنچ گیا، یہاں پہنچ کر اس فقیر کو احساس ہوا کہ لاہور واپس آنا آپؒ کی رضا نہ تھی۔ یہ فقیر 15 دسمبر کا دن اور رات اور 16 دسمبر کی رات 12:30 تک آپؒ کے ساتھ رہا۔ 16 دسمبر کو تقریباً ایک بجے رات وہاں سے اپنے گھر کے لیے روانہ ہوا۔ 17 دسمبر کو آپؒ لاہور سے ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں آپؒ نے ملک کاظم کے گھر قیام فرمایا اور 24 دسمبر 2003 کو آپؒ فضل کریم کنڈی کے گھر منتقل ہو گئے۔ وہاں پر آپؒ کا بلڈ پریشر کم (Low) ہو گیا اور ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈسٹرکٹ ہسپتال میں آپ کو داخل کروایا گیا۔ کسی نے مجھے آپ کی بیماری کی اطلاع نہ دی۔ 25 دسمبر 2003ء کو آپؒ سارا دن یہی فرماتے رہے بھائی نجیب الرحمٰن سے بات کراؤ۔ لیکن ساتھیوں نے بتایا کہ یہاں موبائل کے سگنل مکمل نہیں آ رہے۔ رات 2:30 بجے کے قریب حاجی محمد نواز کا فون آیا کہ حضور مرشد پاک آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں آپ فلاں فون نمبر پر بات کر لیں۔ میں نے فوراً فون کیا تو آپؒ نے بھی اپنی بیماری کے بارے میں کچھ نہ بتایا بلکہ اسمِ اللہ ذات کے متعلق گفتگو فرماتے رہے۔ آپؒ نے اس فقیر کو محسن سلطان کے گھر 6 دسمبر 2003ء کو اسمِ محمدؐ عطا فرمایا تھا اور پڑھنے کا طریقہ سمجھایا اور حکم دیا تھا کہ اس طرح کے سونے کے اسمِ محمدؐ بنوائے جائیں تاکہ طالبانِ مولیٰ کو عطا کیے جا سکیں کیونکہ اس سے پہلے اسمِ محمدؐ آپؒ نے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا تھا۔ فون پر آپؒ نے اسمِ محمدؐ کی تیاری کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں اور فرمایا ''اب یہ تمہارے حوالے ہے۔ اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کی حفاظت کرنا اور اب اسمِ اللہ ذات اسمِ محمدؐ تمہاری ذمہ داری ہے۔'' مجھے کیا خبر تھی کہ یہ ہماری آخری گفتگو ہے۔ اس گفتگو کے کچھ ہی دیر بعد 26 دسمبر 2003ء بمطابق 2 ذیقعد 1424ھ بروز جمعۃ المبارک صبح پانچ بج کر سات منٹ پر سلطان الفقر کا نورکسی اور روپ میں جلوہ گر ہو کر دنیا سے مخفی ہو گیا۔

نمازِ جنازہ

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی نمازِ جنازہ 26 دسمبر 2003ء (3 ذیقعد 1424ھ)[2] رات 9 بجے دربار پاک سلطان

---

[1] دوسری مائی صاحبہ کے بڑے بھائی، ملتان میں رہائش رکھتے ہیں۔ [2] آپؒ کو نمازِ مغرب کے بعد دفن کیا گیا۔ اسلامی تاریخ سورج غروب ہونے کے بعد تبدیل ہوتی ہے اس لیے ہجری تاریخ 3 ذیقعد کا آغاز ہو چکا تھا۔

العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ پر ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ میں اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی کہ تاحدِ نظر سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ لوگوں کا ایک سمندر تھا۔ دربار پاک سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی دیواروں پر ہزاروں کی تعداد میں کبوتر اداس بیٹھے ہوئے تھے۔ جیسے ہی آپؒ کا جسدِ مبارک نمازِ جنازہ کے لیے دربار پاک کے دروازہ کے بالکل سامنے رکھا گیا تو تمام کبوتروں نے آپؒ کے جسدِ مبارک کے گرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔ لوگ حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ کبوتروں نے آپؒ کے جسدِ مبارک پر سایہ کر دیا تھا۔ پھر دوبارہ انہوں نے چکر لگائے اور خاموشی سے دیواروں پر جا کر بیٹھ گئے۔

مزار مبارک

آپؒ کو 26 دسمبر 2003ء (3 ذیقعد 1424ھ) کو آپ کے مرشد پاک سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ کے دائیں پہلو (مشرقی سمت) میں سپردِ خاک کیا گیا۔ آپؒ کا مزار مبارک موضع سلطان باھُو، ضلع جھنگ میں ہے۔

اطلاع

کتاب ہذا میں سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ تک تمام مشائخ سروری قادری کی کامل سوانحِ حیات موجود ہے۔ سلسلہ سروری قادری کے موجودہ امام اور اکتیسویں شیخِ کامل **سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس** کی سوانحِ حیات کے مطالعہ کے لیے سلطان الفقر پبلیکیشنز کی مطبوعہ کتاب **"سلطان العاشقین"** کا مطالعہ کیجیے یا آن لائن مطالعہ کے لیے درج ذیل انگلش اور اردو ویب سائٹس وزٹ کیجیے:

- www.sultan-ul-ashiqeen.com
- www.sultan-ul-ashiqeen.pk

منجانب
سلطان الفقر پبلیکیشنز

استفادہ

1۔قرآنِ مجید

2۔تفسیر روح البیان از شیخ محمد اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ ترجمہ وتفسیر مولانا فیض احمد اویسی اور دیگر تفاسیر

3۔کتب احادیث

4۔روایات مشائخ سروری قادری: جن کو اس فقیر نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ سے۔

1. تصانیف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ

نمبر شمار	نام کتب	مترجم	سال اشاعت	ناشر/ادارہ
1۔	نور الہدیٰ کلاں	1۔فاطمہ برہان سروری قادری (مع فارسی متن)	2020ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/Aایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
		2۔سید امیر خان نیازی (مع فارسی متن)	2001ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھوؒ جھنگ
		3۔کے۔بی۔نسیم (مع فارسی متن)	2000ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
		4۔ فقیر میر محمد فارسی۔اردو	مئی 2007ء	بمقام سمندری شریف تلہ گنگ ضلع چکوال
		5۔ نور محمد کلاچوی	بارنہم 2000ء	عرفان منزل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان
		6.محمد شکیل مصطفیٰ اعوان	2007ء	شبیر برادرز لاہور
		7.الطاف حسین شاہدروی	درج نہیں	شبیر برادرز لاہور
2۔	نور الہدیٰ خورد	1۔احسن علی سروری قادری (مع فارسی متن)	2021ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/Aایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور

	2۔ اللہ والے کی قومی دکان		اللہ والے کی قومی دکان لاہور
3۔ شمس العارفین	1۔ پروفیسر سلطان حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری (مع فارسی متن)	2020ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	2۔ مخطوطہ (فارسی)	درج نہیں	بقلم شہبازِ عارفاں پیر سیّد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ
	3۔ سید امیر خان نیازی (مع فارسی متن)	2002ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھوؒ جھنگ
	4۔ محمد علی چراغ	1998ء	نذیر سنز پبلشرز لاہور
	5۔ حافظ محمد رمضان (مرحوم)	درج نہیں	حافظ محمد رمضان مرحوم خطیب دربار حضرت سلطان باھوؒ جھنگ
	6۔ عبدالرشید شاہد القادری	درج نہیں	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ
	7۔ اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
4۔ محکم الفقرا	1۔ احسن علی سروری قادری (مع فارسی متن)	2016ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	2۔ کے بی نسیم (مع فارسی متن)	1997ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
	3۔ فقیر میر محمد (اردو۔ فارسی)	2006ء	فقیر میر محمد اعوان بمقام سمندری شریف تلہ گنگ ضلع چکوال
5۔ مجالستہ النبی	1۔ سید امیر خان نیازی (مع فارسی متن)	باراول 1996ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھوؒ جھنگ
	2۔ فقیر میر محمد		فقیر میر محمد اعوان بمقام سمندری شریف تلہ گنگ ضلع چکوال
6۔ کلید التوحید خورد	1۔ احسن علی سروری قادری (مع فارسی متن)		سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	2. بشیر احمد عارفی (مع فارسی متن)	بار اول 1996ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھوؒ جھنگ
	3. الطاف حسین شاہدروی	باراول 1989ء	شبیر برادرز لاہور
7۔ محک الفقر کلاں	1۔ احسن علی سروری قادری (مع فارسی متن)		سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	2۔ سید امیر خان نیازی (مع فارسی متن)	2006ء	العارفین پبلیکیشنز لاہور
	3۔ فقیر میر محمد (فارسی۔ اردو)		فقیر میر محمد اعوان بمقام سمندری شریف تلہ گنگ ضلع چکوال
	4۔ کے بی نسیم (مع فارسی متن)	1996ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
	5۔ اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور

	6۔محمد شکیل مصطفیٰ اعوان	2007ء	شبیر برادرز لاہور
8۔ کلید التوحید کلاں	1۔احسن علی سروری قادری (مع فارسی متن)	2020ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	2۔سید امیر خان نیازی (مع فارسی متن)	اشاعت 2002ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھوسلطان دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ جھنگ
	3۔فقیر میر محمد (فارسی۔اردو)	1996ء	فقیر میر محمد اعوان بمقام سمندری شریف تلہ گنگ ضلع چکوال
	4۔اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
9۔ محک الفقر خورد	1۔کے بی نسیم (مع فارسی متن)	2000ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
10۔ عین الفقر	1۔پروفیسر سلطان حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری (مع فارسی متن)	2020ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	2۔الطاف حسین شاہدروی	1998ء	شبیر برادرز لاہور
	3۔سید امیر خان نیازی (مع فارسی متن)	دسمبر 2004ء	العارفین پبلیکیشنز 4/A۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور
	4۔کے بی نسیم (مع فارسی متن)	2001ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
	5۔اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
11۔ سلطان الوھم	1۔پروفیسر سلطان حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری (مع فارسی متن)	2020ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	2۔فقیر میر محمد	فروری 1999ء	فقیر میر محمد ڈھلی شریف تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال
12۔ اسرارِ قادری	1۔احسن علی سروری قادری (مع فارسی متن)		سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	2۔اللہ والے کی قومی دکان	1952ء	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
	3۔الطاف حسین شاہدروی	1996ء	شبیر برادرز لاہور
	4۔محمد شریف عارف نوری	1994ء	پروگریسو بکس اردو بازار لاہور
	5۔سید امیر خان نیازی	2010ء	العارفین پبلیکیشنز لاہور
13۔ تیغ برہنہ	1۔محسن فقری	2004ء	شبیر برادرز لاہور
	2۔کے بی نسیم (مع فارسی متن)	1998ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
14۔ قربِ دیدار	1۔ فاطمہ برہان سروری قادری (مع فارسی متن)	2017ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	2۔محسن فقری	2005ء	شبیر برادرز لاہور

15۔	کشف الاسرار	1۔ پروفیسر سلطان حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری (مع فارسی متن)	2018ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
		2۔ الطاف حسین شاہدروی (مع فارسی متن)	درج نہیں	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
16۔	دیدار بخش خورد	1۔ الطاف حسین شاہدروی (مع فارسی متن)	درج نہیں	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
		2۔ کے بی نسیم (مع فارسی متن)	2000ء	حق باھُوؒ منزل گلشن راوی لاہور
17۔	امیر الکونین	1۔ احسن علی سروری قادری (مع فارسی متن)	2017ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
		2۔ اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
		3۔ سید امیر خان نیازی (مع فارسی متن)		العارفین پبلیکیشنز لاہور
		4۔ محمد عبد الرشید شاہد القادری	اشاعت پنجم 1425ھ	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ
		5۔ محمد شکیل مصطفیٰ اعوان	2007ء	شبیر برادرز لاہور
18۔	رسالہ اورنگ شاہی	1۔ پروفیسر سلطان حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری (مع فارسی متن)		سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
		2۔ الطاف حسین شاہدروی	جون 1995ء	شبیر برادرز لاہور
		3۔ کے بی نسیم (مع فارسی متن)	1998ء	حق باھُو منزل گلشن راوی لاہور
		4۔ اللہ والے کی قومی دکان		اللہ والے کی قومی دکان لاہور
		5۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی (مع فارسی متن)	درج نہیں	باھُو پبلیکیشنز کوئٹہ
19۔	فضل اللقا	محمد شریف عارف نوری	یکم ستمبر 1994ء	پروگریسو بکس لاہور
20۔	عقلِ بیدار	1۔ احسن علی سروری قادری (مع فارسی متن)	2022ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
		2۔ شاہد القادری	نامعلوم	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ
		3۔ کے بی نسیم (مع فارسی متن)	2003ء	حق باھُو منزل گلشن راوی لاہور
		4۔ اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
21۔	کلیدِ جنت	کے بی نسیم (مع فارسی متن)	1996ء	سلطان باھُو اکیڈمی حق منزل گلشن راوی لاہور
22۔	مفتاح العارفین	محمد شریف عارف	1994ء	پروگریسو بکس لاہور
23۔	توفیق الہدایت	محمد شریف عارف	1993ء	پروگریسو بکس لاہور

24۔	محبت الاسرار	1۔محمد شریف عارف	1993ء	پروگریسو بکس لاہور
		2۔ کے بی نسیم (مع فارسی متن)		حق باھُو منزل گلشن راوی لاہور
25۔	جامع الاسرار	کے بی نسیم (مع فارسی متن)	2003ء	حق باھُو منزل گلشن راوی لاہور
26۔	گنج الاسرار	1۔پروفیسر سلطان حافظ حماد الرحمن سروری قادری (مع فارسی متن)	2020ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
		2۔ الطاف حسین شاہدروی	درج نہیں	شبیر برادرز لاہور
27۔	طرفۃ العین	الطاف حسین شاہدروی	فروری 1996ء	شبیر برادرز لاہور
28۔	نقش باھُوؒ	منظوم ترجمہ فارسی دیوان مسعود قریشی	1996ء	لوک ورثہ اسلام آباد
29۔	رسالہ روحی شریف (مع فارسی متن)	مصنف کتاب ہذا	اپریل 2018ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز۔4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور

2. تصانیف غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مترجم	سال اشاعت	ناشر
1۔	غنیۃ الطالبین	1. مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی	1988ء	فرید بک سٹال لاہور
		2. مولانا محمد عبد الاحد قادری	فروری 2005ء	قادری رضوی کتب خانہ لاہور
2۔	سرالاسرار	1۔احسن علی سروری قادری (مع عربی متن)	2016ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز۔4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
		2۔مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری	باراول 12 ربیع الاول 1423ھ	قادری رضوی کتب خانہ لاہور
		3۔سید امیر خان نیازی (مع عربی متن)	ستمبر 2003ء	مکتبہ العارفین 4/A۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور
3۔	(i) الرسالۃ الغوثیہ (ترجمہ و شرح مع عربی متن)	1۔احسن علی سروری قادری	2020ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	(ii) الرسالۃ الغوثیہ (مع عربی متن)	سلطان العصر حضرت غلام دستگیر القادری ناشادؒ	مارچ 1998ء	غلام دستگیر اکیڈمی دربار سلطان باھُوؒ جھنگ

نمبر شمار	نام کتاب	مترجم	سال اشاعت	ناشر
	(iii) تذکرہ قادریہ (مع رسالۃ الغوثیہ صفحہ 167 تا 196)	سیّد علاؤالدین گیلانی البغدادی	بارِ ہفتم 2016ء	دربارِ غوثیہ شاہراہ الگیلانی کوئٹہ
4۔	فتوح الغیب	1۔سیّد فاروق قادری	اکتوبر 2002ء	قادری رضوی کتب خانہ لاہور
		2۔سید محمد فاروق القادری ایم اے	1998ء	تصوف فاؤنڈیشن لاہور
5۔	الفتح الربانی	1۔مولانا عبدالاحد قادری (فیوض غوث یزدانی)	2003ء	قادری رضوی کتب خانہ لاہور
		2۔نفیس اکیڈمی کراچی (مع عربی متن)	درج نہیں	نفیس اکیڈمی کراچی
		3۔مولانا عاشق الٰہی (مع عربی متن)	دسمبر 2008ء	العارفین پبلیکیشنز لاہور

3. تصانیف شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ

نمبر شمار	نام کتاب	مترجم	سال اشاعت	ناشر
1۔	فصوص الحکم	1۔شرح مولانا عبدالقدیر صدیقی	درج نہیں	نذیر سنز لاہور
		2۔محمد ریاض قادری (شرح فصوص الحکم والایقان)	2006ء	علم و عرفان پبلشرز لاہور
2۔	فتوحاتِ مکیہ (تین جلدیں)	صائم چشتی	1986ء	علی برادران تاجران کتب فیصل آباد
3۔	شجرۃ الکون	علامہ صوفی محمد صدیق بیگ قادری	1985ء	علی برادران تاجران کتب فیصل آباد

4. دیگر کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مترجم	سال اشاعت	ناشر
1۔	ابیاتِ باھُو کامل	مصنف کتاب ہذا	2022ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
2۔	کلام مشائخ سروری قادری	تحقیق و ترتیب مصنف کتاب ہذا	2021ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور

3-	مرآۃ العارفین	تصنیف سیّد الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ترجمہ و شرح عنبرین مغیث سروری قادری	2019ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز۔ 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
	مرقاۃ السالکین شرح مراۃ العارفین	ترجمہ و شرح محمد فیض احمد اویسی	2007ء	زاویہ پبلیشرز لاہور
4-	کشف المحجوب	حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش / مترجم مولانا میاں رمضان علی	1970ء 2007ء	فضل نور اکیڈمی چک سادہ شریف ضلع گجرات
5-	کیمیائے سعادت	حضرت ابو حامد امام غزالیؒ مترجم محمد شریف نقشبندی	1993ء	شبیر برادرز لاہور
6-	انسانِ کامل	سید عبد الکریم الجیلیؒ مترجم: فضل میراں	طبع چہارم 1980ء	نفیس اکیڈمی کراچی
7-	طواسین	حضرت منصور حلاجؒ مترجم محمد اکرم الازہری	2008ء	تصوف فاؤنڈیشن لاہور
8-	حقائق عن التصوف (تصوف کے روشن حقائق)	حضرت شیخ عبد القادر عیسیٰ شاذلیؒ ترجمہ: محمد اکرم الازہری	2003ء	مکتبہ زاویہ لاہور
9-	مثنوی مولانا رومؒ	مولانا جلال الدین رومیؒ مترجم محمد عالم امیری	طبع پنجم نومبر 2005ء	خدیجہ پبلیکیشنز لاہور
10-	سِرِّ دلبراں	حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی	1995ء	الفیصل ناشران تاجران کتب لاہور
11-	عرفان (جلد اول)	نور محمد کلاچوی	1999ء	عرفان منزل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان
12-	مخزن الاسرار	نور محمد کلاچوی	1999ء	عرفان منزل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان
13-	حیاتِ سروری	عبد الحمید کلاچوی	2000ء	عرفان منزل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان
14-	مناقبِ سلطانی	1. سلطان حامد علیؒ، مترجم ارشد القادری	درج نہیں	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ منڈی گوجرانوالہ
		2. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور

15-	احوال ومقامات سلطان باھوؒ	احمد سعید ہمدانی	بار چہارم 1995ء	غلام دستگیر اکیڈمی دربار حضرت سلطان باھوؒ جھنگ
16-	سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ (حیات وتعلیمات)	احمد سعید ہمدانی	مارچ 1995ء	حضرت سلطان باھوؒ اکیڈمی لاہور
17-	مرآتِ سلطانی (باھوؒ نامہ کامل)	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	2006ء	باھو پبلیکیشنز کوئٹہ لاہور، جھنگ
18-	صاحبِ لولاک	طارق اسماعیل ساگر	بارِ اوّل 2004ء	مکتبہ العارفین لاہور
			بارِ دوم 2007ء	ایضاً
			بارِ سوم 2009ء	العارفین پبلیکیشنز لاہور
			بارِ چہارم 2011ء	ایضاً
19-	تاریخِ جھنگ	اقبال زبیری	2002ء	جھنگ ادبی اکیڈمی جھنگ صدر
20-	تذکرہ اولیائے جھنگ	اقبال زبیری	جنوری 2000ء	جھنگ ادبی اکیڈمی جھنگ صدر
21-	وادی سون سکیسر (تاریخ، تہذیب، ثقافت)	محمد سرور خان اعوان	2002ء	الفیصل ناشران تاجران کتب لاہور
22-	اشرافِ عرب	سیّد محمد نجم الحسن فضلی	1999ء	مملوکہ مسعود جھنڈیر لائبریری میلسی
23-	تواریخ آئینہ تصوف	شاہ محمد حسن صابری چشتی رام پوری	بارِ سوم 1424ھ	مکتبہ صابریہ قصور
24-	تاریخ مشائخ قادریہ رزاقیہ (بحوالہ برصغیر پاک وہند)	پروفیسر محمد حسین آزاد القادری	2008ء	ورسٹائل پرنٹرز لاہور
25-	تاریخ مشائخِ قادریہ (تین جلدیں)	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	2001ء	کتب خانہ امجدیہ انڈیا
26-	راہ نمائے مزاراتِ دہلی	محمد عاصم القادری سنبھلی	2007ء	محمدی بک ڈپو پرانی دہلی انڈیا

27-	مزاراتِ اولیاء دہلی	محمد عالم شاہ فریدی	1927ء	فرید بک ڈپو دہلی انڈیا
		اضافہ وترمیم ڈاکٹر محمد حفیظ الرحمٰن صدیقی	2006ء	فرید بک ڈپو دہلی انڈیا
28-	واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم	بشیرالدین احمد	1337ھ طبع دہلی	مملوکہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور
29-	دہلی زیارات وآثارات	سردار احمد علی	1337ھ طبع دہلی	مملوکہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور
30-	مزارات اولیائے دہلی	مولوی محمد عالم شاہ	1330ھ طبع دہلی	مملوکہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور
31-	اولیائے ملتان	1۔اولاد علی گیلانی	طبع لاہور	مملوکہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور
		2۔بشیر حسین ناظم	طبع لاہور	مملوکہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور
32-	تذکرہ اولیائے ملتان	امتیاز حسین شاہ	طبع لاہور	مملوکہ کتب خانہ حاجی نیاز احمد بوہر گیٹ ملتان
33-	راہنمائے مقامات مقدس دارالحکومت دہلی	مرزا آفتاب بیگ عرف نواب مرزا بیگ دہلوی	طبع دہلی	مملوکہ قمیصیہ لائبریری درگاہ شریف ساڈھورا ہریانہ انڈیا
34-	آثارِ دہلی		طبع دہلی	مملوکہ قمیصیہ لائبریری درگاہ شریف ساڈھورا ہریانہ انڈیا
35-	باغِ سادات	سیّد تجمل حسین شاہ نقوی بخاری	طبع لاہور بارِ سوم 1947ء	مملوکہ نسخہ غلام محمد ولد منظور احمد اوچ شریف بہاولپور
36-	تاریخ بزرگانِ دہلی	کلیم مختار احمد سبزواری	1972ء دہلی	مملوکہ قمیصیہ لائبریری شریف ساڈھورا ہریانہ انڈیا
37-	گلدستہ ابیات ومناجات شہباز عارفاں حضرت سخی سلطان محمد بہادر علی شاہؒ	مصنف کتاب ہذا	مارچ 2002ء	مکتبہ العارفین A/4 ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور
38-	حقیقت اسم اللہ ذات	مصنف کتاب ہذا	2022ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز۔ A/5-4 ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور

39۔ مرشد کامل اکمل	مصنف کتاب ہذا	2022ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز۔ 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
40۔ شمس الفقرا	مصنف کتاب ہذا	2022ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز۔ 4-5/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
41۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ اور ان کے خلفاء	ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی	1979ء	اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور
42۔ پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں	ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی	2000ء	سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور
43۔ سِرّ الحبیب	شاہ حبیب اللہ قادریؒ، مترجم غلام رسول	درج نہیں	آستانہ عالیہ بغداد شریف تحصیل خانیوال ضلع ملتان
44۔ تذکرہ روسائے پنجاب	ترجمہ: سیّد نوازش علی	---	میونسپل لائبریری احمد پور شرقیہ
45۔ سوانح عمری حضرت خواجہ عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ	مرتب پیر محمد یوسف	---	دربار پیر محمد عبدالغفور شاہ جھنگ
46۔ تاریخِ پنجاب	غلام مصطفی کمال	1998ء	ایونیو بک پیلس لاہور
47۔ ملفوظات پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ	مرتبہ پیر عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ	---	مملوکہ پیر محبوب الحق جھنگ
48۔ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ (مخطوطہ)	مرتب سیّد سلیم الزماں ہاشمی (انڈیا)		مملوکہ محمد اسد خان لاہور مجیب الرحمٰن انڈیا
49۔ کراماتِ عزیزیہ	مرتب سلطان محمد فاروق رحمتہ اللہ علیہ	1985ء	دربار سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جھنگ
50۔ نقول سول دعویٰ جات برائے سجادہ نشین	فضل حق بنام مختیار شاہ		سول کورٹ احمد پور شرقیہ

51(i) نقول سول دعویٰ برائے حکم امتناعی عرس سلطان سیّدمحمد عبداللہ شاہ احمد پور شرقیہ اور حکم امتناعی بتاریخ 10-10-2017	10-10-2017	بعدالت سول جج درجہ سوم احمد پور شرقیہ
(ii) نقول مستر د اپیل برائے بحالی انعقاد عرس سیّد محمد عبداللہ شاہؒ احمد پور شرقیہ	12-10-2017	بعدالت ایڈیشنل سیشن جج احمد پور شرقیہ

شمارہ جات ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور

اپریل 2000ء
ستمبر 2000ء
فروری 2001ء
جون 2001ء
جولائی 2003ء
اگست 2004ء
دسمبر 2004ء
نومبر 2007ء
نومبر 2008ء

اور بہت سی کتب جن کے حوالہ جات کتاب میں موجود ہیں۔

نوٹ: کتاب ہذا ''مجتبیٰ آخر زمانی'' میں تاریخیں دو طرح سے دی گئی ہیں۔ اگر تاریخ عیسوی ہے تو اس کے ساتھ ہی بریکٹ میں ہجری تاریخ دی گئی ہے اور اگر تاریخ ہجری ہے تو اس کے ساتھ ہی بریکٹ میں عیسوی تاریخ دی گئی ہے۔ اصل اور درست تاریخیں وہی ہیں جو بریکٹ سے باہر یا بریکٹ سے پہلے دی گئی ہیں۔ بریکٹ میں درج ہجری یا عیسوی تاریخ جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے حاصل کی گئی ہے۔

سوانحِ حیات مشائخ سروری قادری



''مجتبیٰ آخر زمانی'' مشائخ سروری قادری کی سوانحِ حیات پر لکھی گئی اوّلین تصنیف ہے جس میں سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ تک آنے والے امانتِ الٰہیہ کے حامل مشائخ سروری قادری کی کامل اور مکمل سوانحِ حیات موجود ہے۔

اس تصنیف کا ایک اہم مقصد سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی حیاتِ طیبہ پر پڑے اسرار کے پردوں کو ہٹانا، ان کی عظمت سے عوام الناس کو روشناس کرانا اور اصل سلسلہ سروری قادری کی پہچان کرانا ہے کیونکہ بہت سے لوگ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے بعد مسندِ تلقین و ارشاد سنبھالنے والے حقیقی مشائخ سروری قادری کے ناموں سے آگاہ نہیں جس کے باعث بہت سے فریبی لوگوں نے خود کو سلسلہ سروری قادری سے منسوب کر کے عوام کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے اکتیسویں شیخِ کامل اور امام سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے مسندِ تلقین و ارشاد سنبھالنے کے بعد سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی سوانحِ حیات پر تحقیق کا آغاز فرمایا اور سات سال کی انتھک جدوجہد سے زیرِ نظر کتاب تصنیف فرمائی جو اپنی صحت و واقعات اور تحقیق کے لحاظ سے کامل، مکمل اور جامع کتاب ہے۔ ان مشائخ کے نام اور ترتیب یہ ہے:

۱۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

۲۔ سلطان التارکین حضرت سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

۳۔ سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ ہاشمی قریشی رحمتہ اللہ علیہ

۴۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ

۵۔ سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ

۶۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ

سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی یہ عظیم کاوش رہتی دنیا تک طالبانِ مولیٰ کی راہنمائی کرتی رہے گی۔

مجتبیٰ آخر زمانی کا انگلش ترجمہ The Spiritual Guides of Sarwari Qadri Order کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

ISBN: 978-969-2220-14-9
9 789692 220149
Rs: 1499

- www.sultan-ul-ashiqeen.com
- www.sultan-ul-ashiqeen.pk
- www.sultan-ul-faqr-publications.com
- E-mail: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

سلطان الفقر پبلیکیشنز

سلطان الفقر ہاؤس

4-5/A ۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790 Ph: +92-42-35436600 Cell: +92 322 4722766